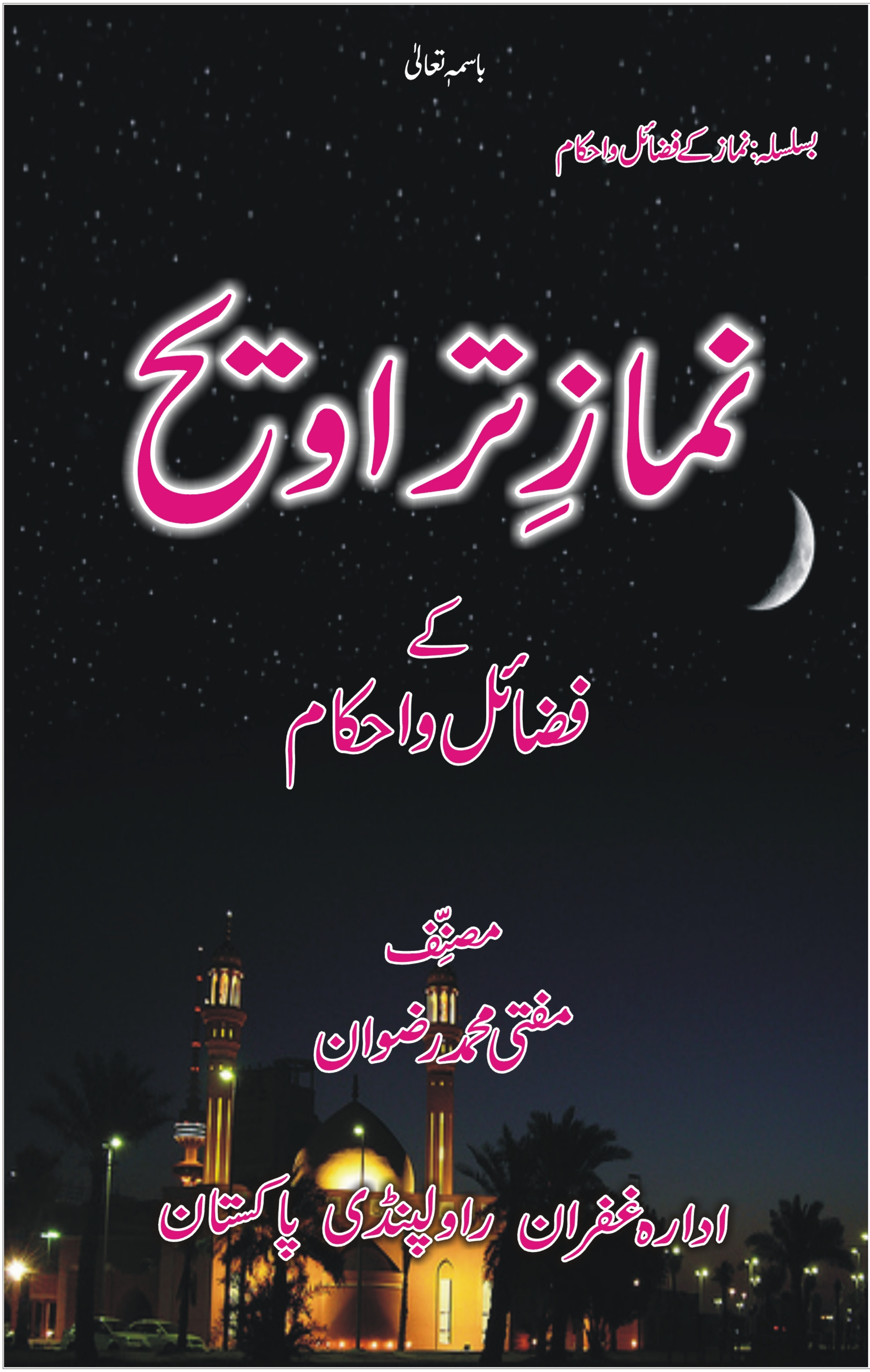

باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام

نمازِ تراویح

کے

فضائل واحکام

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

(بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام)

نمازِ تراویح

کے فضائل واحکام

رمضانُ المبارک کے ایک اہم عمل نمازِ تراویح کے تفصیلی فضائل واحکام

نمازِ تراویح اور اُس میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کی فضیلت واہمیت

نمازِ تراویح کی مسنون تعداد کے ثبوت پر تفصیلی دلائل اور شبہات کا ازالہ

نمازِ تراویح کی جماعت، امامت واقتداء کے احکام

تراویح کی نماز میں سجدۂ تلاوت اور رکعت میں غلطی واقع ہوجانے کے احکام

نمازِ وتر اور اس کی جماعت کے احکام

تراویح کی نماز سے متعلق اہم مسائل پر تحقیقی کلام

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران　چاہ سلطان　راولپنڈی　پاکستان

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: نمازِتراویح کے فضائل واحکام
مصنّف: مفتی محمد رضوان
طباعتِ اوّل: رجب ۱۴۳۳ھ جون 2012ء
صفحات: ۴۷۶

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔فون:051-5507270
ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔فون:042-37353255
کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔فون:051-5771798
دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔فون:021-32631861
مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:042-37228196
مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔فون:0992-340112
ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔فون:061-4514929
ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔فون:021-35032020
مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔فون048-3226559
مکتبہ شہید اسلام، متصل مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد۔فون:0321-5180613
ملت پبلیکیشرز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔فون:051-2254111
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔فون:061-4540513
مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔فون:041-8715856
کتب خانہ شمسیہ، نزد اریگیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔فون:0333-7827929
مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔فون:021-35123130
تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔فون:051-5774634
مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔فون:021-34856701
مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔فون:055-4212716
مکتبۃ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔فون:041-2601919
اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔فون:048-3712628
اسلامی کتاب گھر: خیابانِ سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔فون:051-4830451
مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔فون:042-37232536
الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔فون:051-5553248
قرآن محل، اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔فون:0312-5123698 0321

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
۸	**تمہید** (از مؤلف)
۹	**نمازِ تراویح کے فضائل**
۱۱	تراویح کی سنیت وفضیلت
۴۰	تراویح میں قرآن مجید پڑھنے اور سننے کی فضیلت
۸۶	**تراویح کی بیس رکعات کی مفصَّل ومدلَّل تحقیق**
۸۹	تراویح کے نام سے استدلال
۹۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث
۹۲	حضرت عائشہ وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث
۹۶	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث
۱۰۳	حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث
۱۰۵	دوسری سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث
۱۰۶	تیسری سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث
//	چوتھی سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث
۱۰۷	پانچویں سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث
۱۰۸	چھٹی سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حدیثِ ابنِ عباس کے حسن ومقبول ہونے کی بحث	۱۱۳
خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت	۱۲۰
حضرت عمر سے بیس تراویح کے ثبوت کی دوسری روایت	۱۲۱
تیسری روایت	۱۲۲
چوتھی روایت	۱۲۳
پانچویں روایت	۱۲۶
چھٹی روایت	۱۲۷
ساتویں روایت	۱۳۱
آٹھویں روایت	۱۳۴
نویں روایت	۱۳۶
ایک شبہ کا ازالہ	۱۴۰
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۴۲
بیس تراویح کا خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت	۱۴۶
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کے ثبوت کی دوسری روایت	۱۴۷
تیسری روایت	//
چوتھی روایت	۱۴۹
حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کا ثبوت	//
حضرت ابنِ ابی ملیکۃ سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۵۰
حضرت علی بن ربیعہ سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۵۱
حضرت شُتیر بن شکل سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۵۲

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت سوید بن غفلہ سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۵۳
حضرت سعید بن جبیر سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۵۴
حضرت ابو البختری سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۵۵
حضرت حارث سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۵۶
کئی جلیلُ القدر تابعین سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۵۷
کئی صحابۂ کرام وتابعینِ عظام سے بیس تراویح کا ثبوت	۱۵۸
کم ازکم بیس رکعات تراویح پر جمہور امت کا اتفاق	۱۶۴
بیس رکعات تراویح کی عقلی وجوہ	۱۷۳
چند شبہات کے جوابات	۱۷۴
خلفائے راشدین کی سُنَّت	//
خلفائے راشدین کی سنت کے منکرین سے چند سوالات	۱۷۹
کیا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعات تراویح ثابت ہے؟	//
کیا تراویح اور تہجد ایک نماز ہے؟	۱۸۱
تراویح کے احکام	۱۸۹
نمازِ تراویح سے متعلق چند بنیادی احکام	//
مسئلہ نمبر ا......نمازِ تراویح کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲......نمازِ تراویح، مرد حضرات اور خواتین سب کے لئے سنت ہے	//
مسئلہ نمبر ۳......نمازِ تراویح، رمضان کی تمام راتوں کی سنت ہے	۱۹۰
مسئلہ نمبر ۴......روزہ نہ رکھنے والے کے لئے تراویح کا حکم	۱۹۱

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۵......بلاعذر بیٹھ کر تراویح پڑھنے کا حکم	۱۹۱
مسئلہ نمبر ۶......تراویح کی کچھ رکعتیں بیٹھ کر اور کچھ کھڑے ہو کر پڑھنے کا حکم	۱۹۲
مسئلہ نمبر ۷......مسافر کے لئے تراویح کا حکم	۱۹۳
نمازِ تراویح کی رکعات اور اُن سے متعلق احکام	۱۹۴
مسئلہ نمبر ۱......نمازِ تراویح کی بیس رکعات کا سنت ہونا	//
مسئلہ نمبر ۲......بغیر عذر کے تراویح چھوڑ دینا، یا بیس رکعات سے کم پڑھنا	//
مسئلہ نمبر ۳......بیس رکعات سے کم پڑھنے پر، تراویح کی سنت کی ادائیگی	//
مسئلہ نمبر ۴......تراویح دو دو رکعات کر کے پڑھنا افضل ہے	۱۹۵
مسئلہ نمبر ۵......ایک سلام سے تراویح کی چار رکعتیں پڑھنا	۱۹۶
مسئلہ نمبر ۶......ایک سلام سے تراویح کی چار سے زائد رکعتیں پڑھنا	//
مسئلہ نمبر ۷......تراویح کی چار رکعت کے بعد وقفہ کا مستحب ہونا	//
مسئلہ نمبر ۸......تراویح کی رکعتوں میں غیر معمولی وقفہ ہو جانے پر حکم	۱۹۷
تراویح کی رکعات وتعداد میں غلطی واشتباہ سے متعلق احکام	//
مسئلہ نمبر ۱......رکعاتِ تراویح کی طرف توجہ ودھیان اور اُن کو شمار کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲......تراویح کی پہلی رکعت کے بعد بھول کر بیٹھنے کا حکم	۱۹۸
مسئلہ نمبر ۳......تراویح کی ایک رکعت پر بھولے سے سلام پھیرنے کا حکم	۱۹۹
مسئلہ نمبر ۴......تراویح کی دوسری رکعت میں بھولے سے کھڑے ہونے پر حکم	۲۰۰
مسئلہ نمبر ۵......دو رکعت پر تشہد کے بعد، بھول کر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہونا	۲۰۱
مسئلہ نمبر ۶......دوسری رکعت پر قعدہ کے بغیر، تیسری کے لئے کھڑے ہو جانا	//
مسئلہ نمبر ۷......تین رکعتیں پڑھ کر، سلام پھیر دینے پر حکم	۲۰۳

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۸......رکعتِ تراویح میں غلطی ہونے پر مقتدی کے لقمہ دینے کا طریقہ	۲۰۵
مسئلہ نمبر۹......جو رکعت درست نہ ہوئی، اس میں کی گئی قرائت کا حکم	۲۰۶
مسئلہ نمبر۱۰......رکعتِ تراویح میں امام و مقتدیوں کے اختلاف پر حکم	//
مسئلہ نمبر۱۱......وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا کہ تراویح کی کچھ رکعتیں رہ گئیں؟	//
مسئلہ نمبر۱۲......چھوٹی ہوئی رکعتوں کو وتروں کے بعد باجماعت پڑھنے کا حکم	۲۰۷
نمازِ تراویح کے وقت اور اداء وقضاء سے متعلق احکام	۲۰۷
مسئلہ نمبر۱......تراویح کی نماز رمضان کی پہلی رات سے سنت ہے	//
مسئلہ نمبر۲......تراویح کی نماز کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد شروع ہوتا ہے	۲۰۸
مسئلہ نمبر۳......تراویح کی نماز عشاء کے فوراً بعد پڑھنا ضروری نہیں	//
مسئلہ نمبر۴......نیند یا تھکن کی وجہ سے تاخیر سے تراویح پڑھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۵......مصروفیت کی وجہ سے تراویح کی کچھ رکعتیں تاخیر سے پڑھنا	۲۰۹
مسئلہ نمبر۶......اگر تراویح نہ پڑھ سکے، اور رات ختم ہو جائے، تو اس کا حکم	//
مسئلہ نمبر۷......تراویح وتروں سے پہلے یا وتروں کے بعد پڑھنے کا حکم	۲۱۱
مسئلہ نمبر۸......تراویح پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ عشاء کے فرض ادا نہیں ہوئے تھے	//
نمازِ تراویح کی نیت سے متعلق احکام	۲۱۲
مسئلہ نمبر۱......تراویح کی نماز کے لئے نیت ضروری ہے	//
مسئلہ نمبر۲......نیت کا دل میں معتبر ہونا اور نیت کا طریقہ	//
مسئلہ نمبر۳......دل میں نیت کے ساتھ زبان سے الفاظ ادا کرنے کا حکم	۲۱۴
مسئلہ نمبر۴......دو دو رکعت کر کے مسلسل تراویح پڑھنے پر ابتداء میں نیت کا کافی ہونا	۲۱۵
تراویح میں قرائت و اذکار اور تکمیلِ قرآن سے متعلق احکام	//

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۱......تراویح کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت ملانے کا حکم	۲۱۵
مسئلہ نمبر۲......نمازِ تراویح تنہا پڑھنے پر قرائت بلند یا آہستہ آواز سے کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۳......نمازِ تراویح میں امام کو بلند آواز سے قرائت کرنے کا حکم	۲۱۶
مسئلہ نمبر۴......نمازِ تراویح میں امام کو معتدل آواز سے قرائت کرنے کا حکم	۲۱۷
مسئلہ نمبر۵......تراویح کی نماز میں قرائت کے لئے کون سی سورتیں پڑھی جائیں؟	//
مسئلہ نمبر۶......تراویح کی نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد چند آیات پڑھنے کا حکم	۲۱۸
مسئلہ نمبر۷......تراویح کی نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد قرائت کی مختلف شکلیں	۲۱۹
مسئلہ نمبر۸......مصروفیت یا تھکن کی وجہ سے تشہد اور مختصر درود کے بعد سلام پھیرنا	//
مسئلہ نمبر۹......تراویح میں مکمل قرآن پڑھنے یا سننے کا حکم	۲۲۰
مسئلہ نمبر۱۰......قرآن مکمل ہونے کے بعد باقی ماندہ راتوں میں تراویح کا حکم	۲۲۱
مسئلہ نمبر۱۱......تراویح کی دونوں رکعتوں کو قرائت میں برابر یا پہلی رکعت کو لمبا کرنا	۲۲۲
مسئلہ نمبر۱۲......دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۱۳......تراویح کی ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم	۲۲۳
مسئلہ نمبر۱۴......سورہ فاتحہ کے بعد سورت کے شروع میں، بسم اللہ پڑھنے کا حکم	۲۲۶
مسئلہ نمبر۱۵......تراویح میں قرآن مجید درمیانی رفتار سے پڑھنے کا حکم	۲۲۷
مسئلہ نمبر۱۶......اگر کوئی سورت یا آیت رہ جائے، تو کیا حکم ہے؟	//
مسئلہ نمبر۱۷......قرآن مجید کا کچھ حصہ ایک جگہ، اور کچھ دوسری جگہ سُننے کا حکم	۲۲۸
مسئلہ نمبر۱۸......اگر کسی ایک جگہ جم کر، تراویح میں تکمیلِ قرآن مشکل ہو تو کیا حکم ہے	//
مسئلہ نمبر۱۹......ایک سورت یا آیت کو، ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر۲۰......اگر ایک سورت یا آیت پڑھنا چاہا، مگر غلطی سے دوسری کو پڑھ لیا، تو؟	۲۲۹

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۲۱......سورت یا آیتِ سجدہ کے بعد غلطی سے دوبارہ سورہ فاتحہ پڑھنا؟	۲۲۹
مسئلہ نمبر ۲۲......غلطی سے دومرتبہ سورہ فاتحہ یا اس کا کچھ حصہ دوبارہ پڑھنے کا حکم	۲۳۰
مسئلہ نمبر ۲۳......امام کا بھول کر، آہستہ قرائت شروع کرنے پر حکم	۲۳۱
مسئلہ نمبر ۲۴......سورہ فاتحہ کے بجائے، غلطی سے دوسری سورت کی قرائت کرنے پر حکم	۲۳۴
مسئلہ نمبر ۲۵......رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن مجید کی، قرائت وتلاوت کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۶......قعدہ میں قرائت کرنے پر حکم	۲۳۶
مسئلہ نمبر ۲۷......رکوع یا سجدہ میں بھولے سے تشہد پڑھنے کا حکم	۲۳۷
مسئلہ نمبر ۲۸......بھولے سے دومرتبہ تشہد پڑھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۹......بھولے سے ثناء، تعوذ یا تشہد وغیرہ بلند آواز سے پڑھنے پر حکم	//
مسئلہ نمبر ۳۰......کچھ یا زیادہ دیر تک خاموش رہ کر، سوچتے رہنے پر حکم	//
مسئلہ نمبر ۳۱......تکمیلِ قرآن کس تاریخ میں کرنے کا حکم ہے؟	۲۳۸
مسئلہ نمبر ۳۲......تکمیلِ قرآن کے بعد دوبارہ، قرآن یا اس کا کچھ حصہ پڑھنے کا حکم	۲۳۹
مسئلہ نمبر ۳۳......ستائیسویں شب میں تکمیلِ قرآن کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۳۴......تکمیلِ قرآن پر، آخری رکعت میں سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھنا	۲۴۰
مسئلہ نمبر ۳۵......تکمیلِ قرآن کے موقع پر، پانی پر دم کرنے کا حکم	۲۴۳
مسئلہ نمبر ۳۶......ختمِ قرآن کے موقع پر دعا کا حکم	//
نمازِ تراویح میں سجدۂ تلاوت سے متعلق احکام	۲۴۴
مسئلہ نمبر ۱......سجدۂ تلاوت کے واجب یا سنت ہونے کا حکم	۲۴۵
مسئلہ نمبر ۲......قرآن مجید میں آیاتِ سجدہ کتنی ہیں؟	۲۴۶
مسئلہ نمبر ۳......امام ومقتدی کے لئے سجدۂ تلاوت کا حکم کب ہوتا ہے؟	۲۵۱

Idara Ghufran

	مسئلہ نمبر۴......مقتدی کے آیتِ سجدہ تلاوت کرنے یا اس کا لقمہ دینے پر حکم	۲۵۲
	مسئلہ نمبر۵......تراویح کے سجدۂ تلاوت کا اُسی نماز میں کرنے کا حکم	//
	مسئلہ نمبر۶......آیتِ سجدہ کے بعد مستقل سجدہ کرنا یا نماز کے سجدہ پر اکتفاء کرنا	//
	مسئلہ نمبر۷......رکوع سے آیتِ سجدہ کی ادائیگی کا حکم	۲۵۳
	مسئلہ نمبر۸......نماز میں آیتِ سجدہ کے بعد جلدی سجدۂ تلاوت کرنے کا حکم	//
	مسئلہ نمبر۹......نماز میں آیتِ سجدہ کے بعد تاخیر سے سجدۂ تلاوت کرنے کا حکم	۲۵۴
	مسئلہ نمبر۱۰......آیتِ سجدہ کے بار بار یا سجدہ کے بعد دوبارہ آیتِ سجدہ تلاوت کرنا	۲۵۷
	مسئلہ نمبر۱۱......سلام پھیر کر دوبارہ وہی آیتِ سجدہ تلاوت کرنے پر حکم	۲۵۸
	مسئلہ نمبر۱۲......امام کے سجدۂ تلاوت کو رکوع سمجھ کر، مقتدی کے رکوع کرنے کا حکم	//
	مسئلہ نمبر۱۳......امام کے آیتِ سجدہ کے بعد رکوع پر، مقتدی کا غلطی سے سجدہ کرنا	//
	تراویح کی جماعت اور اقتداء سے متعلق احکام	//
	مسئلہ نمبر۱......باجماعت تراویح اور اس میں قرآن پڑھنا یا سننا سنت ہے	//
	مسئلہ نمبر۲......مرد حضرات کو تراویح باجماعت مسجد میں یا کسی اور جگہ پڑھنے کا حکم	۲۶۰
	مسئلہ نمبر۳......مسجد میں تراویح کی جماعت، سنتِ کفایہ ہے	۲۶۱
	مسئلہ نمبر۴......تراویح کی جماعت کے لئے اذان واقامت سنت نہیں	//
	مسئلہ نمبر۵......فرض یا نفل پڑھنے والے کی اقتدا میں تراویح پڑھنے کا حکم	//
	مسئلہ نمبر۶......وتروں کو تراویح سمجھ کر شرکت کرنے پر حکم	۲۶۲
	مسئلہ نمبر۷......سب حاضرین کے عشاء کی نماز تنہا پڑھنے پر تراویح باجماعت پڑھنا	۲۶۳
	مسئلہ نمبر۸......تراویح کی کچھ رکعتیں رہ جانے والے کو تراویح میں شرکت کرنا	//
	مسئلہ نمبر۹......جماعتِ عشاء سے رہ جانے والے کو تراویح اور وتروں میں شریک ہونا	۲۶۴

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۰......امام کو تراویح میں جہراً قرائت کرنے کا درجہ	۲۶۵
مسئلہ نمبر ۱۱......تراویح کی ہر چار اور بیسویں رکعت کے بعد وقفہ کے درجہ کی تفصیل	۲۶۷
مسئلہ نمبر ۱۲......تراویح کی ہر چار یا بیسویں رکعت کے بعد وعظ یا تفسیر کرنا	۲۶۹
مسئلہ نمبر ۱۳......تراویح کے بعد دعا کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۱۴......سامع کے بغیر تراویح میں قرآنِ مجید سنانا	۲۷۰
مسئلہ نمبر ۱۵......لقمہ دینے کا حق کس کو ہے؟	۲۷۱
مسئلہ نمبر ۱۶......بقدرِ فرض قرائت کے بعد متشابہ لگنے پر حکم	//
مسئلہ نمبر ۱۷......تراویح میں سامع بننا بھی باعثِ ثواب ہے	۲۷۲
مسئلہ نمبر ۱۸......نابالغ بچہ کو سامع مقرر کرنے کا حکم	۲۷۳
مسئلہ نمبر ۱۹......نابالغ سامع کو امام کے پیچھے کھڑا کرنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۰......سامع یا مقتدی کا قرآنِ مجید دیکھ کر لقمہ دینے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۱......مقتدی کے مسنون دعاؤں سے پہلے، امام کے سلام پھیر دینے کا حکم	۲۷۴
مسئلہ نمبر ۲۲......بعض مقتدیوں کا بلا عذر رکوع کے وقت تراویح میں شرکت کرنا	//
مسئلہ نمبر ۲۳......تراویح کی کچھ رکعتیں رات کے اوّل اور کچھ آخری حصہ میں پڑھنا	۲۷۵
مسئلہ نمبر ۲۴......تراویح پڑھ کر دوسری جگہ تراویح کے امام کی اقتداء کرنا	//
مسئلہ نمبر ۲۵......بیس تراویح کے بعد، مزید نوافل کا بغیر جماعت کے پڑھنا	//
مسئلہ نمبر ۲۶...... باجماعت مکمل تراویح کے بعد، مزید نوافل کی جماعت کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۲۷...... یاد کرنے کے لئے حافظ کا مغرب کے بعد نوافل میں قرآن پڑھنا	۲۷۶
مسئلہ نمبر ۲۸......ایک مسجد میں تراویح کی ایک سے زیادہ جماعت کرنے کا حکم	۲۷۷
مسئلہ نمبر ۲۹......مسبوق کے امام کے ساتھ غلطی سے سلام پھیر دینے پر حکم	۲۷۸

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۳۰......امام کے رکوع یا سجدہ کرنے پر مقتدی کے رہ جانے پر حکم	۲۷۹
مسئلہ نمبر۳۱......گھر میں تراویح کی نماز میں عورتوں کی شرکت کا حکم	//
مسئلہ نمبر۳۲......خواتین کو گھروں میں تراویح کی نماز علیٰحدہ علیٰحدہ پڑھنے کا حکم	۲۸۰
مسئلہ نمبر۳۳......تراویح میں زیادہ مجمع ہونے پر سجدہ سہو معاف ہونے کا حکم	//
تراویح کی امامت سے متعلق احکام	۲۸۱
مسئلہ نمبر۱......مرد کو نماز میں عورت کی اقتداء کرنا جائز نہیں	//
مسئلہ نمبر۲......تراویح میں تنہا عورتوں کی جماعت کا حکم	//
مسئلہ نمبر۳......نابینا شخص کی اقتداء میں، تراویح کا حکم	۲۸۲
مسئلہ نمبر۴......کبیرہ گناہ کے عادی کی اقتداء میں تراویح کا حکم	۲۸۳
مسئلہ نمبر۵......بغیر ڈاڑھی کے امام کی اقتداء میں تراویح کا حکم	//
مسئلہ نمبر۶......مسائل سے ناواقف امام کی اقتداء میں تراویح کا حکم	۲۸۴
مسئلہ نمبر۷......غلط قرآن پڑھنے والے کی اقتداء میں تراویح کا حکم	//
مسئلہ نمبر۸......اُجرت ومعاوضہ لینے والے امام کی اقتداء میں تراویح کا حکم	۲۸۵
مسئلہ نمبر۹......مکمل تراویح پڑھنے کے بعد دوسرے لوگوں کو تراویح پڑھانا	۲۸۶
مسئلہ نمبر۱۰......نابالغ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا حکم	۲۸۷
مسئلہ نمبر۱۱......بالغ مگر بے ریش لڑکے کی اقتداء میں تراویح کا حکم	۲۹۰
مسئلہ نمبر۱۲......بیٹھ کر تراویح پڑھانے والے امام کی اقتداء کا حکم	۲۹۱
مسئلہ نمبر۱۳......تراویح میں امام کا ثناء، تعوذ اور دوسرے غیر مؤکد اذکار پڑھنا	۲۹۲
مسئلہ نمبر۱۴......کیا فرائض کے امام، حافظ کو تراویح پڑھانے کا زیادہ استحقاق ہے؟	۲۹۳
مسئلہ نمبر۱۵......فرض، تراویح اور وتر کی امامت اگر الگ الگ افراد کریں، تو کیا حکم ہے؟	//

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۶......دو اماموں کا آدھی آدھی تراویح پڑھانے کا حکم	۲۹۴
مسئلہ نمبر۱۷......ایک امام کا دو جگہ دس دس تراویح پڑھانے کا حکم	//
نمازِ وتر سے متعلق احکام	۲۹۵
مسئلہ نمبر۱......وتر کی نماز کا درجہ	//
مسئلہ نمبر۲......وتر کی نماز بیٹھ کر پڑھنے کا حکم	۲۹۶
مسئلہ نمبر۳......وتر کی نماز کا ادا وقت	//
مسئلہ نمبر۴......عشا کے فرض اور وتر کی نماز میں ترتیب کا درجہ	//
مسئلہ نمبر۵......وتر پڑھنے کے بعد عشاء کے فرض درست نہ ہونے کا پتہ چلا	۲۹۷
مسئلہ نمبر۶......وتر کا ادا وقت نکل جانے کے بعد وتر کی نماز کا پڑھنا	۲۹۸
مسئلہ نمبر۷......سفر میں وتروں کا حکم	//
مسئلہ نمبر۸......وتر کی نماز، رات کے آخری حصہ میں پڑھنے کا حکم	۲۹۹
مسئلہ نمبر۹......وتروں کے بعد نوافل کا حکم	۳۰۱
مسئلہ نمبر۱۰......وتروں کے بعد نوافل کا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پڑھنا	//
مسئلہ نمبر۱۱......وتر پڑھ کر سو جانے اور پھر آنکھ کھلنے پر دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں	۳۰۲
مسئلہ نمبر۱۲......رمضان میں وتر کی نماز باجماعت پڑھنے کا درجہ	//
مسئلہ نمبر۱۳......غیرِ رمضان میں وتر کی جماعت کا درجہ	//
مسئلہ نمبر۱۴......سب لوگوں کا تراویح بغیر جماعت اور وتر باجماعت پڑھنے کا حکم	۳۰۳
مسئلہ نمبر۱۵......تراویح کی سب یا کچھ رکعتیں رہ گئیں، تو وتر کی جماعت میں شرکت	۳۰۴
مسئلہ نمبر۱۶......وتر کی نماز کا طریقہ	//
مسئلہ نمبر۱۷......وتر کی نماز میں کون سی سورتیں پڑھی جائیں؟	۳۰۵

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۸......وتر کی نماز میں امام کوآ وازِبلند قرائت کادرجہ	۳۰۵
مسئلہ نمبر۱۹......وتر کی تینوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعدسورت ملانا	۳۰۶
مسئلہ نمبر۲۰......وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ بھول جانے پرحکم	//
مسئلہ نمبر۲۱......وتر کی تیسری رکعت کے بعدبھولے سے کھڑےہوجانے پرحکم	۳۰۷
مسئلہ نمبر۲۲......وتروں کوسنت سمجھنے والے کی اقتداء کاحکم	۳۰۸
مسئلہ نمبر۲۳......رکوع کے بعددعائےقنوت پڑھنے والے کی اقتداء کاحکم	۳۱۰
مسئلہ نمبر۲۴......دورکعت پرسلام پھیرنے والےامام کی اقتداءمیں وتر پڑھنے کاحکم	۳۱۱
مسئلہ نمبر۲۵......وتر کی نماز میں دعائےقنوت ہمیشہ پڑھنے کاحکم اورطریقہ	۳۱۲
مسئلہ نمبر۲۶......وتر میں دعائےقنوت کادرجہ	//
مسئلہ نمبر۲۷......جس کودعائےقنوت یادنہ ہو،اس کے لئےحکم	۳۱۴
مسئلہ نمبر۲۸......مشہوردعائےقنوت کےساتھ دوسری مسنون دعائیں شامل کرنا	۳۱۵
مسئلہ نمبر۲۹......دعائےقنوت سے پہلے تکبیر کہنے کادرجہ	۳۱۷
مسئلہ نمبر۳۰......دعائےقنوت کےوقت ہاتھ اٹھانے کی کیفیت	۳۱۸
مسئلہ نمبر۳۱......دعائےقنوت کےوقت ہاتھوں کی کیفیت	۳۱۹
مسئلہ نمبر۳۲......تنہاوتر کی نماز پڑھنے والےکوجہری یاسری قرائت کرنایادعاپڑھنا	۳۲۰
مسئلہ نمبر۳۳......باجماعت وتر میں امام ومقتدی کودعائےقنوت جہری یاسری پڑھنا	۳۲۱
مسئلہ نمبر۳۴......اگرمقتدی نے دعائےقنوت نہ پڑھی،تو کیاحکم ہے؟	۳۲۳
مسئلہ نمبر۳۵......دعائےقنوت بھول کررکوع میں جانے پرحکم	//
مسئلہ نمبر۳۶......امام کےبھول کردعائےقنوت چھوڑکررکوع میں چلے جانے پرحکم	۳۲۴
مسئلہ نمبر۳۷......بھول کردعائےقنوت رہ جانے پرمقتدیوں کادعائےقنوت پڑھنا	۳۲۶

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۳۸......وتر کی تیسری رکعت میں قرائت یا سورت بھول جانے پر حکم	۳۲۷
مسئلہ نمبر ۳۹......وتر کو قضاء کرتے وقت، دعائے قنوت پڑھنے کا حکم	//
مسئلہ نمبر ۴۰......دعائے قنوت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا حکم	۳۲۸
مسئلہ نمبر ۴۱......مقتدی کی دعائے قنوت سے پہلے امام کے رکوع میں جانے پر حکم	//
مسئلہ نمبر ۴۲......اگر بھول کر دعائے قنوت وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں پڑھ لی؟	۳۳۰
مسئلہ نمبر ۴۳......بھول کر پہلی یا دوسری رکعت میں قنوت پڑھنے کی مختلف صورتیں	۳۳۱
مسئلہ نمبر ۴۴......وتر کی تیسری رکعت میں شامل ہونے والے مقتدی کے لئے حکم	۳۳۴
تراویح سے متعلق چند قابلِ اصلاح وتحقیق مسائل	۳۳۵
تراویح کے سنت ہونے کی وجہ سے ترک کر دینا	//
چند دن تراویح پڑھ کر چھوڑ دینا	۳۳۶
بیس سے کم رکعات تراویح پڑھنا	//
تراویح میں قرآن سنانے پر معاوضہ واُجرت	۳۳۹
تراویح میں مسائل سے ناواقف کو امام بنانا	۳۵۲
ڈاڑھی کٹوانے والے کی تراویح میں امامت	۳۵۴
تراویح میں نماز کے ارکان میں جلد بازی کرنا	۳۶۰
تراویح میں قرآن مجید غیر معمولی تیز پڑھنا	۳۶۷
آواز سازی کو اچھی قرأت پر ترجیح دینا	۳۷۲
لاؤڈ سپیکر کا بے جا استعمال	۳۷۴
مروّجہ تسبیح تراویح کی حقیقت اور اس میں غلو	۳۸۰

Idara Ghufran

تکمیلِ قرآن پر مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنے کی حیثیت	۳۸۴
تکمیلِ قرآن پر غیر ضروری روشنی اور دوسرے منکَرات	۳۸۸
مروَّجہ شبینہ کا حکم	۳۹۰
عورتوں کا مَرد امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا	۳۹۵
سوال	//
جواب	۳۹۶
خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم	۴۲۸
سوال:	//
جواب:	۴۲۹
عورتوں کی امامت وجماعت سے متعلق فقہاء کے اقوال	//
عورتوں کی جماعت وامامت سے متعلق روایات وآثار	۴۴۰
خلاصہ	۴۵۶
خواتین کی امامت وجماعت کی اباحت وکراہت کی علمی بحث	۴۵۸

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

نمازِ تراویح رمضانُ المبارک کی رات کی اہم عبادت ہے، جس کے مختلف فضائل وفوائد ہیں، اور نمازِ تراویح عاقل، بالغ، صحت مند، غیر معذور مرد وعورت کے حق میں سنت بلکہ سنتِ مؤکدہ ہے، اور تراویح کے اندر قرآن مجید سننا سنانا بھی سنت ہے، اور مرد حضرات کو رمضان میں باجماعت تراویح اور وتر پڑھنا بھی باعثِ فضیلت ہے۔

تراویح کے فضائل واحکام کو ایک حد تک بندہ نے پہلے اپنی کتاب ''ماہِ رمضان کے فضائل واحکام'' میں تحریر کیا تھا، لیکن امہاتُ الکتب کے اصل مآخذ اور عبارات کی تحقیق اور شمولیت کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا، جس کی وجہ سے نمازِ تراویح کے تفصیلی فضائل واحکام مستند مآخذ اور عربی عبارات سمیت اردو کتابوں میں یکجا مہیا نہ ہونے کی وجہ سے عوام کے علاوہ مجھ سمیت بہت سے اہلِ علم حضرات کو رمضان کے مہینے میں بعض مسائل میں دشواری کا سامنا ہوتا تھا، اور باجماعت تراویح کی شکل میں بعض مسائل تخفیف کے متقاضی تھے۔ اس لئے بندہ نے اس مرتبہ قدرے تفصیل وتحقیق کے ساتھ اس موضوع پر کام کیا، جس کی وجہ سے تراویح سے متعلق یہ مضمون قدرے طویل اور ضخیم ہوگیا، اور اس کو الگ کتاب کی شکل میں شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لئے ''نمازِ تراویح کے فضائل واحکام'' کے عنوان سے اس مضمون کی اشاعت ہورہی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مفید بنائیں، اور بندہ اور بندہ کے والدین واساتذہ اور معاونین سمیت جملہ مومنین ومومنات کے لئے صلاح وفلاح اور مغفرت ونجات کا سبب بنائیں۔ آمین۔

محمد رضوان۔ ۹/ رجب المرجب/ ۱۴۳۳ھ 31/ مئی/ 2012 بروز جمعرات

نمازِ تراویح کے فضائل

نماز اہم ترین عبادت ہے، اور فرض نماز کے علاوہ سنت اور نفل نمازوں کی احادیث میں عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ وُجِدَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ تَامَّةً، وَإِنْ كَانَ انْتُقِصَ مِنْهَا شَيْءٌ. قَالَ: انْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ لَهُ مِنْ تَطَوُّعٍ يُكَمَّلُ لَهُ مَا ضَيَّعَ مِنْ فَرِيْضَةٍ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ سَائِرُ الْأَعْمَالِ تَجْرِيْ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ (نسائی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن (اعمال میں) سب سے پہلے بندہ کی نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز مکمل ہوئی تو اُس کو مکمل اجر دیا جائے گا، اور اگر اُس کی نماز میں کسی چیز کی کمی ہوئی، تو اللہ عزوجل (اپنے فرشتوں سے) فرمائیں گے کہ تم اس کی تطوُّع (یعنی سنت ونفل) نمازوں کو دیکھو، تاکہ اُس کی فرض نماز میں جو کمی رہ گئی، اُس کو تطوُّع (یعنی سنت ونفل) نماز سے مکمل کیا جائے، پھر تمام اعمال کا اسی طرح حساب کیا جائے گا (کہ پہلے اُس کے فرض عمل کو دیکھا جائے گا، پھر اُس میں کمی کوتاہی سامنے آنے کی صورت میں اُس عمل کے نفلی درجے کے اعمال سے اُس کی کوتاہی کو پورا کیا جائے گا) (نسائی؛ ابوداؤد)

---

[1] رقم الحديث ۴۶۶، باب المحاسبة على الصلاة، واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۸۶۴، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: كل صلاة لا يتمها صاحبها تتم من تطوعه.

Idara Ghufran

اس قسم کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

روزہ کے علاوہ رمضانُ المبارک کا ایک خاص عمل نمازِ تراویح ہے، جو کہ مسنون نماز ہے، فرق یہ ہے کہ روزہ دن کا عمل ہے، اور تراویح رات کا عمل ہے، اور روزہ فرض ہے مگر تراویح سنت ہے۔

لیکن اس کے باوجود تراویح پر حاصل ہونے والا اجر وانعام بہت عظیم ہے۔

اور تراویح پورے رمضان کی سنت ہے اور یہ مرد وعورت سب کے حق میں سنت ہے، جس کا ثبوت احادیث اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے علاوہ خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ہے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک مسلمانوں کا اس پر متواتر عمل چلا آ رہا ہے۔ [2]

---

[1] عن تميم الدارى، عن النبى صلى الله عليه وسلم، ح وحدثنا الحسن بن محمد بن الصباح قال: حدثنا عفان قال: حدثنا حماد قال: أنبأنا حميد، عن الحسن، عن رجل، عن أبى هريرة، وداود بن أبى هند، عن زرارة بن أوفى، عن تميم الدارى، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة صلاته، فإن أكملها كتبت له نافلة، فإن لم يكن أكملها، قال الله سبحانه لملائكته: انظروا، هل تجدون لعبدى من تطوع؟ فأكملوا بها ما ضيع من فريضته، ثم تؤخذ الأعمال على حسب ذلك (ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۴۲۶، باب ما جاء فى أول ما يحاسب به العبد الصلاة)

عن عمرو بن قيس السكونى قال: سمعت عائذ بن قرط يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى صلاة لم يتمها زيد عليها من سبحاته حتى تتم (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۳۷)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۶۰۶)

ويطلق التسبيح ويراد به جميع ألفاظ الذكر، ويطلق ويراد به الصلاة النافلة، وقال ابن الأثير: وأصل التسبيح التنزيه من النقائص، ثم استعمل فى مواضع تقرب منه اتساعا، يقال: سبحته أسبحه تسبيحا وسبحانا، ويقال أيضا للذكر والصلاة النافلة، سبحة يقال: قضيت سبحتى، والسبحة من التسبيح كالسخرة من التسخير (عمدة القارى، باب فضل التسبيح)

[2] أما حكم المسألة فصلاة التراويح سنة بإجماع العلماء ومذهبنا أنها عشرون ركعة بعشر تسليمات (المجموع شرح المهذب للنووى الشافعى، ج۴، ص ۳۱، باب صلاة التطوع)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح کی سنیت وفضیلت

کئی احادیث میں تراویح کی بڑی فضیلت بتلائی گئی ہے، اور تراویح کے عمل کی ترغیب دی گئی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مسألة :قال (وقيام شهر رمضان عشرون ركعة) . (يعنى) (صلاة التراويح) وهى سنة مؤكدة، وأول من سنها رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال أبو هريرة كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم - يرغب فى قيام رمضان، من غير أن يأمرهم فيه بعزيمة، فيقول :من قام رمضان إيمانا واحتسابا، غفر له ما تقدم من ذنبه وقالت عائشة :صلى النبى -صلى الله عليه وسلم -فى المسجد ذات ليلة، فصلى بصلاته ناس، ثم صلى من القابلة، وكثر الناس، ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة أو الرابعة، فلم يخرج إليهم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فلما أصبح، قال :قد رأيت الذى صنعتم، فلم يمنعنى من الخروج إليكم إلا أنى خشيت أن تفرض عليكم قال :وذلك فى رمضان .رواهما مسلم. وعن أبى ذر، قال :صمنا مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -رمضان فلم يقم بنا شيئا من الشهر، حتى بقى سبع .فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل، فلما كانت السادسة لم يقم بنا، فلما كانت الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل .فقلت :يا رسول الله، لو نفلتنا قيام هذه الليلة؟ قال :فقال: إن الرجل إذا صلى مع الإمام حتى ينصرف، حسب له قيام ليلة .قال :فلما كانت الرابعة لم يقم، فلما كانت الثالثة جمع أهله ونساء ه والناس، فقام بنا حتى خشينا أن يفوتنا الفلاح؟ قال :قلت :وما الفلاح؟ قال :السحور .ثم لم يقم بنا بقية الشهر. رواه أبو داود، والأثرم، وابن ماجه.

وعن أبى هريرة، قال :خرج رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فإذا الناس فى رمضان يصلون فى ناحية المسجد .فقال :ما هؤلاء ؟ فقيل :هؤلاء ناس ليس معهم قرآن، وأبى بن كعب يصلى بهم، وهم يصلون بصلاته .فقال النبى -صلى الله عليه وسلم :-أصابوا، ونعم ما صنعوا .رواه أبو داود. وقال رواه مسلم بن خالد، وهو ضعيف.

ونسبت التراويح إلى عمر بن الخطاب -رضى الله عنه -لأنه جمع الناس على أبى بن كعب، فكان يصليها بهم، فروى عبد الرحمن بن عبد القارى، قال :خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة فى رمضان، فإذا الناس أوزاع متفرقون، يصلى الرجل لنفسه، ويصلى الرجل فيصلى بصلاته الرهط، فقال عمر : إنى أرى لو جمعت هؤلاء على قارء واحد، لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على أبى بن كعب، قال :ثم خرجت معه ليلة أخرى والناس يصلون بصلاة قارئهم .فقال :نعمت البدعة هذه، والتى ينامون عنها أفضل من التى يقومون .يريد آخر الليل، وكان الناس يقومون أوله .أخرجه البخارى.

فصل :والمختار عند أبى عبد الله، رحمه الله، فيها عشرون ركعة .وبهذا قال الثورى، وأبو حنيفة، والشافعى .وقال مالك :ستة وثلاثون .وزعم أنه الأمر القديم، وتعلق بفعل أهل المدينة، فإن صالحا مولى التوأمة، قال :أدركت الناس يقومون بإحدى وأربعين ركعة، يوترون منها بخمس (المغنى لابن قدامة، ج٢ ص١٢٢، و١٢٣، مسألة قيام شهر رمضان عشرون ركعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل فرمایا ہے۔

ذیل میں اس سلسلہ میں پائی جانے والی چند احادیث وروایات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان (کی رات) میں قیام کیا (اور تراویح پڑھیں) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ تو یہ عمل اس کے سابقہ (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا (بخاری)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(التراويح سنة) مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين (للرجال والنساء) إجماعا (الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج۲، ص۴۳، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

التراويح سنة باجماع الصحابة ومن بعدهم من الامة منكرها مبتدع وضال مردود الشهادة كما فى المضمرات (حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ۲۲۴، فصل فى صلاة التراويح)

فأما صلاة التراويح فليست بدعة فى الشريعة بل هى سنة بقول رسول الله صلى الله عليه و سلم وفعله فانه قال إن الله فرض عليكم صيام رمضان وسننت لكم قيامه .

ولا صلاتها جماعة بدعة بل هى سنة فى الشريعة بل قد صلاها رسول الله صلى الله عليه و سلم فى الجماعة فى أول شهر رمضان ليلتين بل ثلاثا وصلاها أيضا فى العشر الأواخر فى جماعة مرات وقال إن الرجل إذا صلى مع الإمام حتى ينصرف كتب له قيام ليلة لما قام بهم حتى خشوا أن يفوتهم الفلاح رواه أهل السنن .

وبهذا الحديث احتج أحمد وغيره على أن فعلها فى الجماعة أفضل من فعلها فى حال الانفراد .

وفى قوله هذا ترغيب فى قيام شهر رمضان خلف الإمام وذلک أوكد من أن يكون سنة مطلقة وكان الناس يصلونها جماعة فى المسجد على عهده صلى الله عليه و سلم ويقرهم وإقراره سنة منه صلى الله عليه و سلم (اقتضاء الصراط لابن تيمية، ج۲، ص۹۳تا۹۵، فصل فى سائر الأعياد والمواسم المبتدعة)

(و) تأكد (تراويح) وهو قيام رمضان ووقته كالوتر والجماعة فيه مستحبة (حاشية الدسوقى المالكى على الشرح الكبير، ج۳، ص۱۷۶، فصل فى بيان حكم صلاة النافلة وما يتعلق بها)

[1] رقم الحديث ۳۷، كتاب الايمان، بَاب تطوع قيام رمضان من الايمان.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس حدیث میں رمضان میں ایمان ویقین اور اخلاص کے ساتھ قیام کرنے پر یہ فضیلت سنائی گئی ہے، کہ اس کی برکت سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور مراد صغیرہ گناہ ہیں، کیونکہ کبیرہ گناہوں کے معاف ہونے کے لئے توبہ ضروری ہے، اور رمضان کے قیام کی اولین مصداق تراویح کی نماز ہے، اور دوسری احادیث میں اس کے سنت ہونے کی بھی وضاحت ہے۔

چنانچہ مسلم شریف میں اس طرح باب قائم ہے کہ:

بَـابُ التَّـرْغِيْـبِ فِـيْ قِيَامِ رَمَضَانَ، وَهُوَ التَّرَاوِيْحُ (مسلم، ج ا ص ۵۲۳، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا)

ترجمہ: یہ باب رمضان کے قیام کی ترغیب کے بارے میں ہے، اور اس سے مراد تراویح ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ تراویح سے قیامِ رمضان کا مطلوب حاصل ہوجاتا ہے۔ [1]

اور مسلم شریف کے مشہور شارح اور محدث امام نووی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

قَـوْلُـهٗ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا)مَعْنٰى (إِيْـمَـانًـا) تَـصْـدِيْقًا بِأَنَّـهٗ حَقٌّ مُقْتَصِدٌ فَضِيْلَتَهٗ ، وَمَعْنٰى(اِحْتِسَابًا) أَنْ يُّرِيْدَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَحْدَهٗ لَا يَقْصِدُ رُؤْيَةَ النَّاسِ ، وَلَا غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا

---

[1] (باب فضل من قام رمضان) أى قام لياليه مصليا والمراد من قيام الليل ما يحصل به مطلق القيام كـمـا قـدمناه فى التهجد سواء وذكر النووى أن المراد بقيام رمضان صلاة التراويح يعنى أنه يحصل بهـا الـمـطـلـوب مـن الـقيام لا أن قيام رمضان لا يكون إلا بها وأغرب الكرمانى فقال اتفقوا على أن المراد بقيام رمضان صلاة التراويح (فتح البارى، ج۴،ص ۲۵۱، كتاب صلاة التراويح)

(بـاب فـضل من قام رمضان) أى هذا باب فى بيان فضل من قام رمضان. قال الكرمانى :اتفقوا على أن الـمراد بقيامه صلاة التراويح. قلت :قال النووى :الـمـراد بقيام رمضان صلاة التراويح، ولكن الاتـفـاق مـن أيـن أخـذه؟ بـل الـمـراد مـن قيـام الـليـل ما يحصل به مطلق القيام، سواء كان قليلا أو كثيرا(عمدة القارى، ج ۱۱،ص ۱۲۴، كتاب التراويح)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

يُخَالِفِ الْإِخْلَاصَ، وَالْمُرَادُ بِقِيَامِ رَمَضَانَ صَلَاةُ التَّرَاوِيحِ ، وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اِسْتِحْبَابِهَا ، وَاخْتَلَفُوْا فِيْ أَنَّ الْأَفْضَلَ صَلَاتُهَا مُنْفَرِدًا فِيْ بَيْتِهِ أَمْ فِيْ جَمَاعَةٍ فِي الْمَسْجِدِ ؟ فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَجُمْهُوْرُ أَصْحَابِهِ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدُ وَبَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ وَغَيْرُهُمْ: اَلْأَفْضَلُ صَلَاتُهَا جَمَاعَةً كَمَا فَعَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاسْتَمَرَّ عَمَلُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مِنَ الشَّعَائِرِ الظَّاهِرَةِ فَأَشْبَهَ صَلَاةَ الْعِيْدِ (شرح النووی علی مسلم، ج۶ ص ۳۹ ،باب الترغیب فی قیام رمضان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ ''جس شخص نے رمضان میں قیام کیا'' ''ایماناً'' کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو سچا سمجھتے ہوئے کہ یہ حق ہے، اور اس کی فضیلت کا ارادہ کیا، اور ''احتساباً'' کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی غرض سے، نہ کہ لوگوں کو دکھلانے کے لئے، اور نہ ہی کسی ایسی غرض سے جو اخلاص کے خلاف ہو، اور قیامِ رمضان سے مراد تراویح کی نماز ہے، اور علماء کا اس کے مستحب (وسنت) ہونے پر اتفاق ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ تراویح کی نماز تنہا اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے، یا مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، تو امام شافعی اور ان کے جمہور اصحاب اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور بعض مالکی اور ان کے علاوہ (فقہاء وعلماء) کا کہنا یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جماعت کے ساتھ پڑھی، اور مسلمانوں کا برابر اور متواتر عمل اسی پر جاری ہے، اس لئے کہ یہ اسلام کے ظاہری شعاروں میں سے ایک شعار ہے، اس لئے یہ عید کی نماز کے مشابہ ہے (نووی شرح مسلم)

Idara Ghufran

اندازہ کیجئے! کتنی معمولی سی محنت پر ربِ کریم کا کتنا بڑا وعدہ ہے کہ تراویح پڑھنے پر پچھلے گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمارہے ہیں۔

اس لئے بڑے شوق وذوق سے تراویح کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت عمرو بن مرۃ جہنی سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ ، وَأَدَّيْتُ الزَّكَاةَ ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ ، وَقُمْتُهُ ، فَمِمَّنْ أَنَا ؟

قَالَ: مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ذرا بتلایئے کہ اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور آپ، اللہ کے رسول ہیں، اور میں پانچ وقت کی نماز پڑھوں اور زکاۃ ادا کروں، اور رمضان کے روزے رکھوں، اور رمضان میں قیام کروں (اور تراویح پڑھوں) تو میں کن لوگوں میں سے شمار کیا جاؤں گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ صدیقین اور شہداء میں سے (ابنِ حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدیقین اور شہداء کا مقام حاصل ہونے میں ایمان کے بعد نماز،

---

[1] رقم الحديث ۳۴۳۸، كتاب الصوم، باب فضل رمضان، ذكر كتبة الله جل وعلا صائم رمضان وقائمه مع إقامته الصلاة والزكاة من الصديقين والشهداء، واللفظ لهٗ؛ صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۲۲۱۲.

فی حاشية ابن حبان:

إسناده صحيح على شرط الشيخين.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

زکاۃ اور رمضان کے روزوں کے ساتھ قیامِ رمضان یعنی تراویح کے عمل کو بھی دخل ہے۔ ؎

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ، فَإِذَا كَانَتْ غَدَاةَ الْفِطْرِ بَعَثَ اللهُ الْمَلَائِكَةَ فِيْ كُلِّ بِلَادٍ فَيَهْبِطُوْنَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَقُوْمُوْنَ عَلٰى أَفْوَاهِ السِّكَكِ، فَيُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ يَسْمَعُ مَنْ خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اُخْرُجُوْا إِلٰى رَبٍّ كَرِيْمٍ يُعْطِي الْجَزِيْلَ، وَيَعْفُوْ عَنِ الذَّنْبِ الْعَظِيْمِ، فَإِذَا بَرَزُوْا إِلٰى مُصَلَّاهُمْ.

يَقُوْلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ: مَا جَزَاءُ الْأَجِيْرِ إِذَا عَمِلَ عَمَلَهُ؟ فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: إِلٰهَنَا وَسَيِّدَنَا جَزَاؤُهُ أَنْ تُوَفِّيَهُ أَجْرَهُ، قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَإِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِيْ أَنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامَهُ رِضَائِيْ وَمَغْفِرَتِيْ، وَيَقُوْلُ: يَا عِبَادِيْ، سَلُوْنِيْ فَوَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا تَسْأَلُوْنِي الْيَوْمَ شَيْئًا فِيْ جَمْعِكُمْ لِآخِرَتِكُمْ إِلَّا أَعْطَيْتُكُمْ، وَلَا لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ فَوَعِزَّتِيْ لَأَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا رَاقَبْتُمُوْنِيْ، فَوَعِزَّتِيْ لَا أُخْزِيْكُمْ وَلَا أَفْضَحُكُمْ بَيْنَ يَدَيْ أَصْحَابِ الْحُدُوْدِ، اِنْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا لَكُمْ قَدْ أَرْضَيْتُمُوْنِيْ وَرَضِيْتُ عَنْكُمْ.

؎ امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر مندرجہ ذیل باب قائم فرمایا ہے کہ:

باب فی فضل قيام رمضان واستحقاق قائمه اسم الصديقين، والشهداء إذا جمع مع قيامه رمضان صيام نهاره، وكان مقيما للصلوات الخمس، مؤديا للزكاة، شاهدا لله بالوحدانية، مقرا للنبی صلى الله عليه وسلم بالرسالة (صحيح ابن خزيمة، ج۳ص ۳۴۰، كتاب الصيام)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فَتَفرَحُ الْمَلَائِكَةُ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِمَا يُعْطِى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ إِذَا أَفْطَرُوْا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ(شعب الإيمان) [1]

ترجمہ: پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) رکھا جاتا ہے، اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں (راستوں) کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات وانسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کریم رب کی (بارگاہ) کی جانب چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے پھر جب لوگ نماز والی جگہ (یعنی جہاں عید کی نماز پڑھتے ہیں) کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کرچکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ ان کو رمضان کے روزوں اور قیام (یعنی تراویح) کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی، اور بندوں سے فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروگے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم! کہ جب تک تم میری توجہ رکھوگے، میں تمہاری لغزشوں کی ستاری کرتا رہوں گا

---

[1] رقم الحديث ۳۴۲۱، كتاب الصيام، التماس ليلة القدر فى الوتر من العشر الأواخر من شهر رمضان، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، واللفظ لهٔ، فضائل الاوقات للبيهقى رقم الحديث ۱۰۷، تاريخ مدينة دمشق لابنِ عساكر، تحت ترجمة، محمد بن الحسن بن أحمد بن الصباح بن عبد الحميد أبو بكر المعروف بابن أبى الذيال الثقفى الأصبهانى الجواربى الزاهد.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

(اوران کو چھپا تا رہوں گا) میری عزت کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہیں کروں گا، بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کردیا اور میں تم سے راضی ہوگیا، پس فرشتے اس اجروثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو اللہ عزوجل ماہِ رمضان کے افطار کے وقت (یعنی عید کے دن) ملتا ہے، خوشیاں مناتے ہیں اور کِھل جاتے ہیں (شعب الایمان)

(اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ)

اس حدیث کا مضمون تھوڑے بہت فرق کے ساتھ دوسری سندوں سے مروی ہے، اور بعض سندوں میں اگرچہ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن مجموعی طور پر فی نفسہ قابلِ اعتبار ہے۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابونعیم اصبہانی نے معرفۃ الصحابہ میں مختلف سندوں سے اس کو روایت کیا ہے، اور امام منذری رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

رواہ الشیخ ابن حبان فی کتاب الثواب، والبیھقی واللفظ لہ ولیس فی اسنادہ من اجمع علی ضعفہ (الترغیب والترھیب، ج ۲ ص ۶۱ تا ۶۲، تحت رقم الحدیث ۱۴۹۳)

قال الشیخ مولانا محمد زکریا الکاندھلوی:

قلت قال السیوطی فی التدریب قد التزم البیھقی ان لایخرج فی تصانیفہ حدیثا یعلمہ موضوعاالخ، وذکر القاری فی المرقاۃ بعض طرق الحدیث ثم قال فاختلاف طرق الحدیث یدل علی انہ لہ اصلا (فضائل رمضان، ص ۷۵)

مگر بیہقی کی مندرجہ بالا حدیث کو ابنِ جوزی نے غیر صحیح کہا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

وھذا حدیث لا یصح قال یحیی بن سعید الضحاک عندنا ضعیف وقال أبوحاتم الرازی والقاسم بن الحکم مجھول وقال ابن حبان لا یجوز الإحتجاج بالعلاء بن عمرو (العلل المتناھیۃ ج ۲ ص ۵۳۵ تحت رقم الحدیث ۸۸۰)

لیکن اولاً تو ابن جوزی جرح کے معاملے میں متشدد شمار کئے جاتے ہیں، اور جارح کا متشدد ہونا اس جرح کے معتبر ہونے کے لئے مانع ہے، دوسرے جن وجوہات کی بنا پر انہوں نے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے وہ بھی واقعہ کے مطابق نہیں ہیں، چنانچہ اس حدیث میں ضحاک بن مزاحم ہیں، جن کو متعدد حضرات نے ثقہ اور صدوق قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی مدلس بھی قرار دیا ہے جو کہ ہمارے نزدیک مضر نہیں، اور ابنِ جوزی کا قاسم بن حکم کو مجہول قرار دینا بھی صحیح نہیں، کیونکہ ان کو متعدد حضرات نے ثقہ قرار دیا ہے، اور رہا علاء بن عمرو کا معاملہ تو وہ اس روایت میں موجود نہیں ہیں۔

البتہ اس قسم کی دوسری روایت میں ہیں، جو اس وقت ہمارے زیر بحث نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

معلوم ہوا کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عظیم انعام حاصل ہوتا ہے، اُس میں روزے اور قیامِ رمضان یعنی تراویح دونوں اعمال کا دَخل ہے۔

جس سے روزہ کے ساتھ ساتھ تراویح کے عمل کا بھی اعلیٰ وافضل ہونا معلوم ہوا۔

پس جو لوگ عید کے دن مکمل خوشی اور اس دن اللہ تعالیٰ کے بیش بہا انعام واکرام کا مستحق بننا چاہتے ہیں، ان کے لئے رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ تراویح کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال الذهبي:(الضحاک بن مزاحم) الهلالي، أبو محمد، وقيل أبو القاسم، صاحب التفسير.كان من أوعية العلم، وليس بالمجود لحديثه، وهو صدوق في نفسه، وكان له أخوان :محمد ومسلم، وكان يكون ببلخ وبسمرقند (سير اعلام النبلاء تحت ترجمة نمبر ٢٣٨)

وقال ابن حبان :الضحاک بن مزاحم الهلالي من بني هلال بن عامر بن صعصعة كنيته أبو القاسم وقد قيل أبو محمد لقي جماعة من التابعين ولم يشافه أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن زعم أنه لقي ابن عباس فقد وهم (ثقات ابن حبان، ج٦ص ٤٨٠)

وقال المزى:قال عبد الله بن أحمد بن حنبل ، عن أبيه :ثقة ، مأمون .وقال أبو بكر بن أبي خيثمة عن يحيى بن معين ، وأبو زرعة ثقة .قال زيد بن الحباب ، عن سفيان الثورى :خذوا التفسير من أربعة :سعيد بن جبير ، ومجاهد ، وعكرمة ، والضحاک (تهذيب الكمال، ج١٣ص ٢٩١، تحت رقم الترجمة ٢٩٢٨)

وقال ابن حجر: وقال العجلي ثقة وليس بتابعي قال الدارقطني ثقة(تهذيب التهذيب ج٤ص٣٩٧، تحت رقم الترجمة ٧٩٤)

وقال الصفدى:وثقه أحمد بن حنبل وابن معين، وضعفه يحيى القطان وغيره، واحتج به النسائي وغيره وكان مدلساً(الوافي بالوفيات؛تحت ترجمة الضحاک بن مزاحم)

وقال ابن حجر في تقريب التهذيب:القاسم بن الحكم بن كثير العرني بضم المهملة وفتح الراء بعدها نون أبو أحمد الكوفي قاضي همذان صدوق فيه لين من التاسعة مات سنة ثمان ومائتين(تقريب التهذيب، ج٢ص١٨)

وقال في تهذيب التهذيب:وقال عبدالله بن علي بن الجارود حدثنا أبو صالح أحمد بن خلف قال حدثنا القاسم بن الحكم وسألت أحمد ويحيى وأبا خيثمة وخلف بن سالم ومحمد بن عبدالله بن نمير عنه فقالوا ثقة وقال النسائي ثقة وقال أبو زرعة صدوق وقال أبو حاتم محله الصدق يكتب حديثه ولا يحتج به وذكره ابن حبان في الثقات وقال مستقيم الحديث (تهذيب التهذيب، ج٨ص ٢٨٠،تحت رقم الترجمة ٥٢٥)

Idara Ghufran

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (سنن نسائی) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض قرار دیے اور میں نے رمضان کی رات میں قیام (اورتراویح) کو سنت قرار دیا پس جس شخص نے رمضان کا روزہ رکھا اور رمضان میں قیام کیا (اورتراویح پڑھیں) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح سے نکل جائے گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت تھا (سنن نسائی)

معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے تو فرض ہیں، اورتراویح سنت ہے۔

اور رمضان کے روزوں کے ساتھ ایمان واخلاص کے ساتھ تراویح پڑھنے پر یہ فضیلت ہے کہ اس کی وجہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اوران گناہوں سے پاک وصاف ہوکر انسان ایسا ہوجاتا ہے جیسا کہ ابھی پیدا ہوا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۲۱۰، کتاب الصیام، ثواب من قام رمضان وصامه ایمانا واحتسابا، واللفظ له،
ابنِ ماجة، رقم الحدیث ۱۳۲۸، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی قیام شهر رمضان.
قال المناوی: إسناده حسن (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۱۶۹۰)
وقال الذهبی: هذا حدیث حسن غریب (سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۷۱، تحت ترجمة عبد الرحمن بن عوف بن عبد عوف الزهری)
وقال الاعظمی: إسناده ضعیف ومعناه ثابت (صحیح ابن خزیمة)

[2] (إن الله افترض صوم رمضان) علی هذه الأمة بقوله (کتب علیکم الصیام فمن شهد منکم الشهر فلیصمه) وکان کتبه علی أهل الإنجیل فأصابهم موتان فزادوا عشرا قبله وعشرا بعده فجعلوه خمسین وقیل وقع فی برد وحر شدید فجعلوه بین الشتاء والربیع وزادوا عشرین کفارة للتحویل وبالجملة فالصوم عبادة قدیمة أصلیة ما أخلی الله أمة من افتراضها علیهم ذکره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یہ بھی معلوم ہوا کہ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی (جیسا کہ بعض کم فہم لوگوں کا خیال ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو صرف یہ عمل کیا تھا کہ سب کو ایک امام کی اقتداء میں جمع کر دیا تھا، اوراس سے پہلے صحابۂ کرام الگ الگ اور متفرق طور پر تراویح پڑھا کرتے تھے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزمخشرى (وسننت لكم قيامه) أى جعلت لكم الصلاة فيه ليلا سنة (فمن صامه وقامه) سالما من المعاصى قولا وفعلا (إيمانا) أى تصديقا بأنه حق وطاعة (واحتسابا) لوجهه تعالى لا رياء (ويقينا) تأكيدا لقوله إيمانا أو أراد احتسابا مجزوما به (كان كفارة لما مضى) من ذنوبه والمراد الصغائر ما اجتنبت الكبائر كما سيجىء نظائره .وقال ابن عطاء الله :وقد رأينا فنظرنا كل مأمور به أو مندوب من الشارع يستلزم الجمع على الله و كل منهى عنه أو مكروه يتضمن التفرقة عنه فإذا مطلوبه من عباده وجود الجمع عليه لكن الطاعات هى أسباب الجمع ووسائله فلذلک أمر بها والمعصية أسباب التفرقة ووسائلها فلذا نهى عنها.

(ن هب عن عبد الرحمن بن عوف) وإسناده حسن (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٦٩٠)

[۱] قوله: ”عن عبدالرحمان بن عوف الخ“ قلت: دلالة قوله صلى الله عليه وسلم :”وسننت لكم قيامه“على سنية قيام رمضان، المراد به التراويح اجماعا كما قاله الكرمانى وسيأتى ، ظاهرة، وثبت بذالک ان اصل قيام رمضان سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم لاسنة عمر، كما زعمه بعضهم ، وانما سنة عمر قيامه بامام واحد، وكانوا يقومون قبل اوزاعا متفرقين ، ويميلون الى احسنهم اصواتا، فقال عمر:”اراهم قد اتخذو القرآن اغانى، اما والله لئن استطعت لاغيرن ، فلم يمكث الا قليلا حتى امر ابيا فصلى بهم “راوه البخارى فى خلق افعال العباد وابن سعد وجعفر الفريابى عن نوفل بن اياس الهذلى ، وسنده صحيح، كذافى ”آثارالسنن “(٢:٥٠)

وفى ”المغنى“ لابن قدامة: وقيام شهر رمضان عشرون ركعة يعنى صلاة التراويح ، وهى سنة مؤكدة، واول من سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم (ذم ذكر بعض ما ذكرنا من الاحاديث فى المتن)الىٰ ان قال :ونسبت التراويح الى عمر بن الخطاب لانه جمع الناس على ابى بن كعب ، فكان يصليهابهم اهـ(١ : ٨٠١و٨٠٢)(اعلاء السنن ج٧ص ٦٦ ،٦٧، باب التراويح)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ أَبِيْ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰى ذٰلِكَ (مسلم) [1]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قیامِ رمضان (اور تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے، اس کا وجوبی ولازمی حکم نہیں فرماتے تھے، پس آپ فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کا قیام کرے (اور تراویح پڑھے) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے، تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک یہی عمل رہا اور حضرت ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر کی ابتدائی خلافت میں بھی یہی عمل رہا (مسلم)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح کی ترغیب دیا کرتے تھے، اور اس کے عظیم الشان فضائل وفوائد بھی بیان فرمایا کرتے تھے، تو ضروری ہے کہ صحابۂ کرام اس پر عمل کیا کرتے تھے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح کے ارشادات کو نظر انداز نہیں کیا کرتے تھے، کیونکہ اس کے خلاف کرنا صحابۂ کرام کی شان سے بعید ہے۔

اور پھر حدیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک یہی عمل رہا، اور حضرت ابوبکر کی خلافت میں بھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ابتدائی خلافت میں بھی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام اس زمانے میں کسی ایک امام کی اقتداء میں جمع ہوئے بغیر تراویح پڑھتے رہے، اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو ایک امام کی اقتداء

---

[1] رقم الحديث ۷۵۹ ”۱۷۴“ كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب الترغيب فى قيام رمضان وهو التراويح، واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۱۳۷۳؛ مؤطاامام مالك، الترغيب فى الصلاة فى رمضان، ترمذى، باب الترغيب فى قيام رمضان، وما جاء فيه من الفضل.

وقال الترمذى بعد نقل هٰذا الحديث:

وفى الباب عن عائشة، وقد روى هذا الحديث أيضا عن الزهرى، عن عروة، عن عائشة.

هذا حديث حسن صحيح.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

میں تراویح پڑھنے پر جمع فرمایا۔

جیسا کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ ؎۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ مَنْ قَامَهُ إِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى الْقِيَامِ

(مسند احمد، رقم الحديث ۷۸۸۱) ؎۲

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ لوگوں کو رمضان میں قیام (اور تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے، کہ جس نے رمضان میں قیام کیا، ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے تو اس کے گزشتہ گناہ

؎۱ (وعن أبی هريرة قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرغب) : من الترغيب (فی قيام رمضان) ، أی :فی قيام إحياء لياليه بالتراويح (من غير أن يأمرهم فيه بعزيمة) ، أی :بعزم وبت وقطع يعنی بفريضة، قال الطيبی :العزيمة والعزم عقد القلب على إمضاء الأمر، (فيقول " :من قام رمضان) ، أی :أحيا لياليه بالعبادة، وأو أتى بقيام رمضان وهو التراويح، أو قام إلى صلاة رمضان (إيمانا) ، أی :مؤمنا بالله ومصدقا بأنه تقرب إليه (واحتسابا) ، أی :محتسبا بما فعله عند الله أجرا لم يقصد به غيره، يقال :احتسب بالشیء ، أی اعتد به فنصبهما على الحال، ويجوز أن يكون على المفعول له، أی :تصديقا بالله وإخلاصا وطلبا للثواب .(غفر له ما تقدم من ذنبه) : زاد أحمد ": وما تأخر "، أی :من الصغائر، ويرجى غفران الكبائر .(فتوفی رسول الله صلى الله عليه وسلم) ، أی :قبض (والأمر على ذلك) ، أی :التفرق وعدم الجماعة الذی كان فی زمنه -عليه الصلاة والسلام -يعنی :كانوا يصلون التراويح منفردين بعضهم فی بيوتهم، وبعضهم فی المسجد، إما لكونهم معتكفين، أو لأنهم من أهل الصفة المفردين، أو لأن لهم فی البيت ما يشغلهم عن العبادة، فيكونون فی المسجد من المغتنمين، فلا مخالفة لما تقدم من أمره -عليه الصلاة والسلام -إياهم بصلاة التراويح فی بيوتهم .(ثم كان الأمر على ذلك) ، أی :على وفق زمانه -عليه الصلاة والسلام -(فی خلافة أبی بكر) ، أی :جميع زمانها (وصدرا من خلافة عمر) ، أی :فی أول خلافته، وصدر الشیء ووجهه أوله (على ذلك) ، أی :على ما ذكر، وسيأتی تمامه فی الفصل الثالث (رواه مسلم) : ورواه البخاری أيضا مع زيادة ونقصان، قاله ميرك (مرقاة المفاتيح ،ج۳ص۹۶۲، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان)

؎۲ فی حاشية مسند احمد:إسناده صحيح على شرط مسلم.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

معاف کردیئے جائیں گے،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قیامِ رمضان (اور تراویح) کے لئے جمع نہیں فرماتے تھے (مسند احمد)

اس روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کو جمع فرما کر تراویح نہیں پڑھایا کرتے تھے،البتہ لوگوں کو اپنے اپنے طور پر تراویح پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے اور اس کی فضیلت بیان فرمایا کرتے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فَيَقُولُ(مَنْ قَامَ رَمَضَانَ)وَهٰذِهِ الصِّيغَةُ تَقْتَضِى التَّرْغِيبَ وَالنَّدُبَ دُوْنَ الْإِيْجَابِ ، وَاجْتَمَعَتُ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ قِيَامَ رَمَضَانَ لَيْسَ بِوَاجِبٍ بَلْ هُوَ مَنْدُوْبٌ.

قَوْلُهُ(فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ، ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ)مَعْنَاهُ:اِسْتَمَرَّ الْأَمْرُ هٰذِهِ الْمُدَّةَ عَلٰى أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ يَقُوْمُ رَمَضَانَ فِيْهِ بَيْتَهُ مُنْفَرِدًا حَتّٰى اِنْقَضٰى صَدْرٌ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ، ثُمَّ جَمَعَهُمْ عُمَرُ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَصَلّٰى بِهِمْ جَمَاعَةً ، وَاسْتَمَرَّ الْعَمَلُ عَلٰى فِعْلِهَا جَمَاعَةً ، وَقَدْ جَاءَ تْ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ فِي صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ فِي كِتَابِ الصِّيَامِ (شرح النووی علی مسلم، ج٦ ص ٤٠، باب الترغيب في قيام رمضان) ؎

؎ اور علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قوله " :إيمانا "أي :تصديقًا بالثواب من اللّه تعالى، على صيامه وقيامه.قوله ": واحتساباً "أي :محتسبًا الثواب على اللّه، أو ناويا بصيامه وجه اللّه تعالى، ثم المراد من هذا القيام التراويح، واتفق العلماء على استحبابها، واختلفوا في أن الأفضل صلاتها منفرداً في بيته، أو في جماعة في المسجد؟ فقال أصحابنا :والشافعي وأحمد، وبعض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ:

''جو شخص رمضان کا قیام کرے (اور تراویح پڑھے)''

اس جملے سے ترغیب اور اس کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ کہ واجب ہونا، اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ رمضان کا قیام واجب نہیں بلکہ مندوب ہے۔

اور حدیث کا یہ جملہ کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک یہی عمل رہا اور حضرت ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر کی ابتدائی خلافت میں بھی یہی عمل رہا''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت میں اس چیز پر عمل ہوتا رہا کہ ہر ایک اپنے گھر میں قیام کیا کرتا تھا (اور کچھ لوگ اتفاقاً مل کر جماعت سے بھی پڑھ لیتے تھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے، ناقل) یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ابتدائی دور گزر گیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں سب لوگوں کو جمع کر دیا اور انہوں نے سب لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی اور اس کے بعد سے اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا عمل برابر جاری ہو گیا (اور کسی نے اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المالكية، وغيرهم :إن الأفضل صلاتها جماعة كما فعله عمر بن الخطاب، واستمر عمل المسلمين عليه، لأنه من الشعائر الظاهرة، فأشبه صلاة العيد، وقال مالک، وبعض الشافعية، وغيرهم :الأفضل فرادى فى البيت .قوله" :غفر له ما تقدم من ذنبه " المعروف عند الفقهاء أن هذا مختص بغفران الصغائر، دون الكبائر، قال بعضهم :يجوز أن يُخَففَ من الكبائر إذا لم تصادف صغيرة .قلت :اللفظ عام، ينبغى أن يشمل الصغيرة والكبيرة، والتخصيص بلا مخصص باطل.قوله " :فتوفى رسول اللّٰه، والأمر على ذلک "إلى آخره .معناه استمر الأمر هذه المدة، على أنّ كل واحد يقوم رمضان فى بيته منفرداً حتى انقضى صدر من خلافة عمر، ثم جمعهم عمر على أبى بن كعب، فصلى بهم جماعة، واستمر العمل على فعلها جماعة، والحديث أخرجه :مسلم، والترمذى، والنسائى(شرح سنن أبى داود للعينى ،ج۵ص۲۷۵، باب فى قيام شهر رمضان)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پر نکیر نہیں کی) اور یہ اضافہ صحیح بخاری کی کتاب الصیام میں بھی آیا ہے (نووی شرح مسلم)

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا بلکہ ایک امام کی اقتداء پر سب کو جمع کیا، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی منشاء تھی، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةِ أَمْرٍ فِيْهِ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (نسائی) [1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قیامِ رمضان کی ترغیب دیا کرتے تھے، اس کا وجوبی ولازمی حکم نہیں فرماتے تھے، پس آپ فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کا قیام ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے کرے تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے (نسائی)

ظاہر ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح کے عمل کی صحابۂ کرام کو ترغیب دیا کرتے تھے، اور اس پر گزشتہ گناہوں کی معافی کی بھی فضیلت بتلایا کرتے تھے، تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس عمل کو انجام دیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ أَوْزَاعًا يَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ فَيَكُوْنُ مَعَهُ النَّفَرُ الْخَمْسَةُ أَوِ السِّتَّةُ أَوْ أَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ أَكْثَرُ فَيُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ.

---

[1] رقم الحديث ۲۱۹۱، كتاب الصيام، ثواب من قام رمضان وصامه إيمانا واحتسابا.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قَالَتْ فَأَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً مِّنْ ذٰلِکَ أَنْ أَنْصِبَ لَہٗ حَصِیْرًا عَلٰی بَابِ حُجْرَتِیْ فَفَعَلْتُ فَخَرَجَ إِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ صَلَّی الْعِشَاءَ الْآخِرَۃَ قَالَتْ فَاجْتَمَعَ إِلَیْہِ مَنْ فِی الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی بِہِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلًا طَوِیْلًا.

ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ وَتَرَکَ الْحَصِیْرَ عَلٰی حَالِہٖ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ تَحَدَّثُوْا بِصَلَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْ کَانَ مَعَہٗ فِی الْمَسْجِدِ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ قَالَتْ وَأَمْسَی الْمَسْجِدُ رَاجًّا بِالنَّاسِ فَصَلّٰی بِہِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْآخِرَۃَ ثُمَّ دَخَلَ بَیْتَہٗ وَثَبَتَ النَّاسُ قَالَتْ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُ النَّاسِ یَا عَائِشَۃُ قَالَتْ فَقُلْتُ لَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَمِعَ النَّاسُ بِصَلَاتِکَ الْبَارِحَۃَ بِمَنْ کَانَ فِی الْمَسْجِدِ فَحَشَدُوْا لِذٰلِکَ لِتُصَلِّیَ بِہِمْ قَالَتْ فَقَالَ اَطْوِ عَنَّا حَصِیْرَکِ یَا عَائِشَۃُ قَالَتْ فَفَعَلْتُ وَبَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرَ غَافِلٍ وَثَبَتَ النَّاسُ مَکَانَہُمْ حَتّٰی خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِلَی الصُّبْحِ فَقَالَتْ فَقَالَ أَیُّہَا النَّاسُ أَمَا وَاللّٰہِ مَا بِتُّ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَیْلَتِیْ ہٰذِہٖ غَافِلًا وَمَا خَفِیَ عَلَیَّ مَکَانُکُمْ وَلٰکِنِّیْ تَخَوَّفْتُ أَنْ یُّفْتَرَضَ عَلَیْکُمْ فَاکْلَفُوْا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَإِنَّ اللّٰہَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا (مسند احمد) [1]

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۳۰۷، واللفظ لہ،قیام رمضان لمحمد بن نصر المروزی رقم الحدیث ۷.
فی حاشیۃ مسند احمد: حدیث صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن من أجل محمد بن إسحاق، وقد صرح بالتحدیث، فانتفت شبھۃ تدلیسہ، وقد توبع، وبقیۃ رجالہ ثقات رجال الشیخین.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: صحابۂ کرام مسجدِ نبوی میں رمضان میں رات کو نماز، چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں ادا کیا کرتے تھے، جس کو قرآن مجید کا کچھ حصہ حفظ یاد ہوتا تھا، تو اس کے ساتھ پانچ چھ افراد یا اس سے کم وبیش جمع ہوجاتے، پھر مل کر جماعت کے ساتھ ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔

پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دوران ایک رات حکم فرمایا کہ ان کے لئے اپنے حجرے کے دروازے کے قریب (باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے) ایک چٹائی بچھادوں، میں نے یہ کام کردیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد اس چٹائی کی طرف تشریف لائے، اور مسجد میں موجود حضرات بھی جمع ہوگئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رات کے لمبے حصے تک نماز پڑھائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر میں تشریف لے آئے، اور چٹائی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا (اور یہی عمل رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن بھی کیا)

پھر جب صبح ہوئی تو ان لوگوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزشتہ رات نماز میں شامل تھے؛ گفتگو کی، اور پھر شام ہونے کے وقت ہی مسجد لوگوں سے بھر گئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھائی، اور اپنے گھر میں تشریف لے آئے، اور لوگ وہیں موجود رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! لوگوں کا کیا حال ہے؟

میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول لوگوں نے آپ کی کل گزشتہ نماز کے بارے میں ان لوگوں سے سنا، جو مسجد میں تھے، تو انہوں نے اس نماز کے لئے لوگوں کو جمع کرلیا، تاکہ آپ ان کو نماز پڑھائیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! آپ اس چٹائی کو لپیٹ

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دیں، تو میں نے اس چٹائی کو لپیٹ دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غور فکر کے ساتھ یہ رات گزاری، اور لوگ اپنی جگہ موجود تھے۔

یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے، اور آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کی قسم میں نے الحمدللہ یہ رات تمہاری طرف سے غفلت میں نہیں گزاری، اور تمہارا مسجد میں موجود رہنا مجھ سے مخفی نہیں تھا، لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ تمہارے اوپر فرض نہ کردی جائے، پھر تم ایسے اعمال کے مکلّف نہ بن جاؤ، جن پر (فرضوں کی طرح) ہمیشگی کی تم میں طاقت نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) اس وقت تک نہیں رُکتے، جب تک تم خود ہی نہ (کسی عمل سے) اُکتا جاؤ (مسند احمد)

گزشتہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں تراویح کی جماعت کی جاتی تھی، اور امام تراویح میں قرآن مجید پڑھا کرتا تھا، اور لوگ مقتدی بن کر سماعت کیا کرتے تھے، اور آپ نے بھی لوگوں کو ایک مرتبہ جماعت سے نماز پڑھائی، لیکن فرض ہونے کے خوف کی وجہ سے اس کو جاری نہیں رکھا۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل تین رات تک جماعت سے نماز پڑھائی تھی، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔

جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وَلٰكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ (بخاری) [1]

ترجمہ: پس تیسری رات میں مسجد میں بہت لوگ جمع ہوگئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس رات بھی نماز پڑھائی، پس جب چوتھی رات آئی تو مسجد میں لوگوں کا سمانا دشوار ہوگیا (اور اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے تشریف نہیں لائے) یہاں تک کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے، جب آپ فجر کی نماز سے فارغ ہوئے، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ امابعد! مجھ سے تم لوگوں کی (مسجد میں رات بھر) موجودگی پوشیدہ نہ تھی، لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں تم پر یہ فرض نہ ہوجائے، اورتم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہوجاؤ (پھر فرض کے تارِک شمار ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہی حالت رہی (بخاری)

اورایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَلَمَّا أَصْبَحَ ،قَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :مَا زَالَ النَّاسُ يَنْتَظِرُونَكَ الْبَارِحَةَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ :أَمَا أَنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ أَمْرُهُمْ ، وَلٰكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: جب صبح ہوگئی (اوراس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے تشریف نہیں لائے تھے) تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! رات بھر لوگ آپ کے منتظر رہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے ان لوگوں کا معاملہ پوشیدہ نہ تھا، لیکن مجھے یہ خوف ہوا

---

[1] رقم الحديث ۲۰۱۲، كِتَاب صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ، بَاب فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ.

[2] رقم الحديث ۲۵۹۵۴، واللفظ لهٗ؛ مصنف عبدالزاق رقم الحديث ۷۷۴۶.
في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کہ کہیں ان پر یہ فرض نہ کر دی جائے (مسند احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے اور آپ کے جواب سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء ومقصد کو پوری طرح سمجھ لیا تھا، اور پھر جب وہ وقت آ گیا کہ فرض ہونے کا خوف ختم ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء اور لوگوں کے شوق کی تکمیل کرتے ہوئے پھر مسجد میں ایک امام کی اقتداء میں تراویح کو جاری فرما دیا۔

یہ سب مزاجِ نبوت کو سمجھنے ہی کی برکت کا اثر تھا۔

چنانچہ صحیح ابنِ حبان کی روایت کے آخر میں ہے کہ:

فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ، ثُمَّ كَذٰلِكَ كَانَ فِيْ خِلَافَةِ أَبِيْ بَكْرٍ وَصَدْرٍ مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، حَتّٰى جَمَعَهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَقَامَ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ، وَكَانَ ذٰلِكَ أَوَّلُ اجْتِمَاعِ النَّاسِ عَلٰى قَارِءٍ وَاحِدٍ فِيْ رَمَضَانَ (صحيح ابن حبان)[1]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، اور معاملہ اسی حالت پر رہا (کہ لوگ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں یا تنہا تراویح کی نماز ادا کیا کرتے تھے) پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی یہی حالت رہی (کہ لوگ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں اور کچھ لوگ تنہا تراویح کی نماز ادا کیا کرتے تھے)

یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کی اقتداء

---

[1] رقم الحديث ۲۵۴۳، كتاب الصلاة، فصل في التراويح، ذكر خبر ثان يصرح بصحة ما ذكرناه.

في حاشية ابن حبان: إسناده صحيح على شرط مسلم.

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

میں سب لوگوں کو جمع کردیا، پھر انہوں نے سب لوگوں کو رمضان میں تراویح پڑھائی۔

اور یہ رمضان میں ایک قاری کی اقتداء میں سب کے جمع ہونے کا پہلی مرتبہ اجتماع تھا (ابنِ حبان)

ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی خلافت کے زمانے سے پہلے بھی صحابۂ کرام میں تراویح کا معمول تھا، اور باجماعت تراویح اور امام کے قرآن مجید سنانے کا بھی معمول تھا، اور اس زمانے میں حفاظِ کرام کی کثرت تھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن تراویح باجماعت پڑھا کر چھوڑ دی تھی؛ اور اس کے بارے میں ایک عذر بیان فرمادیا تھا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب وہ عذر ختم ہوگیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق ایک قاری امام کی اقتداء میں سب کو جمع فرمایا۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کسی چیز کا بھی اضافہ نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق سنت کی تکمیل فرمائی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدُ القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ إِنِّيْ أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِءٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ (بخاری) [1]

---

[1] رقم الحديث ۲۰۱۰، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، واللفظ لهٗ، معرفة السنن والآثار للبيهقي، رقم الحديث ۱۴۴۲، مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۷۷۲۳.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجدِ نبوی کی طرف گیا، تو دیکھا کہ لوگ چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں متفرق ہوکر تراویح کی نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی اپنی نماز الگ پڑھ رہا ہے، اور کسی کے ساتھ چند لوگ مل کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کردوں، تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔

پھر غور فکر (اور مشورہ) کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں سب کو جمع کردیا، پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسری رات مسجد میں گیا، تو سب لوگ ایک قاری کی اقتداء میں تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ (ایک قاری کی اقتداء میں سب کو جمع کرنا) اچھی ایجاد ہے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک قاری کی اقتداء میں سب کو جمع فرمانے سے پہلے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف جماعتوں کی شکل میں اور بعض انفرادی طور پر تراویح پڑھا کرتے تھے، اور تراویح میں قرآن مجید بھی پڑھا اور سنا کرتے تھے۔ [1]

---

[1] خرجت مع عمر بن الخطاب رضی الله عنه ليلة أى فى رمضان إلى المسجد أى مسجد المدينة فإذا الناس أى بعد صلاتهم العشاء جماعة واحدة أوزاع بسكون الواو بعدها زاى فرق متفرقين يصلى الرجل لنفسه بيان لما أجمل أولا وحاصله أن بعضهم كان يصلى منفردا وبعضهم يصلى جماعة وهو معنى قوله ويصلى الرجل أى مؤتما فيصلى بصلاته الرهط وفى نسخة صحيحة عليها رمز ظاهر ويصلى الرجل فيصلى أى يقتدى بصلاته الرهط قال السيد أصيل الدين هكذا وقع فى البخارى ولا بد منه ولكن سقط من نسخ المشكاة التى رأيتها والظاهر أنه من الناسخ والله العاصم اه وهو موجود فى بعض النسخ التى رأيتها قال الطيبى أى يؤم الرجل جماعة دون العشرة اه وتبعه ابن حجر والظاهر أنه أراد مطلق الجماعة أو قومه وقبيلته ففى القاموس الرهط ويحرك قوم الرجل وقبيلته أو من ثلاثة أو سبعة إلى عشرة أو ما دون العشرة أو ما فيهم امرأة ولا واحد له من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قاری کی اقتداء میں سب کو جمع فرمادیا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اچھی ایجاد فرمانے کا مطلب یہی تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کی تکمیل ہے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی میں یہ عمل کیا تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ تا قیامت اس کار خیر کے اجر وثواب کے مستحق ہیں۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لفظه وفي النهاية الرهط من الرجال ما دون العشرة وقيل إلى الأربعين والرهط عشيرة الرجل وأهله (فقال عمر :إني لو) : قال ابن حجر :وفي نسخة إني أرى لو، وأخذ منها ابن ملك أن لو قد تعلق فعل القلب (جمعت هؤلاء على قارء واحد) : يأتمون كلهم به، ويسمعون قراء ته (لكان أمثل) ، أي :أفضل والثواب أكمل ;لأن فيه اجتماع القلوب واتفاق الكلمة وإغاظة الشيطان ونمو الأعمال، وغير ذلك من فوائد الجماعة التي تنيف على السبعة والعشرين، (ثم عزم) ، أي :على ذلك وصمم عليه عمر، (فجمعهم) ، أي :الرجال منهم (على أبي بن كعب) : لما قد ورد أنه أقرأ الصحابة، وأمر -عليه الصلاة والسلام -بالقراء ة عليه فقرأ سورة :(لم يكن) (البينة1 :) وفي رواية أنه جمعهم على تميم الدارمي، ولا مانع أن هذا كان يؤم تارة والآخر أخرى، وجمع النساء على سليمان بن أبي حثمة (قال) ، أي :عبد الرحمن (ثم خرجت معه) ، أي :مع عمر (ليلة أخرى، والناس يصلون بصلاة قارئهم) : الإضافة للتعريف.

(قال عمر :نعمت البدعة هذه) ، أي :الجماعة الكبرى لا الصلاة فإنها سنة من أصلها، قال الطيبي: يريد صلاة التراويح، فإنه في حيز المدح ;لأنه فعل من أفعال الخير وتحريض على الجماعة المندوب إليها، وإن كانت لم تكن في عهد أبي بكر رضي الله عنه، فقد صلاها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإنما قطعها إشفاقا من أن تفرض على أمته، وكان عمر ممن نبه عليها وسنها على الدوام، فله أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة .(والتي) ، أي :الصلاة التي (تنامون عنها) ، أي :معرضين (أفضل من التي تقومون) ، أي :بها، قال الطيبي :تنبيه منه على أن صلاة التراويح في آخر الليل أفضل، وقد أخذ بها أهل مكة فإنهم يصلونها بعد أن يناموا، قلت :لعلهم كانوا في الزمن الأول كذا، وأما اليوم فجماعاتهم أوزاع متفرقون في أول الليل، وفي كلامه رضي الله عنه، إيماء إلى عذره في التخلف عنهم .(يريد) ، أي عمر (آخر الليل) : وهو قول عبد الرحمن أو غيره من الرواة، وكذلك قوله :(وكان الناس) ، أي :أكثرهم (يقومون أوله) : وبالضرورة ينامون آخره (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۹۷۰، ۹۷۱، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث)

۱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اگر کسی کو یہ طرزِ عمل شرعی بدعت معلوم ہو تو یہ اس کی غلط فہمی ہے، کیونکہ یہ شرعی بدعت نہیں، بلکہ ایک ایسے عمل کا آغاز ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور منشاء کے عین مطابق ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت نوفل بن ایاس ہذلی فرماتے ہیں کہ:

كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ فِرَقًا فِيْ رَمَضَانَ فِي الْمَسْجِدِ إِلٰى هَاهُنَا وَهَاهُنَا فَكَانَ النَّاسُ يَمِيْلُوْنَ عَلٰى أَحْسَنِهِمْ صَوْتًا ، فَقَالَ عُمَرُ: أَلَا أَرَاهُمْ قَدْ اِتَّخَذُوا الْقُرْآنَ أَغَانِيَ ، أَمَا وَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأُغَيِّرَنَّ هٰذَا قَالَ:فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ حَتّٰى أَمَرَ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، فَصَلّٰى بِهِمْ ، ثُمَّ قَامَ فِيْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ فَقَالَ: إِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ بِدْعَةً لَنِعْمَتِ الْبِدْعَةُ (الصيام للفريابي) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ گویا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود ہی قیامت تک آنے والے معترضین کے ایک اہم اعتراض کا جواب دے دیا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور دور بینی کی دلیل ہے۔

اور اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کی وجہ سے حضرت ابوصدیق رضی اللہ عنہ بھی اس عمل کا آغاز فرما سکتے تھے، لیکن ایک تو ان کی خلافت کا دور مختصر تھا اور دوسرے اس دور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اہم اندرونی معاملات کی اصلاح میں مشغول رہے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب حالات سازگار دیکھے تو اس عمل کو انجام دیا۔

وكان عمر رضى الله عنه يقول فى جمعه الناس على جماعة واحدة نعمت البدعة هى، وإنما سماها بدعة باعتبار صورتها، فإن هذا الاجتماع محدث بعده -عليه الصلاة والسلام -، وأما باعتبار الحقيقة فليست بدعة ;لأنه -عليه الصلاة والسلام -إنما أمرهم بصلاتها فى بيوتهم لعلة هى خشية الافتراض، وقد زالت بموته -عليه الصلاة والسلام -، ولم يأمر بها أبو بكر رضى الله عنه ;لأنه كان مشغولا بما هو أهم منها، وكذلك عمر أوائل خلافته، ومن ثم قال النووى :الصحيح باتفاق أصحابنا أن الجماعة فيها أفضل، بل ادعى بعضهم الإجماع فيه، أى :إجماع الصحابة على ما قاله بعض الأئمة(مرقاة المفاتيح ، ج۳ص ۹۶۵ ،كتاب الصلاة،باب قيام شهر رمضان)

(قال عمر :نعمت البدعة هذه) ، أى :الجماعة الكبرى لا الصلاة فإنها سنة من أصلها، قال الطيبى: يريد صلاة التراويح، فإنه فى حيز المدح ;لأنه فعل من أفعال الخير وتحريض على الجماعة المندوب إليها، وإن كانت لم تكن فى عهد أبى بكر رضى الله عنه، فقد صلاها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإنما قطعها إشفاقا من أن تفرض على أمته، وكان عمر ممن نبه عليها وسنها على الدوام، فله أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة(مرقاة المفاتيح ، ج۴ص ۹۷۱، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان)

[1] رقم الحديث ۱۷۲، ص۱۲۸، الناشر:الدار السلفية -بومباى، واللفظ لهٗ، الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج۵ص ۴۴، تحت ترجمة نوفل بن إياس الهذلى، خلق افعال العباد للبخارى، رقم الحديث ۱۰۵، مختصراً الىٰ قوله فصلىٰ بهم .

Idara Ghufran

ترجمہ: ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے (ابتدائی) دورِ خلافت میں رمضان میں مسجد میں قیام کیا کرتے تھے، کچھ لوگ یہاں اور کچھ لوگ وہاں، الگ الگ ہوکر نماز پڑھا کرتے تھے، اور لوگ اچھی آواز والے امام کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں ان کو نہیں دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے قرآن مجید کو گانا سمجھ لیا ہے (کہ صرف اچھی آواز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) اللہ کی قسم! اگر مجھے قدرت ہوئی تو میں اس طرزِ عمل کو بدل دوں گا۔

پس تین دن ٹھہرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو حکم فرمایا، پھر انہوں نے سب کو تراویح پڑھائی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (حکمت ومصلحت کے تحت) آخری صف میں موجود رہتے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ کسی کوئی ایجاد معلوم ہوتی ہے، تو (وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ یہ) اچھی ایجاد ہے (الصیام للفریابی)

اس روایت کی سند درست ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ الصیام للفریابی کی سند یہ ہے کہ:

حدثنا تميم بن المنتصر ، أخبرنا يزيد بن هارون ، أخبرنا ابن أبي ذئب ، عن مسلم بن جندب ، عن نوفل بن إياس الهذلي قال : كنا نقوم الخ.

اور اس روایت کے راویوں کے بالترتیب حالات درجِ ذیل ہیں۔

(۱)...... تميم ابن المنتصر ابن تميم ابن الصلت الهاشمي مولاهم الواسطي جد أسلم ابن سهل الحافظ لأمه ثقة ضابط (من الحادية عشرة) مات سنة أربع أو خمس وأربعين وله ست وسبعون سنة د س ق (تقريب التهذيب للعقلانى، ج ۱، ص ۱۳۰، تحت رقم الترجمة ۸۰۵)

(۲)...... يزيد بن هارون ابن زاذان السلمي مولاهم أبو خالد الواسطي ثقة متقن عابد من التاسعة مات سنة ست ومائتين وقد قارب التسعين (تقريب التهذيب للعسقلانى، ج ۱، ص ۶۰۶، تحت رقم الترجمة ۷۷۸۹)

(۳)...... ابن أبي ذئب محمد بن عبد الرحمن العامرى ابن المغيرة بن الحارث بن أبي ذئب، واسم أبي .... وكان من أوعية العلم، ثقة، فاضلا، قوالا بالحق، مهيبا (سير أعلام النبلاء للذهبى، ج۷، ص ۱۳۹، ۱۴۰، تحت رقم الترجمة ۵۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات کو بھانپ کر اور جائزہ لے کر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۴)......مسلم بن جندب الهذلی المدنی القاضی ثقة فصیح قاریء من الثالثة مات سنة ست ومائة عخ ت (تقریب التهذیب للعسقلانی، ج ا ، ص ۵۲۹، تحت رقم الترجمة ۶۶۲۰)

(۵)...... تم :نوفل بن إياس الهذلی المدنی كان عبد الرحمن بن عوف لنا جليسا (تم) ، وكان نعم الجليس ...الحديث.روى عنه :مسلم بن جندب الهذلی (تم). ذكره ابن حبان فی كتاب "الثقات" (تهذيب الكمال فی اسماء الرجال للمزی، ج۳۰، ص ۶۶، تحت رقم الترجمة ۶۴۹۹)

نوفل بن إياس الهذلی المدنی مقبول من الثانية تم (تقريب التهذيب للعسقلانی، ج ا ، ص۵۶۷، تحت رقم الترجمة ۷۲۱۴)

اورامام بخاری کی خلق افعال العباد کی سند مندرجہ ذیل ہے۔

حدثنا آدم ، حدثنا ابن أبی ذئب ، حدثنا مسلم بن جندب ، عن نوفل بن إياس الهذلی ، قال :كنا نقوم فی عهد عمر بن الخطاب فی المسجد فيتفرق ههنا فرقة وههنا فرقة ، وكان الناس يميلون إلى أحسنهم صوتا ، فقال عمر : أراهم قد اتخذوا القرآن أغانی ، أما والله لئن استطعت لأغيرن ، فلم يمكث إلا ثلاث ليال حتى أمر أبيا فصلى بهم (خلق افعال العباد للبخاری، رقم الحديث ۱۰۵)

اس میں ایک راوی آدم بن ابی ایاس خراسانی ہیں، جو کہ ثقہ ہیں،اور باقی راویوں کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

خ خد ت س ق :آدم بن أبی إياس، واسمه عبد الرحمن بن محمد ، ويقال :ناهية ، بن شعيب الخراسانی المروذی، أبو الحسن العسقلانی .مولى بنی تميم، أو تيم ، أصله من خراسان ونشأ ببغداد، وبها طلب الحديث، وكتب عن شيوخها، ثم رحل إلى الكوفة والبصرة والحجاز ومصر والشام، ولقی الشيوخ، وسمع منهم، واستوطن عسقلان............ قال أبو داود :ثقة.قال :وقال أحمد :كان مكينا عند شعبة .وقال محمد بن سهل بن عسكر، عن أحمد بن حنبل كان من الستة أو السبعة الذين كانوا يضبطون الحديث عند شعبة.وقال أبو العباس بن عقدة، عن القاسم بن عبد الله بن عامر :سمعت يحيى بن معين :سئل عن آدم بن أبی إياس، فقال :ثقة، ربما حدث عن قوم ضعفی وقال النسائی :لا بأس به.وقال أبو حاتم :ثقة مأمون .متعبد من خيار عباد الله (تهذيب الكمال فی اسماء الرجال للمزی، ج۲، ص ۳۰۱، و۳۰۴، ملخصاً، تحت رقم الترجمة ۲۹۴)

الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد کی سند اس طرح ہے۔

أخبرنا يزيد بن هارون قال :أخبرنا ابن أبی ذئب عن مسلم بن جندب عن نوفل بن إياس الهذلی قال :كنا نقوم فی عهد عمر بن الخطاب فرقا فی المسجد فی رمضان هاهنا وها هنا، فكان الناس يميلون إلى أحسنهم صوتا فقال عمر :ألا أراهم قد اتخذوا القرآن أغانی، أما والله لئن استطعت لأغيرن هذا .قال فلم يمكث إلا ثلاث ليال حتى أمر أبی بن كعب فصلى بهم ثم قام فی آخر الصفوف فقال :لئن كانت هذه بدعة لنعمت البدعة هی.

اس سند کے راویوں کا حال اوپر گزر چکا ہے۔محمد رضوان۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خوب غور وفکر کرنے اور صحابۂ کرام سے مشورہ کرنے کے بعد سب کو ایک امام کی اقتداء میں جمع کیا تھا، اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تھا، اور خود بھی تراویح کی جماعت میں شامل رہتے تھے۔ اس لئے یہ خلیفۂ راشد کا صحابۂ کرام کے ساتھ متفقہ فیصلہ تھا، اور ظاہر ہے کہ اس وقت دو اور خلفائے راشدین یعنی سیدنا حضرت عثمان اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی حیات تھے، وہ بھی اس فیصلہ میں شامل تھے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ متفقہ فیصلہ عین سنت اور دین ہے، اور اس کا انکار کرنا ضلالت وگمراہی ہے۔ ؎۱

؎۱ حضرت حکیم الامت صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ان (رمضان کی خصوصی عبادات) میں سے ایک عبادت نماز ہے اور ایک قرآن ہے اور دونوں سے زائد اس میں ایک نئی نماز سنت قرار دی گئی ہے، اور عبادتیں بھی بڑھ سکتی تھیں ان سب میں نماز کو بڑھانے سے معلوم ہوا کہ اسے رمضان سے خصوصیت ہے جو اور کسی عبادت کو نہیں اس کا نام تراویح ہے اس کا پڑھنا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ روایات سے اس کا مرغوب فیہ ہونا مامور بہ ہونا معمول بہ ہونا مطلوب ومقصود ہونا محمود ہونا سب ثابت ہے خود آپ کے فعل سے بھی اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی مواظبت سے بھی اس لئے محققین نے اسے سنت مؤکدہ لکھا ہے گو آپ صلی اللہ علیہ وسلمسے یہ ثابت ہے کہ تین شب کے بعد آپ تراویح کے لئے تشریف نہیں لائے اور یہ فرمایا کہ مجھے اس کے تم پر فرض ہوجانے کا اندیشہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر اندیشہ فرضیت کا نہ ہوتا تو آپ کا عزم تھا تشریف لانے کا اور عزم بجائے فعل کے ہوتا ہے پس جب آپ نے عزم کیا تو اس سے بھی تأکد ثابت ہوجائے گا جیسا کہ فعل سے ثابت ہوتا ہے اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی ایک یہ تقریر ہے جو اپنے عنوان کے اعتبار سے نئی ہے۔

اور جو عنوان اس کا مشہور ہے وہ یہ ہے کہ مواظبت دو طرح پر ہے ایک حقیقی دوسرے حکمی۔ مواظبت حقیقی تو یہ ہے کہ کسی فعل کا دوام حساً واقع ہوا ہو مثلاً ظہر کی سنتیں ہیں، فجر کی سنتیں ہیں۔ مواظبت حکمی یہ ہے کہ ایک فعل ایسے طرز سے واقع ہوا ہے کہ وہ طرز بتلا رہا ہے کہ اس کا دوام مطلوب ہے، چنانچہ آپ دو تین شب تشریف لائے اس کے بعد پھر تشریف نہیں لائے تو صحابہ سے فرمایا کہ مجھے تم سب کا آنا معلوم تھا مگر میں اس لئے نہیں آیا کہ ایسا نہ ہو تم پر فرض ہوجائے اور نہ ہوسکے تو تم گنہگار ہو اور اس کے یہ معنٰی نہیں کہ چلو یہ تو ایک گنجائش کی بات معلوم ہوئی کہ فرض نہیں، اب کاہے کو مشقت اٹھائیں کہ جاگیں اور تھکیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ گناہ تو ہوگا مگر ترک فرض کے برابر نہ ہوگا (برکاتِ رمضان ج۱۶ ص۷۸ تا ۷۹ وعظ روح القیام)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرضیت کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ مستقل اس عمل کو باجماعت انجام دینے کا تھا اور ایسے موقع پر ارادہ بھی عمل کے قائم مقام ہوتا ہے، پس جب آپ نے مستقل اس عمل کو کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن ایک عذر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور تراویح کے تمام اجزاء یعنی اس کو باجماعت ادا کرنا اور قرآن مجید پڑھنا وسننا؛ سنت سے ثابت ہیں، بلکہ اس کی تعداد بھی سنت سے ثابت ہے، جو کہ کم از کم بیس رکعات ہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کے اس عمل سے مساجد کی رونق کو دیکھ کر ان کی قبر کے نورانی ہونے کی دعا فرمائی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کی وجہ سے عملی طور پر مواظبت نہیں فرما سکے تو اس سے بھی اس عمل کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوگیا۔

وهٰذاالتقرير مطابق بعبارات الفقهاء كما فى الدر: والشرط فى المؤكدة المواظبة مع ترك ولوحكماً(الدرالمختار)

وفى رد المحتار : والمراد أيضا المواظبة ولو حكما لتدخل التراويح، فإنه -صلى الله عليه وسلم - بين العذر فى التخلف عنها، وهو خوف أن تفرض علينا ط عن أبى السعود(ردالمحتار ج ١ ص ١٠٤، كتاب الطهارة، سنن الوضوء، مطلب فى السنة وتعريفها)

فان المواظبة التى تفيد السنية والتاكيد لاتتوقف على المداومة الفعلية بل هى على ضربين الاول ماثبتت المواظبة فيه فعلا وعملا.....والثانى ماثبتت المواظبة فيه تشريعاً بان يحث على فعله بالاستمرار......فكماان المواظبة النبوية على ضربين كذامواظبة الخلفاء ايضاً وكل منها تفيد السنية والتاكيد(اعلاء السنن ج ٧ص ٨٧ملخصاً)

بل الظاهر انه لولا العذر لواظب على ماواظب عليه الخلفاء بعده والصحابة لاسيما.....فقيام رمضان بعشرين ركعة والوتر هوالسنة المؤكدة يضلل تاركها ويلام من نقص عنها(ايضاً ص ٧٤ملخصاً)

ذكرنا فى سنية التراويح، مع أنه -صلى الله عليه وسلم -لم يواظب عليه بل فعله مرة ثم ترك، لكن لما بين عذر خشية الافتراض على معنى لولاه لواظب حكم بالسنية مع عدم المواظبة، لأنا أمنا من بعده النسخ فحكمنا بالسنية(فتح القدير، ج ٧ ص ١٥، كتاب البيوع، باب الربا)

[1] حدثنى محمد بن الحارث الخراز، قال :ثنا سنان بن حاتم، ثنا جعفر بن سليمان، ثنا حباب القطعى، عن أبى إسحاق الهمدانى، قال " :خرج على بن أبى طالب عليه السلام فى أول ليلة من شهر رمضان والقناديل تزهر، وكتاب الله يتلى فى المساجد، فقال :نور الله لك يا عمر بن الخطاب فى قبرك، كما نورت مساجد الله بالقرآن "(فضائل رمضان لابنِ ابى الدنيا رقم الحديث ٣٠)

حدثنا ابن مخلد قال :حدثنا أبو العباس محمد بن عبد الرحمن بن يونس السراج قال :حدثنا عبد الله بن محمد يعنى ابن ربيعة قال :حدثنا خالد بن عبد الله الواسطى ,عن حصين بن عبد الرحمن , عن أبى عبد الرحمن السلمى قال :أمنا على بن أبى طالب رضى الله عنه فى قيام شهر رمضان قال :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح میں قرآن مجید پڑھنے اور سننے کی فضیلت

قرآن مجید رمضانُ المبارک کے مہینے میں نازل کیا گیا، اس لئے ویسے بھی رمضانُ المبارک سے قرآن مجید کو ایک نسبت حاصل ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ وہ ہے، جس میں قرآن کو نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے، اور ہدایت کے بارے میں اس کے بیانات خوب واضح ہیں، اور (حق وباطل کے درمیان) فرق کرنے والے ہیں (سورہ بقرہ)

اور قرآن مجید کی تلاوت اور سماعت دونوں باعثِ برکت ورحمت ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن کی قرائت کی جائے تو تم اُس کو سُنو اور خاموش رہو، تاکہ تم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومر ببعض مساجد أهل الكوفة ,وهم يصلون القيام فقال :نور الله قبرک يا ابن الخطاب كما نورت مساجدنا(الشريعة للآجرى رقم حديث ۱۲۳۹)

قتادة ، عن الحسن رحمه الله : أمنا على بن أبى طالب رضى الله عنه فى زمن عثمان رضى الله عنه عشرين ليلة ثم احتبس ، فقال بعضهم :قد تفرغ لنفسه ، ثم أمهم أبو حليمة معاذ القارى فكان يقنت

أبو إسحاق الهمدانى :خرج على بن أبى طالب رضى الله عنه فى أول ليلة من رمضان والقناديل تزهر فى المساجد وكتاب الله يتلى فجعل ينادى : نور الله لک يا ابن الخطاب فى قبرک كما نورت مساجد الله بالقرآن(قيام الليل وقيام رمضان وكتاب الوتر، ج ۱ ص۲۱۷، باب صلاة النبى صلى الله عليه وسلم جماعة ليلا تطوعا فى شهر رمضان)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پر رحم کیا جائے (سورہ اعراف)

اور تراویح کے عظیم الشان فضائل اور تراویح میں بعض صحابۂ کرام کا قاری وحافظ حضرات کی اقتداء میں تراویح میں قرآن مجید سننے کا ذکر پہلے تحریر کیا جاچکا ہے۔

اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کی تعریف بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أُنَاسٌ فِيْ رَمَضَانَ يُصَلُّوْنَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا هٰؤُلَاءِ؟فَقِيْلَ هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّيْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ،فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَصَابُوْا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوْا (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مسجد میں تشریف لائے، تو دیکھا کہ لوگ مسجد کے ایک کونے میں (باجماعت تراویح کی) نماز پڑھ رہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟

جواب دیا گیا کہ ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے، اور حضرت ابی بن کعب ان کو (قرآن مجید کے ساتھ) نماز پڑھا رہے ہیں، اور یہ لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے درست اور بہت اچھا عمل کیا (ابوداؤد)

---

[1] رقم الحدیث ۱۳۷۷، ابواب قیام اللیل،باب فی قیام شھر رمضان؛ سنن البیھقی،رقم الحدیث ۴۲۸۳؛ صحیح ابنِ حبان،رقم الحدیث ۲۵۴۱؛فصل فی التراویح، قیام اللیل وقیام رمضان و کتاب الوترلمحمد بن نصر المروزی،ج ا ص ۲۱۷؛ صحیح ابن خزیمۃ،رقم الحدیث ۲۲۰۸، باب إمامۃ القاریء الأمیین فی قیام شھر رمضان مع الدلیل علی أن صلاۃ الجماعۃ فی قیام رمضان سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا بدعۃ کما زعمت الروافض.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فائدہ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن درجہ میں داخل ہے۔ ۱

---

۱ امام ابوداؤد نے مسلم بن خالد کے حوالے سے یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ:

ليس هذا الحديث بالقوى مسلم بن خالد ضعيف (ابوداوٗد، تحت رقم الحديث ۱۳۷۷، باب فى قيام شهر رمضان)

مگر یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہے؛ ایک تو اس وجہ سے کہ مسلم بن خالد کو ابنِ معین نے ثقہ اور ایک روایت میں لیس بہ بأس فرمایا ہے، اور ابنِ عدی نے ان کو حسن الحدیث اور لا بأس بہ فرمایا ہے۔

أشار أبو داود إلى تضعيف الحديث بقوله " :مسلم بن خالد ضعيف "وقال البخارى: منكر الحديث، وقال ابن المدينى :ليس بشىء، وقال أبو حاتم :ليس بذاک القوى، منكر الحديث، لا يكتب حديثه، لا يحتج به، تعرف وتنكر، وقال صاحب "الكمال ": وقال يحيى بن معين :ثقة .وفى رواية :ليس به بأس، وقال ابن عدى :هو حسن الحديث، وأرجو أنه لا بأس به (شرح ابى داوٗد للعينى، ج۵ص ۲۸۲، باب فى قيام شهر رمضان)

اور دوسرے اس وجہ سے کہ یہ روایت مسلم بن خالد کے علاوہ دوسرے طریقے سے بھی حسن درجے میں منقول ہے۔

چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ورواه أيضا مسلم بن خالد الزنجى، عن العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه عن أبى هريرة بنحو من ذلک (فضائل الاوقات للبيهقى، تحت رقم الحديث ۱۲۳، باب صلاة التراويح فى شهر رمضان)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ سنن الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ:

أنبأ أبو زكريا بن أبى إسحاق، وأبو بكر أحمد بن الحسن القاضى، وأبو عبد الرحمن السلمى، قالوا :ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، أنبأ بحر بن نصر قال :قرء على عبد الله بن وهب أخبرک عبد الرحمن بن سلمان، وبكر بن مضر، عن ابن الهاد، أن ثعلبة بن أبى مالک القرظى، حدثه قال :خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فى رمضان فرأى ناسا فى ناحية المسجد يصلون، فقال " :ما يصنع هؤلاء ؟ "قال قائل :يا رسول الله، هؤلاء ناس ليس معهم قرآن وأبى بن كعب يقرأ وهم معه يصلون بصلاته قال " :قد أحسنوا، أو قد أصابوا "ولم يكره ذلک لهم.

وأنبأ أبو عبد الله الحافظ، وأبو سعيد بن أبى عمرو قالا :ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب أنبأ الربيع بن سليمان، ثنا ابن وهب، أخبرنى بكر بن مضر، وعبد الرحمن بن سلمان الحجرى، فذكره بمثله قال ابن وهب :وأحدهما يزيد على صاحبه الكلمة ونحوها قال الشيخ :هذا مرسل حسن ثعلبة بن أبى مالک القرظى من الطبقة الأولى من تابعى أهل المدينة وقد أخرجه ابن منده فى الصحابة، وقيل له رواية، وقيل :سنه سن عطية القرظى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ فِيْ خَبَرِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: وَقَدْ أَعْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ يَؤُمُّ قَوْمًا لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ ، فَصَوَّبَ فِعْلَهُمْ ، فَقَالَ: أَصَابُوْا، أَوْ نِعْمَ مَا صَنَعُوْا (صحيح ابن خزيمة) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أسرا يوم قريظة ولم يقتلا وليست له صحبة(سنن الكبرىٰ للبيهقى، تحت رقم الحديث ۴۲۸۲،كتاب الصلاة، باب من زعم أنها بالجماعة أفضل لمن لا يكون حافظا للقرآن)

اس وجہ سے ابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے وارد حدیث بھی حسن درجے میں داخل ہے۔

أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ، حدثنا أبو أحمد بكر بن محمد الصيرفى بمرو ، حدثنا عبد الصمد بن الفضل البلخى ، حدثنا على بن إبراهيم ، حدثنا عبد الله بن سعيد بن أبى هند ، عن أبى النضر ، عن بسر بن سعيد ، عن زيد بن ثابت ، قال :احتجر رسول الله صلى الله عليه وسلم فى المسجد حجرة يعنى من حصير ، فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من الليل فيصلى فيها ، قال :فيتبع له رجال ، فكانوا إذا رأوه يصلى صلى الله عليه وسلم يصلون بصلاته ، وكانوا يأتون كل ليلة ، حتى إذا كان ليلة من الليالى لم يخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فرفعوا أصواتهم وحصبوا بابه ، فخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم مغضبا ، فقال لهم : أيها الناس ما زال بكم صنيعكم حتى ظننت أن ستكتب عليكم ، فعليكم بالصلاة فى بيوتكم فإن خير صلاة المرء فى بيته إلا الصلاة المكتوبة قال رضى الله عنه :ومن قال :إن فعل صلاة التراويح بالجماعة أفضل حمل حديث زيد بن ثابت على غير صلاة التراويح أو على زمان النبى صلى الله عليه وسلم حين كان يخشى أن تكتب عليهم (فضائل الاوقات للبيهقى ،رقم الحديث ۱۲۴، باب صلاة التراويح فى شهر رمضان)

یہی وجہ ہے کہ ناصرُ الدین البانی صاحب نے بھی اس کا حسن ہونا تسلیم کیا ہے۔

أما الإقرار فلحديث ثعلبة بن أبى مالك القرظى قال :(حسن) خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فى رمضان فرأى ناسا فى ناحية المسجد يصلون فقال :ما يصنع هؤلاء ؟ قال قائل : يا رسول الله هؤلاء ناس ليس معهم قرآن وأبى بن كعب يقرأ وهم معه يصلون بصلاته فقال " :قد أحسنوا "أو "قد أصابوا "ولم يكره ذلك منهم رواه البيهقى(۲/۴۹۵)وقال هذا مرسل حسن. قلت :وقد روى موصولا من طريق آخر عن أبى هريرة بسند لابأس به فى المتابعات والشواهد أخرجه ابن نصر فى قيام الليل (صلاة التراويح للالبانى، ج ۱، ص ۱۰، الناشر :مكتبة المعارف للنشر والتوزيع -الرياض)

[1] ج۳ص ۳۳۹،كتاب الصيام،باب استحباب صلاة النساء جماعة مع الإمام فى قيام رمضان،جماع ابواب ذكر ابواب قيام شهر رمضان.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

ترجمہ: ابوبکر ابنِ خزیمہ نے حضرت ابوہریرہ کی مذکورہ حدیث کے بارے میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دیدی، کہ حضرت ابی بن کعب جو اُن لوگوں کی امامت فرما رہے ہیں، جن کو قرآن یاد نہیں ہے، اُن کا فعل درست ہے، اسی لیے فرمایا کہ انہوں نے صحیح کام کیا، یا اچھا عمل کیا (ابنِ خزیمہ)

نیز امام ابنِ خزیمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث پر مندرجہ ذیل باب قائم فرمایا ہے کہ:

بَـابُ إِمَـامَةِ الْقَارِءِ الْأُمِّيِّيْنَ فِيْ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ مَعَ الدَّلِيْلِ عَلٰى أَنَّ صَلَاةَ الْـجَمَاعَةِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ سُنَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بِدْعَةٌ كَمَا زَعَمَتِ الرَّوَافِضُ (صحیح ابنِ خزیمة) [1]

ترجمہ: یہ باب ہے ماہِ رمضان کے قیام میں قاری کے اُمیوں کی امامت کرنے کا، اس دلیل کے ساتھ کہ رمضان کی تراویح کی جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نہ کہ بدعت، جیسا کہ روافض کا گمان ہے (ابنِ خزیمہ)

اس معتبر حدیث اور محدثین کی مذکورہ وضاحت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ تراویح کی نماز قرآن مجید کی قرائت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں بھی ادا کی جاتی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اچھا عمل قرار دیا ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے علاوہ فعل اور تقریر سے بھی ثابت ہے، اس لیے یہ سنت ہے اور بدعت نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حفاظِ کرام کی کثرت تھی، اس لئے اکثر خود اپنی تراویح میں قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے، اور ایسے حضرات کم تھے جو خود قرآن مجید یا اس کے حصہ کے حافظ نہ ہوں۔

اور اس کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور آپ کے بعد دیگر خلفائے راشدین نے

---

[1] ج۳ص ۳۳۹، کتاب الصیام، جماع ابواب ذکر ابواب قیام شهر رمضان.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بھی اس عمل کو اپنایا، تو اس عمل کا سنت ہونا ور زیادہ واضح اور صاف ہوگیا، جس کا ذکر آتے آتا ہے۔ [1]

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مذکورہ حدیث میں یہ وہی ابی بن کعب ہیں، جن کی اقتداء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں کو تراویح میں جمع کیا۔

جب تراویح میں قرآن مجید پڑھایا سنا جاتا ہے تو اس کی فضیلت عام تراویح کی فضیلت سے بڑھ جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریلِ امین کے ساتھ رمضانُ المبارک میں قرآن مجید کے دَور کرنے اور سننے سنانے کا معمول بھی تھا، اس اعتبار سے رمضانُ المبارک میں قرآن سُننا اور سُنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریلِ امین کی مشترکہ سنت ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ، حَتّٰى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ (بخاری) [2]

---

[1] دلالته على تقرير التراويح بالجماعة من النبى صلى الله عليه وسلم ظاهرة، فكان سنة التقرير والرضا (اعلاء السنن ج۷ص ۶۹، باب التراويح)

ففيه مايدل على ان اجتماعهم لقيام رمضان كان لختم القرآن فحسب، فان قوله "هؤلاء ناس ليس معهم القرآن" ليس معناه انهم لايقدرون على قراء ة قدر ماتجوزبه الصلاة فان ذالك بعيد عن الصحابة الكائنين بالمدينة جدا، بل معناه ليس معهم القرآن كله (اعلاء السنن ج۷ص ۷۴، باب التراويح)

[2] رقم الحديث ۱۹۰۲، كتاب الصوم، باب: أجود ما كان النبى صلى الله عليه وسلم يكون فى رمضان، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ۲۳۰۸ "۵۰"، كتاب الفضائل، باب كان النبى صلى الله عليه وسلم أجود الناس بالخير من الريح المرسلة.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں صدقہ خیرات کے کاموں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور آپ کی زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں اس وقت ہوتی تھی، جب آپ سے جبریل ملاقات کرتے تھے، اور آپ سے جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے، یہاں تک کہ رمضان ختم نہیں ہوجاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبریل کو قرآن سناتے تھے، پس جب آپ سے جبریل علیہ السلام ملاقات کرتے تھے، تو آپ صدقہ وخیرات کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجایا کرتے تھے (بخاری)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب جبریل آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ بہت زیادہ سخی اور فیاض ہوجاتے تھے اور جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سُننے سُنانے کا عمل کیا کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی اور خیر کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ فیاضی وسخاوت فرماتے تھے (بخاری؛ مسند احمد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

وَكَانَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي

---

[1] رقم الحديث ٦، باب بدء الوحي، واللفظ لهٗ؛ نسائي، رقم الحديث ٢٠٩٥؛ مسند احمد، رقم الحديث ٢٦١٦.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قُبِضَ فِيهِ عُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ (ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سال ایک مرتبہ قرآن پیش کیا جاتا تھا، پھر جب آپ کے وصال والا سال آیا، تو اس میں آپ پر دو مرتبہ قرآن پیش کیا گیا (ابنِ ماجہ)

ممکن ہے کہ آخری سال میں آپ پر جبریل کے ذریعہ دو مرتبہ قرآن پیش کئے جانے کا عمل اس لئے کیا گیا ہو کہ عمر کے آخری حصے میں نیک عمل کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

پس باجماعت تراویح کی صورت میں جب قرآن مجید تراویح میں پڑھا جاتا ہے، تو امام اور مقتدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریلِ امین کی اس مشترک اور بابرکت سنت کی ادائیگی میں شرکت کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں۔

جو لوگ قرآن کریم پڑھے ہوئے نہیں ہیں وہ بھی تراویح میں قرآن مجید سن کر قرآن کے بیش بہا فضائل کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

[1] رقم الحديث ١٧٦٩، كتاب الصيام، بَابُ مَا جَاءَ فِي الِاعْتِكَافِ.

[2] والأظهر فى الجمع بين الحديثين أنه كانت القراء ة معارضة ومدارسة بينه وبين جبريل - عليهما الصلاة والسلام - فمرة هذا يقرأ ومرة هذا يقرأ، وهو يحتمل احتمالين: أحدهما وهو الأظهر أن جبريل كان يقرأ أولا بعضا من القرآن ثم يعيده بعينه - صلى الله عليه وسلم - احتياطا للحفظ، واعتمادا للضبط، وثانيهما أن أحدهما يقرأ عشرا مثلا والآخر كذلك، وهو المدارسة المتعارفة بين القراء، ويؤيد ما قلنا أنه ورد فى بعض الروايات فى النهاية كان يعارضه القرآن، أى يدارسه من المعارضة المقابلة ومنه عارضت الكتاب بالكتاب، أى قابلته به، والله أعلم (وكان)، أى غالبا (يعتكف كل عام عشرا)، أى من آخر رمضان (فاعتكف عشرين) بكسر العين والراء، وفى نسخة بفتحهما على التثنية (فى العام الذى قبض)، أى توفى فيه، ولعل وجه التضعيف فى العام الآخر من العرض والاعتكاف إعلامه بقرب وفاته، وتنبيه لأمته أن يتأكد على كل إنسان فى أواخر حياته أن يستكثر من الأعمال الصالحة، وأن يكون على غاية من الاستعداد للقائه تعالى، والقيام بين يديه، ويحتمل أنه وقع كل ختم فى عشر (رواه البخارى) قال ميرک: ورواه أبو داود وابن ماجه، وقد جعل المؤلف هذا والذى قبله حديثا واحدا، وليس كذلک بل هما حديثان، الأول متفق عليه، والثانى من أفراد البخارى قاله الجزرى (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۴۴۷، ۱۴۴۸، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وَمَنْ سَلَکَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور جو شخص کسی راستے پر چلا، جس میں وہ علم کو تلاش کر رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف کے راستے کو سہل بنا دیتے ہیں، اور جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتابُ اللہ کی تلاوت اور باہم درس وتدریس کرتی ہے، تو ان لوگوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے، اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور ان کا ذکر، اللہ تعالیٰ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی فرشتوں) میں کرتے ہیں، اور جس کا عمل سست ہو، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا (یعنی عمل خراب ہونے کی صورت میں حسب ونسب اور خاندان کا اچھا ہونا انسان کی نجات کا سامان نہیں کرتا) (مسلم)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَا مِنْ قَوْمٍ يَجْتَمِعُونَ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، يَقْرَءُ وْنَ وَيَتَعَلَّمُونَ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَسْلُكُ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ بِهِ الْعِلْمَ، إِلَّا سَهَّلَ لَهُ بِهِ أَوْ سُهِّلَ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ يُبْطِءُ بِهِ عَمَلُهُ، لَا يُسْرِعُ بِهِ نَسَبُهُ

(مسند احمد، رقم الحديث ۹۲۷۴) [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۶۹۹ "۳۸" كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر.

[2] في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين. أبو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله اليشكري.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: اور جو قوم بھی اللہ عزوجل کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ عزوجل کی کتاب کی قرأت اور تعلیم حاصل کرتی ہے، اور باہم درس وتدریس کرتی ہے، تو ان لوگوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور ان کا ذکر، اللہ تعالیٰ اپنے پاس کی مخلوق (یعنی فرشتوں) میں کرتے ہیں، اور جو شخص بھی کسی راستے پر چلا، جس میں وہ علم کو تلاش کر رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف راستے کو سہل بنا دیتے ہیں، اور جس کا عمل سست ہو، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَدْرِسُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَعَاطَوْنَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا كَانُوْا أَضْيَافَ اللهِ، وَأَظَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا مَا دَامُوْا فِيْهِ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهِ، وَمَا سَلَكَ رَجُلٌ فِيْ طَرِيْقٍ يَبْتَغِيْ فِيْهِ الْعِلْمَ إِلَّا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهٖ سَبِيْلًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهُ (شعب الإيمان للبيهقي)[1]

ترجمہ: جو قوم بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ کی کتاب کی درس وتدریس کرتی ہے، اور کتابُ اللہ کو ایک دوسرے سے حاصل کرتی (سُنتی اور سیکھتی) ہے، تو وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، اور ان پر فرشتے اپنے پروں سے سایہ کر لیتے ہیں، جب تک کہ وہ کتاب اللہ کی درس وتدریس اور ایک دوسرے سے حاصل کرنے میں مشغول رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں، اور جو شخص بھی کسی راستے میں علم کو تلاش کرنے کے لئے چلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے ذریعہ سے جنت کی طرف کے راستے کو

---

[1] رقم الحديث ۱۶۶۱، ورقم الحديث ۱۸۷۲، الدعاء لمحمد بن فضيل الضبى، رقم الحديث ۱۰۱، اخلاق اهل القرآن للآجرى، رقم الحديث ۲۱.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آسان بنادیتے ہیں، اور جس کا عمل سست ہو، تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا (بیہقی)

ان روایات سے قرآن مجید کو تراویح میں بھی پڑھنے اور سننے کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اس عمل میں شریک لوگ، اللہ عزوجل کے مہمان ہوتے ہیں، فرشتے ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں، اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر فرماتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ، وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ، فَنَظَرَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ، أَوْ سَحَابَةٌ قَدْ غَشِيَتْهُ، قَالَ: فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِقْرَأْ فُلَانُ، فَإِنَّهَا السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ، أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ (مسلم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی سورہ کہف کی قرائت کررہا تھا، اور گھر میں ایک چوپایہ تھا، جس نے بدکنا شروع کیا، تو اس آدمی نے اچانک ایک سائے یا بادل کو دیکھا، جس نے اسے ڈھانپ لیا تھا، پھر اس آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فلاں شخص قرآن مجید کی قرائت کرتے رہو (کچھ اندیشہ نہ کرو) کیونکہ یہ سکینہ ہے، جو قرآن کے نزدیک یا قرآن کے لئے نازل ہوتا ہے (مسلم)

اسی طرح کا واقعہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ انہوں نے رات کو قرآن مجید کی قرائت کرنے کے وقت میں اپنے سر کے اوپر ایک سایہ دیکھا، جس کے

---

[1] رقم الحدیث ۷۹۵ ”۲۴۱“ کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر، واللفظ لہ، بخاری، رقم الحدیث ۵۰۱۱، ورقم الحدیث ۳۶۱۴، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۵۰۹.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مرتبہ ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تِلْکَ الْمَلَائِکَةُ کَانَتْ تَسْتَمِعُ لَکَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ(مسلم) [1]

ترجمہ: یہ فرشتے تھے، جو آپ کی قرائت کو سن رہے تھے، اور اگر آپ صبح تک قرائت کرتے رہتے، تو آپ پر سایہ کئے ہوئے بعض فرشتوں کو لوگ بھی دیکھ لیتے (مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی قرائت کرنا، اور اس کو سننا وسیکھنا رحمت اور سکینہ اور فرشتوں کی حاضری کا سبب ہے۔ [2]

اور مذکورہ فضیلت اُن لوگوں کے حق میں بھی ثابت ہے جو تراویح میں قرآن مجید پڑھ اور سُن رہے ہوں۔ [3]

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کا تلاوت کرنا اور سُننا دونوں عبادت ہیں۔

---

[1] رقم الحديث ٦٧٩٦ "٢٦٢٢" كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر.

[2] وفي هذا الحديث جواز رؤية آحاد الأمة الملائكة وفيه فضيلة القراء ة وأنها سبب نزول الرحمة وحضور الملائكة وفيه فضيلة استماع القرآن قوله صلى الله عليه وسلم اقرأ فلان وفي الرواية الأخرى اقرأ ثلاث مرات معناه كان ينبغي أن تستمر على القرآن وتغتنم ما حصل لک من نزول السكينة والملائكة وتستكثر من القراء ة التي هي سبب بقائها (شرح النووي على مسلم، ج٦ ص ٨٢، باب نزول السكينة لقراء ة القرآن)

[3] (والتعاطي التناول) يقال هو يتعاطى كذ أي يتناوله (و) قيل هو (تناول ما لا يحق و) قيل هو (التنازع في الاخذ) يقال تعاطو الشيء إذا تناوله بعض من بعض وتنازعوه (تاج العروس من جواهر القاموس، فصل العين، مادة "عطو")

التلاوة تأتي بمعنى الإتباع وهي تقع بالجسم تارة وتارة بالاقتداء في الحكم وتارة بالقراء ة وتدبر المعنى قال الراغب التلاوة في عرف الشرع تختص باتباع كتب الله المنزلة تارة بالقراء ة وتارة بامتثال ما فيها من أمر ونهي وهي أعم من القراء ة فكل قراء ة تلاوة من غير عكس (عمدة القاري للعيني، ج٢٥ ص ١٨٦، كتاب تفسير القرآن، باب قول الله تعالى كل الطعام كان حلا لبني إسرائيل الخ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اورقرآن مجیدکورمضانُ المبارک سے خاص مناسبت ہے،قرآنِ کریم رمضان المبارک میں نازل ہوا،اوررمضان میں تراویح کے تقررکاایک مقصدبھی قرآن مجیدکاپڑھنااورسننا ہے۔

دن کوروزے میں مشغولیت اوررات کوتراویح میں کھڑے ہوکرذوق وشوق سے قرآن کریم پڑھنایا سننا اس سے مؤمن کے دل میں ایک عجیب کیف پیدا ہوتا ہے، دل کی صلاحیتیں سدھرنے اورابھرنے لگتی ہیں۔ ؎ ۱

تراویح کی نمازکواحادیث میں قیام سے تعبیرکیا گیا ہے،اورجب تراویح میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے،تواس سے قیام کایہ مقصدزیادہ بہترطریقہ پرحاصل ہوجاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرورضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُہٗ

؎ ۱ قلت لا شک ان فی الجهر بالقران أحاديث كثيرة والآثار من الصحابة والتابعين اكثر من ان تحصى لكن فيمن لا يخاف رياء ولا إعجابا ولا غيرهما من القبائح ولا يؤذى جماعة يلبس عليهم صلواتهم ويخلطها عليهم فمن خاف شيئا من ذلک فلا يجوز له الجهر وان لم يخف استحب الجهر فان كانت القراء ة فی جماعة مجتمعين مستمعين تأكد استحباب الجهر لكن لا يجوز كمال الجهر وان يجهد الرجل نفسه فی الجهر لقوله تعالى ودون الجهر من القول روى محمد ص فی موطاه عن مالک عن عمه ابی سهيل عن أبيه ان عمر بن الخطاب كان يجهر بالقراء ة فی الصلاة وانه كان يسمع قراء ة عمر بن الخطاب عند دارابی جهيم فقال محمد الجهر بالقران فی الصلاة فيما يجهر بالقراء ة حسن ما لم يجهد الرجل نفسه والله اعلم.

فان قيل الجهر بالذكر والدعاء بدعة والسنة فيهما الإخفاء كما مر المسألة فی تفسير قوله تعالى ادعوا ربكم تضرعا وخفية فما وجه الفرق بين الذكر وقراء ة القران مع ان القراء ة ايضا ذكر .

قلنا القران مشتمل على الوعظ والقصص الموجبة للعبرة والاحكام ونظمه معجز جاذب للقلوب السقيمة الى الإسلام ولذا قال الله تعالى وان أحد من المشركين استجارک فاجره حتى يسمع كلام الله وقراء ته باللسان عبادة زائدة على الذكر الذى هو عبادة عن طرد الغفلة عن الجنان وإسماعه غيره عبادة اخرى مرغوبة عند الرحمن بخلاف الذكر والدعاء فان المقصود من الدعاء الاجابة ومن الذكر النسيان عما يشغله من العزيز المنان حتى يسقط عن بصيرته نفس الذكر بل الذاكر ايضا ولا يبقى فی بصيرته الا الواحد القهار(التفسير المظهرى، ج۳ص ۴۵۴،تحت آيت ۲۰۵، من سورة الاعراف)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيْهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ:روزہ اورقرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے،روزہ عرض کرے گا کہ:

اے میرے رب! میں نے اس بندے کودن میں کھانے پینے اورنفس کی خواہش پوری کرنے سے روکے رکھا تھا،آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمایئے (اوراس کے ساتھ بخشش اورعنایت کا معاملہ فرمایئے)اورقرآن کہے گا کہ:

اے میرے رب! میں نے اس بندے کو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا،آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمایئے (اوراس کے ساتھ رحمت ومغفرت کا معاملہ فرمایئے)

چنانچہ روزہ وقرآن دونوں کی سفارش اس بندے کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اوراس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جائے گا)(مسند احمد)

اس حدیث میں ایک ساتھ روزہ اورقرآن مجید کی سفارش کا ذکر ہے کہ وہ قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گےاوراُن دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

---

[1] رقم الحديث ٦٦٣٧، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث٨٨، مستدرك حاكم رقم الحديث ٢٠٣٦.

قال احمد بن أبى بكر بن إسماعيل البوصيرى:رواه أبويعلى الموصلى وفى سنده ابن لهيعة، لكن رواه أحمد بن حنبل والطبرانى فى الكبير ورجالهما رجال الصحيح ورواه ابن أبى الدنيا بإسناد حسن والحاكم وصححه .(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة،ج٣ص٦٧،باب فى صوم شهر رمضان وفضله)

وقال الهيثمى : رواه أحمد والطبرانى فى الكبير ، ورجال الطبرانى رجال الصحيح (مجمع الزوائدج٣ص ١٨١)

وقال فى موضع آخر:رواه أحمد ، وإسناده حسن على ضعف فى ابن لهيعة ، وقد وثق (مجمع الزوائد،ج١٠ ص ٣٨١،باب شفاعة الأعمال)

وقال المنذرى:رواه أحمد والطبرانى فى الكبير ورجاله محتج بهم فى الصحيح ورواه ابن أبى الدنيا فى كتاب الجوع وغيره بإسناد حسن والحاكم وقال صحيح على شرط مسلم(الترغيب والترهيب ج ٢ ص ٥٠)

وقال الالبانى: وجملة القول أن الحديث حسن الإسناد (تمام المنة فى التعليق على فقه السنة،ج١،ص٣٩٥، الناشر :المكتبة الإسلامية ، دار الراية للنشر)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

اور جب رمضانُ المبارک میں دن کے وقت روزہ رکھا جائے اور رات کو تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت یا اُس کی سماعت کی جائے، تو یہ دونوں مقصد ایک ساتھ حاصل ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی سفارش کرنے اور اُس کی سفارش قبول کیے جانے کا اور احادیث میں بھی ذکر ہے، جن میں سے کچھ آگے آتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَحَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ بِہٖ حَسَنَۃٌ وَالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا لَا اَقُوْلُ آلٓمّٓ حَرْفٌ وَلٰکِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِیْمٌ حَرْفٌ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف بھی پڑھتا ہے اس کو اس کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ آلٓمّٓ ایک حرف ہے (بلکہ) الف ایک حرف، لام ایک حرف، اور میم ایک حرف ہے (ترمذی)

یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۹۱۰، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فیمن قرأ حرفا من القرآن ماله من الأجر.
قال الترمذی: ویروی هذا الحدیث من غیر هذا الوجه عن ابن مسعود، رواه أبو الأحوص، عن ابن مسعود، رفعه بعضهم ووقفه بعضهم عن ابن مسعود "، :هذا حدیث حسن صحیح غریب من هذا الوجه سمعت قتیبة بن سعید، یقول :بلغنی أن محمد بن کعب القرظی ولد فی حیاة النبی صلی الله علیه وسلم ومحمد بن کعب یکنی أبا حمزة "

[2] عن عوف بن مالک الأشجعی قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :من قرأ حرفا من القرآن کتبت له حسنة، ولا أقول (الم ذلک الکتاب)ولکن الألف حرف، واللام حرف، والمیم حرف، والذال حرف، واللام حرف، والکاف حرف .لا یروی هذا الحدیث عن عوف بن مالک إلا بهذا الإسناد، تفرد به :سلیمان بن بلال(المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۳۱۴)
عن أبی الأحوص، عن عبد الله رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :إن هذا القرآن مأدبة الله فاقبلوا من مأدبته ما استطعتم، إن هذا القرآن حبل الله، والنور المبین، والشفاء النافع عصمة لمن تمسک به، ونجاة لمن تبعه، لا یزیغ فیستعتب، ولا یعوج فیقوم، ولا تنقضی عجائبه، ولا یخلق من کثرة الرد، اتلوه فإن الله یأجرکم علی تلاوته کل حرف عشر حسنات، أما إنی لا أقول الم حرف، ولکن ألف ولام ومیم .هذا حدیث صحیح الإسناد، ولم یخرجاه بصالح بن عمر (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۰۴۰)

Iqra Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُن کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمَحْوُ عَشْرِ سَيِّئَاتٍ (مصنف ابن أبی شيبة) [1]

ترجمہ: جس نے قرآن کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (یعنی اخلاص کے ساتھ) پڑھا، تو اُس کو ہر حرف پر دس نیکیاں حاصل ہوں گی، اور دس گناہ مٹا دیے جائیں گے (ابنِ ابی شیبہ)

اس سے قرآن مجید اخلاص کے ساتھ پڑھنے کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۳۰۵۵۵، كتاب فضائل القرآن، باب ثواب من قرأ حروف القرآن.

[2] وعن ابن مسعود قال قال رسول الله من قرأ حرفا أى قابلا للإنفصال أو المراد به مثلا من كتاب الله أى القرآن فله به حسنة أى عطية والحسنة بعشر أمثالها أى مضاعفة بالعشر وهو أقل التضاعف الموعود بقوله تعالى من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها والله يضاعف لمن يشاء الأنعام وللحرم مزية على غيره والحرف يطلق على حرف الهجاء والمعانى والجملة المفيدة والكلمة المختلف فى قراء تها وعلى مطلق الكلمة ولذا قال عليه الصلاة والسلام لا أقول ألم حرف ألف بالسكون على الحكاية وقيل بالتنوين حرف ولام حرف وميم حرف قال الطيبى مسمى ألف حرف والاسم ثلاثة أحرف وكذا مسمى ميم وهو مه حرف لما تقرر أن لفظه ميم اسم لهذا المسمى فحمل الحرف فى الحديث على المذكورات مجازا لأن المراد منه فى ضرب الله مثلا كل واحد من ضه وره وبه وعلى هذا إن أريد بألم مفتتح سورة الفيل يكون عدد الحسنات ثلاثين وإن أريد به مفتتح سورة البقرة وشبهها بلغ العدد تسعين اه ولا يخفى أن الوجه الأول بعيد إذ الرواية ألم بالمد لا بفتح اللام وسكون الميم وعلى الوجه الثانى المناسب أن يقال فأحرف بدل ميم حرف إلا أن يقال أنه عليه الصلاة والسلام ذكر من ألم من كل كلمة حرفا وأن يلاحظ المسميات نظرا إلى أن ألم عبارة إجمالية عن تلك المسميات وليس المقصود أداء نفس الأسماء ويمكن أن يوجه الوجه الأول بأن مراده أن فى فاتحة سورة البقرة يكون عدد الحسنات تسعين وفى فاتحة سورة الفيل يكون عددها ثلاثين كما هو عبارة المختصر ولا يريد أن لفظ الحديث يحتملهما لأنه جاء صريحا فى رواية ابن أبى شيبة والطبرانى من قرأ حرفا من القرآن كتب له به حسنة لا أقول ألم ذلك الكتاب ولكن الألف واللام والميم والذال واللام والكاف اه وظاهره أن المعتبر فى الحساب الحروف المكتوبة لا الملفوظة وفى رواية للبيهقى لا أقول بسم الله ولكن باء وسين وميم ولا أقول ألم ولكن الألف واللام والميم رواه الترمذى والدارمى وقال الترمذى هذا حديث صحيح غريب إسنادا أى لا متنا تمييز عن نسبة غريب وقال ووقفه عليه بعضهم وعن الحارث الأعور تابعى من أصحاب على قال مررت فى المسجد أى بناس جالسين قال الطيبى فى المسجد ظرف والمرور به محذوف يدل عليه قوله فإذا الناس يخوضون أى يدخلون دخول مبالغة (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، كتاب فضائل القرآن)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نیز اس حدیث میں حروفِ مقطعات (یعنی الٓمّ) پر بھی ہر حرف کے بدلہ میں دس نیکیاں ملنے کا ذکر ہے جبکہ حروفِ مقطعات کے معنیٰ اللہ ہی کو معلوم ہیں بندوں کو ان کے معنیٰ کا علم نہیں۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید بغیر سمجھے پڑھنے اور سننے پر بھی ثواب ملتا ہے اگرچہ وہ سمجھ کر پڑھنے اور سننے کے برابر نہیں ہوتا۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْقُرْآنُ مُشَفَّعٌ وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ

---

[1] (بيان الأقوال الواردة فى الحروف المقطعة التى فى أوائل السور) اختلف أهل التأويل فى الحروف التى فى أوائل السور، فقال عامر الشعبى وسفيان الثورى وجماعة من المحدثين: هى سر الله فى القرآن، ولله فى كل كتاب من كتبه سر. فهى من المتشابه الذى انفرد الله تعالى بعلمه، ولا يجب أن يتكلم فيها، ولكن نؤمن بها ونقرأ كما جاء ت. وروى هذا القول عن أبى بكر الصديق وعن على بن أبى طالب رضى الله عنهما. وذكر أبو الليث السمرقندى عن عمر وعثمان وابن مسعود أنهم قالوا: الحروف المقطعة من المكتوم الذى لا يفسر. وقال أبو حاتم: لم نجد الحروف المقطعة فى القرآن إلا فى أوائل السور، ولا ندرى ما أراد الله عز وجل بها. قلت: ومن هذا المعنى ما ذكره أبو بكر الأنبارى: حدثنا الحسن بن الحباب حدثنا أبو بكر بن أبى طالب حدثنا أبو المنذر الواسطى عن مالک بن مغول عن سعيد بن مسروق عن الربيع بن خثيم قال: إن الله تعالى أنزل هذا القرآن فاستأثر منه بعلم ما شاء، وأطلعكم على ما شاء، فأما ما استأثر به لنفسه فلستم بنائليه فلا تسألوا عنه، وأما الذى أطلعكم عليه فهو الذى تسألون عنه وتخبرون به، وما بكل القرآن تعلمون، ولا بكل ما تعلمون تعملون. قال أبو بكر: فهذا يوضح أن حروفا من القرآن سترت معانيها عن جميع العالم، اختبارا من الله عز وجل وامتحانا، فمن آمن بها أثيب وسعد، ومن كفر وشک أثم وبعد (تفسير القرطبى، ج ۱، ص ۱۵۴، سورة البقرة، تحت آية ۱)

[2] آج کل بعض لوگ قرآنِ کریم کو دوسری کتابوں پر قیاس کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کسی کتاب کے معنیٰ نہ سمجھیں تو اس کے الفاظ طوطے کی طرح پڑھنا پڑھانا فضول اور وقت ضائع کرنا ہے، لیکن ان لوگوں کا یہ سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں قرآنِ کریم کو دوسری کتابوں پر قیاس کرنا غلط ہے، کیونکہ قرآن الفاظ اور معنیٰ دونوں کا نام ہے، جس طرح اس کے معانی کا سمجھنا اور اس کے دیئے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض اور اعلیٰ عبادت ہے اسی طرح اس کے الفاظ کی تلاوت بھی ایک مستقل عبادت ہے اور عظیم ثواب ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کے نبوت کے عہدہ اور رسالت کے منصبی فرائض تین بیان کئے گئے ہیں، یعنی تین کاموں کے لئے آپ کو بھیجا گیا ہے۔ ایک تلاوت کتاب اللہ، دوسرے تعلیم کتاب وحکمت، تیسرے لوگوں کا تزکیہ اخلاق وغیرہ (سورہ بقرہ آیت ۲۹) اور یہ تینوں علیحدہ علیحدہ مستقل عبادت ہیں۔ (ملاحظہ ہو معارف القرآن ج ۱ ص ۳۳۲ و ۳۳۳ و ج ۵ ص ۲۲۰، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تلاوتِ قرآن" از حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمہ اللہ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مَنْ جَعَلَهُ إِمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۱۲۴، كتاب العلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن (اہلِ قرآن کے حق میں) سفارش کیا ہوا ہے، اور (قرآن اہلِ قرآن کا) دفاع کرے گا، اور قرآن مجید تصدیق کیا ہوا ہے، جس نے قرآن کو اپنا پیشوا بنایا، تو یہ اُسے جنت کی طرف لے جائے گا، اور جس نے اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا، تو وہ اُسے جہنّم میں لے جائے گا (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید عظیم صفات کا حامل ہے، اور اس کو پیشوا بنانے والے کو یہ سفارش کر کے اور اس کی حفاظت کا سامان کر کے جنت میں پہنچانے کا ذریعہ ہوگا۔

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِقْرَءُوْا الْقُرْآنَ؛ فَإِنَّهُ شَافِعٌ لِأَصْحَابِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِقْرَءُوْا الزَّهْرَاوَيْنِ: الْبَقَرَةَ، وَآلَ عِمْرَانَ؛ فَإِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ يُحَاجَّانِ عَنْ أَهْلِهِمَا، ثُمَّ قَالَ: اِقْرَءُوْا الْبَقَرَةَ؛ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۲۱۴۶) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کی تلاوت کیا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا، دو روشن سورتیں یعنی سورہ بقرہ اور آلِ عمران کی تلاوت کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن سائبانوں کی شکل یا پرندوں کی دو صف بستہ ٹولیوں کی شکل

---

[1] في حاشية ابنِ حبان: إسناده جيد، رجاله رجال الشيخين غير عبد الله بن الأجلح، فإنه لم يخرجا له، ولا أحدهما، وهو صدوق.

[2] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

میں آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کا دفاع کریں گی پھر فرمایا کہ سورہ بقرہ کی تلاوت کیا کرو کیونکہ اس کا حاصل کرنا برکت اور چھوڑنا حسرت ہے اور باطل والے (جادوگر) اس (سورہ بقرہ کے توڑ) کی طاقت نہیں رکھتے (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُقَالُ، يَعْنِيُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا (ترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ آپ (قرآن مجید کی) قراءت کیجئے، اور چڑھیے، اور قرآن مجید کو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے، جس طرح آپ دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے، پس آپ کا مقام اُس آیت کے آخر پر ہوگا، جس کی آپ قراءت کریں گے (ترمذی)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ الْقُرْآنَ يَلْقٰى صَاحِبَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يَنْشَقُّ عَنْهُ قَبْرُهٗ كَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ، فَيَقُوْلُ لَهٗ: هَلْ تَعْرِفُنِيْ؟ فَيَقُوْلُ: مَا أَعْرِفُكَ فَيَقُوْلُ: أَنَا صَاحِبُكَ الْقُرْآنُ الَّذِيْ أَظْمَأْتُكَ فِي الْهَوَاجِرِ وَأَسْهَرْتُ لَيْلَكَ، وَإِنَّ كُلَّ تَاجِرٍ مِنْ وَرَاءِ تِجَارَتِهٖ، وَإِنَّكَ الْيَوْمَ مِنْ وَرَاءِ كُلِّ تِجَارَةٍ فَيُعْطَى الْمُلْكَ بِيَمِيْنِهٖ، وَالْخُلْدَ بِشِمَالِهٖ، وَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ، وَيُكْسٰى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا يُقَوَّمُ لَهُمَا أَهْلُ الدُّنْيَا فَيَقُوْلَانِ: بِمَ كُسِيْنَا هٰذَا؟ فَيُقَالُ: بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ، ثُمَّ يُقَالُ لَهٗ: اِقْرَأْ وَاصْعَدْ

---

[1] رقم الحديث ۲۹۱۴، ابواب فضائل القرآن؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۱۴۶۴.
قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح حدثنا بندار قال: حدثنا عبد الرحمن بن مهدی، عن سفيان، عن عاصم، بهذا الإسناد نحوه.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فِیْ دَرَجِ الْجَنَّةِ وَغُرَفِهَا، فَهُوَ فِیْ صُعُوْدٍ مَا دَامَ یَقْرَأُ، هَذًّا كَانَ، أَوْ تَرْتِیْلًا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: اور قیامت کے دن جب انسان کی قبر شق ہوگی تو قرآن اپنے پڑھنے والے سے جو لاغر آدمی کی طرح ہوگا ملے گا اور اس سے کہے گا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا، قرآن کہے گا کہ میں تمہارا وہی ساتھی قرآن ہوں جس نے تمہیں سخت گرم دوپہروں میں پیاسا رکھا اور راتوں کو جگایا، ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا ہے، اور آپ آج ہر تجارت کے پیچھے ہوں گے، چنانچہ اس کے دائیں ہاتھ میں (جنت کی) حکومت اور بائیں ہاتھ میں ہمیشہ (جنت کا آرام وسکون) دے دیا جائے گا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو ایسے جوڑے پہنائے جائیں گے جن کی قیمت ساری دنیا کے لوگ مل کر بھی ادا نہ کرسکیں گے اس کے والدین معلوم کریں گے کہ ہمیں یہ لباس کس سبب سے پہنایا گیا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد کے قرآن حاصل کرنے کی برکت سے، پھر اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھنا اور جنت کے درجات اور بالاخانوں پر چڑھنا شروع کردو چنانچہ جب تک وہ پڑھتا رہے گا چڑھتا رہے گا خواہ تیزی کے ساتھ پڑھے یا ٹھہر ٹھہر کر (اس کی تلاوت اور قرائت کے مطابق ہی درجات حاصل ہوں گے) (مسند احمد)

اس طرح کا مضمون دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۲۹۵۰؛ شرح السنة للبغوی، ج۴، ص ۴۵۴، باب فضل سورة البقرة وآل عمران.
قال البغوی: هذا حديث حسن غريب.
وفی حاشية مسند احمد: إسناده حسن فی المتابعات والشواهد من أجل بشير بن المهاجر الغَنَوی، وباقی رجاله ثقات رجال الشيخين.

[2] عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تعلموا البقرة، فإن أخذها بركة، وتركها حسرة، ولا يطيقها البطلة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

IdaraGhufran

ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید پڑھنا جس میں ہر حرف اور اُس کی حرکات وسکنات خوب واضح ہوں، زیادہ اجر وثواب اور فضیلت کا باعث ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :يجيء القرآن يوم القيامة كالرجل الشاحب، يقول لصاحبه :هل تعرفني؟ أنا الذى كنت أسهر ليلك، وأظمء هواجرك، وإن كل تاجر من وراء تجارته، وأنا لك اليوم من وراء كل تاجر، فيعطى الملك بيمينه، والخلد بشماله، ويوضع على رأسه تاج الوقار، ويكسى والداه حلتان، لا يقوم لهما الدنيا وما فيها، فيقولان :يا رب، أنى لنا هذا؟ فيقال لهما :بتعليم ولدكما القرآن، وإن صاحب القرآن يقال له يوم القيامة :اقرأ، وارق فى الدرجات، ورتل كما كنت ترتل فى الدنيا، فإن منزلك عند آخر آية معك(المعجم الأوسط، رقم الحديث ٥٧٦٤)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه يحيى بن عبد العزيز الحماني، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، ج٧ص١٦٠، باب فضل القرآن، باب منه فى فضل القرآن ومن قرأه)

عن يحيى بن أبى كثير قال بلغنا أن القرآن يأتى يوم القيامة فى صورة الشاحب المنافر فيقول لصاحبه تعرفنى فيقول من أنت فيقول أنا خليلك وأنا ضجيعك وأنا شفيقك وأنا الذى كنت اسهر ليلك وأنصب نهارك وأزول معك حيث ما زلت كان كل تاجر قد أصاب من تجارته وأنا اليوم لك من وراء كل تاجر فيعطى الملك بيمينه والخلد بشماله ويوضع تاج الوقار على رأسه ويقال له أذهب فى نعيم مقيم ويكسى أبواه حلتين لم تقم بهما الدنيا فيقولان أى هذا ولم نعمل له فيقول بأخذ ابنكما القرآن ثم يقال اقرا وارق فمن كان يرتله فبحساب ذلك ومن كان يهذه فبحساب ذلك (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٦٠١٤)

قال الالباني: الحديث حسن أو صحيح، لأن له شاهدا من حديث بريدة بن الحصيب مرفوعا بتمامه......والحديث بتمامهله شاهد آخر من رواية يحيى بن أبي كثير بلاغا .أخرجه عبد الرزاق عن معمر عنه .فهو بلاغ صحيح (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٨٢٩)

عن عبد الله بن بريدة، عن أبيه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يجيء القرآن يوم القيامة كالرجل الشاحب فيقول لصاحبه :أنا الذى أسهرت ليلك، وأظمأت هواجرك "(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٢٩٧٦)

فى حاشية مسند احمد: إسناده حسن فى المتابعات والشواهد كسابقه .وأخرجه ابن ماجه من طريق وكيع بن الجراح، بهذا الإسناد.

۱؎ ورتل القرآن ترتيلا ط عطف على قم الليل وما قيل الترتيل مندوب اجماعا فعطفه على القيام يقتضى كون الأمر بالقيام ايضا للندب فليس بشىء عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقال لصاحب القران اقرأ وارتق ورتل كما كنت ترتل فى الدنيا فان منزلتك عند اخر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور کچھ تیز پڑھنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اتنا تیز نہ ہو کہ جس میں حروف کٹ جائیں یا اپنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آية تقرء ها رواه احمد والترمذى وابو داود والنسائى والترتيل عبارة عن إرسال الكلمة من الفم بسهولة واستقامة كذا فى الصراح وفى القاموس نحوه وعن ابن عباس معناه بينه بيانا وعن الحسن نحوه وقال مجاهد ترتيل فيه ترسلا عن قتادة قال سئل عن انس رض كيف كانت قراء ة النبى صلى الله عليه وسلم فقال كانت مدا ثم قرأ بسم الله الرحمن الرحيم يمد ببسم الله ويمد بالرحمن يمد بالرحيم رواه البخارى قلت معنى قوله يمد ببسم الله ويمد بالرحمن ويمد بالرحيم انه يظهر فيه الالف من الله بعد اللام ومن الرحمن بعد الميم بقدر حركة واما مد الرحيم فيجوز فيه المد بقدر الحركتين واربع وست عند الوقف وفى الوصل لا يجوز الا بقدر حركة اجمع عليه القراء وعن أم سلمة انها سئل عن قراء ة النبى صلى الله عليه وسلم فاذا هى تنعت قراء ة مفسرة حرفا حرفا رواه الترمذى وابو داود والنسائى وعنهما قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقطع قراء ته يقول الحمد لله رب العلمين ثم يقف ثم يقول الرحمن الرحيم ثم يقف رواه الترمذى قلت ويتضمن الترتيل تحسين الصوت بالقرآن عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اذن الله لشىء ما اذن لنبى يتغنى بالقران متفق عليه وفى رواية عنه ما اذن الله ما اذن لنبى حسن الصوت بالقران يجهر به متفق عليه وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من لم يتغن بالقران رواه البخارى وليس المراد الا تحسين الصوت كما خرج به فى بعض الروايات دون إخراجه على وجه الغناء فانه حرام ممنوع عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرؤا القران بلحون العرب وأصواتها وإياكم ولحون اهل العشق ولحون اهل الكتابين وسيجىء بعدى قوم يرجعون بالقران ترجيع الغناء والنوح لا يتجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب الذين يعجبهم شانهم رواه البيهقى فى شعب (فائدة) والحكمة فى الترتيل التدبر فى معانى القران والألفاظ بموعظة والخوف عند اية الوعيد والرجاء عند اية الوعد ونحو ذلك روى البغوى عن ابن مسعود رض قال لا تنثروه نثر الدقل ولا تهزوه هذا الشعر قفوا عند عجائبه وحركوا به القلوب ولا يكن بهم أحدكم اخر السورة وعن حذيفة رض قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه واله وسلم صلوة الليل فما مر باية فيها ذكر الجنة الا وقف وسال الله الجنة وما مر باية فيها ذكر النار الا وقف وتعوذ من النار وعن عبيد المليكى وكانت له صحبة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا اهل القران لا تتوسدوا القران واتلوه حق تلاوته اناء الليل والنهار وأفشوه وتغنوه وتدبروا ما فيه لعلكم تفلحون ولا تعجلوا هرابه فان له ثوابا رواه البيهقى فى الشعب وعن سهل بن عبد الساعدى قال بينا نحن نقرأ إذ خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الحمد لله كتاب الله واحد وفيكم الأخيار وفيكم الأحمر والأسود والأبيض اقرؤا القران قبل ان يأتى أقوام يقرأونه يقيمون حروفه كما يقام السهم ولا يجاوز تراقيهم يتعجلون اجره ولا يتاجلونه (التفسير المظهرى، ج۱۰ ص۱۰۴، ۱۰۵، تحت سورة المزّمّل)

Idara Ghufran

مخارج سے نہ نکلیں، مگر اس کی فضیلت پہلے کے مقابلہ میں کم ہے۔ [1]

صاحبِ قرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتا ہو، اور اُس پر عمل کرتا ہو، جس کے اولین مصداق قرآن مجید کے حفاظ ہیں، جن کو وقار کا تاج پہنایا جائے گا، اور اُن کے والدین کو عمدہ ترین لباس پہنایا جائے گا۔

اور قرآن پڑھنے کے ساتھ چڑھتے جانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جس طرح کی قراءت کرے گا، اس کو اُسی طرح کا جنت میں مقام حاصل ہوگا۔

پس جو اچھے طریقے سے قراءت کرے گا، اُس کو اُسی طرح کا مقام حاصل ہوگا، اور جو اچھی قرائت کے ساتھ قرآن مجید کے علوم سے بھی واقف ہوگا اُس کو اُس کے مطابق زیادہ عظیم اجر وانعام حاصل ہوگا۔ [2]

---

[1] قوله وما يكره أن يهذ كهذ الشعر كأنه يشير إلى أن استحباب الترتيل لا يستلزم كراهة الإسراع وإنما الذى يكره الهذ وهو الإسراع المفرط بحيث يخفى كثير من الحروف أو لا تخرج من مخارجها (فتح البارى لابن حجر، ج۹، ص ۸۹،قوله باب الترتيل فى القراء ة)

قوله " :أهَذا "الألف فيه للاستفهام، أى :أتهذ هذا كهذ الشعر، والهذ سرعة القراء ة، أى :بسرعة كسرعة من يسرع فى قراء الشعر .وقال الشيخ محى الدين :الهذ -بتشديد الذال -هو شدة الإسراع، والإفراط فى العجلة، ففيه النهى عن الهذ، والحث على الترتيل، والتدبر، وبه قال جمهور العلماء ، قال القاضى :وأباحت طائفة قليلة الهذ، وقال فى " :كهذ الشعر "معناه فى تحفظه وروايته، لا فى إنشاده وترنمه، لأنه يرتل فى الإنشاد والترنم فى العادة (شرح ابى داوٗد للعينى، ج۵، ص ۳۰۱،كتاب الصلاة، باب تحزيب القرآن)

ويسن ترتيل القراء ة :قال الله تعالى (ورتل القرآن ترتيلا) وثبت فى الأحاديث الصحيحة أن قراء ة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت مرتلة واتفقوا على كراهة الإفراط فى الإسراع ويسمى الهذ (المجموع شرح المهذب،ج۲ص ۱۶۵ ،باب ما يوجب الغسل)

[2] (وعن عبد الله بن عمرو قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-يقال) ، أى عند دخول الجنة وتوجه العاملين إلى مراتبهم على حسب مكاسبهم (لصاحب القرآن) ، أى من يلازمه بالتلاوة والعمل لا من يقرؤه وهو يلعنه (اقرأ وارتق) ، أى إلى درجات الجنة أو مراتب القرب (ورتل) ، أى لا تستعجل فى قراء تک فى الجنة التى هى لمجرد التلذذ والشهود الأكبر كعبادة الملائكة (كما كنت ترتل) ، أى قراء تک، وفيه إشارة إلى أن الجزاء على وفق الأعمال كمية وكيفية (فى الدنيا) من تجويد الحروف ومعرفة الوقوف الناشء عن علوم القرآن ومعارف الفرقان (فإن منزلک عند آخر آية تقرؤها)(مرقاۃالمفاتيح، ج۴ص ۱۴۶۹ ، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثانى)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ایک روایت میں قرآن مجید پڑھ کر اُس پر عمل کرنے والے کے گھر والوں کے حق میں دس افراد کی شفاعت کا ذکر آیا ہے۔

مگر وہ روایت سند کے اعتبار سے مضبوط نہیں ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ، لَهٗ أَجْرَانِ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی قرآن میں ماہر ہو وہ معزز اور بزرگی والے فرشتوں کے ساتھ ہے اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اسے پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے (مسلم؛ بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ جو قرآن مجید کا ماہر ہو، اور روانی کے ساتھ قرآن مجید ترتیل سے پڑھتا ہو، اُس کا مقام ومرتبہ زیادہ ہے؛ اور جس کو روانی میں دشواری ودقت پیش آتی ہو، اُس کے لئے دو اجر ہیں، ایک قرآن مجید پڑھنے کا اور ایک دُشواری کی کلفت برداشت کرنے کا۔ [3]

---

[1] عن علی بن أبی طالب، قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :من قرأ القرآن واستظهره، فأحل حلاله، وحرم حرامه أدخله الله به الجنة وشفعه فی عشرة من أهل بیته کلهم قد وجبت له النار(سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۹۰۵؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۶۸)

قال الترمذی:هذا حدیث غریب لا نعرفه إلا من هذا الوجه ولیس له إسناد صحیح، وحفص بن سلیمان أبو عمر بزاز کوفی یضعف فی الحدیث(انتهیٰ کلامه)

وفی حاشیة مسند احمد: إسناده ضعیف جداً لضعف عمرو بن عثمان الرقی وحفص أبی عمر -وهو ابن سلیمان البزاز القارء-، ولجهالة کثیر بن زاذان.

[2] رقم الحدیث ۷۹۸"۲۴۴"کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب فضل الماهر فی القرآن، والذی یتتعتع فیه،واللفظ لهٗ؛ بخاری، رقم الحدیث ۴۹۳۷.

[3] (وعن عائشة -رضی الله عنها -قالت :قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم :-الماهر بالقرآن) ، أی الحاذق من المهارة وهی الحذق، جاز أن یرید به جودة الحفظ أو جودة اللفظ وأن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَسَوَّكَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَامَ الْمَلَكُ خَلْفَهُ، فَتَسَمَّعَ لِقِرَاءَتِهِ فَيَدْنُوْ مِنْهُ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا حَتّٰى

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يريد به كليهما وأن يريد به ما هو أعم منهما، وقال الطيبى :هو الكامل الحفظ الذى لا يتوقف فى القراءة ولا يشق عليه، قال الجعبرى فى وصف أئمة القراء ة :كل من أتقن حفظ القرآن وأدمن درسه وأحكم تجويد ألفاظه وعلم مباديه ومقاطعه وضبط رواية قراء ته وفهم وجوه إعرابه ولغاته ووقف على حقيقة اشتقاقه وتصريفه ورسخ فى ناسخه ومنسوخه وأخذ حظا وافرا من تفسيره وتأويله وصان نقله عن الرأى وتجافى عن مقاييس العربية ووسعته السنة وجلله الوقار وغمره الحياء وكان عدلا متيقظا ورعا معرضا عن الدنيا مقبلا على الآخرة قريبا من الله فهو الإمام الذى يرجع إليه ويعول عليه ويقتدى بأقواله ويهتدى بأفعاله (مع السفرة)جمع سافر وهم الرسل إلى الناس برسالات الله -تعالى- وقيل :السفرة الكتبة ذكره الطيبى، وقال ميرك :أى الكتبة جمع سافر من السفر، وأصله الكشف فإن الكاتب يبين ما يكتب ويوضحه، ومنه قيل للكتاب سفر بكسر السين لأنه يكشف الحقائق ويسفر عنها والمراد بها الملائكة الذين هم حملة اللوح المحفوظ كما قال -تعالى- (بأيدى سفرة -كرام بررة)سموا بذلك لأنهم ينقلون الكتب الإلهية المنزلة إلى الأنبياء فكأنهم يستنسخونها، قال ابن الملك :والمعنى الجامع بينهم كونه من خزنة الوحى وأمناء الكتب، قال ميرك :وقيل :المراد بها أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم- لأنهم أول ما نسخوا القرآن، وقيل :السفرة الملائكة الكاتبون لأعمال العباد أو من السفار بمعنى الإصلاح فالمراد هم حينئذ الملائكة النازلون بأمر الله بما فيه مصلحة العباد من حفظهم عن الآفات والمعاصى وإلهامهم الخير فى قلوبهم، قال القاضى عياض :يحتمل أن يكون المراد بكونه مع الملائكة أن يكون له فى الآخرة منازل يكون فيها رفيقا للملائكة لاتصافه بصفتهم من حمل كتاب الله -تعالى- ويحتمل أن يراد أنه عامل بعملهم وسالك مسلكهم من كونهم يحفظونه ويؤدونه إلى المؤمنين ويكشفون لهم ما يلتبس عليهم فكذلك الماهر (الكرام) جمع الكريم، أى المكرمين على الله المقربين عند مولاه لعصمتهم ونزاهتهم عن دنس المعصية والمخالفة (البررة) جمع بار وهو المحسن، وقال الطيبى :أى المطيعون من البر وهو الطاعة يعنى هو مع الملائكة فى منازل الآخرة لاتصافه بصفتهم من حمل كتاب الله، ويحتمل أن يراد أن عامل عملهم وسالك مسلكهم فى حفظه وأدائه إلى المؤمنين (والذى يقرأ القرآن ويتتعتع فيه) ، أى يتردد ويتبلد عليه لسانه ويقف فى قراء ته لعدم مهارته، والتعتعة فى الكلام التردد فيه من حصر أو عى، يقال :تعتع لسانه إذا توقف فى الكلام ولم يطعه لسانه (وهو) ، أى القرآن، أى حصوله أو تردده فيه (عليه) ، أى على ذلك القارء (شاق) ، أى شديد يصيبه مشقة جملة حالية (له أجران) ، أى أجر لقراء ته وأجر لتحمل مشقته وهذا تحريض على تحصيل القراء ة، وليس معناه أن الذى يتتعتع فيه له من الأجر أكثر من الماهر بل الماهر أفضل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

يَضَعَ فَاهُ عَلٰى فِيهِ فَمَا يَخْرُجُ مِنْ فِيهِ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ، إِلَّا صَارَ فِي جَوْفِ الْمَلَكِ، فَطَهِّرُوْا أَفْوَاهَكُمْ لِلْقُرْآنِ (مسند البزار) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب مسواک کرتا ہے، پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھتا ہے، تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہوجاتا ہے، اوراس کی قراءت کوسُنتا ہے، پھرفرشتہ اُس کے اورقریب ہوجاتا ہے، یااسی طرح کالفظ فرمایا، یہاں تک

﴿ گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ ﴾

وأكثر أجرا مع السفرة وله أجور كثيرة حيث اندرج في سلك الملائكة المقربين أو الأنبياء والمرسلين أو الصحابة المقربين(مرقاة المفاتيح،ج۴ص ۱۴۵۵ ،كتاب فضائل القرآن)

(الماهر بالقرآن) أي الحاذق به الذي لا يتوقف ولا يشق عليه قراء ته لجودة حفظه وإتقانه ورعاية مخارجه بسهولة من المهارة وهي الحذق (مع السفرة) الكتبة جمع سافر من السفر وأصله من الكشف فإن الكاتب يبين ما يكتبه ويوضحه ومنه قيل للكتاب سفر بكسر السين لأنه يكشف الحقائق ويسفر عنها والمراد الملائكة الذين هم حملة اللوح المحفوظ سموا بذلك لأنهم ينقلون الكتب الإلهية المنزلة إلى الأنبياء منه كأنهم يستنسخونها وقيل لأنهم يسافرون إلى الناس برسالات الله (الكرام) جمع كريم (البررة) أي المطيعون جمع بار بمعنى محسن ومعنى كونه رفيقا لهم أنه أحل مقامهم وأنزل منازلهم الرفيعة وأسكن مقاماتهم العالية من جوار الحق تعالى (إن المتقين في جنات ونهر في مقعد صدق عند مليك مقتدر) على قوة هذه الحالة تقول (إنا لله وإنا إليه راجعون) وقيل معناه كونه عاملا بعملهم بل أفضل فقد جاء في بعض الطرق أن الملائكة لم يعطوا فضيلة حفظ القرآن وأنهم حريصون على استماعه من بني آدم فأعظم بها من صفة شريفة وأي شيء أعظم من كلام رب العالمين الذي منه بدأ وإليه يعود؟ وقال القاضي :الماهر بالقرآن حافظ له أمين عليه يؤديه إلى المؤمنين يكشف لهم ما يلتبس عليهم معدود من عداد السفرة فإنهم الحاملون لأصله الحافظون له ينزلون به على أنبياء الله ورسله ويؤدون إليهم ألفاظه ويكشفون معانيه (والذي يقرؤه ويتعتع) أي يتوقف في تلاوته والتعتعة في الكلام التردد فيه لحصر أو عي أو ضعف حفظ (وهو عليه) أي والحال أن القرآن على ذلك القارء (شاق له أجران) أي أجر بقراء ته وأجر بمشقته ولا يلزم من ذلك أفضلية المتتعتع على الماهر لأن كون الماهر مع السفرة أفضل من حصول أجرين بل الآجر الواحد قد يفضل أجورا كثيرة(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۹۱۶۵)

[1] رقم الحديث ۶۰۳،ج۲ص ۲۱۴، مسند علي بن ابي طالب ، واللفظ لهٗ؛ الزهد والرقائق لابن المبارك، رقم الحديث ۱۲۲۴ .

قال المنذري:رواه البزار بإسناد جيد لا بأس به وروى ابن ماجه بعضه موقوفا ولعله أشبه(الترغيب والترهيب،ج ۱ص ۱۰۲ ،الترغيب في السواك وما جاء في فضله)

وقال الهيثمي: رواه البزار ورجاله ثقات .قلت :روى ابن ماجه بعضه إلا أنه موقوف وهذا مرفوع(مجمع الزوائد،ج۲ص ۹۹،باب ما جاء في السواك)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کہ فرشتہ اپنے منہ کو اُس کے منہ کے بالکل قریب کر لیتا ہے، پھر نماز پڑھنے والے کے منہ سے جو بھی قرآن کا لفظ نکلتا ہے، تو وہ فرشتہ کے اندر داخل ہو جاتا ہے، تو تم قرآن مجید کے لئے اپنے مونہوں کو پاک رکھو (بزار)

اس حدیث میں قرآن مجید کو منہ پاک اور صاف کر کے اور نماز میں پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی، اور تراویح میں جو قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، وہ بھی نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس لئے اگر حافظِ قرآن تراویح میں قرآن مجید منہ پاک صاف کر کے پڑھے، تو اس کو بھی یقیناً یہ فضیلت حاصل ہوگی، اور اس کے واسطے سے اُس کے مقتدیوں کو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فضیلت حاصل ہوگی۔

قرآن مجید ترتیل سے اور ٹھہر کر پڑھنے کے ساتھ قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا بھی فضیلت کا باعث ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّــهُ سَـمِـعَ رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حُسْنَ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ، يَجْهَرُ بِهٖ (مسلم) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کسی چیز کو اس طرح کان لگا کر (یعنی توجہ کے ساتھ) نہیں سنتا جتنا خوش آواز نبی کے بآوازِ بلند قرآن پڑھنے کو سنتا ہے (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ (بخاری) [2]

---

[1] رقم الحديث ٧٩٢ ”٢٣٣“ كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن؛ ابو داؤد، رقم الحديث ١٤٧٣.

[2] رقم الحديث ٧٥٢٧، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: وأسروا قولكم أو اجهروا به، إنه عليم بذات الصدور، ألا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو خوش آوازی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں (بخاری)

قرآن مجید کیونکہ اللہ کا کلام ہے، اس وجہ سے اس کو لاپرواہی یا بھونڈی آواز کے ساتھ پڑھنا پسندیدہ نہیں، بلکہ خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا پسندیدہ ہے، بشرطیکہ خوش آوازی میں تجوید اور قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب وتنظیم کی رعایت کی جائے۔ [1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ، فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کیا کرو، کیونکہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو زیادہ کرتی ہے (حاکم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنَّ حُسْنَ الصَّوْتِ تَزْيِيْنٌ لِلْقُرْآنِ (مسند البزار) [3]

---

[1] (ليس منا) أى من العاملين بسنتنا الجارين على طريقتنا (من لم يتغن بالقرآن) يعنى لم يحسن صوته به لأن التطريب به أوقع فى النفوس وأدعى للاستماع والإصغاء وهى كالحلاوة التى تجعل فى الدواء لتنفيذه إلى أمكنة الداء وكالأفاوية التى يطيب بها الطعام ليكون الطبع أدعى قبولا له لكن شرطه أن لا يغير اللفظ ولا يخل بالنظم ولا يخفى حرفا ولا يزيد حرفا وإلا حرم إجماعا كما مر قال ابن أبى مليكة :فإن لم يكن حسن الصوت حسنه ما استطاع والقول بأن المراد يستغنى رده الشافعى بأنه لو أراد الاستغناء لقال من لم يستغن نعم اعترض التوربشتى الأول بعد ما رجح جانب معنى الاستغناء فقال :المعنى ليس من أهل سنتنا أو ممن تبعنا فى أمرنا وهو وعيد ولا خلاف بين الأمة أن قارء القرآن مثاب فى غير تحسين صوته فكيف يجعل مستحقا للوعيد وهو مأجور .قال الطيبى :ويمكن حمله على معنى التغنى أى ليس منا معشر الأنبياء من يحسن صوته بالقرآن ويستمع الله منه بل يكون من جملة من هو نازل عن مرتبتهم فيثاب على قراء ته كسائر المسلمين لا على تحسين صوته كالأنبياء ومن تبعهم فيه(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٦٩٠)

[2] رقم الحديث ٢١٢٥، ج١ ص٧٦٨، كتاب فضائل القرآن.

[3] رقم الحديث ١٥٥٣، ج٤ص ٣٥٣، مسند عبدالله بن مسعود رضى الله عنه ؛ مختصر قيام الليل لمحمد بن نصر المروزى، رقم الحديث ١٥١ .

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ فرمان سُنا کہ اچھی آواز قرآن کی زینت ہے (بزار)

قرآن مجید کو تجوید کے قواعد کی رعایت کے ساتھ ساتھ خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا قرآن مجید کے حُسن وتزیین کا باعث ہے، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، اوراس طرح قرآن مجید کی تلاوت اور اُس کی سماعت دِلوں میں زیادہ اَثر کرنے اور ایمان کی زیادتی اور قرآن مجید کے مضامین ومعانی میں تدبُّر اور غور وفکر کرنے کا ذریعہ ہے۔

مگر قرآن مجید میں خوش آوازی اُسی وقت تک مطلوب اور محمود و پسندیدہ ہے، جب تک اس کو اللہ کا کلام سمجھ کر پڑھا جائے، اوراس میں موسیقی اور گانے کے طرز وطریقہ سے بچا جائے۔ [1]

اسی وجہ سے کئی احادیث میں قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی تفسیر اللہ کی خشیت وڈر سے کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ، اَلَّذِیْ إِذَا سَمِعْتُمُوْہُ یَقْرَأُ، حَسِبْتُمُوْہُ یَخْشَی اللّٰہَ (سنن ابن ماجہ) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں قرآن مجید کے ساتھ

---

[1] (زینوا بأصواتکم بالقرآن) أی الھجوا بقراء تہ واشغلوا أصواتکم بہ واتخذوہ شعارا وزینة لأصواتکم (فإن الصوت الحسن یزید القرآن حسنا) وفی أدائہ بحسن الصوت وجودة الأداء بعث للقلوب علی استماعہ وتدبرہ والإصغاء إلیہ قال التوربشتی :ھذا إذا لم یخرجہ التغنی عن التجوید ولم یصرفہ عن مراعاة النظم فی الکلمات والحروف فإن انتھی إلی ذلک عاد الاستحباب کراھة وأما ما أحدثہ المتکلفون بمعرفة الأوزان والموسیقی فیأخذون فی کلام اللہ مأخذھم فی التشبیب والغزل فإنہ من أسوأ البدع فیجب علی السامع النکیر وعلی التالی التعزیر وأخذ جمع من الصوفیة منہ ندب السماع من حسن الصوت وتعقب بأنہ قیاس فاسد وتشبیہ للشیء بما لیس مثلہ وکیف یشبہ ما أمر اللہ بہ بما نھی عنہ(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت رقم الحدیث ۴۵۷۷)

[2] رقم الحدیث ۱۳۳۹، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیھا، باب فی حسن الصوت بالقرآن.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

زیادہ اچھی آواز والا وہ شخص ہے کہ جب تم اُس کو قرائت کرتے ہوئے سُنو تو تم یہ سمجھو کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْسَنُ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ؟ قَالَ: مَنْ إِذَا سَمِعْتَ قِرَاءَ تَهُ رَأَيْتَ أَنَّهُ يَخْشَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (المعجم الأوسط للطبراني) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قرآن مجید کے ساتھ زیادہ اچھی آواز والا کون شخص ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ جس کی قرائت کو آپ سُنیں تو آپ یہ سمجھیں کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے (طبرانی)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۰۷۴، ج۲ ص ۳۱۱، باب الالف؛ مسند الرویانی، رقم الحديث ۱۴۰۴، تاريخ أصبهان، ج۱، ص ۳۵۶.

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه حميد بن حماد بن خوار، وثقه ابن حبان، وقال: ربما أخطأ، وبقية رجال البزار رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۶۹۷، باب أي الناس أحسن قراءة)

وقال ابن حجر: هذا حديث حسن (نتائج الأفكار في تخريج أحاديث الأذكار، ج۳، ص ۲۲۰)

[2] عن طاووس، عن ابن عباس، قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم من أحسن الناس قراءة؟ قال " : من إذا قرأ رأيت أنه يخشى الله عز وجل (شعب الإيمان، رقم الحديث ۱۹۵۸)

عن طاووس، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه، قال: سأل النبي صلى الله عليه وسلم " : من أحسن الناس قراءة؟ قال: من إذا سمعته يقرأ رأيت أنه يخشى الله (حلية الأولياء، للأصبهاني، ج۲، ص۷۷)

ورواه الضياء في "المختارة (۲/۱۳/۶۳)" من طريق سفيان عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس مثل لفظ الترجمة. ورجاله ثقات. فهو صحيح الإسناد إن كان ابن جريج سمعه من عطاء. وهو مما يرجح اللفظ الذي صححته من جهة (سلسلة الأحاديث الصحيحة، ج۴، ص ۱۱۲)

عن الزهري قال: بلغنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن من أحسن الناس صوتا بالقرآن، الذي إذا سمعته يقرأ، أريت أنه يخشى الله عز وجل (الزهد والرقائق لابن المبارك، رقم الحديث ۱۱۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

جب تلاوت کرنے والا قرآن مجید کو اللہ کی کتاب سمجھ کر اچھی آواز کے ساتھ پڑھتا ہے، تو اُس میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف ہوتا ہے، جو اُس کی آواز سے ظاہر ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے وہ قرآن مجید کو دوسرے کلام اور بالخصوص موسیقی کے طرز سے پڑھنے سے اجتناب کرتا ہے؛ اس لئے قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے میں جب اللہ تعالیٰ کی خشیت کے آثار ظاہر ہوں گے، تو اس کو اُس اچھی آواز سے پڑھنا قرار دیا جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ [1]

اور اگر اللہ تعالیٰ کی خشیت سے محروم ہو کر اور اس سے بڑھ کر موسیقی اور گانے کے طرز پر یا دنیاوی مال ودولت اور قدر ومنزلت حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو پھر یہی تلاوت انسان کی ترقی کے بجائے تنزلی کا باعث ہوجاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن طاووس ، قال :سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم :أى الناس أحسن قراء ة ؟ قال :الذى إذا سمعته يقرأ رأيت أنه يخشى الله(مصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ۸۸۳۴،فى حسن الصوت بالقرآن)

قال ابن حجر:وهو مرسل حسن السند(نتائج الأفكارفى تخريج أحاديث الأذكار، ج۳،ص ۲۲۰)

[1] وعن طاووس مرسلا قال :سئل النبى -صلى الله عليه وسلم -أى الناس أحسن صوتا للقرآن) قيل :اللام للتبيين (وأحسن قراء ة) ، أى :ترتيلا وأداء (قال :من إذا سمعته يقرأ أريت) بصيغة المجهول، أى :حسبته وظننته (أنه يخشى الله) وتأثر قلبك منه، أو ظهر عليه آثار الخشية كتغير لونه، وكثرة بكائه، قال الطيبى :وكان الجواب من أسلوبه الحكيم حيث اشتغل فى الجواب عن الصوت الحسن بما يظهر الخشية فى القارىء والمستمع (قال طاووس :وكان طلق كذلك) : أى بهذا الوصف، قال الطيبى :هو أبو على طلق بن على بن عمرو النخعى اليمامى، ويقال أيضا :طلق بن يمامة وهو والد قيس بن طلق اليمامى اهـ .وذكره المؤلف فى الصحابة، وقال :روى عنه ابنه قيس (رواه الدارمى)(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۵۰۶ ، كتاب فضائل القرآن)

(أحسن الناس قراء ة) للقرآن القارء (الذى إذا قرأ رأيت) أى علمت (أنه يخشى الله) أى يخافه لأن القراءة حالة تقتضى مطالعة جلال الله وعرفان صفاته ولذلك الحال آثار تنشأ عنها الخشية من وعيد الله وزواجر تذكيره وقوارع تخويفه فمن تلبس بهذا الحال وظهرت عليه هيبة الجلال فهو أحسن الناس قراءة لما دل عليه حاله من عدم غفلة قلبه عن تدبر مواعظ ربه وخشية الله سبب لولوج نور اليقين فى القلب والتلذذ بكلام الرب ولم يكن كذلك فالقرآن لا تجاوز حنجرته (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۲۵۲)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَا إِنَّ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا، وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ (مسلم) [1]

ترجمہ: آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس کتاب کے ذریعے (بہت سی) قوموں کو بُلند کرتے ہیں، اور اُسی کے ذریعے سے دوسروں کو پست کرتے ہیں (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں، اور اُس کی تعظیم اور اُس پر عمل کرتے ہیں، اور اسی مقصد کے تحت اُس کی تلاوت کرتے ہیں، اُن کو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں بلند فرماتے ہیں، اور جو لوگ اس کے برخلاف کرتے ہیں، اُن کو پست اور نیچا فرماتے ہیں۔ [2]

حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى قَارِءٍ يَقْرَأُ، ثُمَّ سَأَلَ فَاسْتَرْجَعَ،

---

[1] رقم الحديث ۸۱۷ "۲۶۹" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل من يقوم بالقرآن، ويعلمه، وفضل من تعلم حكمة من فقه، أو غيره فعمل بها وعلمها.

[2] (وعن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: إن الله يرفع بهذا الكتاب)، أى بالإيمان به وتعظيم شأنه والعمل به، والمراد بالكتاب القرآن البالغ فى الشرف وظهور البرهان مبلغا لم يبلغه غيره من الكتب المنزلة على الرسل المتقدمة (أقواما)، أى درجة جماعات كثيرة فى الدنيا والآخرة بأن يحييهم حياة طيبة فى الدنيا ويجعلهم من الذين أنعم الله عليهم فى العقبى (ويضع به آخرين)، أى الذين كانوا على خلاف ذلك من مراتب الكاملين إلى أسفل السافلين، قال -تعالى-: (يضل به كثيرا ويهدى به كثيرا) فهو ماء للمحبوبين دماء للمحجوبين، وقال -عز وجل-: (وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين إلا خسارا) قال الطيبى: فمن قرأه وعمل به مخلصا رفعه الله، ومن قرأه مرائيا غير عامل به وضعه الله (رواه مسلم) وذكر البغوى بإسناده فى المعالم أن نافع بن الحارث لقى عمر بن الخطاب بعسفان وكان عمر قد استعمله على أهل مكة، فقال له عمر: من استخلفت على أهل الوادى، أى أهل مكة؟ قال: استخلفت عليهم ابن أبزى، فقال: ومن ابن أبزى؟ قال: مولى من موالينا، قال عمر: فاستخلفت عليهم مولى، قال: يا أمير المؤمنين إنه رجل قارء القرآن عالم بالفرائض قاض، فقال عمر: أما أن نبيكم -صلى الله عليه وسلم- قال": إن الله -تعالى- يرفع بهذا القرآن أقواما ويضع به آخرين" (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۴۵۷، كتاب فضائل القرآن)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهِ، فَإِنَّهُ سَيَجِيْءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک قاری کے پاس سے گزرے جو قرائت کررہا تھا، پھر اُس نے لوگوں سے مانگنا شروع کیا، تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو قرآن پڑھے، اُسے چاہیے کہ قرآن کے ذریعے اللہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو پڑھ کر اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے (مسند احمد)

اس قسم کا مضمون اور احادیث میں بھی آیا ہے۔ [2]

اس لئے تراویح میں بطورِ خاص قرآن مجید کی تلاوت تجوید کی رعایت کرتے ہوئے اچھی آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خشیت کو ملحوظ رکھ کر اور اغراضِ فاسدہ سے اپنے آپ کو بچا کر کرنی اور سننی چاہئے۔

پھر تراویح میں قرآن مجید پڑھنا اور سُننا قابلِ رشک عمل ہونے کے علاوہ قرآن مجید کو یاد رکھنے اور بھولنے سے بچنے کا اہم ذریعہ ہے، کیونکہ کئی احادیث میں قرآن مجید کو دن کے علاوہ

---

[1] رقم الحدیث ۲۹۱۷، ابواب فضائل القرآن، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۸۸۵.
قَال الترمذی. ھذا حدیث حسن لیس إسنادہ بذاک.
وفی حاشیة مسند احمد: حسن لغیرہ.

[2] قال عبد الرحمن بن شبل: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول " :اقرء وا القرآن، ولا تغلوا فیه، ولا تجفوا عنه، ولا تأکلوا به، ولا تستکثروا به "(مسند أحمد، رقم الحدیث ۱۵۵۲۹)

فی حاشیة مسند احمد: حدیث صحیح، وهذا إسناد قوی، رجاله ثقات رجال الشیخین، غیر أبی راشد الحُبرانی، فقد روی له البخاری فی "الأدب المفرد "، وأبو داود، والترمذی، وابن ماجه، وروی عنه جمع، ووثقه العجلی، وابن حبان، والحافظ ابن حجر فی "التقریب."

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رات کے اندر تلاوت کرنے، اور اس کی نگرانی کرنے کو عظیم فضیلت کا سبب اور قرآن مجید کی حفاظت کا باعث قرار دیا گیا ہے، اور تراویح میں تلاوت کرنے اور سننے سے یہ مقاصد بآسانی حاصل ہوجاتے ہیں۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا حَسَدَ إِلَّا فِيُ اِثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد صرف دو آدمیوں پر کیا جاسکتا ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن دیا اور وہ اس کو رات دن پڑھتا ہو اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا اور وہ اسے دن رات (اللہ کی رضا کے کاموں میں) خرچ کرتا ہو (بخاری؛ مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو رات دن تلاوت کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے، حدیث میں حسد سے مراد یہی چیز ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ، إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحبِ قرآن کی مثال ایسی ہے

---

[1] رقم الحدیث ۷۵۲۹، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم " :رجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء الليل و آناء النهار الخ؛ مسلم، رقم الحدیث ۸۱۵"۲۶۶"

[2] رقم الحدیث ۵۰۳۱، کتاب فضائل القرآن، باب استذکار القرآن وتعاهده، مسلم، رقم الحدیث ۷۸۹"۲۲۶"؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۴۶۶۵.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جیسے کسی اونٹ والے کا اونٹ بندھا ہوا ہو، اگر اس نے اُونٹ کی نگہبانی کی تو وہ محفوظ رہے گا اور اگر اسے چھوڑ دیا تو وہ چلا جائے گا (بخاری؛ مسلم؛ مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِئْسَ مَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَّقُوْلَ نَسِيْتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ، بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ، فَإِنَّهُ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بُری بات ہے کہ تم میں سے کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا، بلکہ (یہ کہے کہ) وہ بھلا دی گئی، اور تم لوگ قرآن کو یاد رکھو اس لیے کہ یہ (قرآن) لوگوں کے سینوں سے نکل جانے میں اونٹ سے زیادہ بھاگ جانے والا ہے (بخاری)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر قرآن مجید کی تلاوت ونگرانی کا اہتمام نہ کیا جائے تو وہ سینہ سے نکل جاتا ہے، جوکہ شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ عمل ہے۔

اور تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت اس کی نگرانی اور یاد رکھنے کا عظیم ذریعہ ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذَكَرَهُ وَإِذَا لَمْ يَقُمْ بِهِ نَسِيَهُ (مستخرج أبی عوانة) [2]

---

[1] رقم الحديث ۵۰۳۲، كتاب فضائل القرآن، باب استذكار القرآن وتعاهده؛ مسلم، رقم الحديث ۷۹۰ "۲۲۸"

[2] رقم الحديث ۳۸۱۹، ج۲ ص۴۵۷، باب ذكر الخبر الموجب لاستذكار القرآن ودراسته، دار المعرفة، بيروت.

قال الالبانی: "إذا قام صاحب القرآن فقرأه بالليل والنهار ذكره، وإن لم يقم به نسيه ."أخرجه ابن نصر فی "قيام الليل "حدثنا يونس بن عبد الأعلى أخبرنی أنس بن عياض عن موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم .قلت :وهذا إسناد صحيح رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۵۹۷)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحبِ قرآن نے جب قیام کیا، پس اُس نے رات اور دن میں قرائت کی تو وہ اُسے یاد رہا، اور جب اُس نے قرآن مجید کے ساتھ قیام نہ کیا، تو وہ اسے بھول گیا (ابوعوانہ)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا مَثَلُ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِذَا عَاهَدَهَا صَاحِبُهَا عَلٰى عُقُلِهَا أَمْسَكَهَا، وَإِذَا أَغْفَلَهَا ذَهَبَتْ، إِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذَكَرَهُ، وَإِذَا لَمْ يَقْرَأْهُ نَسِيَهُ (السنن الكبرى للنسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کی مثال باندھے ہوئے اونٹ کے جیسی ہے، کہ جب اُونٹ کا مالک اُونٹ کی رسی کی نگرانی کرتا ہے، تو اُونٹ کو روکے رکھتا ہے، اور جب اونٹ سے غفلت کرتا ہے، تو اونٹ چلا جاتا ہے (اسی طرح) جب صاحبِ قرآن قیام کرتا ہے، پھر اُسے رات اور دن پڑھتا ہے، تو وہ اسے (یعنی قرآن کو) یاد رکھتا ہے، اور اگر اُس کو نہیں پڑھتا ہے، تو اُسے بھول جاتا ہے (سنن کبریٰ نسائی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو رات دن تلاوت کرنا اُس کی حفاظت کا باعث ہے۔ اور اگرچہ قیام کرنے سے مراد قرآن مجید کی تلاوت وحفاظت کا التزام کرنا ہو، لیکن اس میں شک نہیں کہ اگر نماز میں کھڑے ہو کر تلاوت کی جائے تو قیام کی فضیلت اور قرآن مجید کی حفاظت زیادہ بہتر طریقہ پر حاصل ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٧٩٨٩، كتاب فضائل القرآن، باب نسيان القرآن، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت؛ شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ١٨١١.

[2] (إذا قام صاحب القرآن) أى حافظه وكل شىء لازم شيئا فقد استصحبه (يقرأ) أى قارئا وفى نسخه فقرأ (بالليل والنهار) أى تعهد تلاوته ليلا ونهارا فلم يغفل عنه (ذكره) أى استمر ذاكرا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور تراویح میں قرآن مجید پڑھنے کے ذریعے سے یہ مقصد بآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔
حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِيْ لَيْلَةٍ، كُتِبَ لَهُ قُنُوْتُ لَيْلَةٍ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٠٥٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے ایک رات میں سو آیتیں پڑھیں، اس کے لئے ساری رات عبادت کا ثواب لکھا جائے گا (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کے وقت میں سو آیات کی قرائت کرنے سے پوری رات عبادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

اگر رمضان کی ایک رات کی تراویح میں ایک سپارہ بھی تلاوت کر لیا جائے تو اُس سے عموماً یہ تعداد پوری ہو جاتی ہے، اور مذکورہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے، بالفاظِ دیگر رمضان المبارک کی وہ بابرکت پوری رات عبادت کے ثواب میں شمار کی جاتی ہے، اور حافظِ قرآن کی اقتداء میں تراویح پڑھنے والوں کو بھی امام کے واسطے سے یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

کئی احادیث میں رات کی نماز اور قیام اور لمبے قیام کی عظیم فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حافظا له (وإن لم يقم به) أى بتلاوته (نسيه) فإنه شديد التفلت كالإبل المعلقة التى إذا انفلتت لا تكاد تلحق ونسيانه كبيرة كما يأتى .وفيه ندب إدامة تلاوة القرآن .فتلاوته أفضل الذكر العام بأن لم يخص بوقت أو محل أما ما خص بأن ورد الشرع به فيه فهو أفضل .(محمد بن نصر) الشافعى (فى) كتاب (الصلاة عن ابن عمر) بن الخطاب (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٨٨)

[1] فى حاشية مسند احمد: حديث حسن بشواهده.

[2] عن أبى هريرة رضى الله عنه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أفضل الصيام، بعد رمضان، شهر الله المحرم، وأفضل الصلاة، بعد الفريضة، صلاة الليل(مسلم، رقم الحديث ١١٦٣ "٢٠٢"، باب فضل صوم المحرم)

عن أبى بشر جعفر بن أبى وحشية، أنه سمع حميد بن عبد الرحمن، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أفضل الصلاة بعد الفريضة قيام الليل، وأفضل الصيام بعد رمضان المحرم(سنن النسائى، رقم الحديث ١٦١٤)

عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أفضل الصلاة طول القنوت(مسلم، رقم الحديث ٧٥٦"١٦٤")

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور تراویح رات کی نماز ہے، جس میں قرآن مجید پڑھنے کی صورت میں قیام بلکہ لمبا قیام بھی ہوتا ہے۔اس لئے تراویح میں قرآن مجید پڑھنے اور سننے کے عمل کے ذریعہ سے وہ فضیلتیں بھی حاصل ہوجاتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ إِذَا رَجَعَ إِلٰی أَھْلِہٖ أَنْ یَجِدَ فِیْہِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ،قُلْنَا نَعَمْ،قَالَ فَثَلَاثُ آیَاتٍ یَقْرَأُ بِھِنَّ أَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے، کہ جب گھر واپس آئے، تو تین اونٹنیاں حاملہ، بڑی اور موٹی اس کو مل جائیں؟

ہم نے عرض کیا، کہ بے شک ضرور! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ (قرآن مجید کی) تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے، وہ تین حاملہ، بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں (ترجمہ ختم)

نماز میں تلاوت کرنا، غیر نماز میں تلاوت کرنے سے افضل ہے۔

اس لئے اس کی فضیلت بڑھ چڑھ کر حاصل ہوتی ہے، کہ جس طرح ایک اونٹنی ہو اور اوپر سے موٹی، تازی بھی ہو، اور اس سے بڑھ کر حاملہ بھی ہو، اسی طرح نماز میں تلاوت کی فضیلت بڑھ چڑھ کر حاصل ہوتی ہے۔

اور تراویح میں قرآن مجید پڑھنے اور سننے والے دونوں اس فضیلت کے مستحق ہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۸۰۲ ''۲۵۰'' کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراء ۃ القرآن فی الصلاۃ وتعلمہ.

[2] وعن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللہ أیحب أحدکم إذا رجع أھلہ أن یجد فیہ أی فی رجوعہ إلیھم وقیل أی فی طریقہ وقال ابن حجر أی فی أھلہ یعنی فی محلھم ثلاث خلفات جمع خلفۃ بفتح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بعض احادیث میں قرآن مجید کی نماز میں تلاوت کو غیر نماز میں تلاوت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي غَيْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّكْبِيْرِ وَ التَّسْبِيْحِ (شعب الايمان للبيهقى) [1]

ترجمہ: قرآن مجید کی نماز میں قرائت کرنا غیر نماز میں قرآن مجید کی قرائت کرنے سے افضل ہے، اور قرآن مجید کی غیر نماز میں قرائت کرنا تکبیر اور تسبیح سے افضل ہے (بیہقی)

بعض اور احادیث میں نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے، جن میں سے بعض احادیث کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فكسر من خلفت الناقة أى حملت يعنى حاملات عظام فى الكمية والماهية سمان فى الكيفية والحالية قلنا نعم أى بمقتضى الطبيعة أو على وفق الشريعة ليكون للآخرة ذريعة قال أى فإذا قلتم ذلك وغفلتم عما هو أولى فثلاث آيات أى فاعلموا أن قراء ة ثلاث آيات خير من ثلاث خلفات وقال ابن حجر فإذا كنتم تحبون ذلك فثلاث آيات ولا يخفى عدم السببية ولذا تكلف الطيبى حيث قال الفاء فى فثلاث آيات جزاء شرط محذوف فالمعنى إذا تقرر ما زعمتم أنكم تحبون ما ذكرت لكم فقد صح أن يفضل عليها ما أذكره لكم من قراء ة ثلاث آيات لأن هذا من الباقيات الصالحات وتلك من الزائدات الفانيات يقرأ بهن أحدكم قال الطيبى الباء زائدة أو للإلصاق فى صلاته بيان للأكمل وتقييد للأفضل خير له من ثلاث خلفات عظام سمان قال الطيبى التنكير للتعظيم والتفخيم وفى الأول للشيوع فى الأجناس فلذلك لم يعرف الثانى رواه مسلم (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۵۵، كتاب فضائل القران)

[1] رقم الحديث ۲۰۴۹، باب تعظيم القرآن، فصل فى قراء القرآن من المصحف.

[2] حديث: من قرأ حرفاً من كتاب الله عز وجل فى صلاته قائماً ، كتب الله له بذلك الحرف منه حسنة ، إذا كان إنما قام لله به ، ومن قرأ حرفاً من الله فى صلاته قاعداً ، كتب له بكل حرف خمسين حسنة ، ومن قرأ شيئاً من القرآن يحتسب بذلك الأجر فى غير صلاة ، لم يقرأ حرفا إلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی طرح بعض احادیث میں قرآن مجید کی سماعت کرنے پر بے شمار نیکیاں حاصل ہونے کا ذکر آیا ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كتب له به حسنة ، والله واسع كريم ، إنما يقول للشيء ' :كن '، فيكون .رواه عمرو بن شمر : عن جابر الجعفي ، عن أبي جعفر محمد بن علي ، عن بشر بن غالب ، عن الحسن بن علي ، عن أبيه علي بن طالب .وعمرو متروك الحديث .وقال ابن عدى :وهذا غير محفوظ بهذا الإسناد ، ولعله غير محفوظ أيضاً عن جابر ، وعنه عمرو بن شمر .فإن هذا حدثنا به جعفر بن أحمد بن بيان المصرى ، عن الحسن بن زياد الكوفى ، عن عمرو .وجعفر هذا كنا نتهمه بوضع الحديث ، ولعله أتى من جهته (ذخيرالحفاظ ،رقم الحديث ٥٤٩٦)

أخبرنا أبو سعد الماليني، أخبرنا أبو أحمد بن عدى، حدثنا ابن أبي عصمة،ومحمد بن عبد الحميد الفرغاني، ومحمد بن علي بن إسماعيل، قالوا :حدثنا علي بن حرب، حدثنا حفص بن عمر بن حكيم، حدثنا عمرو بن قيس الملائي، عن عطاء ، عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من استمع حرفا من كتاب الله طاهرا كتبت له عشر حسنات، ومحيت عنه عشر سيئات، ورفعت له عشر درجات، ومن قرأ حرفا من كتاب الله فى صلاة قاعدا كتبت له خمسون حسنة، ومحيت عنه خمسون سيئة، ورفعت له خمسون درجة، ومن قرأ حرفا من كتاب الله فى صلاة قائما كتبت له مائة حسنة، ومحيت عنه مائة سيئة ورفعت له مائة درجة، ومن قرأ فختمه كتب الله عنده دعوة مجابة معجلة أو مؤخرة "فقال له رجل :يا أبا عباس إن كان رجل لم يتعلم إلا سورة أو سورتين، قال :سأل رجل رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال " :ختمه من حيث علمه، ختمه من حيث علمه " "تفرد به حفص بن عمر وهو مجهول "(شعب الايمان للبيهقي ،رقم الحديث ١٩١٨ ،فصل فى استحباب التكبير عند الختم)

حفص بن عمر الحكيم يقال لقبه الكبر حدث عن عمرو بن قيس الملائى عن عطاء عن ابن عباس أحاديث بواطيل (الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى ج٣ص ٢٨٣ ،تحت ترجمة حفص بن عمر الحكيم)

رواه حفص بن عمر بن حكيم :عن عمرو بن قيس الملائي ، عن عطاء ، عن ابن عباس .وحفص هذا يروى عن عطاء البواطيل ، وهو مجهول(ذخيرة الحفاظ تحت رقم الترجمة ٥٥٠٤)

ل عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من تلا آية من كتاب الله كانت له نورا يوم القيامة، ومن استمع لآية من كتاب الله كتبت له حسنة مضاعفة (شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ١٨٢٨)

عن أنس أو عن الحسن قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من استمع إلى آية من كتاب الله كانت له حسنة مضاعفة ومن تعلم آية من كتاب الله كانت له نورا يوم القيامة (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٦٠١٣)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اوراگرچہ محدثین نے ان میں سے بعض احادیث کی سند پر کلام کیا ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من استمع حرفا من كتاب الله طاهرا كتبت له عشر حسنات، ومحيت عنه عشر سيئات، ورفعت له عشر درجات، ومن قرأ حرفا من كتاب الله في صلاة قاعدا كتبت له خمسون حسنة، ومحيت عنه خمسون سيئة، ورفعت له خمسون درجة، ومن قرأ حرفا من كتاب الله في صلاة قائما كتبت له مائة حسنة، ومحيت عنه مائة سيئة ورفعت له مائة درجة، ومن قرأ فختمه كتب الله عنده دعوة مجابة معجلة أو مؤخرة "فقال له رجل :يا أبا عباس إن كان رجل لم يتعلم إلا سورة أو سورتين، قال :سأل رجل رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال " :ختمه من حيث علمه، ختمه من حيث علمه " "تفرد به حفص بن عمر وهو مجهول "(شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۱۹۱۸)

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال " :من استمع إلى آية من كتاب الله عز وجل، كتب له حسنة مضاعفة، ومن تلاها كانت له نورا يوم القيامة "(مسند احمد، رقم الحديث ۸۴۹۴)

ل قال الهيثمي:رواه أحمد ، وفيه عباد بن ميسرة ، ضعفه أحمد ، وغيره ، وضعفه ابن معين في رواية ، وضعفه في أخرى ، ووثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ج۲ص ۱۶۲)

وفي حاشية مسند احمد : إسناده ضعيف، عباس بن ميسرة لين الحديث، والحسن البصري لم يسمع من أبي هريرة .أبو سعيد مولى بني هاشم :هو عبد الرحمن بن عبد الله بن عبيد البصري.

وأخرجه البيهقي في "شعب الإيمان "، والبغوي في "معالم التنزيل ۱/ ۳۴"من طريق إسماعيل بن عياش، عن ليث بن أبي سليم، عن مجاهد، عن أبي هريرة .وهذا إسناد ضعيف أيضاً لضعف ليث، ورواية إسماعيل بن عياش عن غير أهل بلده فيها تخليط، وهذا منها، فإسماعيل حمصي، وليث كوفي.

وقال طاهر المقدسي: حديث :من استمع حرفا من كتاب الله 'أو قرأه نظراً كتب الله له حسنة ، ومحيت عنه سيئة ، ورفعت له درجة ، ومن قرأ حرفاً من كتاب الله ظاهراً ، كتب الله له عشر حسنات ، ومحيت عنه عشر سيئات ، ورفع له عشر درجات ، ومن قرأ حرفاً من كتاب الله ، في صلاة قاعداً كتب له خمسون حسنة ، ومحيت عنه خمسون سيئة ، ورفع له خمسون درجة ، ومن قرأ حرفا من كتاب الله في صلاة فإنما كتب له مئة حسنة ، ومحيت عنه مئة سيئة ، ورفعت له مئة درجة ، ومن ختمه كتب له عند الله دعوة مستجابة معجلة ؛ أو مؤخرة فقال له رجل :يا ابن عباس ! إن كان رجل لم يتعلم ، إلا سورة ، أو سورتين ؟ قال :سال رجل رسول الله (فقال :ختمه من حيث علمه ختمه من حيث علمه .رواه حفص بن عمر بن حكيم :عن عمرو بن قيس الملائي ، عن عطاء، عن ابن عباس .وحفص هذا يروي عن عطاء البواطيل ، وهو مجهول (ذخيرة الحفاظ محمد بن طاهر المقدسي، رقم الحديث ۵۱۱۱)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لیکن صحیح احادیث سے اُصولی طور پر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت اور سماعت کے عظیم فضائل مسلَّمہ طور پر ثابت ہیں۔

اور احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز باجماعت کا ثواب بغیر جماعت کے مقابلے میں پچیس گنا زیادہ ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا (مسلم) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تمہارے کسی کے اکیلے نماز پڑھنے سے پچیس جزء (یعنی درجے) افضل ہے (مسلم)

اور تراویح کے اندر جب باجماعت قرآن مجید پڑھا؛ یا سنا جائے گا تو ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا ثواب بھی اسی حساب سے زیادہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں قرآن مجید کی تلاوت اور مقتدی کی سماعت بھی اس نماز کا حصہ ہوگی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ (سنن ابن ماجه) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا امام ہو، تو امام کی قرائت اُس کے لئے بھی قرائت ہے (ابنِ ماجہ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَتُهُ لَهُ

؎۱ رقم الحديث ۱۰۴۹ ”۲۴۵“ كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد فى التخلف عنها ،نسائى رقم الحديث ۸۳۸.

؎۲ رقم الحديث ۸۵۰، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا.

Idara Ghufran

قِرَاءَ ةٌ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۶۴۳) ؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا کوئی امام ہو، تو اُس کی قرائت اُس کے مقتدی کے لئے بھی قرائت ہے (مسند احمد)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،قَالَ: كُلُّ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ ، فَقِرَاءَ تُهُ لَهُ قِرَاءَ ةٌ (مصنف ابنِ ابی شیبة) ؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جس کا کوئی امام ہو، تو اُس امام کی قرائت کرنا اُس کے مقتدی کے لئے بھی قرائت کرنا ہے (ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں، جن میں سے بعض کی سند پر محدثین کا کلام بھی ہے۔ ؎

۱؎ فی حاشية مسند احمد: حسن بطرقه وشواهده.

۲؎ رقم الحديث ۳۸۲۳، كتاب الصلاة، باب من كره القراء ة خلف الإمام.

۳؎ نا أبو إسماعيل محمد، نا محمد بن عباد الرازى، نا إسماعيل بن إبراهيم التيمى، عن سهيل بن أبى صالح، عن أبى هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من كان له إمام فقراء ة الإمام له قراء ة(معجم ابن الأعرابى، رقم الحديث ۱۷۶)

عن عبد الله بن شداد ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من كان له إمام ، فقراء ته له قراء ة(مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۳۸۰۰)

عن أبى سعيد الخدرى قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من كان له إمام فقراء ة الإمام له قراء ة.

لم يرو هذا الحديث عن الحسن بن صالح، عن أبى هارون إلا النضر بن عبد الله، تفرد به :عامر بن إبراهيم (المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۷۵۷۹)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الأوسط وفيه أبو هارون العبدى وهو متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۶۴۹)

عن سالم بن عبد الله, عن أبيه, عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من كان له إمام فقراء ته له قراء ة .محمد بن الفضل متروك(سنن الدار قطنى، رقم الحديث ۱۲۳۸)

حدثنا محمد بن مخلد ,ثنا الفضل بن العباس الرازى حدثنا محمد بن عباد الرازى ,ثنا أبو يحيى التيمى ,عن سهيل بن أبى صالح ,عن أبيه ,عن أبى هريرة ,قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من كان له إمام فقراء ته له قراء ة .أبو يحيى التيمى , ومحمد بن عباد ضعيفان(سنن الدار قطنى، رقم الحديث ۱۲۶۴)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لیکن اس میں دورائے ہونے کا امکان نہیں کہ تراویح کی نماز میں حافظ جو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، تو وہ مقتدی کی طرف سے بھی کافی ہوتی ہے۔

البتہ بعض فقہاء مقتدی کو سرّی یا جہری قرائت والی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، لیکن سورہ فاتحہ کے علاوہ امام کی طرف سے باقی قرائت کو وہ بھی مقتدیوں کی طرف سے کافی قرار دیتے ہیں۔ ۱

اس سے معلوم ہوا کہ تراویح میں جو امام قرآن مجید کی قرائت کرتا ہے، وہ مقتدی کی بھی قرائت کہلاتی ہے، اور اس سے مقتدی کو بھی قرائت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

لہٰذا اگر امام نماز میں پورے قرآن مجید کی قرائت کرے گا، اور تجوید اور اچھی آواز کے ساتھ قرائت کرے گا، تو اُس کے واسطے سے اس کا ثواب اور اس کے فضائل وفوائد مقتدیوں کو بھی حاصل ہوں گے۔

کئی احادیث میں ایک مہینے میں قرآن مجید کی مکمل تلاوت کا حکم آیا ہے، اس لئے رمضانُ المبارک کے مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید کی تراویح میں تلاوت مکمل کر لینی چاہئے۔ ۲

---

۱ الفصل الثانی فی تنقیح المذهب وبسطها مع إبطال بعضها قد علم من هذهم القتارات وامثالها الواقعة من الثقات إنهم افترقوا فی باب الفاتحة خلف الإمام علی ثلاثة مسالک الاول مسلک الحنفية ومن وافقهم أنه لايقرأ الفاتحة خلف الإمام لا فی السرية ولا فی الجهرية الثانی مسلک الشافعية ومن وافقهم أنه يقرأ الفاتحة فی السرية والجهرية كليهما الثالث مسلک المالكية ومن وافقهم أنه يقرأ الفاتحة فی السرية دون الجهرية ثم تحت کل مسلک مذاهب متشتة ومسالک متفرقة (إمام الكلام فی القراء ة خلف الإمام لعبدالحی اللكنوی، ج ۲، ص ۲)

۲ عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنهما، عن النبی صلی الله عليه وسلم، قال: صم من الشهر ثلاثة أيام، قال: أطيق أكثر من ذلک، فما زال حتی قال: صم يوما وأفطر يوما فقال: اقرإ القرآن فی كل شهر، قال: إنی أطيق أكثر فما زال، حتی قال: فی ثلاث (بخاری، رقم الحديث ۱۹۷۸)

عن عبد الله بن عمرو، أنه قال: يا رسول الله، فی كم أقرأ القرآن؟ قال: فی شهر، قال: إنی أقوی من ذلک، يردد الكلام أبو موسی، وتناقصه حتی قال: اقرأه فی سبع، قال: إنی أقوی من ذلک، قال: لا يفقه من قرأه فی أقل من ثلاث (سنن أبی داود، رقم الحديث ۱۳۹۰)

Idara Ghufran

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت اور سماعت کا جو ثواب رمضان المبارک میں باجماعت تراویح کی شکل میں حاصل ہوتا ہے اس طرح کا ثواب کسی دوسرے طریقے سے قرائت کرنے اور سماعت کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، اور اگر تراویح میں پورا قرآن مجید مکمل اور ختم کرلیا جائے، تو اس ختمِ قرآن کی جو فضیلت ہے، وہ کسی دوسرے طریقے سے ختم اور مکمل کرکے حاصل ہونا مشکل ہے۔

ایک تو اس وجہ سے کہ یہ رمضان کے بابرکت مہینے میں مکمل ہوتا ہے (اور رمضان میں ادا کیے گئے عمل کو دوسرے دِنوں کے عمل پر عظیم الشان فضیلت حاصل ہے)

دوسرے اس وجہ سے کہ یہ باوضو پڑھ کر یا سُن کر مکمل کیا جاتا ہے (جس کی فضیلت بے وضو پڑھنے یا سُننے سے زیادہ ہے)

تیسرے اس وجہ سے کہ یہ نماز کی شکل میں مکمل ہوتا ہے (اور نماز میں پڑھے ہوئے قرآن مجید کی فضیلت غیر نماز سے افضل ہے)

چوتھے اس وجہ سے کہ تراویح میں قرآن مجید، عموماً کھڑے ہوکر پڑھا یا سُنا جاتا ہے (جس کی فضیلت بیٹھ کر پڑھنے یا سُننے سے زیادہ ہے)

پانچویں اس وجہ سے کہ تراویح میں باجماعت نماز کی شکل میں قرآن مجید کی تکمیل ہوتی ہے (جس کی فضیلت تنہا نماز سے زیادہ ہے)

چھٹے اس وجہ سے کہ عموماً مسجد میں اس کی تکمیل ہوتی ہے اور مسجد کا عمل یقیناً عظیم اہمیت کا حامل ہے۔

ساتویں اس وجہ سے کہ تراویح میں پڑھے ہوئے قرآن مجید میں غلطی بتلانے والے سامع کا بھی انتظام ہوتا ہے، اس لیے غلط پڑھے جانے سے حفاظت کا انتظام ہوتا ہے (جبکہ انسان اگر خود سے بیٹھ کر قرآن مجید پڑھے تو اس کا انتظام نہیں ہوتا)

آٹھویں جو لوگ قرآن مجید پڑھے ہوئے نہیں، وہ بھی تراویح میں شامل ہوکر پورے قرآن

Idara Ghufran

مجید کو مکمل کرنے کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں، جو اُن کے لیے کسی اور شکل میں حاصل کرنا مشکل ہے۔

نویں اس وجہ سے کہ ہر آدمی کی قرآن مجید کی قرائت تجوید کے مطابق نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے وہ خود سے قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھ کر مکمل کرنے کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے، اور تراویح کی شکل میں تجوید کے ساتھ پڑھنے والے امام کی اقتداء میں تجوید کے ساتھ قرآن مجید مکمل کرنے کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

تراویح میں دینی فوائد کے علاوہ دنیاوی اور طبی فوائد بھی موجود ہیں، مثلاً سارے دن روزہ کی حالت میں کھانا نہ کھانے کی وجہ سے افطار کے وقت عام طور پر کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے۔ جس سے جسم اور معدہ پر بوجھ ہو جاتا ہے، اور وہ تراویح پڑھنے کی برکت سے دُور ہو جاتا ہے، کیونکہ تراویح پڑھنے سے جسم کی ورزش بھی ہوتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضانُ المبارک میں روزوں کے ساتھ ساتھ، تراویح اور اُس میں قرآن مجید پڑھنے اور سُننے کے فضائل سے سب مسلمانوں کو پوری طرح سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح کی بیس رکعات کی مفصَّل ومدلَّل تحقیق

رمضانُ المبارک کا مہینہ دوسرے تمام مہینوں سے افضل واعلیٰ ہے، اوراس مہینہ میں عبادت کی فضیلت بہت زیادہ ہے، اورتراویح اس مہینہ کا خاص عمل ہے، جس کے فضائل پہلے ذکر کیے جاچکے ہیں، کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی امت کوترغیب دی اورفضیلت بیان کی ہے، اوراس کوسنت قراردیاہے، اور یہ بات ناممکن ہے کہ آپ نے امت کواس کی ترغیب دی ہو، اوراس کوسنت بتلایا ہو، اورخوداس پرعمل نہ کیا ہو، البتہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فرض ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے ہمیشہ اس کوباجماعت ادانہیں فرمایا۔

اورتراویح کواحادیث میں قیامِ رمضان کا نام دیا گیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نماز عام دنوں کی نماز سے کچھ ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

تراویح کی بیس رکعات ہیں اور یہ بیس رکعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں، اسی لئے حضرات تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں اورحضرت امام مالک رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق بھی تراویح کی بیس رکعات ہیں، اورامام مالک کے ایک قول کے مطابق اس سے بھی زیادہ ہیں (بیس سے کم کسی روایت میں نہیں)

ان چاروں برحق فقہ وحدیث کے اماموں نے بیس سے کم تراویح کواختیار نہیں فرمایا۔ یہی جمہور کا قول ہے اورآج تک مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں اسی پراہلُ السنۃ والجماعۃ کی اکثریت کا عمل چلا آرہا ہے۔

حرمین شریفین میں بھی آج تک اسی پرعمل ہوتا رہا ہے۔

سعودی عرب کے نامور عالم اورمسجد نبوی کے مشہور مدرس، مدینہ منورہ کے قاضی ''شیخ عطیہ محمد

Idara Ghufran

سالم“ نے مسجدِ نبوی میں نمازِ تراویح کی ہزار سال سے زیادہ کی تاریخ پر عربی میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

جس کا عربی میں نام ہے:

”اَلتَّرَاوِیحُ أَکْثَرُ مِنْ أَلْفِ عَامٍ فِي الْمَسْجِدِ النَّبَوِيّ“

انہوں نے اس کتاب میں ترتیب وار ہر صدی کی تاریخی حیثیت کو واضح کیا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ جو لوگ آٹھ رکعت سے زیادہ تراویح سے منع کرتے ہیں؛ اور اس سے بڑھ کر نعوذ باللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سنت کی مخالفت کا الزام عائد کرتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں اور سخت گناہگار ہیں، اور بیس تراویح کا عمل ہی سنت ہے، اسی پر خیر القرون میں اور اس کے بعد مسجد نبوی میں عمل رہا ہے۔[1]

---

[1] چنانچہ وہ اپنی اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

وهو العدد الذی جمع عمر رضی الله عنه الناس عليه مع أُبَی ابن كعب ويكون هذا العدد مستندا إلى سنة لا مجرد اختيار عمر رضی الله عنه والله أعلم .وبعد هذا فلا يحق لأحد أن يمنع الزيادة على ثمان ركعات وقوفا عند حديث مسروق عن عائشة رضی الله عنها أو يعيب فعل عمر متهما إياه بمخالفة السنة حاشاه رضی الله عنه.

عهد أبی بكر الصديق رضی الله عنه :كان عهد الصديق رضی الله عنه غير طويل، وكان الناس حدثاء عهد بعهد النبوة فلم تتكون عوامل تغيير تذكر بالنسبة للتراويح .ولهذا لم يذكر أحد أن التراويح فی عهد الصديق رضی الله عنه طرأ عليها جديد مستدلين بحديث أبی هريرة رضی الله عنه" :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يُرَغب فی قيام (التراويح أكثر من ألف عام فی المسجد النبوی ص ١٠، الناشر: الجامعة الاسلامية المدينة المنورة، السنة الثانية -العدد الأول -رجب 1389هـ/1979م)

فيكون الجديد فی التراويح فی عهد عثمان رضی الله عنه أنّ عليا بنفسه كان يؤم الناس فيها عشرين ليلة، وأنّه وجد دعاء ختم القرآن.

عهد على رضی الله عنه :أما عهد على رضی الله عنه فجاء فی سنن البيهقی أنّه رضی الله عنه جعل للرجال إماما وللنساء إماما، ولكنه كان يؤمهم بنفسه فی الوتر؛ فعن عطاء بن السائب عن أبی عبد الرحمن السلمی عن على رضی الله عنه قال" :دعا القراء فی رمضان فأمر منهم رجلا أن يصلی بالناس عشرين ركعة، قال وكان على رضی الله عنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جولوگ آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں، وہ جمہور امت اور فقہائے کرام کے اجماع سے کٹے ہوئے ہیں، بہت اقلیت میں ہیں اور غلطی پر ہیں، نیز وہ خیر القرون کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یوتر بهم "، قال البیهقی " :وروی هذا من وجه آخر عن علی ."فقد وجدنا هنا تجدیدا فی زمن علی حیث أنّه کان فی عهد عثمان رضی الله عنه یصلی بهم التراویح وفی العشر الأخیر یقتصر لنفسه، وهنا نجد علیا رضی الله عنه یصلی بهم الوتر .أما إمام النساء فی زمن علی رضی الله عنه فهو عرفجة الثقفی کما عند المروزی، قال عرفجة الثقفی " :أمرنی علی رضی الله عنه فکنت إمام النساء فی قیام رمضان ."ففی زمن علی رضی الله عنه کانت التراویح عشرین والوتر ثلاث، وهذا أغلب الظن کما کانت فی عهد عثمان رضی الله عنه ، وعهد عمر رضی الله عنه ، وأن الزیادة إنما أحدثت بعد عهد علی رضی الله عنه أی الست والثلاثین المتقدمة.وفی زمنه أیضا تولی هو الإمامة فی صلاة الوتر علی خلاف عثمان وعمر رضی الله عنهما .ما بین عمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم إلی عمر بن عبد العزیز رضی الله عنه ،مما تقدم یظهر للمتأمل أن عدد رکعات التراویح کان مستقرا إلی ثلاث وعشرین، منها ثلاث رکعات وترا(حواله مذکوره ص ۲۰)

کما فی روایة یزید بن الرومان عند مالک کما تقدم، قال" :کان الناس یقومون زمن عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة؛ وهو کما قال عنه فی التقریب: یزید بن الرومان المدنی مولی آل الزبیر ثقة من الخامسة، مات سنة ثلاثین أی بعد المائة، فیکون قد عنی بزمن عمر فقط، وإلا لقال " :وعثمان وعلی ."وعلیه تکون الزیادة التی وردت فی روایات کل من معاذ القارء وصالح مولی التوأمة أنها وجدت بعد عمر وعثمان وعلی رضی الله تعالی عنهم، لأنها محددة بما قبل الحرة، ولم تعین أی وقت کان قبلها.فإذا کانت النصوص تحدد بثلاث وعشرین زمن عمر، وتظل تنص علی ثلاث وعشرین أیضا من فعل علی فی عهد علی فیکون من البین أن هذا العدد کان مستقرا وثابتا إلی زمن علی رضی الله عنه ، وأن الزیادة إنما جاء ت بعده، وقد استمرت إلی عمر بن عبد العزیز فیما بعد(حواله مذکوره ص ۲۱)

ل بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر آٹھ یا بارہ رکعت تراویح پڑھ لی جائیں، تو اس میں کیا حرج ہے، لیکن یہ بات صحیح نہیں، اس سلسلے میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سیدھی سی بات ہے کہ بیس رکعت کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اجماع کی مخالفت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کیونکہ جن روایات میں آٹھ رکعات کا ذکر ہے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے، تراویح کی نماز مراد نہیں ہے اور یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں (جیسا کہ آگے تفصیل کے ساتھ آ رہا ہے) اور آٹھ رکعات تراویح مراد لینے کی صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کو غیر رمضان پر ترجیح نہیں دیتے تھے، اور جتنی نمازیں غیر رمضان کی راتوں میں پڑھا کرتے تھے، صرف اتنی ہی نمازیں رمضان کی راتوں میں پڑھا کرتے تھے۔

اور یہ بات عقل ونقل کے خلاف ہے۔

تراویح کے نام سے استدلال

(۱)......سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ''تراویح'' تَرْوِیْحَةٌ کی جمع ہے اور تَرْوِیْحَةٌ چار رکعت کے بعد ایک دفعہ وقفہ کرنے کو کہتے ہیں، اور ''تَرْوِیْحَتَان'' دو وقفوں کو کہا جائے گا، جیسے والدین کا لفظ، والد اور والدہ، دو افراد کے لئے بولا جاتا ہے، اور اسی طرح جانبین، اور طرفین، کا لفظ، دو کے مجموعے پر بولا جاتا ہے۔

اور تراویح دو سے زیادہ وقفوں کو کہا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد وقفہ ہوا کرتا تھا، اور بیس رکعت کے بعد یہ کل پانچ وقفے بنا کرتے تھے، ان وقفوں کی مناسبت سے اس نماز کا نام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ناجائز ہے اور یہ اجماع علامت ہے ان احادیث کے منسوخ ہونے کی اور اگر اجماع میں شبہ ہو کہ بعض علماء نے صرف آٹھ کو سنت مؤکدہ لکھا ہے تو جواب یہ ہے کہ اجماع اس (بیس کے) قول سے منعقد ہے پس اس کے مقابلہ میں شاذ قول قابلِ اعتبار نہیں ہوگا۔ جب تاکد ثابت ہوگیا تو اس کے ترک کرنے سے موردِ عتاب ہوگا (اور اگر کوئی کہے کہ صاحبِ فتح القدیر نے آٹھ رکعتوں کا لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے) کہ جمہور کے مقابلہ میں ایک صاحبِ فتح القدیر کی رائے نہیں چل سکتی، خصوصاً جب کہ اُن کا عمل خود اُن کے خلاف ہو کیونکہ صاحبِ فتح القدیر کی یہ علمی تحقیق ہے مگر پڑھیں انہوں نے بھی ہمیشہ بیس۔ لہٰذا ان کی تحقیق قابل عمل نہیں (خطبات حکیم الامت ج۱۶ص۸۵ وعظ روح القیام)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح پڑ گیا۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ تین وقفوں سے کم کی صورت میں (جو کہ کم از کم بارہ رکعات پر ہوتے ہیں) تراویح نام رکھنا ہی درست نہیں بنتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

(۴)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهٗ ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهٗ حَتّٰى يَنْسَلِخَ (شعب الايمان للبيهقي) [2]

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ازار بند کس لیتے (اور) پھر (آخری عشرہ میں) اپنے بستر مبارک پر نہ آتے یہاں تک

---

[1] وأنبأ ابن فنجويه، أنبأ أحمد بن محمد بن إسحاق بن عيسى السنى، ثنا محمد بن سعيد البزورى، ثنا يعقوب بن إبراهيم الدورقى، ثنا أبو بكر بن عياش، عن الربيع بن سحيم الكاهلى، عن زيد بن وهب قال " :كان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يروحنا فى رمضان، يعنى بين الترويحتين قدر ما يذهب الرجل من المسجد إلى سلع "كذا قال، ولعله أراد من يصلى بهم التراويح بأمر عمر بن الخطاب رضى الله عنه، والله أعلم (السنن الكبرىٰ للبيهقى رقم الحديث ۴۲۹۳،باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان)

التراويح جمع ترويحة وهى المرة الواحدة من الراحة كتسليمة من السلام سميت الصلاة فى الجماعة فى ليالى رمضان التراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا يستريحون بين كل تسليمتين (اعلاء السنن ج ۷ ص ۴۷)

(والتراويح) سنة مؤكدة سميت بذلك لأنهم يصلون أربع ركعات ويتروحون ساعة أى: يستريحون (عشرون ركعة) لما روى أبو بكر عبد العزيز فى الشافى عن ابن عباس :أن النبى - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -كان يصلى فى شهر رمضان عشرين ركعة (الروض المربع شرح زاد المستنقع فى اختصار المقنع، لمنصور بن يونس بن ادريس بهوتى حنبلى رحمه الله، ج ۱ ص ۱۱۵، باب صلاة التطوع واوقات النهى)

[2] رقم الحديث ۳۳۵۲،كتاب الصيام، باب فضائل شهر رمضان ، واللفظ لهٗ،فضائل الاوقات للبيهقى رقم الحديث ۶۷، صحيح ابنِ خزيمة رقم الحديث ۲۲۱۶،الكامل لابن عدى، ج ۶ ص ۲۰۷.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کہ رمضان گزر جاتا (بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں رمضان میں کثرت سے عبادت میں مشغول ہوتے تھے، اور جب پورے رمضان کا اعتکاف فرمایا، اس وقت پورے مہینے میں بیویوں سے بھی علیٰحدگی رکھتے تھے، اور جب آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا تو پھر اس دوران بیویوں سے علیٰحدگی رکھتے تھے۔

جبکہ تہجد کی نماز تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے سال ہی ادا فرمایا کرتے تھے، اگر رمضان میں بھی تہجد کی رکعتوں کے برابر نماز پڑھتے تھے، تو پھر ان الفاظ کا کیا مطلب ہوگا؟

جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے عمل کو زیادہ تیز کردیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے، اس لئے رات کو بستر پر بھی تشریف نہیں لاتے تھے۔ [1]

ملحوظ رہے کہ مذکورہ روایت سند کے لحاظ سے درست ہے۔ [2]

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کی کثرت تو پورے رمضان ہی کیا کرتے تھے، البتہ بستر پر نہ آنے کا معمول اعتکاف کی حالت میں تھا، جب پورے مہینے کا اعتکاف فرمایا، تو آپ مسجد میں ہونے کی وجہ سے گھر میں سونے اور آرام کرنے کے لئے تشریف نہیں لاتے تھے، پھر بعد میں اعتکاف کا معمول آخری عشرے میں تھا، جس کا ذکر دوسری روایات میں موجود ہے، اس طرح دونوں قسم کی روایات میں تطبیق ہوجاتی ہے، اور کوئی ظاہری تعارض نہیں رہتا، اور اس روایت کو ضعیف کہہ کر اس کو دوسری احادیث کے مقابلے میں مرجوح قرار دینا درست نہیں، کیونکہ یہ روایت سند کے لحاظ سے درست ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات بھی اس کی مؤید ہیں۔

[2] چنانچہ سننِ بیہقی کی سند درج ذیل ہے کہ:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، ومحمد بن موسى، قالا :حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، حدثنا الربيع بن سليمان، حدثنا عبد الله بن وهب، أخبرنا سليمان بن بلال، أخبرني عمرو، عن المطلب بن عبد الله، عن عائشة(بيهقى حواله بالا)

اور ابنِ خزیمہ کی سند درج ذیل ہے کہ:

حدثنا الربيع بن سليمان ، حدثنا ابن وهب ، حدثني سليمان وهو ابن بلال ، حدثني عمرو وهو ابن أبي عمرو ، عن المطلب بن عبد الله ، عن عائشة ، زوج النبي صلى الله عليه وسلم ، أنها قالت(ابن خزيمه،حواله بالا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت عائشہ وابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث

(۳)......ایک دوسری سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور ابنِ عدی کی سند مع متن اور عمرو بن ابی عمرو، راوی کی توثیق کے درج ذیل ہے:

ثنا أبو مصعب عن عبد العزيز بن محمد عن عمرو بن أبى عمرو عن المطلب بن عبد الله عن عائشة زوج النبى صلى الله عليه وسلم وثلاثمائة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل رمضان شد مئزره فلم يأو إلى فراشه حتى ينسلخ رمضان وعمرو بن أبى عمرو له أحاديث عن أنس غير ما ذكرت وروى عنه مالك وهو عندى لا بأس به لأن مالكا لا يروى إلا عن ثقة أو صدوق(الكامل حواله بالا)

یہی وجہ ہے کہ علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں اس حدیث کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔لیکن امام مناوی نے یہ فرمایا ہے کہ اس روایت میں ربیع بن سلیمان ہیں، اگر وہ صاحبِ امام شافعی ہوں تو ثقہ ہیں، اور اگر بصری ہوں تو وہ ضعیف ہیں۔

(هب عن عائشة) رمز المصنف لحسنه فيه الربيع بن سليمان فإن كان هو صاحب الإمام الشافعى فثقة أو الربيع بن سليمان البصرى الأزدى فضعيف قال يحيى :ليس بشئى (فيض القدير للمناوى،تحت حديث رقم ٦٦٨٠)

مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس روایت میں ربیع بن سلیمان، بن عبدالجبار ہیں، جو کہ صاحبِ امام شافعی اور ثقہ ہیں، کیونکہ یہ ابنِ وہب سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے محمد بن یعقوب روایت کرتے ہیں، اور مذکور روایت میں یہ دونوں راوی موجود ہیں، جبکہ ابنِ عدی کی روایت میں یہ سرے سے موجود ہی نہیں، کما مر۔

چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ:

الربيع بن سليمان *(د، ق، س، ت) ابن عبد الجبار بن كامل، الامام المحدث الفقيه الكبير، بقية الاعلام، أبو محمد، المرادى، مولاهم المصرى المؤذن، صاحب الامام الشافعى، وناقل علمه، وشيخ المؤذنين بجامع الفسطاط ومستملى مشايخ وقته.مولده فى سنة أربع وسبعين ومئة أو قبلها بعام.سمع عبدالله بن وهب(سير اعلام النبلاء،جز ١٢ ص ٥٨٧)

اور تہذیب الکمال میں، محمد بن یعقوب کے ان کے شاگرد ہونے کی بھی تصریح ہے۔

وأبو العباس محمد بن يعقوب الاصم النيسابورى (تهذيب الكمال،جز ٩ ص ٨٧)

اور اگر اس روایت میں ربیع بن سلیمان بن داؤد مراد ہوں تو وہ بھی ثقہ ہیں۔

البتہ ربیع بن صبیح کو بعض نے سیئ الحفظ قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ اس روایت میں موجود نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

چنانچہ علامہ ابنِ حجر نے ان تینوں حضرات کا آگے پیچھے اس طرح تذکرہ فرمایا ہے۔

الربيع بن سليمان بن داود الجيزى أبو محمد الأزدى المصرى الأعرج ثقة من الحادية عشرة مات سنة ست وخمسين د س.

الربيع بن سليمان بن عبد الجبار تالمرادى أبو محمد المصرى المؤذن صاحب الشافعى ثقة من الحادية عشرة مات سنة سبعين وله ست وتسعون سنة .

الربيع بن صبيح بفتح المهملة السعدى البصرى صدوق سىء الحفظ وكان عابدا مجاهدا قال الرامهرمزى هو أول من صنف الكتب بالبصرة من السابعة مات سنة ستين خت ت ق(تقريب التهذيب لابن حجر، ج ۱ ص ۲۰۶، الناشر: دار الرشيد ،سوريا)

اور ناصر الدین البانی صاحب نے بھی اس روایت کے رجال کو ثقات شمار کیا ہے، لیکن ساتھ ہی عبدالمطلب بن عبداللہ کو مدلس قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

قلت : و هذا إسناد ضعيف ، و رجاله ثقات ، غير أن عبد المطلب بن عبد الله ، كان كثير التدليس و الإرسال ، كما فى "التقريب(السلسله الضعيفه للالبانى تحت رقم الحديث ۲۳۴۶)

البانی صاحب نے جب اس کے رجال کا ثقات ہونا تسلیم کرلیا تو یہ روایت سند کے لحاظ سے درست ہوئی اور رہا تدلیس کا معاملہ تو وہ مذکورہ روایت میں ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک مضر نہیں۔

بلکہ ایک مقام پر خود البانی صاحب نے عمرو بن ابی عمرو کی مطلب بن عبداللہ سے عنعنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی روایت کو شیخین کی شرط کے مطابق ہونا تسلیم کیا ہے۔

أخرجه أبو داود (۴۷۹۸)و ابن حبان(۱۹۲۷)و الحاكم(۱/۶۰)من طريق عمروبن أبى عمرو عن المطلب بن عبد الله بن حنطب عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فذكره .و قال الحاكم : "صحيح على شرط الشيخين ."و وافقه الذهبى .قلت :و هو كما قالا لولا أنه اختلف فى سماع المطلب من عائشة فقال أبو حاتم ":روايته عنها مرسلة و لم يدركها ."و قال أبو زرعة ":نرجو أن يكون سمع منها ."لكن الحديث على كل حال صحيح بما تقدم و قد وجدت له طريقا أخرى عنها موصولة، أخرجه ابن عدى فى "الكامل "(۱/۱۴۹)عن اليمان بن عدى حدثنا زهير بنمحمد عن يحيى بن سعيد عن القاسم عنها به .و قال ":لا أعلم يرويه عن زهير غيريمان ."قلت :و فيهما ضعف غير شديد ، فحديثهما فى الشواهد لا بأس به(السلسلة الصحيحة تحت رقم الحديث ۷۹۵)

مگر تعجب ہے کہ البانی صاحب نے مبحوث فیہ حدیث کو شواہد کے ہوتے ہوئے ضعیف کہہ دیا، جس سے ہمیں اتفاق نہیں۔

پس اس روایت کو ضعیف قرار دینا درست نہیں، اور امام سیوطی کے فیصلے کے مطابق یہ روایت کم از کم حسن کے درجے میں داخل ہے، بالخصوص جب کہ اس کے ساتھ آگے آنے والی روایات کو بھی جمع کرلیا جائے۔

Idara Ghufran

وَكَثُرَتْ صَلَاتُهُ، وَابْتَهَلَ فِي الدُّعَآءِ، وَأَشْفَقَ مِنْهُ (شعب الايمان للبيهقي) [1]

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کی نمازوں میں زیادتی ہو جاتی تھی اور دعا میں تضرّع وزاری بڑھ جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (کی عظمت) کی وجہ سے ڈرا کرتے تھے (بیہقی)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ اسی مضمون کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

اور یہ روایت اس سے پہلے ذکر شدہ روایت کے مضمون کے مطابق ہے، لہٰذا یہ حدیث بھی کم از کم حسن درجے میں داخل ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۳۳۵۳، كتاب الصيام، باب فضائل شهر رمضان، فضائل الاوقات للبيهقي رقم الحديث ۶۸.

[2] چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے متن میں مذکور حدیث کی سند اس طرح بیان فرمائی ہے کہ:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو زكريا يحيى بن إبراهيم بن يحيى، قالا :أخبرنا أبو الحسين عبد الباقي بن قانع، حدثنا أحمد بن علي الخراز، حدثنا محمد بن عبد المجيد التميمي، حدثنا أبو داود، حدثنا قرة بن خالد، عن عطاء بن أبي رباح، عن عائشة الخ .

امام مناوی رحمہ اللہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ:

فيه عبد الباقي ابن قانع قال الذهبي :قال الدارقطني يخطء كثيرا.(فيض القدير،تحت رقم الحديث ۶۶۸۱)

مگر اس سے مذکورہ روایت کا ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ مندرجہ بالا حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

ورواه خلف بن أيوب، عن عوف بن أبي جميلة، عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرة قال :كان فذكره.

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، حدثنا محمد بن صالح بن هانء، حدثنا العباس بن حمزة، حدثنا أيوب بن الحسن، حدثنا خلف بن أيوب . . . . .فذكره(حواله بالا)

اور ظاہر ہے کہ دوسری سند میں ابنِ قانع موجود نہیں۔

اور دوسری سند کے اتصال سے یہ بات واضح ہو چکی کہ ابن قانع نے اس روایت کے نقل کرنے میں کوئی خطا نہیں کی۔

اس تقریر کے بعد اگر دوسری سند میں کوئی راوی ضعیف بھی ہو تو وہ مضر نہیں، کما ہو ظاہر باصول الحدیث۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کی حالت کو دوسروں کے مقابلہ میں بہتر جانتی ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز گھر پر ادا فرمایا کرتے تھے۔

پھر مذکورہ روایت میں رمضان کی رات کی نماز کے بارے میں کثرت کا لفظ موجود ہے، جس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز دوسرے دنوں کی رات کی نماز کے مقابلے میں تعداد میں زیادہ ہوجاتی تھی۔

لہٰذا یہ مطلب مراد لینا کہ تعداد تو اتنی ہی رہتی تھی، جتنی دوسرے مہینوں میں ہوتی تھی، اور صرف لمبی ہوجاتی تھیں، یہ اس حدیث کے صریح الفاظ کے خلاف ہے۔ [۱]

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ:

> ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضانُ المبارک کے بابرکت مہینہ میں بھی اتنی ہی نمازیں پڑھا کرتے تھے، جتنی کہ دوسرے مہینوں میں پڑھا کرتے تھے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو خاص رمضان کے مہینہ کے قیامِ رمضان اور تراویح کی ترغیب بھی دیتے ہوں اور اس کے فضائل بھی بیان کرتے ہوں، اور اس کو سنت بھی قرار دیتے ہوں''

یہ کسی طرح درست نہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> جن روایات میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بنسبت دوسروں مہینوں کے زیادہ نماز پڑھتے تھے، تو اس نماز سے مراد تراویح کی نماز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں تراویح پڑھا کرتے

---

[۱] اور ویسے بھی یہ مفہوم مراد لینا اس لئے درست نہیں بنتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اور دنوں میں بھی لمبی لمبی نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ لمبے قیام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک ورم کرجاتے تھے، پھر اس میں رمضان کی کیا خصوصیت ہوگی، اور رمضان کی قیامِ لیل والی خاص نماز کا کیا ذکر رہے گا؟

Idara Ghufran

تھے، کہ اس وقت عرف میں تراویح کی تعبیر قیامِ رمضان کے ساتھ کرتے تھے (فتاویٰ عزیزی ص ۴۸۴، مسائلِ نماز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید، کراچی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۴)...... امام، محدث، حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمہ اللہ اپنی سند سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ ۱

کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ أَرْبَعَةٌ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ (تاريخ جرجان) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی ایک رات گھر سے مسجد میں تشریف لائے،

---

۱ السهمى أبو القاسم حمزة بن يوسف بن إبراهيم *
الإمام، الحافظ، المحدث المتقن، المصنف، أبو القاسم حمزة بن يوسف بن إبراهيم بن موسى بن إبراهيم بن محمد القرشى، السهمى، من ذرية صاحب النبى -صلى الله عليه وسلم- هشام بن العاص بن وائل السهمى، محدث جرجان. ولد: سنة نيف وأربعين وثلاث مائة.
وأول سماعه بجرجان كان فى سنة أربع وخمسين، سمع من: أبيه المحدث أبى يعقوب، وأبى بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل الصرام، وأبى أحمد بن عدى، وأبى بكر الإسماعيلى، وخلق.
وارتحل فى سنة ثمان وستين إلى أصبهان والرى وبغداد والبصرة والشام ومصر والحرمين وواسط والأهواز والكوفة.
وروى عن: أبى محمد بن ماسى، وأبى حفص الزيات، وأبى محمد بن غلام الزهرى، وأبى بكر الوراق، وعبد الوهاب الكلابى، وأبى بكر بن عبدان الشيرازى، وأبى الحسن الدارقطنى، وأبى زرعة محمد بن يوسف الكشى، وجعفر بن حنزابة الوزير، وميمون بن حمزة العلوى، وطبقتهم.
حدث عنه: أبو بكر البيهقى، وأبو القاسم القشيرى، وأبو صالح المؤذن، وعلى بن محمد الزبحى، وإسماعيل بن مسعدة الإسماعيلى، وإبراهيم بن عثمان الجرجانى، وأبو بكر أحمد بن على بن خلف الشيرازى، وآخرون.
وصنف التصانيف، وتكلم فى العلل والرجال. مات: سنة ثمان وعشرين وأربع مائة. وقيل: سنة سبع وعشرين. حدث الخطيب عن رجل عنه (سير اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۴۶۹ تا ۴۷۱)
۲ رقم الترجمة ۵۵۶، ج ۱ ص ۳۱۷، باب حرف العين، من اسمه على، الناشر: عالم الكتب، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پھر لوگوں کو چوبیس رکعتیں (چار فرض، اور بیس تراویح) اور تین وتر پڑھائے (تاریخِ جرجان)

فائدہ: اس حدیث کو خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام اور جمہور امت کے عمل، نیز حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی آگے آنے والی حدیث سے تائید حاصل ہے۔

اس لیے یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہے۔ [1]

اس حدیث کے پہلے راوی ابوالحسن ہیں، جو کہ صالح ہیں۔ [2]

اور دوسرے راوی عبدالرحمٰن بن عبدالمؤمن ہیں، ان کو بھی صدوق اور ثبت قرار دیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] مندرجہ بالا حدیث کی سند درج ذیل ہے:

حدثنا أبو الحسن علی بن محمد بن أحمد القصری الشیخ الصالح رحمه الله حدثنا عبد الرحمن بن عبد المؤمن العبد الصالح قال أخبرنی محمد بن حمید الرازی حدثنا عمر بن هارون حدثنا إبراهیم بن الحناز عن عبد الرحمن عن عبد الملک بن عتیک عن جابر بن عبد الله الخ

[2] چنانچہ تاریخ جرجان میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

أبو الحسن علی بن محمد بن أحمد بن عبد الله الفقیه الشافعی الزاهد جرجانی کان یعرف بأبی الحسن القصری ینزل بباب الخندق وتوفی فی الجامع یوم الجمعة عند المحراب العتیق بعد الصلاة یوم عاشوراء سنة ثمان وستین وثلاثمائة روی عن عبد الرحمن بن عبد المؤمن وعاصم بن سعید وأحمد بن عبد الکریم والبغوی وابن صاعد وابن أبی داود وغیرهم حدثنا أبو الحسن علی بن محمد بن أحمد القصری الشیخ الصالح رحمه الله حدثنا عبد الرحمن بن عبد المؤمن العبد الصالح قال أخبرنی محمد بن حمید الرازی حدثنا عمر بن هارون حدثنا إبراهیم بن الحناز عن عبد الرحمن عن عبد الملک بن عتیک عن جابر بن عبد الله قال خرج النبی صلی الله علیه و سلم ذات لیلة فی رمضان فصلی الناس أربعة وعشرین رکعة وأوتر بثلاثة (تاریخ جرجان، لحمزة بن یوسف أبو القاسم الجرجانی، رقم الترجمة ۵۵٦، ج ۱ ص ۳۱٦، ۳۱۷، باب حرف العین، من اسمه علی)

[3] چنانچہ تاریخِ جرجان میں ہی خود محدث، حافظ عبداللہ بن یوسف جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أبو محمد عبد الرحمن بن عبد المؤمن بن خالد بن یزید بن عبد الله بن المهلب بن عیینة بن المهلب بن أبی صفرة واسمه ظالم بن سراق بن صبح بن کندی بن عمرو بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور تیسرے راوی محمد بن حمید رازی ہیں، جن کو اگرچہ بعض نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن جلیل القدر محدثین نے ان کو ثقہ فرمایا ہے، اس لیے یہ بھی معتبر راوی ہیں۔ ۱

اور اس حدیث کے چوتھے راوی عمر بن ھارون ہیں، جن کو اگرچہ متعدد حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن متعدد حضرات نے ان کو ثقہ اور ان کی حدیث کو حسن فرمایا ہے۔

لہٰذا ان کی یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عدی بن وائل بن الحارث بن العتیک بن أسد بن عمران بن عمرو بن حارثة بن امرء القیس بن ثعلبة بن مازن سمعت أبا بکر الإسماعیلی یقول عبد الرحمن بن عبد المؤمن صدوق ثبت یعرف الحدیث(تاریخ جرجان ،حرف العین ،تحت رقم الترجمة ۴۱۵، ج ۱ ص ۲۵۵)

۱ محمد بن حمید بن حیان الرازی أبو عبد الله التمیمی.روی عن ابن المبارک وزید بن الحباب وخلق وعنه أبو داود والترمذی وابن ماجه وطائفة.وثقه أحمد ویحیی وغیر واحد وضعفه النسائی والجوزجانی(طبقات الحفاظ للسیوطی، ۲۱۶)

وقال أبو بکر بن أبی خیثمة :سئل یحیی بن معین عن محمد بن حمید الرازی فقال :ثقة.لیس به بأس ، رازی کیس . وقال علی بن الحسین بن الجنید الرازی :سمعت یحیی ابن معین یقول :ابن حمید ثقة ، وهذه الاحادیث التی یحدث بها لیس هو من قبله ، إنما هو من قبل الشیوخ الذین یحدث عنهم.وقال أبو العباس بن سعید :سمعت جعفر بن أبی عثمان الطیالسی یقول :ابن حمید ثقة ، کتب عنه یحیی وروی عنه من یقول فیه هو أکبر منهم(تهذیب الکمال،ج۲۵ ص ۱۰۱)

۲ یا تو اس وجہ سے کہ جرح وتعدیل کے اختلاف کی وجہ سے بذاتِ خود یہ حسن درجے میں داخل ہے، اور یا اس وجہ سے کہ ان کی اس حدیث کو تعاملِ صحابہ وامت اور آگے آنے والی حدیثِ ابنِ عباس سے تائید حاصل ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ:

عمر بن هارون بن یزید الثقفی مولاهم البلخی متروک وکان حافظا من کبار التاسعة مات سنة أربع وتسعین (تقریب التهذیب ج ۱ ص ۴۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ عمر بن ھارون حافظ ہیں، جہاں تک متروک ہونے کا معاملہ ہے، تو ہمارے نزدیک جب تک کسی کے ترک پر اجماع نہ ہو، اُس وقت تک اس کو ترک نہیں کیا جاتا۔

قال یعقوب وقال لی أحمد مذهبی فی الرجال انی لا أترک حدیث محدث حتی یجتمع أهل مصر علی ترک حدیثه (تهذیب التهذیب، ج۵ صفحه ۳۷۷، حرف العین)

قلت :وعند بعض النقاد لا یترک حدیث الراوی حتی یجتمع الجمیع علی ترک حدیثه ، وعلی هذا فمن لم یتفق علی ترک حدیثه فهو عند هذه الطائفة صالح للاعتبار .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراس حدیث کے پانچویں راوی ابراہیم بن حناز ہیں، جن پر محدثین کی طرف سے کوئی کلام نہیں مل سکا، اس لیے انہیں زیادہ سے زیادہ مجہول قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن کیونکہ یہ قرونِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذه طريقة أحمد بن صالح المصرى .قال يعقوب بن سفيان :سمعت أحمد بن صالح ، وذكر مسلمة بن علي ، قال " :لا يترك حديث رجل حتى يجتمع الجميع على ترك حديثه (تحرير علوم الحديث للجديع، ج۲ ص ۱۰۸۰ ؛ تأليف عبد الله بن يوسف الجُديع ،الناشر:مؤسسة الريان للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت -لبنان)

اور آگے آنے والی تفصیل سے ظاہر ہے کہ ان کے ترک پر اجماع نہیں۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ عمر بن ھارون کی ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

> هذا حديث غريب، وسمعت محمد بن إسماعيل، يقول " :عمر بن هارون مقارب الحديث لا أعرف له حديثا ليس له أصل -أو قال -ينفرد به، إلا هذا الحديث :كان النبى صلى الله عليه وسلم يأخذ من لحيته من عرضها وطولها، لا نعرفه إلا من حديث عمر بن هارون، ورأيته حسن الرأى فى عمر :"وسمعت قتيبة، يقول " :عمر بن هارون كان صاحب حديث، وكان يقول :الإيمان قول وعمل .سمعت قتيبة قال :حدثنا وكيع بن الجراح، عن رجل، عن ثور بن يزيد، أن النبى صلى الله عليه وسلم نصب المنجنيق على أهل الطائف قال قتيبة :قلت لوكيع :من هذا؟ قال :صاحبكم عمر بن هارون (ترمذى،تحت رقم الحديث ۲۷۶۲ ،ابواب الادب، باب ما جاء فى الأخذ من اللحية)

امام ترمذی کے کلام سے معلوم ہوا کہ عمر بن ہارون بعض کے بقول مقاربُ الحدیث اور حسن اور بعض کے بقول صاحبِ حدیث ہیں۔

ملحوظ رہے کہ عمر بن ہارون پر بعض حضرات نے مرجئہ ہونے کا الزام لگا کر جرح کی ہے، اور امام ترمذی کی مذکورہ عبارت میں بھی ایمان کے قول وعمل ہونے کی ان کی طرف نسبت کی گئی ہے، تو اگر ان پر حنفیت کی وجہ سے مرجئت کا الزام ہو تو ہمارے محدثین کے فیصلے کے مطابق یہ جرح مؤثر شمار نہیں کی جاتی۔

ولم يقبل جرح بعضهم فى الامام ابى حنيفة وشيخه حماد بن ابى سليمان وصاحبيه محمد وأبى يوسف وغيرهم من أهل الكوفة بانهم كانوا من المرجئة (الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل صفحه ۲۱، مشموله: مجموعة رسائل اللكنوى جلد۵)

وقال الحاكم روى (اى عمر بن هارون)عن أبى جريج مناكير وقال فى التاريخ كان من أهل السنة والذابين عن أهلها وقال الخليلى يتفرد عن سليمان لكن الاجلاء رووا عنه روى عن ابن جريج حديثا لا يتابع عليه(تهذيب التهذيب ج۷ص ۵۰۵)

عمر بن ہارون بلخی امام احمد کے شیوخ میں شمار ہوتے ہیں، اور امام احمد نے مسند احمد میں ان سے روایات لی ہیں (ملاحظہ ہو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ثلاثہ سے تعلق رکھتے ہیں، لہٰذا ہمارے نزدیک ان کی جہالت مضر نہیں، بالخصوص جبکہ ان کی اس روایت کو حضرت ابنِ عباس کی آگے آنے والی حدیث اور تعاملِ صحابہ وامت سے بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۶۳۵، حدیث نواس بن سمعان الکلابی، ورقم الحدیث ۱۷۹۵۵، حدیث یعلیٰ بن امیۃ رضی اللہ عنہ)
جبکہ بعض حضرات نے ان کو ثقہ بھی قرار دیا ہے۔

رواه أحمد عن شيخه عمر بن هارون وفيه خلاف وبقية رواته ثقات (الترغيب والترهيب للمنذرى، تحت حديث رقم ۴۴۵۹، ج۳ص ۳۶۸، كتاب الادب)

رواه احمد عن شيخه عمر بن هارون وقد وثقه قتيبة وغيره وضعفه ابن معين وغيره (مجمع الزوائد ج ا ص ۳۲۲)

اور مسند احمد کی عام طور پر ضعیف احادیث بھی متعدد محدثین کے نزدیک شدید درجہ کی ضعیف نہیں ہیں، بلکہ مقبول درجہ کی ہیں، نیز امام احمد نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو سوائے اہلِ سنت اور ثقہ کے کسی اور سے روایت کرنے کی اجازت نہیں دی تھی، اور جب ان کے اپنے بیٹے پر اتنی سخت شرط عائد کرنے کا معاملہ ہے، تو ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے لئے بھی اسی معیار کو پسند فرمایا ہوگا۔

كان عبدالله بن احمد لايكتب الا عن من اذن لهٗ ابوه بالكتابة عنه، وكان لايأذن لهٗ ان يكتب الا عن اهل السنة (تعجيل المنفعة لابن حجر، ج ا ص ۲۵۸، تحت ترجمة ابراهيم بن الحسن الباهلى، الناشر: دارالبشائر بيروت)

وقد كان عبدالله بن احمد لا يكتب الا عن من يأذن له ابوه فى الكتابة عنه ولهذا كان معظم شيوخه ثقات (ايضاً ج۲ ص ۱۶۱، ۱۶۲، حرف اللام، تحت ترجمة ليث بن خالد بلخى)

نیز عمر بن ھارون سے جلیل القدر مشائخ محدثین روایت کرتے ہیں، جن میں امام بخاری کے والد بھی شامل ہیں، اور حضرت ابنِ جریج نے ان کی والدہ (اور ایک روایت کے مطابق اُن کی بہن) سے نکاح کیا تھا، جس کے نتیجے میں انہوں نے ابنِ جریج کی طویل صحبت اُٹھائی اور اُن سے کثرت کے ساتھ احادیث کی سماعت کی ہے، اور ابنِ قتیبہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، جبکہ ابنِ قتیبہ نے ان سے براہِ راست احادیث کی سماعت کی ہے۔

عمر بن هارون بن يزيد بن جابر بن سلمة الثقفى، مولاهم، أبو حفص البلخى....... روى عنه: إبراهيم بن الاشعث البخارى خادم الفضيل بن عياض وإبراهيم بن عيسى، وإبراهيم بن هارون البلخى البزاز وأحمد بن حاتم الطويل، وأحمد بن حنبل، وأبو الطاهر أحمد بن عمرو بن السرح المصرى، وأبو بكر أحمد بن محمد بن سهل البلخى، وأحمد بن ناصح المصيصى، وأبو الحسن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة الجعفى والد البخارى .... ذكره خليفة بن خياط فى الطبقة الخامسة من أهل خراسان. وقال محمد بن سعد: كتب الناس عنه كتابا كبيرا، وتركوا حديثه. وقال البخارى: تكلم فيه يحيى بن معين. وقال أحمد بن على الابار، عن أبى غسان محمد بن عمرو قال: عمر بن هارون: ألقيت من حديثى سبعين ألفا، لابى جزء عشرين ألفا ولعثمان البرى كذا وكذا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

تائید حاصل ہے۔ [1]

اور چھٹے راوی عبدالرحمٰن بن عطاء ہیں، جو کہ صدوق ہیں، اوران کے بارے میں کچھ کلام بھی ہے، جو کہ مضر نہیں، اور ساتویں راوی عبدالملک بن جابر بن عتیک ہیں، جو کہ ثقہ ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال :فقلت له :يا أبا غسان ما كان حاله ؟ قال :قال بهز :أرى يحيى بن سعيد حسده ، قال :أكثر عن ابن جريج .من لزم رجلا اثنى عشر سنة لا يريد أن يكثر عنه ؟ !قال أبو غسان :وبلغنى أن أمه كانت تعينه على الكتاب.قال أبو بكر الخطيب :وذكر مسلم بن عبد الرحمن البلخى أن ابن جريج تزوج أم عمر بن هارون فمن هناك أكثر السماع منه .وقال أبو أحمد بن عدى :يقال :إنه لقى ابن جريج بمكة ، وكان حسن الوجه ، فسأله ابن جريج :ألك أخت ؟ قال :نعم .فتزوج بأخته ، فقال :لعل هذا الحسن يكون فى أخته كما هو فى أخيها ، فتفرد عن ابن جريج ، وروى عنه أشياء لم يروها غيره .وقال أبو بكر بن أبى داود ، عن سعيد بن زنجل :سمعت صاحبا لنا يقال له :بور بن الفضل .قال :سمعت أبا عاصم ذكر عمر بن هارون .قال :كان عمر عندنا أحسن أخذا للحديث من ابن المبارك. وقال أحمد بن سيار المروزى :عمر بن هارون البلخى كان كثير السماع ، روى عنه عفان بن مسلم ، وقتيبة بن سعيد ، وغير واحد من أهل الحديث ويقال :إن مرجئة بلخ كانوا يقعون فيه وكان أبو رجاء ، يعنى قتيبة -يطريه ويوثقه .وذكر عن وكيع أنه قال :عمر بن هارون مربنا وبات عندنا وكان يزن بالحفظ ، وسمعت أبا رجاء يقال :كان عمر بن هارون شديدا على المرجئة ، وكان يذكر مساوئهم وبلاياهم .قال :وإنما كانت العداوة فيما بينه وبينهم من هذا السبب .قال :وكان من أعلم الناس بالقراء ات ، وكان القراء يقرؤن عليه ويختلفون إليه فى حروف القرآن .وسمعت أبا رجاء يقول :سألت عبد الرحمن بن مهدى ، فقلت :إن عمر ابن هارون قد أكثرنا عنه ، وبلغنا أنك تذكره .فقال :أعوذ بالله ما قلت فيه إلا خيرا .قال :وسمعت أبا رجاء يقول :قلت لعبد الرحمن :بلغنا أنك قلت أنه روى عن فلان ولم يسمع منه .فقال :يا سبحان الله ما قلت أنا ذاقط ، ولو روى ، ما كان عندنا بمتهم (تهذيب الكمال، ج ۲۱ ص ۵۲۰ تا ۵۲۵ ملخصاً)

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مقدمہ اعلاء السنن، قواعد فی علوم الحدیث، صفحہ ۲۰۷، بیان الجہالۃ الضارۃ والجہالۃ غیر الضارۃ فی الراوی۔

[2] چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے عبدالرحمٰن بن عطاء اور عبدالملک بن جابر بن عتیک کے حوالے سے درجِ ذیل روایت کی ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ (ابوداؤد، رقم الحديث ۴۸۶۸؛ ترمذى، رقم الحديث ۱۹۵۹)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ومنگھڑت نہیں ہے، بلکہ اس کو سند کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ ضعیف کہا جاسکتا ہے۔

لیکن ضعیف حدیث کی اگر کسی دوسری ضعیف حدیث سے بھی تائید ہوجائے تو وہ حسن درجے میں داخل ہوجاتی ہے۔

اور آگے آنے والی حضرت ابنِ عباس کی حدیث اس حدیث کی مؤید ہے۔

نیز صحابۂ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین اور تابعین اور امت کے تعامل سے بھی اس کو تائید حاصل ہے۔

اس لئے بیس تراویح کے سلسلہ میں یہ حدیث یقیناً قابلِ استدلال ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صاحبِ تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں کہ:

قَوْلُهُ : (أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَطَاءٍ)الْقُرَشِيُّ مَوْلَاهُمْ أَبُو مُحَمَّدٍ الْمَدِينِيُّ وَيُقَالُ لَهُ اِبْنُ أَبِي لَبِيبٍ صَدُوقٌ فِيهِ لِينٌ مِنْ السَّادِسَةِ .

(عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ)الْأَنْصَارِيُّ الْمَدَنِيُّ ثِقَةٌ مِنْ الرَّابِعَةِ (تحفة الاحوذی، تحت رقم الحديث ۱۹۵۹ ،باب ما جاء أن المجالس أمانة)

[1] امداد الاحکام میں ہے کہ:

اگر غیر مقلد اس کے ضعیف ہونے کا دعویٰ کریں، تو کتاب وسنت سے دلیل لائیں، کسی عالم کا قول بیان نہ کریں، کیونکہ کسی عالم کا قول جب خود ان کے اوپر حجت نہیں، تو دوسروں پر اس سے حجت قائم کرنے کا ان کو کیا حق ہے؟

دوسرے اگر وہ دو عالموں کا قول اپنی تائید میں لائیں گے، تو ہم دس کا قول اس کے خلاف دکھلا سکتے ہیں (امداد الاحکام ج اص ۶۴۲)

خلاصہ یہ ہے کہ کسی حدیث کی سند یا اس کے راوی میں محدثین کی مختلف آراء ہونے کی صورت میں اگر کوئی کسی محدث کی جرح پیش کرے گا تو اس کے جواب میں دوسروں کی تعدیل بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

اور اگر کوئی فقہائے کرام کی تقلید کو تو شرک سمجھتا ہو، لیکن ضعیف وقوی ہونے کے سلسلہ میں کسی کی تقلید پر مصر ہو؛ تو یہ اس کا فعل ہے، لیکن اسے یہ حق نہیں کہ وہ دوسروں کو تو مقلد قرار دے کر برا بھلا کہے، اور خود تقلید کرکے اپنے آپ کو پاک صاف سمجھے۔

Idara Ghufran

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۵)...... ابنِ ابی شیبہ؛ یزید بن ہارون سے، اور وہ ابراہیم بن عثمان سے؛ اور وہ حکم بن عتیبہ سے اور وہ مقسم سے؛ اور وہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَّالْوِتْرَ (مصنف ابنِ ابی شیبة) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت کے پہلے راوی یزید بن ہارون ہیں۔

جو کہ انتہائی اعلیٰ درجہ کے ثقہ اور متقی وپرہیز گار ہیں، اور بڑے جلیل القدر محدثین نے ان کی تعریف وتوصیف فرمائی ہے، اور ان کے حافظہ کی زبردست تحسین فرمائی ہے، اور ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں میں سے شمار کیا ہے۔ ؎۲

؎۱ رقم الحدیث ۷۷۷۴، کتاب الصلاة، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة.

؎۲ یـزیـد بـن هـارون بن زاذان السلمی مولاهم أبو خالد الواسطی ثقة متقن عابد من التاسعة مات سنة ست ومائتین وقد قارب التسعین ع.(تقریب التهذیب ج ا ص ٦٠٦)

یـزیـد بـن هـارون بـن زاذی ، الامـام الـقـدوة، شیخ الاسلام، أبو خالد السلمی مولاهم (ع)الواسطی، الحافظ.مولده فی سنة ثمان عشرة ومئة.............قال علی بن المدینی :ما رأیت أحـفـظ مـن یـزیـد بـن هـارون ،وقـال یـحـیـی بن یحیی التمیمی :هـو أحـفظ من وکیع.وقال أحمد بن حنبل :کان یزید حافظا متقنا .وقال زیاد بن أیوب :ما رأیت لیزید کتابا قط، ولا حدثنا إلا حفظا .وقال علی بن شعیب :سمعت یزید بن هارون یقول: أحفظ أربعة وعشرین ألف حدیث بالاسناد ولا فخر، وأحفظ للشامیین عشرین ألف حدیث لا أسأل عنها .قلت :لانه أکثر إلی الغایة عن محدثی الشام :ابن عیاش وبقیة، وکان ذاک نازلا عنده، وإنما حسن سماع ذلک من أصحابهما فی أیام أحمد ابن حنبل ونحوه.قال المفضل بن زیاد :سمعت أبا عبدالله وقیل له :یزید بن هارون له فقه ؟ قال :نعم، ما کان أذکاه وأفهمه وأفطنه .قال أحمد بن سنان القطان :ما رأینا عالما قط أحسن صلاة من یزید بن هارون، لم یکن یفتر من صلاة اللیل والنهار .قال أبو حاتم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور یزید بن ہارون اس حدیث کو ''ابراہیم بن عثمان'' سے روایت کرتے ہیں۔

ابراہیم بن عثمان، دراصل مشہور محدث ابوبکر بن ابی شیبہ کے رشتہ میں دادا ہیں۔

یہ واسط کے قاضی رہ چکے ہیں، اور اس روایت میں مذکور ان کے شاگرد ''یزید بن ہارون'' ان کے قاضی ہونے کے دور میں منشی وکاتب رہ چکے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرازی :یزید ثقة إمام، لا یسأل عن مثله .وروی عمرو بن عون، عن هشیم، قال :ما بالمصرین مثل یزید ابن هارون.وقال مؤمل بن یهاب :سمعت یزید بن هارون یقول :ما دلست حدیثا قط إلا حدیثا واحدا عن عوف الاعرابی، فما بورک لی فیه .عن عاصم بن علی قال :کنت أنا ویزید بن هارون عند قیس بن الربیع، فأما یزید، فکان إذا صلی العتمة، لا یزال قائما حتی یصلی الغداة.بذلک الوضوء نیفا وأربعین سنة .وقال محمد بن إسماعیل الصائغ نزیل مکة :قال رجل لیزید بن هارون :کم جزؤک ؟ قال :وأنام من اللیل شیئا ؟ إذا لا أنام الله عینی .وقال یحیی بن أبی طالب :سمعت من یزید ببغداد، وکان یقال :إن فی مجلسه سبعین ألفا .قلت :احتفل محدثو بغداد وأهلها لقدوم یزید، وازدحموا علیه لجلالته وعلو إسناده.قال أحمد بن عبدالله العجلی :یزید بن هارن ثقة ثبت متعبد حسن الصلاة جدا، یصلی الضحی ست عشرة رکعة، بها من الجودة غیر قلیل، قال :وکان قد عمی .قال أبو بکر بن أبی شیبة :ما رأیت أحدا أتقن حفظا من یزید بن هارون .قال أحمد بن سنان :کان یزید وهشیم معروفین بطول صلاة اللیل والنهار .وقال یعقوب بن شیبة :کان یزید یعد من الآمرین بالمعروف والناهین عن المنکر ......قال محمد بن رافع :سمعت یحیی بن یحیی یقول :کان بالعراق أربعة من الحفاظ :شیخان :یزید بن زریع، وهشیم، وکهلان :وکیع، ویزید بن هارون، ویزید أحفظهما الابار :سمعت أحمد بن خالد یقول :سمعت یزید بن هارون یقول :سمعت حدیث الصور مرة، فحفظته، وأحفظ عشرین ألفا، فمن شاء، فلیدخل فیها حرفا............روی أبو طالب، عن أحمد قال :کان یزید حافظا متقنا للحدیث، صحیح الحدیث، عن حجاج بن أرطاة، قاهرا لها حافظا .وقال ابن معین :ثقة.وقال أبو زرعة :سمعت أبا بکر بن أبی شیبة یقول :ما رأیت أتقن حفظا من یزید بن هارون.قال أبو زرعة :والاتقان أکبر من حفظ السرد .وقال أبو حاتم :ثقة إمام صدوق، لا یسأل عن مثله.وقال أحمد بن سنان، عن عفان :أخذ یزید عن حماد بن سلمة حفظا، وهی صحاح، بها من الاستواء غیر قلیل، ومدحها.وقال أحمد بن سنان :ما رأیت عالما قط أحسن صلاة من یزید بن هارون، یقوم کأنه أسطوانة.قال ابن سعد :کان ثقة کثیر الحدیث(سیر اعلام النبلاء ج۹ص ۳۵۸ تا ۳۷۰ ملخصا،تحت ترجمة یزید بن هارون، رقم الترجمة ۱۱۸)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور وہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن عثمان اپنے زمانے میں فیصلہ کرنے میں سب سے زیادہ عادل تھے (ان کے بارے میں مزید تفصیل بعد میں آ رہی ہے)

اور اس حدیث کے تیسرے راوی حکم بن عتیبہ ہیں، جو کہ امامِ کبیر اور ثقہ ہیں۔ [1]

اور اس حدیث کے چوتھے راوی حضرت مقسم ہیں، یہ بھی معتبر راوی ہیں۔ [2]

دوسری سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۲)...... امام طبرانی رحمہ اللہ علی بن جعد رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس حدیث کو اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ (المعجم الكبير للطبرانى) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے (طبرانی)

اس روایت میں ابراہیم بن عثمان سے اس حدیث کو روایت کرنے والے یہ دوسرے راوی

---

[1] الحكم بن عتيبة *(ع) الامام الكبير عالم أهل الكوفة، أبو محمد الكندى، مولاهم الكوفى،ويقال :أبو عمرو، ويقال :أبو عبد الله(سير اعلام النبلاء ج۵ص۲۰۸)
وقال احمد أيضا اثبت الناس فى ابراهيم الحكم ثم منصور وقال ابن معين وأبو حاتم والنسائى ثقة. زاد النسائى ثبت وكذا قال العجلى وزاد وكان من فقهاء اصحاب ابراهيم وكان صاحب سنة واتباع وكان فيه تشيع إلا أن ذلك لم يظهر منه(تهذيب التهذيب ج۲ص۴۳۳ و۴۳۴)
قال أبو الحسن الميمونى ، عن أحمد بن حنبل :قال شعبة لم يسمع الحكم حديث مقسم فى الحجامة والصيام من مقسم.وقال فى موضع آخر ، عن أحمد بن حنبل :لم يسمع الحكم من مقسم إلا أربعة أحاديث ، وأما غير ذلك فأخذها من كتاب (تهذيب الكمال ج۲۸ص۴۶۲،تحت ترجمة مقسم بن بجرة)

[2] مقسم بكسر أوله بن بجرة بضم الموحدة وسكون الجيم ويقال نجدة بفتح النون وبدال أبو القاسم مولى عبد الله بن الحارث ويقال له مولى بن عباس للزومه له صدوق وكان يرسل من الرابعة مات سنة إحدى ومائة وما له فى البخارى سوى حديث واحد(تقريب التهذيب ج۱ص۵۴۵)

[3] رقم الحديث ۱۲۱۰۲ ،ج۱۱ص۳۹۳، باب العين،المعجم الاوسط ،رقم الحديث۵۴۴۰.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہیں، جن کا نام علی بن جعد ہے، اور یہ ثقہ اور صدوق ہیں۔ [1]

تیسری سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۷)...... امام طبرانی رحمہ اللہ نے ایک اور سند کے ساتھ اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يُصَلِّيُ فِيُ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرَ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۷۹۸، ج ۱ ص ۲۴۳، باب الالف، من اسمه احمد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں وتروں کے علاوہ بیس رکعات (تراویح) پڑھا کرتے تھے (طبرانی)

اس سند میں بھی حضرت ابراہیم بن عثمان سے روایت کرنے والے علی بن جعد ہیں، جن پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

چوتھی سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۸)...... امام ابنِ حمید رحمہ اللہ، ابونعیم کے حوالہ سے اس حدیث کو اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

---

[1] علی بن الجعد (خ، د) ابن عبید، الامام الحافظ الحجة مسند بغداد، أبو الحسن البغدادی............وقال محمد بن حماد المقرء :سألت يحيى بن معين عن على بن الجعد، فقال :ثقة صدوق، ثقة صدوق، قلت :فهذا الذى كان منه ؟ فقال :أيش كان منه ؟ ثقة صدوق .وقال فيه مسلم :هو ثقة لكنه جهمي .قلت :ولهذا منع أحمد بن حنبل ولديه من السماع منه .وقد كان طائفة من المحدثين يتنطعون فى من له هفوة صغيرة تخالف السنة، وإلا فعلى إمام كبير حجة، يقال :مكث ستين سنة يصوم يوما، ويفطر يوما ، وبحسبك أن ابن عدى يقول فى "كامله" :"لم أر فى رواياته حديثا منكرا إذا حدث عنه ثقة.وقد قال يحيى بن معين :هو أثبت من أبى النضر .وعن على بن الجعد :قال :سمعت بمكة فى سنة سبع وخمسين ومئة من سفيان الثورى .قال أبو حاتم :ما كان أحفظ على بن الجعد لحديثه، وهو صدوق (سير اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۵۹ تا ۴۶۶، ملخصاً، تحت ترجمة على بن الجعد)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530
Idara Ghufran

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ (مسند عبد ابن حميد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (مسند عبد بن حمید)

اس روایت میں حضرت ابراہم بن عثمان سے روایت کرنے والے حضرت ابونعیم فضل بن دکین ہیں، جو کہ بہت بڑے حافظ الحدیث اور شیخ الاسلام اور ثقہ شمار کئے گئے ہیں۔ [2]

پانچویں سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۹)...... اور امام بیہقی رحمہ اللہ منصور بن ابی مزاحم کے حوالہ سے اس حدیث کو اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۴۲۸۶) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (سنن البیہقی)

اس روایت میں حضرت ابراہم بن عثمان سے روایت کرنے والے حضرت منصور بن ابی مزاحم

---

[1] رقم الحديث ۶۵۳، ج ۱ ص ۲۱۸، مسند ابنِ عباس رضى الله عنه ، الناشر: مكتبة السنة، القاهرة.

[2] أبو نعيم *(ع) الفضل بن دكين، الحافظ الكبير، شيخ الاسلام (سير اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۴۲)

الفضل بن دكين الكوفى واسم دكين عمرو بن حماد بن زهير التيمى مولاهم الأحول أبو نعيم الملائى بضم الميم مشهور بكنيته ثقة ثبت (سير اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۴۲)

من التاسعة مات سنة ثمانى عشرة وقيل تسع عشرة وكان مولده سنة ثلاثين وهو من كبار شيوخ البخارى (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۴۴۶)

[3] جماع أبواب صلاة التطوع، وقيام شهر رمضان، باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہیں، جو کہ ثقہ ہیں۔ [1]

چھٹی سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

(۱۰)...... ابوالحسن محمد بن طلحہ نعالی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۱۳ ہجری) منصور بن ابی مزاحم کے حوالہ سے اس حدیث کو اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ (جزء من حديث أبي الحسن محمد بن طلحة النعالي) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے (جزء من حدیث النعالی)

اس روایت میں بھی حضرت ابراہیم بن عثمان سے روایت کرنے والے حضرت منصور بن ابی مزاحم ہیں، جو کہ ثقہ ہیں۔

اب تک کی مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم بن عثمان رحمہ اللہ سے بیس تراویح کی اس حدیث کو روایت کرنے والے یہ چار حضرات ہیں:

(۱) یزید بن ہارون (۲) علی بن جعد
(۳) ابونعیم فضل بن دکین (۴) منصور بن ابی مزاحم

اور یہ چاروں حضرات درجہ بدرجہ ثقہ ہیں۔

اور ان چاروں حضرات کے اس حدیث کو روایت کرنے سے اس حدیث کی اصل ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

رہا معاملہ حضرت ابراہیم بن عثمان رحمہ اللہ کا؛ تو یہ اِتباعِ تابعین کے دَور سے تعلق رکھتے ہیں،

---

[1] منصور بن أبي مزاحم بشير التركي أبو نصر البغدادي الكاتب ثقة من العاشرة مات سنة خمس وثلاثين وهو ابن ثمانين سنة (تقريب التهذيب ج ١ ص ٥٤٧)

[2] رقم الحديث ٣٣، ص ٣٤، الناشر: مخطوط نُشر في برنامج جوامع الكلم المجاني التابع لموقع الشبكة الإسلامية.

Idara Ghufran

اور واسط کے قاضی رہ چکے ہیں۔

اور اس دور کے خیر ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔

اور یزید بن ھارون (جن کا پہلے ذکر ہوا، اور ابنِ ابی شیبۃ کی روایت میں یہی ان سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں) ابراہیم بن عثمان کے واسط میں قاضی ہونے کے دور میں ان کے منشی اور کاتب رہ چکے ہیں۔

اور وہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن عثمان اپنے زمانے میں فیصلہ کرنے میں سب سے زیادہ عادل تھے۔ ۱؎

ظاہر ہے کہ ابراہیم بن عثمان کے بارے میں ایک ایسے مسلمہ محدث کی شہادت؛ جو کہ ان کے منشیِ خاص اور محررِ خاص رہ چکے ہیں، انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

اور امام ابنِ عدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن عثمان کی احادیث صالح ہیں، اور اگر چہ یہ ضعیف ہیں لیکن یہ ابراہیم بن ابی حیۃ سے بہتر ہیں۔ ۲؎

۱؎ سمعت يحيى يقول أبو شيبة هو جد ابنى أبى شيبة وقال يزيد بن هارون ما قضى على الناس رجل يعنى فى زمانه أعدل فى قضائه منه و كان يزيد بن هارون على كتابته أيام كان قاضيا(تاريخ ابن معين رواية الدورى، ج ۳ص ۵۲۳،رقم الترجمة ۲۵۵۷،الناشر:مركز البحث العلمى وإحياء التراث الإسلامى -مكة المكرمة)

حدثنا العباس بن محمد ، قال :حدثنا يحيى ، قال :حدثنا نوح بن دراج ، قال :أخبرنى إبراهيم بن عثمان بن خواستى ، وهو أبو شيبة (الكبير) ، جد بنى أبى شيبة ، واسم أبيهم :محمد ، وكان أبوهم قاضيا ببعض فارس ، ومات بها ، وهو أبو بنى أبى شيبة ، وبنو أبى شيبة يقولون أبو سعدة جدنا ، وأبو سعدة هو صاحب حديث سعد .وفى موضع آخر :أبو شيبة جد بنى أبى شيبة .قال :يزيد بن هارون :ما قضى على الناس رجل فى زمانه أعدل فى القضاء منه ، وكان يزيد بن هارون على كتابته أيام كان قاضيا (الكنى والأسماء ،لأبى بشر محمد بن أحمد بن حماد الدولابى، ج ۲ ص ۶۳۴،باب حرف الشين، الناشر:دار ابنِ حزم، بيروت)

۲؎ ولأبى شيبة أحاديث صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره وهو ضعيف على ما بينته وهو وان كان نسب الى الضعف فإنه خير من إبراهيم بن أبى حية الذى تقدم ذكره (الكامل فى ضعفاء الرجال، ج ۱ ص ۲۴۱ ،تحت ترجمة إبراهيم بن عثمان أبو شيبة العبسى، الناشر،دارالفكر بيروت)

ان کی حکم سے مروی روایت کا جو استثناء کیا گیا ہے، وہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ بعض حضرات نے اس کو صحیح احادیث کے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور جب یہ بقول ابنِ عدی، ابراہیم بن حیہ سے بہتر ہیں، تو ابراہیم بن حیہ کو ابنِ معین نے ایک روایت میں ثقہ قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

معارض سمجھا ہے، جبکہ یہ صحیح احادیث کے معارض نہیں، کیونکہ جن احادیث کے اس کو معارض سمجھا گیا ہے، وہ احادیث تہجد سے متعلق ہیں، جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے، لہٰذا تعارض نہ ہونے کی صورت میں اس استثناء کی ضرورت نہیں۔

وقال العباس : سمعت يحيى يقول قال يزيد بن هارون : ما قضى على الناس رجل ، يعني في زمانه - أعدل في قضاء منه ، و كان يزيد بن هارون على كتابه أيام كان قاضيا.

وقال أبو أحمد بن عدى له أحاديث صالحة وهو ضعيف على ما بينته ، وهو وإن نسبوه إلى الضعف خير من إبراهيم بن أبي حية.قال الهيثم بن عدى توفي في خلافة هارون.وقال قعنب بن المحرر مات سنة تسع وستين ومئة. روى له الترمذي وابن ماجة (تهذيب الكمال للمزي ج۲ ص۱۵۱،تحت ترجمة إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي)

وقال عباس الدوري عن يحيى بن معين قال قال يزيد بن هارون ما قضى على الناس رجل يعني في زمانه أعدل في قضاء منه وكان يزيد على كتابته أيام كان قاضيا وقال ابن عدى له أحاديث صالحة وهو خير من ابراهيم بن أبي حية قال قعنب بن المحرر مات سنة ۱۶۹ (تهذيب التهذيب، ج۱ ص ۱۴۵،ذكر من اسمه ابراهيم)

[1] حدثنا عبد الرحمن نا يعقوب بن إسحاق الهروي فيما كتب إلي ثنا عثمان بن سعيد الدارمي قال سألت يحيى بن معين قلت : إبراهيم بن أبي حية ؟ فقال :شيخ ثقة (الجرح والتعديل لابن ابي حاتم، ج۲ ص ۹۵،تحت ترجمة ابراهيم بن ابي حية، رقم الترجمة ۲۶۰)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

شاید کوئی غیر مقلد ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے سند پر کچھ کلام کرے تو اس کو تہذیب التہذیب میں حافظ ابن عدی کا یہ قول دیکھ لینا چاہئے، له احاديث صالحة وهو خير من ابراهيم ابن ابي حية اھ اس کی یعنی ابراہیم بن عثمان کی احادیث عمدہ ہیں، اور وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے اب ذرا ابراہیم بن ابی حیہ کو بھی لسان المیزان میں دیکھ لو تو اس کے متعلق یحییٰ بن معین امام جرح وتعدیل کا یہ قول ہے، نقل عثمان الدارمي عن يحيىٰ بن معين انه قال شيخ ثقة كبير "یعنی عثمان دارمی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابراہیم بن ابی حیہ کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ شیخ ثقہ ہے بزرگ ہے"

اب بتلاؤ جو شخص ایسے ثقہ شیخ کبیر سے بھی بہتر ہو وہ کیا کچھ ہوگا، پھر ابراہیم بن عثمان کی عدالت وغیرہ کی تعریف امام یزید بن ہارون، محدث حنفی نے کی ہے جو ابراہیم مذکور کے کاتب ومنشی زمانۂ قضاء میں رہ چکے ہیں، اس لئے ہم اس کو ضعیف ماننے کے لئے تیار نہیں، کیونکہ اس کی تعریف ایک حنفی محدث اور حافظ ابن عدی نے کی ہے، ہمارے لئے تو ایک محدث حنفی کی تعریف ہی راوی کے معتبر ہونے کو کافی تھی، خواہ سارے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابراہیم بن عثمان کو جو متعدد محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، وہ شدید درجہ (یعنی کذب اور فسق کی حد تک) کا ضعف نہیں ہے۔ ۱؎
بلکہ زیادہ سے زیادہ حفظ کی جہت سے ہے، اور وہ بھی اتنا شدید نہیں ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محدثین اس کو ضعیف کہتے ہوں، چہ جائیکہ اس کے ساتھ ابن عدی جیسا امام جرح وتعدیل مسلم فریقین بھی اس کی احادیث کو عمدہ کہتا ہے، تو اب کوئی وجہ نہیں کہ ہم ابراہیم بن عثمان کی حدیث کو ضعیف مانیں۔

اور اگر کوئی غیر مقلد اس حدیث کے ضعیف ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ اول حدیث کے ردوقبول کے اصول کتاب وسنت سے بیان کرے، پھر اس حدیث کو ضعیف ثابت کرے، اور جو چاہے انعام ہم سے لے لے (امداد الاحکام ج۱ص ۶۴۸ تا ۶۴۹)

۱؎ اور اگر کسی نے ان پر کذب یا فسق کا الزام عائد کیا ہو تو وہ واقع کے مطابق نہیں۔

چنانچہ محدثِ شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جتنی جرحیں نقل کی جاتی ہیں، سب مقبول نہیں ہیں، بعض ان میں سے مردود بھی ہیں، لیکن افسوس کی بات ہے مقبول جرحوں کے ساتھ مردود جرحوں کو بھی نقل کر دیا جاتا ہے، مثلاً نقل کیا جاتا ہے کہ شعبہ نے ابراہیم کی تکذیب کی ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ شعبہ کی تکذیب قابلِ قبول نہیں ہے، جیسا کہ حافظ ذہبی کے بیان سے ظاہر ہے، ذہبی نے میزان الاعتدال ج۱ص ۲۳ میں لکھا ہے:

كذبه شعبة لكونه روى عن الحكم عن ابن أبى ليلى أنه قال: شهد صفين من أهل بدر سبعون فقال: شعبة كذب، والله لقد ذاكرت الحكم فما وجدنا شهد صفين أحدا من أهل بدر غير خزيمة. قلت: سبحان الله، أما شهدها على! أما شهدها عمار.......

دیکھئے اس بیان سے شعبہ کی تکذیب کی حقیقت کھل گئی، اور معلوم ہو گیا کہ انہوں نے اس وجہ سے تکذیب کی تھی، کہ ابراہیم نے حکم کے واسطہ سے ابنِ ابی لیلیٰ کا یہ بیان روایت کیا تھا کہ صفین میں ستر بدری صحابی شریک تھے، مگر جب شعبہ نے حکم سے مذاکرہ کیا تو ایک سے زیادہ بدری صحابی کی شرکت معلوم نہ ہو سکی، تو اس سے ابراہیم کا جھوٹ کیونکر ثابت ہوا؟ ان کا جھوٹ تو جب ثابت ہوتا کہ شعبہ جب حکم سے مذاکرہ کرنے گئے تھے، تو وہ یہ کہتے کہ میں نے ابراہیم سے یہ بیان نہیں کیا، مگر شعبہ حکم کا انکار نہیں کرتے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مذاکرہ سے صرف ایک صحابی ثابت ہوا، لہٰذا اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ حکم نے ضرور بیان کیا تھا......

اس بیان سے شعبہ کی تکذیب کا ناقابلِ قبول ہونا واضح ہو گیا (رکعات تراویح ص ۵۶، و ۵۸ ملخصاً، ناشر: مجلس علمی، جامعہ مفتاح العلوم مئو، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا، طابع: تنویر پریس لکھنؤ)

۲؎ چنانچہ محدثِ شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اب رہی قوتِ حافظہ تو ابنِ عدی کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم کا حافظہ بھی بہت زیادہ خراب نہ تھا،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

اور بعض حضرات کے نزدیک تو ابراہیم بن عثمان سرے سے ضعیف ہی نہیں ہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس لئے کہ ابنِ عدی نے اقرار کیا ہے کہ ابراہیم کی مرویات میں درست اور ٹھیک حدیثیں بھی ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا حافظہ بالکل خراب نہیں تھا، ورنہ اس کے پاس درست حدیثیں کیوں ہوتیں؟ اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ ابراہیم کے باب میں جس قدر مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے، وہ صحیح نہیں ہے، وہ مجروح بے شک ہے، لیکن نہ اتنا کہ جتنا بتایا جاتا ہے۔

بہرحال ہم کو اتنا تسلیم ہے کہ ابراہیم ضعیف راوی ہے، اور اس کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے، لیکن ابراہیم اتنا ضعیف ومجروح نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے یہ حدیث مصنوعی یا بے اصل روایتوں میں جگہ پانے کی مستحق ہو، وہ ایسی نہ سہی کہ بالکلیہ اسی پر اعتماد کیا جائے، لیکن ایسی بھی نہیں ہے کہ استدلال یا تائید کے موقع پر اس کا ذکر بھی نہ کیا جائے (رکعاتِ تراویح ص ۵۹)

۱؎ رہا بعض حضرات کا ان کو متروک قرار دینا (کمافی تقریب التہذیب) تو اس سے اتفاق نہیں، کیونکہ متروک ہونا تب معتبر ہے، جبکہ ان کے ترک پر اجماع ہو، اور اوپر امام مزی کے حوالے سے ابواحمد بن عدی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ ''لہ احادیث صالحۃ'' اس کے علاوہ امام مزی کا یہ فیصلہ بھی گزر چکا ہے کہ ان کی طرف محدثین کے ضعف کی نسبت کرنے کے باوجود یہ ابراہیم بن ابی حیۃ سے بہتر ہیں۔

اور ابراہیم بن ابی حیۃ کے بارے میں یحیٰی بن معین کا یہ قول گزر چکا ہے کہ ''شیخ ثقة''۔

أخبرنا أبو بكر بن عبد المنعم الصاعدی الفراوی، قراء ة علیه بنیسابور قال :أخبرنا محمد بن إسماعیل الفارسی قال :أخبرنا أبو بكر أحمد بن الحسین البیهقی الحافظ :أخبرنا الحسین بن الفضل :أخبرنا عبدالله بن جعفر :حدثنا یعقوب بن سفیان، قال :سمعت أحمد بن صالح، قال :لا یترك حدیث رجل حتى یجتمع الجمیع على ترك حدیثه .قد یقال :فلان ضعیف، فأما أن یقال : فلان متروك، فلا، إلا أن یجتمع الجمیع على ترك حدیثه(مقدمة ابن الصلاح ،ص ۲۴۶،النوع الثالث والعشرون معرفة صفة من تقبل روایته، ومن ترد روایته،الناشر: دارالکتب العلمیة،بیروت)

قال یعقوب وقال لی أحمد مذهبی فی الرجال انی لا أترك حدیث محدث حتى یجتمع أهل مصر على ترك حدیثه (تهذیب التهذیب، ج ۵ ص ۳۷۷، حرف العین)

قلت :وعند بعض النقاد لا یترك حدیث الراوی حتى یجتمع الجمیع على ترك حدیثه ، وعلى هذا فمن لم یتفق على ترك حدیثه فهو عند هذه الطائفة صالح للاعتبار .

وهذه طریقة أحمد بن صالح المصری .قال یعقوب بن سفیان :سمعت أحمد بن صالح، وذكر مسلمة بن علی ، قال " :لا یترك حدیث رجل حتى یجتمع الجمیع على ترك حدیثه ، قد یقال : (فلان ضعیف) ، فأما أن یقال :(فلان متروك) فلا ، إلا أن یجتمع الجمیع على ترك حدیثه " وكذلك جاء عن أحمد بن شعیب النسائی ، أنه لا یترك حدیث الرجل حتى یجتمع الجمیع على ترك حدیثه (تحریر علوم الحدیث للجدیع، ج ۲ ص ۱۰۸۰،الباب الثانی، المبحث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

پس بعض حضرات نے ان پر جو سخت جرحیں نقل کی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ وہ مؤثر نہیں ہیں۔ [1]

حدیثِ ابنِ عباس کے حسن ومقبول ہونے کی بحث

پس مذکورہ تفصیل کی روشنی میں بنظرِ انصاف جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اس حدیث کو حسن کہنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

اور اگر اس کے باوجود کوئی اس بات کو تسلیم نہ کرے اور ان کو ضعیف کہنے پر ہی مصر رہے؛ تو تب بھی اس حدیث کی شان پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اور یہ حدیث مقبول درجہ سے کم نہیں ہوتی۔ جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

(۱)......اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے تائید حاصل ہے۔

اور جب ضعیف حدیث کو کسی دوسری حدیث سے تائید حاصل ہو جائے؛ اگرچہ وہ دوسری حدیث ضعیف ہی کیوں نہ ہو، تو اس کا ضعف منجبر ہو جاتا ہے۔

(۲)......اس حدیث کو خلفائے راشدین کے عمل سے قوت حاصل ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثانی، صلاحیة الراوی؛ تألیف، عبد اللہ بن یوسف الجُدیع ، الناشر: مؤسسة الریان للطباعة و النشر والتوزیع، بیروت)

[1] کسی راوی میں کسی محدث کے طعن وجرح سے اگر وہ راوی ضعیف یا اس کی احادیث ضعیف ہو جایا کریں تو خود امام بخاری بھی ضعیف اور ان کی احادیث بھی ضعیف ہو جائیں گی، کیونکہ امام بخاری پر بھی امام محمد بن یحیٰی ذہلی نے جرح کی ہے، دیکھو مقدمۂ فتح الباری، نیز بخاری کے بہت سے راویوں پر بعض محدثین نے جرح وطعن کیا ہے، جیسا کہ مقدمۂ فتح الباری کے مطالعہ سے واضح ہوگا، پس اگر بعض محدثین کا طعن بوجہ دوسرے محدثین کی توثیق وتعدیل کے امام بخاری میں اور ان کی احادیث میں مؤثر نہیں ہو سکتا، تو ابراہیم بن عثمان میں بھی کسی کا طعن حافظ ابنِ عدی کی تعدیل اور یزید بن ہارون کی تعریف کے بعد مؤثر نہ ہونا چاہئے، لہٰذا کسی کا منہ نہیں جو اس حدیث کو ضعیف کہہ سکے، اور علمائے حنفیہ میں سے بھی کسی نے بعض محدثین کی تقلید کرکے اس کو ضعیف کہہ دیا ہو تو ان کا قول ہم پر حجت نہیں، کیونکہ اس وقت اصولی گفتگو ہو رہی ہے، تقلیدی گفتگو نہیں (امداد الاحکام ج ا ص ۶۴۹)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اورخلفائے راشدین کا عمل صحیح احادیث کی روشنی میں بذاتِ خود سنت ہے۔

(جس کی تفصیل آگے آتی ہے)

(۳)......اس حدیث سے متعدد فقہاء نے بیس تراویح پر استدلال کیا ہے۔ ۱

اور فقہائے کرام کے کسی حدیث سے استدلال کرنے سے وہ مقبول درجہ حاصل کرلیتی ہے۔ ۲

(۴)...... اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے، یعنی صحابہ وتابعین اور جمہور امت کا تعامل اس کے مطابق ہے۔

اور جب کسی حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہوجائے تو وہ اس کی وجہ سے مقبول قرار پاتی ہے، اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔ ۳

---

۱ ولنا ما روى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنه أنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى عشرين ركعة فى شهر رمضان ثم كان يوتر بثلاث بعدها خص رمضان بالذكر فالظاهر أنه أراد به التراويح وهو المشهور من الصحابة والتابعين رضوان الله عليهم أجمعين (فتاوى قاضى خان ،كتاب الصوم)

۲ المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحا له، كمافى التخريج لابن الهمام وغيره.
وفى تدريب الراوى: قال ابن الحسن بن الحصار فى تقريب المدارك على مؤطا مالك قديعلم الفقيه صحة الحديث. اذا لم يكن فى سنده كذاب، وموافقة آية من كتاب الله او بعض اصول الشريعة ، فيحمله ذالك على قبوله والعمل به. قلت فيكون مثل هذا تصحيحا لغيره لالذاته، كما يشعر به كلام السيوطى فى التدريب متصلا بقوله المذكور. وقال الحافظ فى التلخيص الحبير فى حديث تكلم فيه البيهقى مانصه ، وقد احتج بهذا الحديث احمد وابن المنذر ،وفى جزمها بذالك دليل على صحته عندهااه. قلت: وكذافى جزم كل مجتهد بحديث دليل على صحته عنده فافهم. وقال ابن الجوزى فى التحقيق فاذا اورد الحديث محدث واحتج به حافظ، لم يقع فى النفوس الا انه صحيح، كذافى نصب الراية. وقال الحافظ فى الفتح اخرجه ابن حزم محتجا به. قلت: فكل حديث ذكره محمد بن الحسن الامام، او المحدث الحافظ الطحاوى ، محتجين به، فهو حجة صحيحة على هذاالاصل لكونهما محدثين مجتهدين كماسنبينه فى موضعه(قواعد فى علوم الحديث مقدمة اعلاء السنن جلد ۱۹ ص۵۷تا ۵۹)

۳ وظاهر كلام أبى الحسن بن القطان يرشد إليه فإنه قال هذا القسم لا يحتج به كله بل يعمل به فى فضائل الأعمال ويتوقف عن العمل به فى الأحكام إلا إذا كثرت طرقه أو عضده اتصال عمل أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا تَضْعِيفُ الْحَدِيْثِ بِمَنْ ذُكِرَ فَقَدْ يُقَالُ إِنَّهُ اعْتَضَدَ بِمَا مَرَّ مِنْ نَقْلِ الْإِجْمَاعِ عَلَى سُنِّيَّتِهَا مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ مَعَ قَوْلِ الْإِمَامِ رَحِمَهُ اللهُ إِنَّ مَا فَعَلَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمْ يَتَخَرَّجْهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهِ مُبْتَدِعًا وَلَمْ يَأْمُرْ بِهِ إِلَّا عَنْ أَصْلٍ لَدَيْهِ وَعَهْدٍ مِّنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ھ فَتَأَمَّلْ مُنْصِفًا (منحة الخالق على هامش البحر الرائق) [1]

ترجمہ: اور رہا اس حدیث کی سند میں مذکور بعض راویوں کی وجہ سے اس حدیث کو

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

موافقة شاهد صحيح أو ظاهر القرآن واستحسنه شيخنا -يعنى ابن حجر (قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث، ص ۱۰۹، بحث الضعيف إذا تعددت طرقه، المؤلف: العلامة جمال الدين القاسمي الدمشقي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت)

قد يحكم للحديث بالصحة، اذا تلقّاه الناس بالقبول، وان لم يكن له اسناد صحيح.

قال ابن عبدالبر فى الاستذكار لماحكى عن الترمذى ان البخارى صحح حديث البحر "هو الطهور ماء ه" واهل الحديث لايصححون مثل اسناده. لكن الحديث عندى صحيح، لان العلماء تلقوه بالقبول. قلت: والقبول تارة بالقول وتارة بالعمل عليه، ولذا قال المحقق فى الفتح: وقول الترمذى: (العمل عليه عند اهل العلم) يقتضى قوة أصله، وان ضعَّف خصوصَ هذا الطريق اه. وقال السيوطى فى التعقبات: الحديث اخرجه الترمذى، وقال حسين ضعَّفه احمد وغيره، والعمل عليه عند اهل العلم. فاشار بذلک ان الحديث اعتضد بقول أهل العلم، وقد صرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قولَ اهل العلم به، وان لم يكن له اسناد يُعتمَد على مثله اه (قواعد فى علوم الحديث مقدمة اعلاء السنن جلد ۱۹ ص ۶۰ تا ۶۲)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وقال المحقق فى الفتح اذا تايد الضعيف بما يدل على صحته من القرائن كان صحيحا. وقال ايضا لقائل ان يقول الحكم بالضعف والصحة انما هو فى الظاهر، اما فى نفس الامر فيجوز صحة ماحكم بضعفه ظاهرا اه. اى اذا قامت قرينة عليها، كما مثل لذالک متصلا بكلامه المذكور بثبوت كون مذهب ابى هريرة، بكفاية الغسل ثلاثا من ولوغ الكلب فى الاناء، انه قرينة تفيد صحة ماروى فى هذا الباب عنه مرفوعا، وان هذا مما اجاده الراوى المضعف (قواعد فى علوم الحديث مقدمة اعلاء السنن جلد ۱۹ ص ۵۷ تا ۵۹)

[1] ج ۲ ص ۷۲، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، بيان صلاة التراويح.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ضعیف قرار دینے کا معاملہ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کے سنت ہونے پر جو اجماع نقل کیا جاچکا ہے، اس کو اس سے تائید حاصل ہے، نیز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی تائید حاصل ہے، کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کوئی چیز دین میں داخل نہیں کی، اور وہ اس معاملہ میں نعوذ باللہ مبتدع نہیں تھے، اور انہوں نے جو اس کا حکم دیا وہ اسی وجہ سے تھا کہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد تھا، اس لئے آپ کو انصاف سے غور کرنا چاہیئے (منحۃ الخالق)

اور العرفُ الشذی میں ہے کہ:

وَفِي التَّاتَارْخَانِيَّةِ سَأَلَ أَبُو يُوسَفَ أَبَا حَنِيفَةَ: هَلْ كَانَ لِعُمَرَ عَهْدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَرَّرَ التَّرَاوِيحَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَأَعْلَنَ بِهَا؟ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: لَمْ يَكُنْ عُمَرُ مُبْتَدِعًا أَيْ لَا بُدَّ مِنْ كَوْنِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً مَرْفُوعَةً (العرف الشذی للکشمیری)[1]

ترجمہ: تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف (رحمہ اللہ) نے حضرت امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) سے سوال کیا کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیس تراویح کو باجماعت علی الاعلان شروع کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی عہد تھا؟ تو اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ مبتدع نہیں تھے، یعنی یہ بات ضروری ہے کہ بیس رکعات تراویح کا ہونا مرفوع ہے (عرف الشذی)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ابوشیبہ کے نزدیک جد ابوبکر بن ابی شیبہ میں اس قدر ضعف ثابت نہیں کہ ان کی

---

[1] ج ۱ ص ۲۱۳، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی وصف صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حدیث مطلق متروک کردی جائے، البتہ اگر اس حدیث کے معارض کوئی دوسری حدیث صحیح ہوتی تو وہ حدیث ساقط ہوسکتی اور اوپر بیان کیا گیا کہ یہ جو بعض لوگوں کا گمان ہوتا ہے کہ اس حدیث کے معارض حدیث ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی ہے، جو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور وہ حدیث اوپر مذکور ہوئی ہے تو یہ گمان صحیح نہیں، درحقیقت یہ حدیث ابوسلمہ کی معارض نہیں، تو وہ حدیث جس سے بیس رکعت تراویح کی نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور جو اوپر مذکور ہے صحیح وسالم ہے، قابلِ عمل ہے، اور کیوں اس حدیث میں شبہ کیا جائے حالانکہ فعلِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے (فتاوی عزیزی ص ۴۸۴) [1]

لہٰذا اس حدیث سے بیس تراویح کی دلیل پکڑنا یقیناً درست اور صحیح ہے۔ [2]

اور مشکاۃ المصابیح کی شرح ''التعلیق الصبیح'' میں ہے کہ:

---

[1] باب الفقه، مطبوعه: ایچ ایم سعید، کراچی، سنِ اشاعت: ۱۴۱۲ھ۔

[2] حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

غیر مقلد بتلائیں کہ وہ اس اجماع کی مخالفت کرکے کہاں رہیں گے، اخیر میں ہم اتنا اور بتلائے دیتے ہیں کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہ تمام آثار اور ان کا بیس رکعات تراویح پر اجماع واتفاق کرنا یہ سب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تائید کررہا ہے جو ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً ان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے، اب اس حدیث کے صحیح ہونے میں کچھ شک نہیں، کیونکہ حدیث کی صحت کی یہ بھی دلیل ہے کہ امت نے اس کی تَلَقِّی بِالْقَبُوْلِ کی ہو، قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں منتقی کی پہلی ہی حدیث کی شرح میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے (ص ۱۵ ج ۱) اور اس سے بڑھ کر تلقی کیا ہوگی کہ خلفائے ثلثہ کے عہد میں صحابہ نے بیس رکعت تراویح پر اجماع واتفاق کیا، اور ان کے بعد سے اب تک تمام امت کا اس پر اتفاق چلا آرہا ہے، اگر کسی نے بیس پر زیادتی کی ہو تو کی ہو بیس سے کمی کسی نے نہیں کی، سوائے غیر مقلدوں کے اور ہم ان کے تمام دلائل کا ضعیف ہونا اوپر ظاہر کرچکے پس حدیث مرفوع صحیح بالتلقی وحسن بالسند اور آثار کثیرہ واجماعِ صحابہ کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کو جس کے دل میں خدا کا خوف ہو یہ حق نہیں کہ وہ بیس رکعات تراویح کا انکار کرے، یا اس کو خلافِ سنت کہے، اور گیارہ رکعت کو رواج دے، خدا ایسی سستی اور کاہلی سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے (امداد الاحکام ج ۱ ص ۶۵۲ تا ۶۵۳)

Idara Ghufran

ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ الْحَدِيْثَ الَّذِیْ رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً الَّذِیْ ضَعَّفَهُ اَئِمَّةُ الْحَدِيْثِ هُوَ صَحِيْحٌ عِنْدَ هٰذَا الْعَبْدِ الضَّعِيْفِ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ. لِمَا ذَكَرَهُ الْعَلَّامَةُ السُّيُوْطِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِی التَّدْرِيْبِ، قَالَ بَعْضُهُمْ يُحْكَمُ لِلْحَدِيْثِ بِالصِّحَّةِ اِذَا تَلَقَّاهُ النَّاسُ بِالْقُبُوْلِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ. وَقَالَ اِبْنُ عَبْدِالْبَرِّ فِی الْاِسْتِذْكَارِ لَمَّا حَكٰى عَنِ التِّرْمِذِیِّ اَنَّ الْبُخَارِیَّ صَحَّحَ حَدِيْثَ الْبَحْرِ هُوَ الطُّهُوْرُ مَاءُهٗ وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ لَايُصَحِّحُوْنَ مِثْلَ اِسْنَادِهٖ لٰكِنَّ الْحَدِيْثَ الَّذِیْ عِنْدِیْ صَحِيْحٌ لِتَلَقِّی الْعُلَمَاءِ بِالْقُبُوْلِ .وَقَالَ فِی التَّمْهِيْدِ رُوِیَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم اَلدِّيْنَارُ اَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ قِيْرَاطًا، قَالَ وَفِیْ قَوْلِ جَمَاعَةِ الْعُلَمَاءِ وَاِجْمَاعِ النَّاسِ عَلٰى مَعْنَاهُ غِنًى، عَنْ اِسْنَادِهٖ، وَنُقِلَ مِثْلُ ذٰلِكَ عَنْ اِبْنِ الْمُبَارَكِ وَالْاُسْتَاذِ اَبِیْ اِسْحَاقَ الْاَسْفَرَايِيْنِیْ .اِنْتَهٰى.

فَاِذَاكَانَ الْحَدِيْثُ يُصَحَّحُ بِتَلَقِّی الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ فَكَيْفَ لَايُصَحَّحُ بِتَلَقِّی الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَجَمْهُوْرِ الْاَئِمَّةِ وَالْمُجْتَهِدِيْنَ ،وَمَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ ،فَحَدِيْثُ اِبْنِ عَبَّاسٍ فِیْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً الَّذِیْ تَلَقَّاهُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، وَالَّذِیْ اِسْتَقَرَّ عَلَيْهِ الْاَمْرُ فِیْ سَائِرِ الْبُلْدَانِ وَالْاَمْصَارِ اَحَقُّ بِالتَّصْحِيْحِ مِنْ حَدِيْثِ الْبَحْرِ وَاَجْدَرُ بِالتَّحْسِيْنِ مِنْ حَدِيْثِ الدِّيْنَارِ (التعليق الصبيح ج۲ص۱۰۵،باب قيام شهر رمضان) [1]

---

[1] وفی اعلاء السنن:

وهذا الاثر قد تأيد بمواظبة الخلفاء والصحابة فی ليالی رمضان على القدر الذی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: پھر آپ کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ وہ حدیث جس کو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات تراویح کے بارے میں روایت کیا ہے، اور اس کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے، وہ بندۂ ضعیف عفا اللہ عنہ کے نزدیک صحیح ہے۔

بوجہ اس کے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تدریب میں ذکر کیا ہے کہ: بعض حضرات نے فرمایا کہ حدیث کے صحیح ہونے کا اس وقت بھی حکم لگادیا جاتا ہے، جب لوگوں کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہوجائے، اگرچہ اس کی اسناد صحیح نہ ہو۔

اور ابنِ عبدالبر نے استذکار میں فرمایا کہ: امام ترمذی سے منقول ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کہ ''سمندر کا پانی پاک ہے'' صحیح قرار دیا ہے، اور محدثین اس طرح کی سند کو صحیح قرار نہیں دیتے، لیکن یہ حدیث میرے نزدیک اس لئے صحیح ہے کہ علماء کی طرف سے اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

اور تمہید میں فرمایا کہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دینار چوبیس قیراط کا ہوتا ہے، اور فرمایا کہ علماء کی جماعت اور لوگوں کے اجماع کے قول نے اس کی سند سے بے نیاز کردیا، اور اسی طرح حضرت ابنِ مبارک اور استاد ابواسحاق اسفرایینی سے بھی منقول ہے، تمہید کا کلام ختم ہوا۔

پس جب علمائے صالحین کے قبول کرلینے سے بھی حدیث صحیح قرار پاتی ہے، تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذکر فیہ، وقد قدمناہ فی المقدمۃ ان المرسل ضعیف عند الشافعی ومن تابعہ، ولکن اذا وافقہ قول صحابی صار حجۃ عندالکل، وصرح بذلک ابن الھمام نفسہ فی ''الفتح'' فقال: وقول الترمذی:''العمل علیہ عند اھل العلم یقتضی قوۃ اصلہ وان ضعف خصوص ھذا الطریق اھـ(۱:۱۸۸)وای اھل العلم افضل من الخلفاء والصحابۃ؟فکیف لایکون عملھم دلیلا علی قوۃ اصلہ؟فالحق ان الاثر ان لم یکن صحیحا فلااقل من ان یکون حسنا.

واما قولہ: مع مخالفتہ للصحیح اھـ، فقد اجبنا عنہ آنفا، واثبتناان الاثر لیس بمخالف للصحیح (اعلاء السنن ج۷ص ۸۳، باب التراویح)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جب خلفائے راشدین اور تمام صحابہ وتابعین اور جمہور ائمہ ومجتہدین کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہوتو حدیث کو کیونکر صحیح قرار نہیں دیا جائے گا، اور جس کو مومنین اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے، پس حضرت ابنِ عباس کی بیس رکعات تراویح والی حدیث جس کو خلفائے راشدین اور مہاجرین وانصار، سابقین اولین کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے، اور جس پر تمام شہروں اور علاقوں میں عمل ہے، وہ سمندر والی مذکورہ حدیث کے مقابلہ میں صحیح ہونے کی زیادہ مستحق ہے، اور حدیثِ دینار کے مقابلہ میں تحسین کے زیادہ لائق ہے (التعلیق الصبیح) ۱

(اس کی مزید تفصیل جمہور امت کا اتفاق کے ذیل میں آتی ہے)

خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت

(۱۱)...... ابنِ ابی شیبہ حمید بن عبدالرحمٰن سے اور وہ حسن بن صالح سے اور وہ عبدالعزیز بن رفیع سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة) ۲

ترجمہ: رمضان میں مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو بیس

---

۱ اور محدثِ شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
ابوشیبہ کی یہ حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو، مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہدِ فاروقی کے مسلمانوں کا علانیہ عمل اسی کے موافق تھا، یا کم از کم آخر میں وہ لوگ اسی پر جم گئے، اور روایتوں سے حضرت علی کے زمانے کے مسلمانوں کا عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے، اور ہر چہار ائمۂ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں، اور عہدِ فاروقی کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اضافہ یا اضافہ کے ساتھ اسی کے موافق رہا ہے، ان باتوں کے انضمام سے ابوشیبہ کی حدیث اس قدر قوی اور مستحکم ہوجاتی ہے کہ اس کے بعد اس کو ضعیف کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہوجاتی ہے (رکعات تراویح ص ۶۰)

۲ رقم الحديث ۷۷۶۶، كتاب الصلاة، باب كم يصلي في رمضان من ركعة.

Idara Ghufran

رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ [1]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تراویح پڑھانے کے لئے مامور کیا تھا، اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے تراویح پڑھاتے تھے، اور تراویح کی فضیلت کے بیان میں پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پچھلی صف میں موجود ہوا کرتے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں باجماعت بیس تراویح ادا کی جاتی تھیں۔

حضرت عمر سے بیس تراویح کے ثبوت کی دوسری روایت

(۱۲)......اور ابنِ ابی شیبۃ ہی حضرت وکیع سے اور وہ مالک بن انس سے اور وہ یحیٰی بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۷۷۶۴، کتاب الصلاۃ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس

---

[1] اس روایت کے تینوں راویوں پر مختصر کلام درجِ ذیل ہے:

(۱) حمید بن عبد الرحمن بن حمید بن عبد الرحمن الرؤاسی بضم الراء بعدها همزة خفيفة أبو عوف الكوفی ثقة من الثامنة مات سنة تسع وثمانين وقيل تسعين وقيل بعدها (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۱۸۲)

(۲) الحسن بن صالح بن صالح بن حی وهو حيان بن شفی بضم بالمعجمة والفاء مصغر الهمدانی بسكون الميم الثوری ثقة فقيه عابد رمی بالتشيع من السابعة مات سنة تسع وستين وكان مولده سنة مائة (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۱۶۱)

(۳) عبد العزيز بن رفيع بفاء مصغر الأسدی أبو عبد الملك المكی نزيل الكوفة ثقة من الرابعة مات سنة ثلاثين ويقال بعدها وقد جاوز التسعين (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۳۵۷)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رکعات تراویح پڑھائے (ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ؎۱

تیسری روایت

(۱۳)......حضرت امام مالک رحمہ اللہ، یزید بن رومان سے، روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً (مؤطاامام مالک) ؎۲

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان میں تیئیس رکعات (یعنی بیس تراویح اور تین رکعات وتر) پڑھا کرتے تھے (مؤطاامام مالک)

اس روایت کی سند قوی ہے۔ ؎۳

؎۱ اس روایت کے تینوں راویوں پر مختصر کلام درج ذیل ہے:

(۱) وكيع بن الجراح بن مليح الرؤاسى بضم الراء وهمزة ثم الركعة أبوسفيان الكوفى ثقة حافظ عابد من كبار التاسعة مات فى آخر سنة ست وأول سنة سبع وتسعين وله سبعون سنة (تقريب التهذيب لابنِ حجر ج ا ص ۵۸۱)

(۲) مالک بن أنس بن مالک بن أبى عامر بن عمرو الأصبحى أبو عبد الله المدنى الفقيه إمام دار الهجرة رأس المتقنين وكبير المتثبتين حتى قال البخارى أصح الأسانيد كلها مالک عن نافع عن ابن عمر من السابعة مات سنة تسع وسبعين وكان مولده سنة ثلاث وتسعين وقال الواقدى بلغ تسعين سنة (تقريب التهذيب ج ا ص ۵۱۶)

(۳) يحيى بن سعيد بن قيس الأنصارى المدنى أبو سعيد القاضى ثقة ثبت من الخامسة مات سنة أربع وأربعين أو بعدها (تقريب التهذيب ج ا ص ۵۹۱)

؎۲ رقم الحديث ۳۸۰، ج۲ ص ۱۵۹، كتاب السهو ،باب ما جاء فى قيام رمضان.

؎۳ يزيد بن رومان المدنى أبو روح مولى آل الزبير ثقة من الخامسة مات سنة ثلاثين وروايته عن أبى هريرة مرسلة ع (تقريب التهذيب ج ا ص ۶۰۱)

قال النسائى: ثقة. وذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات" وقال الواقدى وكاتبه محمد بن سعد ، وعمرو بن على ، ومحمد بن عبد الله بن نمير ، والترمذى: مات سنة ثلاثين ومئة. زاد محمد بن سعد: وكان عالما كثير الحديث ، ثقة. (تهذيب الكمال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اورامام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی متعدد مقامات پر اس کو روایت کیا ہے۔ ؎۱

چوتھی روایت

(۱۴)......ابنِ ابی الدنیا حضرت شجاع بن مخلد سے اور وہ ہُشیم سے اور وہ یونس بن عبید سے اور وہ جلیل القدر تابعی حضرت حسن رحمہ اللہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، وَالْوِتْرَ ثَلَاثًا (فضائل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ج۳۲ص ۱۲۳، تحت ترجمة يزيد بن رومان ، رقم الترجمة ۶۹۸۶)

رہا اس کا مرسل ہونا تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ ایسی مرسل ہے، جس کو دوسری روایات سے زبردست قوت حاصل ہے، اور ایسی روایت کے معتبر ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔

وعلى مذهب الأكثرين يكون مرسلا لبعض كبار التابعين، وقد سبق أن مرسل التابعي الكبير يحتج به عندنا إذا اعتضد بقول الصحابة. أو قول أكثر العلماء، أو غير ذالک مماسبق. وقد اعتضد هذا الحديث، فقال به من الصحابة رضى الله عنهم، من سنذكره فى فرع مذاهب العلماء اه، كلام النووى. فظهرت صحة الاحتجاج بالحديث المذكور على كل التقديرات (أضواء البيان فى ايضاح القرآن، لمحمد الامين الشنقيطى بن محمد المختار، متوفى ۱۳۹۳ھ، ج ۱ ص ۴۳۲،تحت آيت ۹۵ من سورة المائدة،الناشر:دارالفكر، بيروت)

؎۱ وأخبرنا أبو زكريا قال :أخبرنا أبو الحسن الطرائفى قال :حدثنا عثمان بن سعيد قال :حدثنا يحيى بن بكير قال :حدثنا مالک.

قال :وحدثنا القعنبى فيما قرأ على مالک، عن يزيد بن رومان، أنه قال :كان الناس يقومون فى زمان عمر بن الخطاب فى رمضان بثلاث وعشرين ركعة (معرفة السنن والآثار للبيهقى،رقم الحديث ۵۴۱۰، ۵۴۱۱، كتاب الصلاة، باب قيام رمضان)

أخبرنا أبو زكريا بن أبى إسحاق، حدثنا أبو الحسن الطرائفى، حدثنا عثمان بن سعيد، حدثنا يحيى بن بكير، حدثنا مالک، قال :وحدثنا القعنبى، فيما قرأ على مالک، عن يزيد بن رومان، أنه قال ":كان الناس يقومون فى زمن عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى رمضان بثلاث وعشرين ركعة (شعب الايمان للبيهقى ،رقم الحديث ۳۰۰۰،كتاب الصيام ، باب قيام شهر رمضان)

أنبأ أبو أحمد العدل، أنبأ محمد بن جعفر المزكى، ثنا محمد بن إبراهيم، ثنا ابن بكير، ثنا مالک، عن يزيد بن رومان قال " :كان الناس يقومون فى زمان عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى رمضان بثلاث وعشرين ركعة "ويمكن الجمع بين الروايتين، فإنهم كانوا يقومون بإحدى عشرة، ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلاث، والله أعلم(السنن الكبرىٰ للبيهقى،رقم الحديث ۴۲۸۹ ،باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رمضان لابنِ ابی الدنیا) ۱

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان کے مہینہ میں لوگ بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے (فضائل رمضان)

اس روایت کے تمام روای انتہائی اعلیٰ درجہ کے معتبر اور ثقہ راوی ہیں، چنانچہ ابنِ ابی الدنیا جو اس کو روایت کرنے والے ہیں، وہ حافظُ الحدیث ہیں، اور ان کی بے شمار تصانیف ہیں۔ ۲

اور اس روایت کے پہلے راوی شجاع بن مخلد ہیں، ان کو بھی محدثین نے ثقہ شمار کیا ہے۔ ۳

اور اس روایت کے دوسرے راوی ہشیم بن بشیر ہیں، یہ بھی معتبر راوی ہیں۔ ۴

---

۱ رقم الحديث ۴۸، ص۷۸، القيام فی شهرِ رمضان، الناشر: دار السلف، الرياض -السعودية.

۲ عبد الله ابن محمد ابن عبيد ابن سفيان القرشي مولاهم أبو بكر ابن أبی الدنيا البغدادی صدوق حافظ صاحب تصانيف من الثانية عشرة مات سنة إحدى وثمانين وله ثلاث وسبعون فق (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۳۲۱)

۳ شجاع بن مخلد الفلاس ، أبو الفضل البغوی ،نزيل بغداد ....قال عبد الله بن أحمد بن حنبل : سألت يحيى بن معين عن شجاع بن مخلد ، فقال :أعرفه ، ليس به بأس ، نعم الشيخ أو نعم الرجل ، ثقة.وقال صالح بن محمد البغدادی : صدوق.وقال إبراهيم الحربی : حدثنی شجاع بن مخلد ولم نكتب ها هنا عن أحد خير منه .وذكره ابن حبان فی كتاب "الثقات "وقال الحسين بن فهم : شجاع بن مخلد من أبناء أهل خراسان من البغيين ، وهو ثقة ثبت ، (تهذيب الكمال ج ۱۲ ص ۳۷۹، ۳۸۰، ملخصاً، تحت ترجمة شجاع بن مخلد)

شجاع بن مخلد الفلاس أبو الفضل البغوی نزيل بغداد صدوق وهم فی حديث واحد رفعه وهو موقوف فذكره بسببه العقيلی من العاشرة مات سنة خمس وثلاثين (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۲۶۴)

۴ رہا بعض حضرات کا ان کو مدلس قرار دینا تو مبحوث فیہ روایت میں انہوں نے عنعنہ کے بغیر اس کو تحدیث کے ساتھ روایت کیا ہے۔

هشيم بن بشير بن القاسم بن دينار السلمی ، أبو معاوية بن أبی خازم ، وقيل :أبو معاوية بن بشير بن أبی خازم ، الواسطی ، قيل :إنه بخاری الاصل ....قال أبو داود : قال أحمد بن حنبل :ليس أحد أصح حديثا عن حصين من هشيم.

وقال أحمد بن علی الابار : سمعت علی بن حجر يقول :هشيم فی أبی بشر مثل ابن عيينة فی الزهری ، سبق الناس هشيم فی أبی بشر.وقال إبراهيم بن موسى الرازی ، عن عنبسة بن سعيد ، عن ابن المبارك :من غير الدهر حفظه ، فلم يغير حفظ هشيم .وقال أحمد بن سنان القطان : سمعت عبد الرحمن بن مهدی يقول :حفظ هشيم عندی أثبت من حفظ أبی عوانة ، وكتاب أبی عوانة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراس روایت کے تیسرے راوی یونس بن عبید ہیں، جو بہت زبردست محدث ہیں۔ [1]

اوراس روایت کے آخری راوی مشہور تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ہیں، جن کی مرسل احادیث کو بھی متعدد محدثین کے نزدیک قبولیت کا مقام حاصل ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أثبت عندى من حفظ هشيم.وقال محمد بن عبد الله بن عمار الموصلى : إذا اختلف أبو عوانة وهشيم فالقول قول هشيم ، لم يعد عليه خطأ .وقال أحمد بن عبد الله العجلى : هشيم واسطى ثقة ، وكان يدلس.وقال عبد الرحمن بن أبى حاتم : سئل أبى عن هشيم ، ويزيد بن هارون ، فقال : هشيم أحفظهما.وقال أيضا سألت أبى عن هشيم ، فقال :ثقة ، وهشيم أحفظ من أبى عوانة.

وقال أيضا : سئل أبو زرعة عن جرير وهشيم ؟ فقال :هشيم أحفظ.وقال محمد بن سعد : كان ثقة ، كثير الحديث ، ثبتا ، يدلس كثيرا ، فما قال فى حديثه أخبرنا فهو حجة ، وما لم يقل فيه أخبرنا فليس بشىء .وقال سليمان بن إسحاق الجلاب أيضا ، عن إبراهيم(تهذيب الكمال ج٣٠ص ٢٧٢تا ٢٨٣ملخصاً، تحت ترجمة هشيم بن بشير)

[1] يونس بن عبيد بن دينار العبدى ، أبو عبد الله ، ويقال :أبو عبيد البصرى ، مولى عبدالقيس.رأى إبراهيم النخعى ، وأنس بن مالك ، وسعيد بن جبير ....وذكره محمد بن سعد فى الطبقة الرابعة من أهل البصرة ، وقال : كان ثقة كثير الحديث.وقال أبو طالب عن أحمد بن حنبل ، وإسحاق بن منصورعن يحيى بن معين ، وأبو عبد الرحمن النسائى :ثقة.وقال عثمان بن سعيد الدارمى : قلت ليحيى بن معين :يونس بن عبيد أحب إليك فى الحسن أو حميد ، يعنى الطويل ؟ فقال :كلاهما.وقال على ابن المدينى : يونس بن عبيد أثبت فى الحسن من ابن عون.وقال أبو زرعة : يونس بن عبيد أحب إلى فى الحسن من قتادة ، لان يونس من أصحاب الحسن ، وقتادة ليس من أقران يونس ، ويونس أحب إلى من هشام بن حسان.وقال أبو حاتم : ثقة، وهو أحب إلى من هشام بن حسان وأكبر من سليمان التيمى ، ولا يبلغ التيمى منزلة يونس بن عبيد(تهذيب الكمال ج٣٢ص٥١٧تاص ٥٢٠ ملخصاً،تحت ترجمة يونس بن عبيد)

يونس بن عبيد بن دينار العبدى أبو عبيد البصرى ثقة ثبت فاضل ورع من الخامسة مات سنة تسع وثلاثين(تقريب التهذيب ج ا ص٦١٣)

[2] الحسن بن أبى الحسن ، واسمه يسار ،البصرى ، أبو سعيد ، مولى زيد بن ثابت ، ويقال : مولى جابر بن عبد الله ، ويقال :مولى جميل بن قطبة بن عامر بن حديدة ، ويقال :مولى أبى اليسر ، وأمه خيرة مولاة أم سلمة ، زوج النبى صلى الله عليه وسلم...........وقال محمد بن أحمد بن محمد بن أبى بكر المقدمى :سمعت على ابن المدينى ، يقول :مرسلات يحيى بن أبى كثير ، شبه الريح ، ومرسلات الحسن البصرى التى رواها عنه الثقات صحاح ما أقل ما يسقط منها.وقال أبو أحمد بن عدى :سمعت الحسن بن عثمان يقول :سمعت أبا زرعة يقول :كل شىء قال الحسن : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "، وجدت له أصلا ثابتا ، ما خلا أربعة أحاديث(تهذيب الكمال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پانچویں روایت

(۱۵)......اور حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً يُطِيْلُوْنَ فِيْهَا الْقِرَاءَ ةَ وَيُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ

(مختصر قيام الليل وقيام رمضان وكتاب الوتر لمحمد بن نصر المروزى) ؎۱

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان کے مہینہ میں بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے، جن میں لمبی قرأت کیا کرتے تھے، اور تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے (قیامِ رمضان)

حضرت محمد بن کعب قرظی جلیل القدر تابعی ہیں، جنہوں نے متعدد صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے، اور آخر میں مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی ہے، اور بعض حضرات کے بقول ان کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی ہے۔ ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ج٦ص ٩٥ تا٢٢٤ ملخصاً،تحت ترجمة الحسن بن ابى الحسن)

الحسن بن أبى الحسن البصرى واسم أبيه يسار بالتحتانية والمهملة الأنصارى مولاهم ثقة فقيه فاضل مشهور وكان يرسل كثيرا ويدلس قال البزار كان يروى عن جماعة لم يسمع منهم فيتجوز ويقول حدثنا وخطبنا يعنى قومه الذين حدثوا وخطبوا بالبصرة هو رأس أهل الطبقة الثالثة مات سنة عشر ومائة وقد قارب التسعين(تقريب التهذيب ج ا ص ١٦٠)

؎۱ ج ا ص ٢٢٠،باب عدد الركعات التى يقوم بها الإمام للناس فى رمضان،الناشر:حديث أكادمى، فيصل اباد -باكستان.

؎۲ محمد بن كعب بن سليم.وقال محمد بن سعد: محمد بن كعب بن حيان بن سليم ، بن أسد القرظى ، أبو حمزة ، وقيل :أبو عبد الله المدنى ، من حلفاء الاوس بن حارثة .وكان أبوه من سبى قريظة .سكن الكوفة ثم تحول إلى المدينة فسكنها ، واشترى بها مالا .ذكره محمد بن سعد فى الطبقة الثالثة من أهل المدينة ، وقال :كان ثقة ، عالما ، كثير الحديث ، ورعا.وقال على بن المدينى ، وأبو زرعة : ثقة.وقال العجلى ، مدنى ، تابعى ، ثقة ، رجل صالح ، عالم بالقرآن.وقال البخارى: كان أبوه ممن لم ينبت يوم قريظة فترك .قال :وحدثنى ابن بشار ، قال :حدثنا أبو بكر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ان روایات سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس تراویح پڑھی جاتی تھیں۔

ظاہر ہے کہ اتنے بڑے بڑے ثقہ اور حافظُ الحدیث محدثین غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے، اگر نعوذ باللہ ایسا ہوتا، تو پھر ان کو ثقہ وحافظ کیوں قرار دیا جاتا، اوران کی دیگر احادیث کو کیسے قبول کیا جاتا؟

چھٹی روایت

(۱۶)...... امام ابو بکر فریابی، تمیم بن منتصر سے، اور وہ یزید بن ہارون سے اور وہ ابنِ ابی ذئب سے اور وہ ابنِ خصیفہ سے، اور وہ حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانُوا يَقُومُونَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً -وَلٰكِنْ كَانُوا يَقْرَءُوْنَ بِالْمِائَتَيْنِ فِيْ رَكْعَةٍ، حَتّٰى كَانُوْا يَتَوَكَّئُوْنَ عَلٰى عُصِيِّهِمْ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ (الصيام للفريابى)[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس رکعات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يعنى الحنفى، قال: حدثنا الضحاك بن عثمان، عن أيوب بن موسى، قال: سمعت محمد بن كعب القرظى، قال: سمعت عبد الله بن مسعود، عن النبى صلى الله عليه وسلم "من قرأ حرفا من كتاب الله فله حسنة ." قال البخارى: لا أدرى حفظه أم لا. وقال أبو داود: سمع من على، ومعاوية، وعبد الله بن مسعود وقال فى موضع آخر: سمعت قتيبة بن سعيد يقول: بلغنى أن محمد بن كعب رأى النبى صلى الله عليه وسلم. وقال الترمذى: سمعت قتيبة بن سعيد يقول: بلغنى أن محمد بن كعب القرظى ولد فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم (تهذيب الكمال ج ۲۶ ص ۳۴۰ تا ۳۴۴، ملخصاً، تحت ترجمة محمد بن كعب القرظى)

اور مرسل حدیث کے بارے میں اس بات سے اہلِ علم واقف ہیں کہ دوسری مرسل یا متصل ضعیف حدیث سے بھی یہ قوت حاصل کر لیتی ہے، جبکہ یہاں قوی متصل ومرسل متعدد روایات موجود ہیں۔

[1] رقم الحديث ۱۷۶، باب ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم فى فضل القيام فى شهر رمضان وكيف كان بدو الأمر فيه، الناشر: الدار السلفية -بومباى.

Idara Ghufran

(تراویح) پڑھا کرتے تھے، اور ایک رکعت میں دوسو آیات پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ قیام کی شدت کی وجہ سے لوگ اپنی لاٹھیوں پر سہارا لیتے تھے (الصیام)

یہ روایت سند کے لحاظ سے انتہائی عمدہ اور قوی ومضبوط ہے۔

چنانچہ اس روایت کو بیان کرنے والے ابوبکر جعفر بن محمد فریابی ہیں، جو کہ حافظُ الحدیث، امام اورشیخِ وقت ہیں۔ [۱]

اور اس روایت کے پہلے راوی تمیم بن منتصر ہیں، جو کہ حافظ اور قوی ثقہ ہیں۔ [۲]

اور اس روایت کے دوسرے راوی یزید بن ہارون ہیں، جو کہ انتہائی اعلیٰ درجہ کے ثقہ اور متقی وپرہیز گار ہیں، اور ان پر تفصیلی کلام حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ضمن میں پہلے گزر چکا ہے۔ [۳]

اور اس روایت کے تیسرے راوی ابنِ ابی ذئب ہیں، جن کا نام محمد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ ہے، اور یہ شیخ الاسلام، ثقہ، فاضل اور فقیہ ہیں، اور محدثین نے ان کے اساتذہ کو بھی ثقہ قرار دیا ہے۔ [۴]

---

[۱] الفريابى: جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض .الامام الحافظ الثبت،شيخ الوقت، أبو بكر الفريابى القاضى.ولد سنة سبع ومئتين .وقال :أول ما كتبت الحديث سنة أربع وعشرين ومئتين .أرخ مولده القاضى أبو الطاهر الذهلى .قلت :ارتحل من فيرياب وهى مدينة من بلاد الترك إلى بلاد ماوراء النهر، وخراسان، والعراق، والحجاز، والشام، ومصر، والجزيرة، ولقى الاعلام، وتميز فى العلم، وولى قضاء الدينور(سيراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۹۶،۹۷،تحت ترجمة الفريابى جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض)

[۲] تميم بن المنتصر بن تميم بن الصلت الهاشمى مولاهم الواسطى جد أسلم بن سهل الحافظ لأمه ثقة ضابط مات سنة أربع أو خمس وأربعين وله ست وسبعون سنة(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۱۳۰)

[۳] يزيد بن هارون بن زاذان السلمى مولاهم أبو خالد الواسطى ثقة متقن عابد من التاسعة مات سنة ست ومائتين وقد قارب التسعين ع.(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۶۰۶)

[۴] محمد بن عبد الرحمن بن المغيرة بن الحارث بن أبى ذئب القرشى العامرى أبو الحارث المدنى ثقة فقيه فاضل من السابعة مات سنة ثمان وخمسين وقيل سنة تسع(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۴۹۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراس روایت کے چوتھے راوی یزید بن خصیفہ ہیں، جن کا پورا نام یزید بن عبداللہ بن خصیفہ ہے، اور یہ بھی اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں، اوران سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ، امام دارقطنی، امام دارمی، امام احمد اورامام مالک رحمہم اللہ وغیرہ سب نے روایات لی ہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محمد بن عبد الرحمن بن المغيرة بن الحارث بن أبى ذئب، واسمه هشام ، بن شعبة بن عبد الله بن أبى قيس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لؤى بن غالب القرشى العامرى ، أبو الحارث المدنى .أمه بريهة بنت عبد الرحمن ، وخاله الحارث بن عبد الرحمن بن أبى ذئب...........وقال عبد الله بن محمد البغوى ، عن أحمد بن حنبل :كان ابن أبى ذئب رجلا صالحا يأمر بالمعروف وكان يشبه بسعيد بن المسيب.وقال أحمد بن سعد بن أبى مريم ، عن يحيى بن معين :ابن أبى ذئب ثقة وكل من روى عنه ابن أبى ذئب ثقة إلا أبا جابر البياضى ، وكل من روى عنه مالک ثقة إلا عبد الكريم أبا أمية.وقال أبو داود فى موضع آخر :سمعت أحمد بن صالح يقول : شيوخ ابن أبى ذئب كلهم ثقات إلا أبو جابر البياضى .وقال يعقوب بن شيبة السدوسى :ابن أبى ذئب ثقة صدوق، غير أن روايته عن الزهرى خاصة تكلم الناس فيها ، فطعن بعضهم فيها بالاضطراب ، وذكر بعضهم أن سماعه منه عرض ، ولم يطعن بغير ذلک ، والعرض عند جمع من أدركنا صحيح(تهذيب الكمال ج۲۵ص ۶۳۰ تا ۶۳۵ ملخصاً، تحت ترجمة محمد بن عبدالرحمان ،رقم الترجمة ۵۴۰۸)

ابن أبى ذئب(ع) محمد بن عبدالرحمن بن المغيرة بن الحارث بن أبى ذئب -واسم ابى ذئب : هشام بن شعبة -الامام، شيخ الاسلام، أبو الحارث القرشى، العامرى، المدنى، الفقيه(سيراعلام النبلاء ج۷ص ۱۳۹، ۱۴۰،تحت ترجمة ابن ابى ذئب)

۱؎ يزيد بن خصيفة هو ابن عبد الله بن خصيفة يأتى (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۶۰۰)

يزيد بن عبد الله بن خصيفة بمعجمة ثم الركعة بن عبد الله بن يزيد الكندى المدنى وقد ينسب لجده ثقة من الخامسة (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۶۰۲)

يزيد بن عبدالله بن خصيفة (ع) وخصيفة هو أخو السائب ابنى يزيد بن سعيد بن أخت نمر الكندى، المدنى، الفقيه.حدث عن السائب بن يزيد، وعروة بن الزبير، وبسر بن سعيد، ويزيد بن قسيط.وعنه :مالک، والثورى، وسليمان بن بلال، واسماعيل بن جعفر، وابن عيينة، والدراوردى، وآخرون.وثقه يحيى بن معين.وقال ابن سعد :كان ثبتا، عابدا، ناسكا، كثير الحديث .قلت :توفى بعد الثلاثين ومئة(سير اعلام النبلاء ج۶ص ۱۵۷، ۱۵۸،تحت ترجمة يزيد بن عبدالله بن خصيفة)

يزيد بن عبد الله بن خصيفة بن عبد الله بن يزيد الكندى المدنى عن السائب بن يزيد وعروة بن الزبير وعنه ابن جريج وسليمان بن بلال وإسماعيل بن جعفر وطائفة وثقه أبو حاتم والنسائى وابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اس حدیث کے پانچویں اور آخری راوی حضرت سائب بن یزید ہیں، جو کہ چھوٹے صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں بچپن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

معین وأحمد(لسان الميزان لابن حجر ج۳ص ۲۶۴)

قال الاثرم عن أحمد وأبى حاتم والنسائى ثقة وقال الآجرى عن أبى داود قال أحمد منكر الحديث وقال ابن أبى مريم عن ابن معين ثقة حجة وقال ابن سعد كان عابدا ناسكا كثير الحديث ثبتا وذكره ابن حبان فى الثقات .قلت :زعم ابن عبد البر انه ابن أخى السائب بن يزيد وكان ثقة مأمونا(تهذيب التهذيب لابن حجر ج ۱۱ ص ۳۴۰)

يزيد بن خصيفة بن يزيد بن سعيد بن ثمامة وهو ابن أخى السائب بن يزيد وروى عن السائب بن يزيد وغيره وكان عابدا ناسكا ثقة كثير الحديث ثبتا(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد،ج۵ص ۳۹۶، تحت ترجمة يزيد بن خصيفة،الناشر:دار الكتب العلمية،بيروت)

روى له الجماعة(تهذيب الكمال ج ۳۲ص ۱۷۴، تحت ترجمة يزيد بن عبدالله بن خصيفة)

بعض حضرات نے ان کے بارے میں امام احمد کا ایک قول منکر الحدیث ہونے کا ذکر کیا ہے، لیکن اس قول کی کوئی سند دریافت نہیں ہوسکی، اور یہی وجہ ہے کہ امام احمد کے بیٹے سے ان کے بارے میں صرف توثیق منقول ہے، اس لئے عقل اور نقل کی رُو سے اثرم کی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔

يزيد بن عبدالله (ع) بن خصيفة .وقد ينسب إلى جده فيقال :يزيد بن خصيفة.عن السائب بن يزيد، وعروة، ويزيد بن عبدالله بن قسيط . .وعنه مالك، وطائفة .وثقه أحمد من رواية الاثرم عنه، وأبو حاتم، وابن معين، والنسائى. وروى أبو داود أن أحمد قال :منكر الحديث(ميزان الاعتدال للذهبى ج۴ص ۴۳۰، رقم الترجمة ۹۷۱۵)

يزيد بن خصيفة ما أعلم إلا خيرا(كتاب العلل ومعرفة الرجال،تحت رقم الترجمة ۳۲۳۲، ج۲ص ۴۹۰)

هذا شىء لم يثبت عن أحمد ، فيما أرى والله أعلم ، فقد تقدم قول الأثرم عنه ، وفى العلل لابنه عبد الله ، أنه قال :ما أعلم إلا خيرا (۲/۳۵)وهو توثيق واضح.(حاشيه تهذيب الكمال لبشار عواد معروف، ج۳۲ص ۱۷۳، تحت ترجمة يزيد بن عبدالله بن خصيفة)

مگر افسوس کہ جناب البانی صاحب نے ایک غیر مستند قول کی بنیاد پر اس روایت پر اپنے رسالہ ''صلاۃ التراویح'' میں جرح کی ہے، دراں حالیکہ ابوداؤد کی ایک حدیث کے ضمن میں یزید بن خصیفہ کی سائب بن یزید سے مروی ایک حدیث کی سند کے رجال کو ثقہ اور رجالِ بخاری قرار دیا ہے، اور ساتھ ہی حضرت سائب بن یزید کو صحابی صغیر بھی تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

إسناده :حدثنا مسدد :حدثنا سفيان قال :حسبت أنى سمعت يزيد بن خُصَيْفَةَ يذكر عن السائب بن يزيد .قلت :وهذا إسناد رجاله ثقات رجال البخارى؛ إلا الرجل الذى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

میں شریک رہ چکے ہیں، اور ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے بازار کی نگرانی پر مامور فرمایا تھا، اور یہ مدینہ منورہ میں موجود صحابۂ کرام میں سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی ہیں۔ [1]

ساتویں روایت

(۱۷)...... امام بیہقی رحمہ اللہ؛ ابوطاہر فقیہ سے؛ اور وہ ابوعثمان بصری سے؛ اور وہ ابواحمد سے؛ اور وہ خالد بن مخلد سے؛ اور وہ محمد بن جعفر سے؛ اور وہ یزید بن خصیفہ سے؛ اور وہ حضرت سائب بن یزید سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ زَمَانِ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ (معرفة السنن والآثار للبيهقي، رقم الحديث ۵۴۰۹، كتاب الصلاة، باب قيام رمضان)

ترجمہ: ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے (معرفۃ السنن)

اس روایت کی سند کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اس روایت کے پہلے راوی ابوطاہر فقیہ ہیں، جو کہ خراسان کے اصحابُ الحدیث کے امام اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نسی اسمه. سفیان -وهو ابن عيينة -، لكن الظاهر أنه صحابي؛ فإن السائب صحابي صغير، حجَّ به في حجة الوداع، وهو ابن سبع سنين (صحيح ابی داؤد للالبانی، ج۷ص ۳۴۰، تحت حديث رقم ۲۳۳۲، كتاب الجهاد، باب في لبس الدروع)

جبکہ حضرت سائب بن یزید کی یہ روایت متصل اور معتبر سند کے ساتھ امام بیہقی نے بھی روایت کی ہے، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو فہمِ سلیم عطا فرمائیں۔

[1] السائب بن يزيد بن سعيد بن ثمامة الكندي وقيل غير ذلك في نسبه ويعرف بابن أخت النمر صحابي صغير له أحاديث قليلة وحج به في حجة الوداع وهو ابن سبع سنين وولاه عمر سوق المدينة مات سنة إحدى وتسعين وقيل قبل ذلك وهو آخر من مات بالمدينة من الصحابة (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۲۲۸)

Idara Ghufran

ان کے متفقہ فقیہ ومفتی ہیں۔ ؎۱

اور اس روایت کے دوسرے راوی ابوعثمان بصری ہیں، جو کہ امام ومقتدیٰ اور زاہد وصالح شمار کئے گئے ہیں، جو ان کی ثقاہت کی دلیل ہے۔ ؎۲

اور اس روایت کے تیسرے راوی ابواحمد محمد بن عبدالوہاب ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔ ؎۳

اور اس روایت کے چوتھے راوی خالد بن مخلد ہیں، جو کہ بڑے محدث شمار کئے گئے ہیں، ان سے امام ابوبکر ابنِ ابی شیبہ اور اہلِ عراق روایت کرتے ہیں، ابنِ حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، اور ابنِ معین نے ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں بتلایا، ان سے متعدد محدثین

؎۱ اگرچہ محمد بن جعفر سے پہلے راویوں پر کلام کی یہاں زیادہ حاجت نہیں تھی، کیونکہ یزید بن خصیفہ تک اس کا صحیح سند کے ساتھ ثبوت گزر چکا ہے، لیکن ہم نے تبرعاً یہاں ان سے پہلے راویوں پر کلام کر دیا ہے۔

محمد بن محمد بن محمش بن علي بن داود الفقيه أبو طاهر الزيادی. كان يسكن ميدان زياد بن عبد الرحمن من نيسابور ، فنسب إليه......قال عبد الغافر: إمام أصحاب الحديث بخراسان وفقيههم ومفتيهم بالاتفاق بلا مدافعة .قال الذهبي :الأديب الفقيه الشافعي .ولد أبو طاهر سنة سبع عشرة وثلاثمائة .وكان إمام أصحاب الحديث بنيسابور ، وفقيههم ومفتيهم بلا مدافعة .وكان متبحراً في علم الشروط ، قد صنف كتاباً فيه وله معرفة قوية بالعربية.قال عبد الغافر بن إسماعيل :بقي يملي نحو ثلاث سنين ، ولولا ما اختص به من الإقتار وحرفة أهل العلم لما تقدم عليه أحد من أصحابه.ومات في شعبان سنة عشر وأربعمائة(شيوخ البيهقي في السنن الكبرىٰ لأبي عبد الله حامد بن أحمد آل بكر، تحت رقم الترجمة ١٥٣ ،وكذافي سير اعلام النبلاء ج١٧ ص ٢٧٦)

؎۲ البصرى: أبو عثمان عمرو بن عبد الله بن درهم الإمام، القدوة، الزاهد الصالح، أبو عثمان عمرو بن عبد الله بن درهم النيسابورى المطوعي الغازى، المعروف بالبصرى . سمع :محمد بن عبد الوهاب الفراء ، وأحمد بن معاذ، وغيرهما .حدث عنه :الحافظ أبو علي، وأبو إسحاق المزكى، وأبو عبد الله بن مندة، والحسن بن علي بن المؤمل، وأبو طاهر بن محمش، والعلوى، وآخرون.توفي في شعبان سنة أربع وثلاثين وثلاث مائة. وقد نيف على ثمانين سنة .قال الحاكم :لم أرزق السماع منه على أنه كان يحضر منزلنا، وأنبسط إليه. قال لي أبي :صحبته إلى رباط فراوة.وما رأيت مثل اجتهاده حضرا وسفرا(سير اعلام النبلاء ١٥ ص ٣٦٤،٣٦٥)

؎۳ محمد بن عبد الوهاب بن حبيب بن مهران العبدى ، أبو أحمد الفراء النيسابورى ، ابن عم بشر بن الحكم بن حبيب العبدى......قال النسائي :ثقة.وذكره ابن حبان في كتاب (الثقات) (تهذيب الكمال ج٢٦ ص ٢٩ تا ٣٢،ملخصاً)

محمد بن عبد الوهاب بن حبيب بن مهران العبدى أبو أحمد الفراء النيسابورى ثقة عارف من الحادية عشرة مات سنة اثنتين وسبعين وله خمس وتسعون سنة(تقريب التهذيب ج ١ ص ٤٩٤)

Idara Ghufran

نے احادیث کی کتب میں روایات لی ہیں۔ ۱

اور اس روایت کے پانچویں راوی محمد بن جعفر ہیں، جو کہ ثقہ اور معتبر راوی ہیں۔ ۲

اس روایت میں سائب بن یزید سے یزید بن خصیفہ روایت کرتے ہیں، جن پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

---

۱ اور امام احمد بن حنبل نے ان کی بعض احادیث کو منکر قرار دیا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ دیگر محدثین کا فیصلہ نہیں، نیز اس حدیث کا غیر منکر ہونا بالکل ظاہر ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی راوی کی ثقاہت ثابت ہونے کے لئے محدثین سے ثقہ کے الفاظ منقول ہونا ضروری نہیں، بلکہ ثقاہت ثابت کرنے کے لئے محدثین متعدد الفاظ استعمال کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے محدثین نے ثقاہت ثابت کرنے کے الفاظ کے درجات قائم فرمائے ہیں، اور امام وحافظ کو بھی الفاظِ توثیق میں شمار کیا گیا ہے۔

خالد بن مخلد الامام المحدث أبو الهيثم القطواني الكوفي.سمع مالكا وسليمان بن بلال وعلى بن صالح بن حي وابا الغصن ثابت بن قيس ونافع بن ابي نعيم وعدة.وعنه البخاري وروى هو والجماعة سوى ابي داود عن رجل عنه والدارمي وعبد وابو امية الطرسوسي وآخرون حتى ان عبيد الله بن موسى قد روى عنه(تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۲۹۸)

خالد بن مخلد القطواني البجلي كنيته أبو الهيثم من أهل الكوفة يروى عن موسى بن يعقوب الزمعي وسليمان بن بلال روى عنه أبو بكر بن أبي شيبة وأهل العراق وكان يكره أن يقال له القطواني (ثقات ابنِ حبان ج۶ص ۲۲۴)

خالد بن مخلد القطواني ، أبو الهيثم البجلي مولاهم الكوفي ، وقطوان موضع بالكوفة......قال عبد الله بن أحمد بن حنبل ، عن أبيه :له أحاديث مناكير .وقال عثمان بن سعيد الدارمي ، عن يحيى بن معين :ما به بأس.وقال أبو حاتم : يكتب حديثه.وقال أبو عبيد الآجري : سئل أبو داود عنه فقال : صدوق ولكنه بتشيع.قال أبو أحمد بن عدي :هو من المكثرين في محدثي الكوفة ، وهو عندي إن شاء الله لا بأس به.قال مطين : مات سنة ثلاث عشرة ومئتين وروى له أبو داود في حديث مالك ، والباقون (تهذيب الكمال ج۸ص ۱۶۳ تا ۱۶۶ ملخصاً)

والتشيع المذكور ليس بجرح عند المحدثين .

۲ محمد بن جعفر بن أبي كثير الأنصاري الزرقي ، مولاهم ، المدني ، أخو إسماعيل بن جعفر ، وكثير بن جعفر ، ويحيى بن جعفر ، ويعقوب بن جعفر......قال عباس الدوري ، عن يحيى بن معين :ثقة.وقال علي بن المديني : معروف.وقال النسائي : صالح.وذكره ابن حبان في كتاب "الثقات روى له الجماعة(تهذيب الكمال ج۲۴ص ۵۸۳ تا ۵۸۵،ملخصاً، تحت ترجمة محمد بن جعفر بن ابي كثير)

محمد بن جعفر بن أبي كثير الأنصاري مولاهم المدني أخو إسماعيل وهو الأكبر ثقة من السابعة (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۴۷۱)

Idara Ghufran

اس قوی اور متصل السند روایت سے بھی بیس تراویح کا ثبوت ہوا۔

آٹھویں روایت

(۱۸)...... امام عبدالرزاق؛ اسلمی سے اور وہ حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب سے اور وہ حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ:

كُنَّا نَنْصَرِفُ مِنَ الْقِيَامِ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ وَقَدْ دَنَا فُرُوْعُ الْفَجْرِ ، وَكَانَ الْقِيَامُ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ ثَلَاثَةً وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً(مصنف عبدالرزاق) ۱؎

ترجمہ: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تراویح پڑھ کر لوٹتے تھے، اور فجر کا وقت قریب ہوجاتا تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تراویح کی (وتروں سمیت) تیئس رکعات پڑھی جاتی تھیں (عبدالرزاق)

ممکن ہے کہ بعض اوقات تراویح میں قرآن زیادہ پڑھا جاتا ہو، اور اس وجہ سے دیر ہوجاتی ہو، بہرحال اس روایت سے تراویح کی بیس رکعات پڑھے جانے کا ثبوت ہوا۔

دوسری احادیث وروایات کے پیشِ نظر اس روایت کی سند حسن درجہ میں داخل ہے۔ ۲؎

۱؎ رقم الحدیث ۷۷۳۳، کتاب الصیام، باب قیام رمضان.

۲؎ چنانچہ پہلے راوی ابراہیم بن محمد بن ابویحییٰ اسلمی ہیں، جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے شیوخ میں شمار ہوتے ہیں، اور انہوں نے ان کی توثیق کی ہے، اور ابنِ عدی نے بھی یہی کہا ہے۔

اور اگرچہ ان کو دیگر متعدد حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ اگرچہ یہ ضعیف ہوں، مگر ان کی حدیث کے شاہد بننے کی صلاحیت میں کوئی شبہ نہیں۔

(إبراهيم بن محمد بن أبي يحيى الاسلمي) شيخ الامام الشافعي وصفه الامام أحمد بن حنبل بالتدليس(التبيين لاسماء المدلسين ص ۱۴،تاليف :ابو الوفاء برهان الدين الحلبى الشافعى، الناشر: دارالكتب العلمية،بيروت)

حدثنا عبد الله بن محمد بن مسلم حدثنا محمد بن إدريس قال سمعت الحميدى يقول قال الشافعي وليت على عمل باليمن فجهدت فيه فقدمت فلقيت ابن أبي يحيى و كنت أجالسه فقال لى تجالسوننا وتصغون فإذا شرع لأحدكم شيئا دخل فيه فوبخنى فلقيت ابن عيينة فقال قد بلغنا ولايتك فما أحسن ما انتشر عنك وما أديت كل الذى لله عليك ولا تعد فكانت موعظة بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراس روایت کا انکار سوائے مکابرہ کے اور کچھ نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عيينة إياى ابلغ فى مما صنع ابن أبى يحيى قال الشيخ سألت احمد بن سعيد فقلت تعلم أحدا أحسن القول فى إبراهيم بن أبى يحيى غير الشافعى فقال لى نعم حدثنا احمد بن يحيى الاودى قال سألت حمدان بن الأصبهانى يعنى محمد فقلت أتدين بحديث إبراهيم بن أبى يحيى فقال نعم قال الشيخ ثم قال لى احمد بن محمد بن سعيد نظرت فى حديث إبراهيم بن أبى يحيى كثيرا وليس هو بمنكر الحديث قال الشيخ وهذا الذى قاله كما قال وقد نظرت انا أيضا فى حديثه الكثير فلم أجد فيه منكرا إلا عن شيوخ يحتملون وقد حدث عنه ابن جريج والثورى وعباد بن منصور ومندل وأبو أيوب ويحيى بن أيوب المصرى وغيرهم من الكبار (الكامل لابنِ عدى، ج ا ص۳۵۷،۳۵۸،تحت ترجمة إبراهيم بن محمد بن أبى يحيى الأسلمى)

إبراهيم بن أبى يحيى *(ق) هو الشيخ العالم المحدث، أحد الاعلام المشاهير، أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن أبى يحيى الاسلمى، مولاهم المدنى، الفقيه .ولد فى حدود سنة مئة، أو قبل ذلك.وحدث عن :صالح مولى التوأمة، وابن شهاب، ومحمد بن المنكدر، وموسى بن وردان، وصفوان بن سليم، ويحيى بن سعيد، وخلق كثير. وصنف "الموطأ "وهو كبير أضعاف موطأ الامام مالک .حدث عنه جماعة قليلة، منهم :الشافعى، وإبراهيم بن موسى الفراء ، والحسن بن عرفة، وقد كان الشافعى مع حسن رأيه فيه إذا روى عنه ربما دلسه، ويقول :أخبرنى من لا أتهم.فتجد الشافعى لا يوثقه، وإنما هو عنده ليس بمتهم بالكذب، وقد اعترف الشافعى بأنه كان قدريا............ قال ابن عدى :لم أجد لابراهيم حديثا منكرا إلا عن شيوخ يحتملون(سيراعلام النبلاء ج۸ص ۴۵۰ تا ۴۵۳ ملخصاً،تحت ترجمة ابراهيم بن ابى يحيىٰ)

وقال سعيد بن أبى مريم :قال لى إبراهيم بن أبى يحيى :سمعت من عطاء سبعة آلاف مسألة.وقال الربيع بن سليمان :سمعت الشافعى يقول :كان إبراهيم ابن أبى يحيى قدريا ، قيل للربيع :فما حمل الشافعى على أن روى عنه ؟ قال :كان يقول :لان يخر إبراهيم من بعد أحب إليه من أن يكذب ، وكان ثقة فى الحديث .وكان الشافعى يقول :أخبرنى من لا أتهم عن سهيل وغيره ، يعنى إبراهيم بن أبى يحيى .وقال أبو أحمد بن عدى : سألت أحمد بن محمد بن سعيد ، يعنى ابن عقدة - فقلت له :تعلم أحدا أحسن القول فى إبراهيم بن أبى يحيى غير الشافعى ؟ فقال :نعم .حدثنا أحمد بن يحيى الأودى ، قال :سمعت حمدان ابن الأصبهانى ، يعنى محمد بن سعيد -قلت :أتدين بحديث إبراهيم بن أبى يحيى ؟ فقال :نعم .ثم قال لى أحمد بن محمد بن سعيد :نظرت فى حديث إبراهيم بن أبى يحيى كثيرا وليس بمنكر الحديث.قال ابن عدى :وهذا الذى قاله كما قال ، وقد نظرت أناأيضا فى حديثه الكثير ، فلم أجد فيه منكرا ، إلا عن شيوخ يحتملون.وقد حدث عنه ابن جريج والثورى وعباد بن منصور ، ويحيى بن أيوب المصرى وغيرهم من الكبار ، وهؤلاء أقدم موتا منه وأكبر سنا ، وله أحاديث كثيرة ، وله كتاب الموطأ ، أضعاف موطأ مالک ، ونسخ كثيرة.وهذا الذى قاله ابن سعيد كما قال ، وقد نظرت أنا فى أحاديثه وتبحرتها ، وفتشت الكل منها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کیونکہ گزشتہ معتبر احادیث وروایات سے بیس تراویح کا ثبوت معلوم ہو چکا۔ ل

نویں روایت

(۱۹)...... امام عبدالرزاق؛ داؤد بن قیس سے اور وہ محمد بن یوسف سے اور وہ حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فليس فيها حديث منكر ، وإنما يروى المنكر من قبل الراوى عنه ، أو من قبل شيخه لا من قبله ، وهو فى جملة من يكتب حديثه ، وقد وثقه الشافعي وابن الأصبهانى وغيرهما .(تهذيب الكمال ج۲ص ۱۸۹، ۱۹۰، تحت ترجمة إبراهيم بن محمد بن أبى يحيى)

إبراهيم بن محمد بن أبى يحيى سمعان الأسلمى مولاهم أبو إسحاق المدنى .روى عن الحارث بن فضيل وسهيل بن أبى صالح وصالح مولى التوأمة والزهرى والعلاء بن عبد الرحمن.وعنه الشافعي وعبد الرزاق وسعيد بن سالم القداح والحسن بن عرفة وهو آخر من حدث عنه .قال أحمد : كان قدرياً معتزلياً جهمياً كل بلاء فيه ضعفه ابن معين وغيره ووثقه الشافعي وغيره .وقال ابن عدى :ليس له حديث منكر وإنما يروى المنكر من قبل شيخه أو الراوى عنه.وله كتاب الموطأ أضعاف موطأ مالك مات سنة أربع وثمانين ومائة.(طبقات الحفاظ للسيوطي ۱۰۰، ۱۱۱)

ل اس روایت کے دوسرے راوی حارث بن عبدالرحمٰن ہیں، جو کہ صدوق ہیں، البتہ بعض نے ان کے بارے میں وہم ہو جانے کا حکم لگایا ہے، مگر دوسری احادیث کے پیشِ نظر صاف ظاہر ہے کہ ان کو اس روایت میں وہم نہیں ہوا۔

لہٰذا جناب ناصرالدین البانی صاحب نے جو ''صلاۃ التراویح'' میں بعض حضرات کی طرف سے ان کے حافظہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ان کی حدیث کو ضعیف قرار دے کر رد کیا ہے، وہ انصاف پر مبنی معلوم نہ ہوا۔

اور حضرت سائب بن یزید کی توثیق پہلے گزر چکی ہے۔

الحارث بن عبد الرحمن بن عبد الله بن سعد ، ويقال :المغيرة بن أبى ذباب الدوسى المدنى (تهذيب الكمال ، ج۵ص ۲۵۳، تحت ترجمة الحارث بن عبدالرحمن)

الحارث بن عبد الرحمن بن المغيرة بن أبى ذباب الدوسى من أهل المدينة يروى عن أبى سلمة وعطاء بن ميناء كان ينزل الاعوص بالمدينة روى عنه صفوان بن عيسى ومحمد بن إسحاق وأهل المدينة مات سنة ست وأربعين ومائة(ثقات ابن حبان ج۶ص ۱۷۲)

الحارث بن عبد الرحمن بن المغيرة بن أبى ذباب الدوسى من المتقنين مات سنة ست وأربعين ومائة(مشاهير علماء الامصار، تحت رقم ۱۰۱۴، ص۲۰۸، الناشر: دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع -المنصورة)

الحارث بن عبد الرحمن بن عبد الله بن سعد بن أبى ذباب بضم المعجمة وموحدتين الدوسى بفتح الدال المدنى صدوق يهم من الخامسة مات سنة ست وأربعين (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۱۴۶)

Idara Ghufran

أَنَّ عُـمَـرَ جَـمَـعَ الـنَّـاسَ فِيْ رَمَضَانَ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ، عَلٰى تَمِيْمِ الدَّارِيِّ، عَلٰى إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، يَقْرَؤُوْنَ بِالْمِئِيْنَ وَيَنْصَرِفُوْنَ عِنْدَ فُرُوْعِ الْفَجْرِ (مصنف عبدالرزاق) [۱]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کی امامت پر اکیس رکعتوں پر جمع کیا تھا، جو (ایک رکعت میں) سو آیتیں پڑھتے تھے، اور فجر کے قریب لوٹتے تھے (عبدالرزاق)

حضرت سائب بن یزید کی اس روایت میں جو اکیس کا ذکر ہے، ان میں سے بیس رکعتیں تراویح کی مراد ہیں، جیسا کہ دیگر روایات سے واضح ہے، اور ان میں سے ایک رکعت کو بعض حضرات نے وتر پر محمول کیا ہے، جبکہ احناف نے دیگر احادیث کے پیشِ نظر وتروں کی تین رکعات کو ترجیح دی ہے، جیسا کہ حضرت سائب بن یزید کی دیگر روایات سے بھی واضح ہے۔ [۲]
اس روایت کو بیان کرنے والے عبدالرزاق صنعانی مشہور محدث اور حافظ الحدیث ہیں، ان سے صحاحِ ستہ والوں نے احادیث لی ہیں۔ [۳]

---

[۱] رقم الحدیث ۷۷۳۰، کتاب الصیام، باب قیام رمضان.

[۲] احناف کے نزدیک ایک وتر کے اعتبار سے یہ روایت شاذ ہے، مزید تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب "وتر کی نماز کے فضائل واحکام" ملاحظہ فرمائیں۔

[۳] اور ناصرالدین البانی صاحب نے "صلاۃ التراویح" میں جو امام عبدالرزاق کے بارے میں یہ کہا ہے کہ ان کو آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، اور معلوم نہیں کہ یہ حدیث اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی ہے، اس لئے یہ حدیث قابلِ قبول نہیں ہے۔
ان کی یہ بات انصاف اور عدل پر مبنی نہیں ہے، کیونکہ ان کی کتب میں موجود احادیث کے بارے میں اختلاط کا شبہ نہیں کیا جاسکتا، اور یہ حدیث ان کی کتاب سے لی گئی ہے۔
وقال أحـمـد بن صالح المصری قلت لاحمد بن حنبل رأيت أحدا أحسن حديثا من عبد الرزاق قال لا وقال أبـو زرعة الـدمشقی عبد الرزاق أحد من ثبت حديثه وقال ابن أبی السری عن عبد الوهاب بـن هـمـام كـنـت عـنـد معمر فقال يختلف إلينا أربعة رباح بن زيد ومحمد بن ثور وهشام بن يوسف وعبـد الـرزاق فـأما رباح فخليق أن يغلب عليه العبادة وأما هشام فخليق أن يغلب عليه السلطان وأما ابن ثور فكثير النسيان وأما عبد الرزاق فإن عاش فخليق أن تضرب إليه أكباد الابل.قال ابن أبی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اس روایت کے پہلے راوی داؤد بن قیس ہیں، جو کہ ثقہ اور معتبر راوی ہیں۔ ۱؎

اور دوسرے راوی محمد بن یوسف اعرج ہیں، یہ بھی ثقہ اور معتبر راوی ہیں۔ ۲؎

ان تمام روایات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح کا ہونا ثابت ہوا۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ شریک دیگر خلفائے راشدین وصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعتوں ہی کو کیوں اختیار فرمایا، اور اس پر کسی نے اعتراض بھی نہیں کیا۔

اور اس سے کم یا زیادہ کو کیوں اختیار نہیں فرمایا؟ جبکہ یہ کوئی عقلی چیز بھی نہیں کہ خود اپنی عقل سے سوچ کر تعداد مقرر کر لی جاتی۔

اس کا جواب سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

السری فو اللہ لقد أتعبها وقال أحمد حديث عبد الرزاق عن معمر أحب إلى من حديث هؤلاء البصريين كان يتعاهد كتبه وينظر فيها باليمن وكان يحدثهم حفظا بالبصرة يعني معمرا وقال الاثرم سمعت أحمد يسأل عن حديث النار جبار فقال ومن يحدث به عن عبد الرزاق قلت حدثنى أحمد عن شبويه قال هؤلاء سمعوا بعدما عمى كان يلقن فلقنه وليس هو فى كتبه كان يلقنها بعد ما عمى وقال حنبل بن إسحاق عن أحمد نحو ذلك وزاد من سمع من الكتب فهو أصح وقال أبو زرعة الدمشقي قلت لاحمد من أثبت فى ابن جريج عبد الرزاق أو البرسانى قال عبد الرزاق(تهذيب التهذيب ج٦ص ٣١٢)

۱؎ داود بن قيس الفراء الدباغ أبو سليمان القرشي مولاهم المدنى ثقة فاضل من الخامسة مات فى خلافة أبى جعفر (تقريب التهذيب ج ١ ص ١٩٩)

وقال الشافعي :ثقة حافظ .وقال أبو طالب، عن أحمد بن حنبل :ثقة، هو أكبر من هشام بن سعد .وقال عباس الدورى، عن يحيى بن معين :كان صالح الحديث وهشام بن سعد فيه ضعف، وداود أحب إلى منه .قيل له :محمد بن عجلان؟ قال :ثقة، وكان داود يجلس إليه يتحفظ عنه . قال أبو زكريا :كان يتذكر حديث نفسه، لأنه يأخذ عنه ما لم يسمع .وقال أبو زرعة ، وأبو حاتم والنسائي :ثقة.زاد أبو حاتم :وهو أقوى عندنا من هشام بن سعد، كان القعنبي يثنى عليه .وقال محمد بن سعد، عن القعنبي :ما رأيت بالمدينة رجلين كانا أفضل من داود بن قيس ومن الحجاج بن صفوان.(تهذيب الكمال ج٨ص ٤٤١، تحت ترجمة داود بن قيس الفراء الدباغ)

۲؎ محمد بن يوسف بن عبد الله الكندى المدنى الأعرج ثقة ثبت من الخامسة مات فى حدود الأربعين (تقريب التهذيب ج ١ ص ٥١٥)

Idara Ghufran

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل اسی طرح سنا یا دیکھا تھا۔ [۱]

اگر بیس رکعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوتیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہرگز اس کا اہتمام نہ فرماتے، کیونکہ پھر یہ بدعت ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ بدعات کا دشمن کون ہوسکتا تھا؟

اور اگر بالفرض ان سے کوئی غلطی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر جان دینے والے صحابۂ کرام اس کو کیسے گوارا کر سکتے تھے؟

جبکہ اس وقت صحابۂ کرام کی بہت بڑی تعداد موجود تھی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، اور آپ کا حجرہ مبارک مسجدِ نبوی کے بالکل متصل تھا، جہاں آپ کی موجودگی میں بیس تراویح ادا کی جارہی تھیں (جبکہ بیس تراویح کے منکر اور آٹھ رکعات کے مدعی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غیر متعلقہ حدیث کا سہارا لے کر ہی استدلال کرتے ہیں، جس پر کلام آگے آتا ہے)

یقیناً ان حضرات کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل موجود تھا، خواہ وہ ہم تک صحیح سند کے ساتھ نہ پہنچ سکا ہو، اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس رکعات تراویح کا فعل حدیثِ جابر و ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روشنی میں پہلے پیش کر چکے ہیں۔ [۲]

---

[۱] ظاہر ہے کہ حضرات صحابہ اپنے عمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے متبع تھے، پس ان کا ایسا عمل جس پر بعد میں سب نے اتفاق کرلیا ہو، یقیناً حجت ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس اس عمل کی کوئی دلیل ضرور موجود تھی (امداد الاحکام ج۱ ص۶۳۷)

[۲] فيكاد يكون عجر فة من القول وسفسفة من البيان ،فهل يمكن ان مافعله على رؤوس الاشهاد فى مسجده صلى الله عليه وسلم ووصل امره عيانا لكل صغير وكبير خفى على مثل الفاروق وابى بن كعب وغيرهما من اجلآء الصحابة وكبارهم ؟

ومثل هذاالقول لايقوله من يفهم مايقول (معارف السنن ج۵ ص ۵۴۵، تحقيق ان عشرين ركعات تراويح اتفق عليها الائمة)

وبالجملة ليست هى البدعة الشرعية المذمومة ضد السنة قطعاً بعد ثبوتها قولاً وفعلاً عن صاحب الشريعة صلى الله عليه وسلم وعمل الفاروق ايام جمهرة الصحابة وهذه يكفى لكونه من امر الدين عند البصير المنصف (ايضاً صفحه ۵۵۴)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر کوئی ہٹ دھرم اس بات کو تسلیم نہ کرے، تو اسے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابۂ کرام کا ایسا عمل خود سنت اور مرفوع حدیث کا درجہ رکھتا ہے، کیونکہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے عمل کو سنت قرار دیا ہے۔

جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے مرسلاً محمد بن یوسف کے واسطے سے حضرت سائب بن یزید سے ایک روایت بیان کی ہے، اس میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے۔ ۱

اس کا محدثین نے ایک جواب یہ دیا ہے کہ جب بے شمار صحیح اور مستند روایات اور خود حضرت سائب بن یزید کا اپنے عمل سے بیس رکعات تراویح کا ثبوت ہو گیا، تو اس کے مقابلہ میں اس ایک روایت کو، جو کہ خود مرسل ہے، ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ ۲

---

۱ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

مالک، عن محمد بن يوسف، عن السائب بن يزيد؛ أنه قال: أمر عمر بن الخطاب أبي بن كعب وتميما الديرى أن يقوما للناس بإحدى عشرة ركعة.
قال: وقد كان القارء يقرأ بالمئين، حتى كنا نعتمد على العصى من طول القيام. وما كنا ننصرف إلا في فروع الفجر (مؤطاامام مالک، رقم الحديث ۳۷۹، كتاب السهو، باب ماجاء في قيام رمضان)

۲ بالخصوص جبکہ دوسری تمام روایات سے قطع نظر کرتے ہوئے حضرت سائب بن یزید کی روایت کو بھی ان سے یزید بن خصیفہ، اور حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب نے بیس رکعات کو روایت کیا ہے، اور داؤد بن قیس نے بھی محمد بن یوسف سے بیس رکعات کو ہی روایت کیا ہے، جس کا پہلے ذکر گزرا۔

نیز حضرت یزید بن خصیفہ سے محمد بن جعفر اور ابنِ ابی ذئب نے بھی بیس رکعات کو روایت کیا ہے۔

اور امام بیہقی نے صحیح، متصل سند کے ساتھ بیس رکعات کی روایت کو بیان کیا ہے۔

لہٰذا ان سب روایات کو ایک مرسل روایت کے مقابلہ میں مرجوح قرار نہیں دیا جا سکتا۔

چنانچہ امداد الاحکام میں ہے:

سائب بن یزید سے محفوظ اور صحیح روایت وہ ہے جس کو مالک اور بیہقی نے یزید بن خصیفہ کے واسطہ سے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور ایک جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے بعض اوقات کچھ رکعات جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہوں، اور کچھ رکعات پرانے معمول کے مطابق لوگوں نے انفرادی طور پر ادا کی ہوں، اور باجماعت ادا کئے گئے اس عمل کو اس روایت میں بیان کیا گیا ہو۔

لہٰذا اس سے بیس رکعات تراویح کی نفی لازم نہیں آتی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سائب بن یزید سے روایت کیا ہے......اور اس کے محفوظ اور صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے الفاظ میں راویوں نے اختلاف نہیں کیا، دوسرے اس کے مؤیدات بہت زیادہ ہیں (امداد الاحکام ج۱ص۶۲۱، ۶۴۲ ملخصاً)

خلاصہ یہ کہ جس روایت سے آٹھ رکعات پر استدلال کیا جاتا ہے، خود اس روایت کی کیفیت یہ ہے کہ یہ کئی طرح سے منقول ہے، کسی میں بیس کا ذکر ہے، کسی میں اکیس کا ذکر ہے، کسی میں گیارہ کا، اور کسی میں تیرہ کا۔

ظاہر ہے کہ اس میں سے صحیح قول ایک ہے، اور وہ بیس والی روایت کا ہے، کیونکہ اوپر والی حدیث میں حضرت سائب بن یزید جو اپنا اور دوسروں کا عمل نقل کر رہے ہیں اس میں بھی بیس تراویح پڑھنے کا صاف ذکر ہے، اگر گیارہ والی روایت صحیح ہوتی تو وہ خود بھی گیارہ ہی پڑھتے۔

لہٰذا ان کا عمل بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ بیس تراویح والی روایت ہی صحیح ہے، کیونکہ راوی کے اپنی روایت کے خلاف کرنے کے اس کے علاوہ اور کوئی معنیٰ نہیں، کہ اس کے نزدیک وہ روایت صحیح نہیں۔

اور جو روایت دوسری صحیح روایات اور خلفائے راشدین وصحابۂ کرام اور امت کے اجماعی فیصلے کے بھی عین مطابق ہو، ظاہر ہے کہ اس روایت کو بہرحال ترجیح حاصل ہوگی۔

[1] فرواية يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد اقوى واولىٰ وارجح من رواية محمد بن يوسف عنه ؛ فان يزيد لم يختلف عليه فيما رواه بخلاف محمد بن يوسف فقد اختلف عليه اختلافا شديدا(اعلاء السنن ج۷ص ۸۵، باب التراويح)

(بإحدى عشرة ركعة) ، أي فى أول الأمر لما قال ابن عبد البر :هذه الرواية وهم، والذى صح أنهم كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة، واعترض بأن سند تلك صحيح أيضا، ويجاب بأنه لعلهم فى بعض الليالى قصدوا التشبيه به صلى الله عليه وسلم، فإنه صح عنه أنه صلى بهم ثمانى ركعات والوتر، وإن كان الذى استقر عليه أمرهم العشرين، ورواية ثلاث وعشرين حسب راويها الثلاثة الوتر، فإنه جاء أنهم كانوا يوترون بثلاث، وهذا يدل على أن الوتر ثلاث على ما تقرر عليه آخر الأمر، وأنه غير داخل فى صلاة الليل .(فكان القارء) ، أى :الإمام (يقرأ) ، أى :فى كل ركعة (بالمئين) :جمع مائة، والظاهر أن المراد به التقريب لا التحديد، وفى نسخة بالمائتين، قال ابن حجر، أى بالسور التى يزيد كل منها على مائة آية، وفيه أنه لا دلالة على الزيادة، ولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوربعض حضرات نے فرمایا کہ اس روایت میں دوحضرات کی امامت کا ذکر ہے، ممکن ہے کہ ان میں سے ہرایک دس رکعات پڑھاتا ہو، جیسا کہ آج کل بھی بعض مقامات پر بلکہ حرمین شریفین میں ایسا ہی ہوتا ہے، اس لئے روایت میں ایک امام کی تعداد کا ذکر کردیا گیا ہو۔ ؎۱

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کا ثبوت

(۲۰)...... امام بیہقی رحمہ اللہ، حافظ ابوعبداللہ فنجویہ سے، اور وہ ابوبکر احمد بن محمد سنی سے؛ اور وہ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد سے، اور وہ علی بن جعد سے، اور وہ ابنِ ابی ذئب سے؛ اور وہ یزید بن خصیفہ سے؛ اور وہ حضرت سائب بن یزید سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً -قَالَ -وَكَانُوْا يَقْرَءُوْنَ بِالْمِئِيْنِ ، وَكَانُوْا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علی أنها سورة مستقلة، لا سيما وأريد الختم بالتراويح بناء على أنه سنة على القول الصحيح .(حتى كنا نعتمد على العصا) : وفى نسخة :على العصى بكسرتين وتشديد الياء جمع العصا، فالأولى للجنس، والثانية من باب مقابلة الجمع بالجمع .(من طول القيام) : علة للاعتماد، أي :من أجل طول قيام الإمام الناشء من قراء ة المائتين، (فما كنا ننصرف إلا فى فروع الفجر) ، أى :أوائله وأعاليه وفرع كل شيء أعلاه، ذكره الطيبى، وفى بعض الروايات إلى بزوغ الفجر، وفى النهاية :البزوغ الطلوع، والمراد أوائل مقدماته فلا ينافى ما سيأتى أنهم كانوا يتسحرون بعد انصرافهم، ولعل هذا التطويل كان فى آخر الأمر(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۹۷۱، كتاب الصلاة، باب قيام شهرِ رمضان)

؎۱ جبکہ بعض حضرات نے اس کوراوی کا وہم قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ اصل روایت میں ''إحدى وعشرين ركعة'' کے الفاظ تھے، جیسا کہ داؤد بن قیس نے محمد بن یوسف سے روایت کئے ہیں، لیکن کسی نے ''إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً'' روایت کردیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قلت ويمكن توجيه آخر غير ماتقدم ،وهو ان يقال احدى وعشرين باعتبار مجموع ماصلياه ،واحدى عشرة كل واحد منهما عشراعشرا، والواحد الوتر ،يصلى مرة هذا ومرة هذا ؛فيصح النسبة اليهما معا ،وعلىٰ هذا لايحتاج الى وهم احد ، ولايخالف سائر الروايات الواردة فى الباب (اوجز المسالك شرح موطاامام مالك ج ۱ ص ۳۹۴)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

يَتَوَكَّئُوْنَ عَلٰى عُصِيِّهِمْ فِيْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ(السنن الكبرىٰ للبيهقى) ۱ ؎

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان کے مہینے میں بیس رکعات (تراویح) پڑھا کرتے تھے، اور ایک رکعت میں سوآیات پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قیام کی شدت کی وجہ سے لوگ اپنی لاٹھیوں پر سہارا لیتے تھے (سنن البیہقی)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔

چنانچہ اس روایت کے پہلے راوی ابوعبداللہ حسین بن محمد بن حسین ہیں، جو کہ بہت بڑے حدیث کے امام اور شیخ اور محدث اور ثقہ ہیں، اور مشہور محدث ابنِ سنی کے شاگرد ہیں۔ ۲ ؎

۱ ؎ رقم الحديث ۴۲۸۸، جماع أبواب صلاة التطوع، وقيام شهر رمضان، باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان.

۲ ؎ ابن فنجويه *الشيخ الامام، المحدث المفيد، بقية المشايخ، أبو عبد الله، الحسين بن محمد بن الحسين بن عبدالله بن صالح بن شعيب بن فنجويه، الثقفى الدينورى (سير اعلام النبلاء ج۱۷ ص۳۸۳، تحت ترجمة ابن فنجويه الحسين بن محمد بن الحسين)

فنجويه :الحسين بن محمد بن الحسين بن عبد الله بن فنجويه الدينورى، روى السنن عن ابن السنى.وابنه أبو بكر محمد، روى عن أبيه، وعاش تسعين عاماً(تبصير المنتبه بتحرير المشتبة لابن حجر العسقلانى، ج۳ص۱۰۸۴، تحت ترجمة فنجويه،الناشر:المكتبة العلمية، بيروت)

والحسين بن محمد بن عنبة هو أبو عبد الله الحسين بن محمد بن فنجوية الثقفى من أهل الدينور حافظ كبير صنف مصنفات انتهى(توضيح المشتبه فى ضبط أسماء الرواة وأنسابهم وألقابهم وكناهم،لابن ناصر الدين الدمشقى، ج۶ ص ۱۵۹ ،حرف العين، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت)

أبو عبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن عبد الله بن فنجويه الدينورى حدث عن أبى بكر أحمد بن محمد بن إسحاق السنى بكتاب السنن لأبى عبد الرحمن النسائى وحدث عن الفضل بن الفضل الكندى وأبى القاسم عبد الله بن إبراهيم الجرجانى وأحمد بن إبراهيم بن شاذان وعبد الله بن محمد بن شنبة وغيرهم وله مصنفات حدث عنه جماعة منهم ابناه أبو القاسم سفيان وأبو بكر محمد وأبو الفتح عبدوس بن عبد الله بن عبدوس التانى وابو طاهر بن سلمة وأبو القاسم مكى بن محمد بن دلير وعبد الرحمن بن أبى عبدالله بن منده الأصبهانى وانتقل إلى نيسابور فسكنها وحدث بها وحدث عنه من أهل نيسابور وأبو سعد عبد الرحمن بن منصور بن رامش العدل وأبو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراس روایت کے دوسرے راوی مشہور محدث حافظُ الحدیث اورثقہ ابنِ سنی ہیں۔ [1]

اوراس روایت کے تیسرے راوی عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز ہیں، یہ بھی مشہور حافظُ الحدیث اورثقہ ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بكر احمد ابن الحسين البيهقي الحافظ حدث عنه في مصنفاته توفي بنيسابور في سنة اربع عشرة وأربعمائة ثقة صالح(تكملة الإكمال لابى بكرمحمد بن عبد الغنى البغدادى ج۴ص۴۹۵ ،باب فنجويه وفتجويه ومنجويه وفنجوه،الناشر: جامعة ام القرئ ، المكة المكرمة)

الحسين بن محمد بن الحسين بن عبد بن صالح بن شعيب بن فنجويه الثقفي أبو عبد الله الدينوري.روى عن :هارون بن محمد العطار ، وأبي بكر بن السني ، وبرهان الصوفي ، وأبي علي الحسين بن محمد بن حبش المقرىء ، وعبد الله بن عبد الرحمن الدقاق الدينوريين ، وأبي الحسين بن أحمد بن جعفر بن حمدان الدينوري ، وأبي بكر أحمد بن جعفر بن حمدان القطيعي ، وعيسى بن حامد الرخجي ، وإسحاق بن محمد النعالي ، وخلق من الهمذانيين ، وغيرهم .روى عنه :جعفر الأبهري ، وعبد الرحمن بن أبي عبد الله بن مندة ، وسعد بن حمد ، ووالده سفيان وأبو بكر محمد ، وأبو الفضل القُومساني ، وأحمد بن عبد الله إبنا عبد الرحمن بن علي ، وأبو غالب بن قصار ، وأبو الفتح بن عبدوس ، وأبو نصر أحمد بن محمد بن صاعد ، وعلي بن أحمد بن الأخرم ، وأبو صالح المؤذن ومحمد بن يحيى المزكي ، ومكي بن محمد بن دُلير ، وأحمد بن الحسين القرشي ، والبيهقي وآخرون .قال عبد الغافر :شيخ فاضل ، كثير الحديث ، كثير الشيوخ ، كثير التصانيف الحسنة ، والمعرفة بالحديث .توفي في ربيع الآخر سنة أربع عشرة وأربعمائة بنيسابور (شيوخ البيهقي في السنن،ص ۲۴، رقم الترجمة،۴۸ ، أبو عبد الله حامد بن أحمد آل بكر)

لہٰذا صاحبِ تحفۃ الاحوذی نے جو ان کے بارے میں یہ کہا ہے کہ وہ ان کے حال سے واقف نہیں، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حقیقت میں بھی مجہول ہوں۔

ان کا حدیث میں عالی مقام ہونا پیچھے ذکر کیا جاچکا ہے، جس کے بعد اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

[1] ابن السنى *الامام الحافظ الثقة الرحال، أبو بكر، أحمد بن محمد بن إسحاق بن إبراهيم بن أسباط الهاشمي الجعفري مولاهم الدينوري، المشهور بابن السني.ولد في حدود سنة ثمانين ومئتين(سير اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۵۵)

[2] عبد الله بن محمد بن عبد العزيز بن المرزبان بن سابور أبو القاسم ابن بنت أحمد بن منيع بغوى الأصل ولد ببغداد سنة ثلاثة عشرة ومائتين وقيل سنة أربع عشرة.

سمع على بن الجعد وخلف بن هشام ومحمد بن عبد الله الحارثي وأبا الأحوص محمد بن حبان البغوي وعبيد الله بن محمد التيمي وأبا نصر التمار وداود بن عمرو وإمامنا وعلى بن المديني ويحيى بن معين في آخرين حدث عنه يحيى بن صاعد وعلى بن إسحاق المادارئي وعبد الباقي بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراس روایت کے باقی راویوں کے معتبر ہونے پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

اس معتبر ومستند اور موصول روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعات تراویح ادا کی جاتی تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اس کا تسلسل جاری رہا۔

بلکہ آخری خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی تراویح کی بیس رکعات ادا کی جاتی تھیں، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں، اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی صراحتاً بیس تراویح پڑھنے کا روایات میں ذکر ہے، جو کہ آگے آرہی ہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں علی الاعلان باجماعت بیس تراویح ادا کی جاتی رہیں، تو اس وقت تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان بن عفان اور چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی یقیناً حیات تھے، وہ بھی بیس تراویح ہی ادا کیا کرتے تھے، اوران کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی اختلاف مذکور نہیں، اگر بعد میں اس تعداد میں تبدیلی آتی تو یقیناً اس کا روایات میں ذکر ہوتا، کیونکہ تراویح باجماعت علی الاعلان ادا کی جاتی تھیں، جن کا کسی سے مخفی رہنا دشوار تھا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قانع وابن مالک(طبقات الحنابلة ج ا ص ۱۹۰، الناشر: دارالمعرفة، بيروت)

البغوى: الحافظ الثقة الكبير مسند العالم أبو القاسم عبد الله بن محمد بن عبد العزيز بن المرزبان البغوى الاصل البغدادى ابن بنت احمد بن منيع. مولده فى رمضان سنة اربع عشرة ومائتين، وبكر بالسماع باعتناء عمه على بن عبد العزيز وجده فسمع من على بن الجعد وعلى بن المدينى واحمد ابن حنبل ......وأخذ ابن عدى يضعفه، ثم فى الآخر قواه، وقال :طال عمره واحتاجوا إليه وقبله الناس، قال :ولو لا انى شرطت ان كل من تكلم فيه متكلم ذكرته والا كنت لا اذكره .قلت وقد احتج به عامة من خرج الصحيح كالاسماعيلى والدار قطنى والبرقانى وعاش مائة سنة وثلاث سنين.قال الخطيب أبو بكر :كان ثقة ثبتا فهما عارفا.وقال السلمى سألت الدار قطنى عن البغوى فقال :ثقة جبل امام اقل المشايخ خطأ .وقال أبو يعلى الخليلى :البغوى شيخ معمر عنده عن مائة شيخ تفرد بهم فى زمانه، منهم الحكم بن موسى وطالوت بن عباد ونعيم بن الهيصم -إلى ان قال: هو حافظ عارف صنف مسند عمه، وقد حسدوه فى آخر عمره فتكلموا فيه بشيئ لا يقدح فيه(تذكرة الحفاظ ج۲ص۲۱۷، ۲۱۸ ملخصاً، رقم الترجمة ۷۳۸)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

بیس تراویح کا خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت

(۲۱)...... امام بیہقی رحمہ اللہ؛ حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا الْقُرَّاءَ فِيْ رَمَضَانَ ، فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلاً يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً . قَالَ :وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُوْتِرُ بِهِمْ.وَرُوِيَ ذٰلِكَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ عَلِيٍّ (السنن الكبرىٰ للبيهقى) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قراء کو بلایا پھران میں سے ایک قاری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔

اور وتر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود پڑھایا کرتے تھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت دوسرے طریقہ سے بھی روایت کی گئی ہے (سنن البیہقی)

امام بیہقی رحمہ اللہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کا ثبوت صرف اس ایک روایت پر موقوف نہیں ہے، بلکہ دوسری روایات سے بھی ثابت ہے۔

ان میں سے ایک روایت امام بیہقی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ہی آگے آرہی ہے۔

لہٰذا اگر اس سند میں کوئی ضعف ہو تو وہ نقصان دہ نہیں، کیونکہ ضعیف حدیث کے ساتھ اگر کوئی دوسری ضعیف حدیث جمع ہو جائے تو پھر اس کا یہ ضعف باقی نہیں رہتا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۲۹۱، جماع أبواب صلاة التطوع، وقيام شهر رمضان،باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان.

[2] بلکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے پہلے حضرت سوید بن غفلہ اور حضرت شتیر بن شکل کی بیس تراویح ادا کرنے کی روایات کو ذکر کیا ہے، اور حضرت شتیر بن شکل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، اور اس کے بعد اس کی تائید میں مندرجہ بالا روایت کو پیش کیا ہے، اور ان روایات کو قوی ثابت کرنے کے لئے متصلاً مندرجہ بالا روایت کو پیش کیا ہے۔

اور یہ بات اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ جب ایک روایت کو دوسری روایت سے قوت حاصل ہوتی ہے تو یہ قوت طرفین کی روایات کو حاصل ہوتی ہے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کے ثبوت کی دوسری روایت

(۲۲)......امام بیہقی رحمہ اللہ؛ ہی اپنی سند سے ابی الحسناء سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً (السنن الكبرىٰ للبيهقي) [۱]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے (سنن البیہقی)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کا حکم فرمایا تھا۔

اس روایت کی سند میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔ [۲]

لیکن دوسری روایات کے پیشِ نظر اس روایت کا ضعف قطعاً نقصان دہ نہیں۔ [۳]

تیسری روایت

(۲۳)......امام ابنِ ابی شیبہ رحمہ اللہ؛ حضرت وکیع سے، اور وہ حسن بن صالح سے اور وہ عمرو بن قیس سے اور وہ ابوالحسناء سے روایت کرتے ہیں کہ:

---

[۱] رقم الحديث ۴۲۹۲، جماع أبواب صلاة التطوع، وقيام شهر رمضان، باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان.

[۲] كما قال البيهقي: وفى هذا الإسناد ضعف والله أعلم (حوالہ بالا)

[۳] قلت: الا ظهران ضعفه من جهة ابى سعد سعيد بن المرزبان البقال فانه متكلم فيه فان كان كذلك فقد تابعه عليه غيره قال ابن ابى شيبة فى المصنف ثنا وكيع عن الحسن بن صالح عن عمرو بن قيس عن ابى الحسناء ان عليا امر رجلا يصلى بهم فى رمضان عشرين ركعة، وعمرو بن قيس اظنه الملائى وثقه احمد ويحيى وابو حاتم وابو زرعة وغيرهم واخرج له مسلم ثم ذكر حديثا فى سنده المغيرة ابن زياد فقال (ليس بالقوى) * قلت *ضعفه؟ فى باب ترك القصر وقال فى باب خل الخمر (صاحب مناكير) وقد وثقه ابن معين وجماعة فلم يذكر البيهقى شيئا من ذلك * *قال *(باب القنوت فى الوتر) ذكر فيه حديث الحسن *قلت *ذكره ابن جرير الطبرى فى التهذيب ثم قال فيه الابانة عن صحة قول القائلين (الجوهر النقى لابن التركمانى ج۲ص۴۹۵ تا ۴۹۷، باب ما روى فى عدد ركعات قيام شهر رمضان)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۷۷۶۳، کتاب الصلاۃ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے (ابنِ ابی شیبہ)

یہ روایت بھی پہلی روایت کی شاہد ہے، اس لئے اس کی سند میں جو بعض حضرات نے ضعف کا حکم لگایا ہے؛ وہ نقصان دہ نہیں۔ [1]

---

[1] اس روایت کی سند کے پہلے راوی وکیع بن جراح ہیں، جن کے ثقہ ہونے میں شبہ نہیں، اور دوسرے راوی حسن بن صالح ہیں، جنہیں امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابوحاتم اور نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: تہذیب الکمال ج۶ص ۱۷۷)

اور تیسرے راوی عمرو بن قیس ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔

عمرو بن قيس بن ثور بن مازن الكندى أبو ثور الحمصى ثقة من الثالثة مات سنة أربعين ومائة وله مائة سنة (تقريب التهذيب، ج ۱ ص ۴۲۶)

عمرو بن قيس الكندى الحمصى كنيته أبو ثور وهو الذى يقال له عمرو ابن قيس السكونى يروى عن عبد الله بن عمر روى عنه الاوزاعى وأهل الشام مات سنة أربعين ومائة وهو بن مائة سنة وكان مولده سنة أربعين سنة (ثقات ابن حبان ج ۵ ص ۱۸۰)

اور چوتھے راوی ابوالحسناء ہیں، جبکہ بعض نے ان کو ابوالحسن اور بعض نے ابنِ ابی الحسناء بتلایا ہے، اور ان سب کے بارے میں ابنِ ماکولا کا درج ذیل کلام ملاحظہ ہو۔

أبو الحسناء الكوفى روى عن الحكم، روى عنه شريك والحسن بن صالح. وعقبة بن أبى الحسناء ، يحدث عن أبى هريرة بنسخة نحواً من ثلاثين حديثاً، روى عنه فرقد بن الحجاج، عداده فى البصريين. والحسن ابن أبى الحسناء أبو سهل البصرى القواس، يحدث عن أبى العالية البراء والحسن البصرى، روى عنه أبو عبيدة الحداد وأبو نعيم وروح بن عبادة. وعبد الحميد بن أبى الحسناء الكوفى، حدث عن يزيد بن زياد الغطفانى، روى عنه يونس بن أرقم .(الاكمال فى رفع الارتياب لابن ماكولا ج ۲ ص ۴۷۶، باب :حسناء وخشناء وخنساء ،الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت)

اور اگر یہ وہ ابوالحسناء ہوں جو کہ حکم کے واسطہ سے حضرت علی کی قربانی کی روایت کو ذکر کرتے ہیں تو ان کو اگرچہ بعض نے مجہول قرار دیا ہے، لیکن امام حاکم نے ان کا نام حسن بن حکم بتلایا ہے، اور امام ترمذی نے بھی امام مسلم کے حوالہ سے ان کا نام حسن فرمایا ہے، اور امام حاکم رحمہ اللہ اور علامہ ذہبی نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

قال مسلم اسمه الحسن (ترمذى، تحت رقم الحديث ۱۴۹۵، باب ماجاء فى الاضحية عن الميت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

چوتھی روایت

(۲۴)......امام آجری رحمہ اللہ نے ابی الحسناء سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (الشريعة للآجرى) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے (الشریعہ)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کا ثبوت

(۲۵)......حضرت محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وأبو الحسناء هذا هو: الحسن بن الحكم النخعى، قال الذهبى فى التلخيص: صحيح (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۵۵۶)

ابو الحسناء الكوفى، اسمه الحسن، ويقال: الحسين، روى عن الحكم بن عتيبة عن حنش عن على فى الاضحية، وعنه شريک النخعى (تهذيب التهذيب ج۱۲ ص ۷۴،۷۵)

قال ابوحاتم صالح الحديث (الكاشف فى معرفة من له رواية فى الكتب الستة للذهبى، ج۱ ص ۳۲۴، رقم الترجمة ۱۰۲۳، الناشر: دار القبلة للثقافة الإسلامية -مؤسسة علوم القرآن، جدة)

قال ابومحمد روى عنه حنش بن الحارث النخعى ومروان الفزارى. حدثنا عبدالرحمن سئل ابى عن الحسن بن الحكم النخعى فقال: ثقة. حدثنا عبدالرحمن انا ابن ابى خيثمة فيما كتب الى قال سمعت يحيىٰ بن معين يقول: الحسن بن الحكم النخعى ثقة. سألت ابى عنه فقال: هو صالح الحديث (الجرح والتعديل ج۳ ص۷، رقم الترجمة ۲۴)

اس صورت میں یہ روایت مرسل ہوگی، اور دوسری مرسل ومتصل کے اعتضاد سے پھر بھی مردود نہ ہوگی۔

اور اس تفصیل سے قطع نظر ان کو زیادہ سے زیادہ مجہول قرار دیا جاسکتا ہے، مگر دوسری روایات کے پیشِ نظر اس صورت میں بھی اس روایت کے معتبر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

[1] رقم الحديث ۱۲۴۰، ج۴ ص ۱۷۸۱، باب ذكر أتباع على بن أبى طالب رضى الله عنه فى خلافته لسنن أبى بكر وعمر وعثمان رضى الله عنهم، الناشر: دار الوطن: الرياض، السعودية.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ ،قَالَ الْاَعْمَشُ كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلٰثٍ (قيام رمضان لمحمد بن نصر المروزی) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان کے مہینے میں تراویح پڑھاتے تھے، اور جب فارغ ہوکر واپس آتے تو ابھی رات باقی ہوتی۔

حضرت اعمش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (قیامِ رمضان)

حضرت ابنِ ابی ملیکہ سے بیس تراویح کا ثبوت

(۴۶)...... امام ابنِ ابی شیبہ حضرت وکیع بن جراح سے اور وہ حضرت نافع بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۷۷۶۵، كتاب الصلاة، باب كم يصلى فى رمضان من ركعة)

ترجمہ: (عبداللہ بن عبیداللہ) بن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت کی سند انتہائی اعلیٰ ہے۔

حضرت وکیع بن جراح کے بارے میں تو ذکر پہلے گزر چکا، اور حضرت نافع بن عمر بہت اعلیٰ درجہ کے محدث ہیں، ان کا انتقال مکہ مکرمہ میں ایک سو انہتر ہجری میں ہوا۔ [2]

---

[1] ص ۲۲۰، باب عدد الركعات التى يقوم بها الإمام للناس فى رمضان ، الناشر: حديث أكادمى، فيصل اباد - باكستان.

[2] نافع بن عمر بن عبد الله بن جميل بن عامر ابن حذيم بن سلامان بن ربيعة بن سعد بن جمح القرشى الجمحى المكى ، امه ام ولد .نسبه الزبير بن بكار............قال عبد الرحمن بن مهدى :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور حضرت عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ جلیلُ القدر تابعی ہیں۔
جو حضرت علی رضی اللہ کی خلافت کے زمانے میں یا اس سے بھی پہلے پیدا ہوئے۔
اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ان کے قاضی اور مؤذن تھے، اور ان کا انتقال ایک سو سترہ ہجری میں ہوا۔ [1]
اس سے معلوم ہوا کہ خیرُ القرون کے دور میں جلیلُ القدر صحابۂ کرام اور محدثین بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔

حضرت علی بن ربیعہ سے بیس تراویح کا ثبوت

(۲۷)...... ابن ابی شیبہ حضرت فضل بن دکین سے اور وہ سعید بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان من أثبت الناس .وقال أبو طالب ، عن أحمد بن حنبل :ثبت ثبت ، صحيح الحديث.وقال صالح بن أحمد بن حنبل ، عن أبيه :نافع بن عمر أثبت من عبد الله بن المؤمل.وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل : قال أبى :نافع بن عمر احب الى من عبد الجبار بن الورد ، وهو اصح حديثا ، وهو فى الثقات ثقة.وقال إسحاق بن منصور ، عن يحيى بن معين :ثقة .و كذلك قال النسائى.وقال عبد الرحمن بن أبى حاتم : سئل أبى عنه ، فقال :ثقة وسألت أبى عنه :يحتج بحديثه ؟ قال :نعم.وقال محمد بن سعد ، عن شهاب بن عباد :مات بمكة سنة تسع وستين ومئة ، و كان ثقة ، قليل الحديث فيه شيئ.وذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات ، وقال :مات بفخ سنة تسع وستين ومئة ، وأمه أم ولد (تهذيب الكمال ج۲۹ ص۲۸۷ تا ۲۸۹ ملخصاً، تحت ترجمة نافع بن عمر بن عبد الله بن جميل)

[1] عبد الله بن عبيد الله بن أبى مليكة ، واسمه زهير ، بن عبد الله بن جدعان بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة القرشى التيمى ، أبو بكر ، ويقال :أبو محمد ، المكى الاحول .كان قاضيا لعبد الله بن الزبير ، ومؤذنا له......قال أبو زرعة ، وأبو حاتم :ثقة .وقال البخارى : وغير واحد : مات سنة سبع عشرة ومئة ، روى له الجماعة(تهذيب الكمال ۱۵ ص۲۵۶ تا ۲۵۹ ملخصاً)
الامام الحجة الحافظ أبو بكر وأبو محمد القرشى التيمى المكى القاضى الاحول المؤذن، ولد فى خلافة على أو قبلها(سراعلام النبلاء ج۵ص۸۸،۸۹)

[2] رقم الحديث ۷۷۷۲، كتاب الصلاة،باب كم يصلى فى رمضان من ركعة.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530
Idara Ghufran

ترجمہ: علی بن ربیعہ ان کو رمضان میں پانچ ترویحے (بیس رکعات تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت کی سند درست ہے۔

فضیل بن دکین کے بارے میں کلام پہلے گزر چکا، اور سعید بن عبید طائی اونچے درجہ کے محدث ہیں۔ [1]

اور حضرت علی بن ربیعہ بھی بہت بڑے محدث تابعی ہیں۔ [2]

حضرت شتیر بن شکل سے بیس تراویح کا ثبوت

(۲۸)......امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَرُوِّيْنَا عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّهُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً، وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ (السنن الکبریٰ للبیهقی) [3]

---

[1] سعيد بن عبيد الطائى أبو الهذيل الكوفى ثقة من السادسة (تقريب التهذيب ج ١ ص ٢٣٩)
سعيد بن عبيد الطائى ، أبو الهذيل الكوفى ، أخو عقبة بن عبيد ....قال على ابن المدينى ، عن يحيى بن سعيد :ليس به بأس .وقال أبو طالب عن أحمد بن حنبل ، وإسحاق بن منصور عن يحيى بن معين ، النسائى :ثقة .وقال أبو حاتم : يكتب حديثه .وقال أبو عبيد الآجرى ، عن أبى داود : كان شعبة يتمنى لنا أربعة -فذكر منهم :سعيد بن عبيد الطائى ، والصلت بن بهرام .وذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات ." روى له الجماعة سوى ابن ماجة (تهذيب الكمال ج ١٠ ص ٥٤٩، ٥٥٠ ملخصاً)

[2] على بن ربيعة بن نضلة الوالبى بلام مكسورة وموحدة أبو المغيرة الكوفى ثقة من كبار الثالثة يقال هو الذى روى عنه العلاء بن صالح فقال حدثنا على بن ربيعة الأسماء وفرق بينهما البخارى (تقريب التهذيب ج ١ ص ٤٠١)
على بن ربيعة بن نضلة الوالبى الأسدى ، ويقال :البجلى ، أبو المغيرة الكوفى............ قال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين :ثقة .وكذلك قال النسائى .وقال أبو حاتم : صالح الحديث .وقال أيضا : على بن ربيعة هذا هو البجلى الذى روى عنه العلاء بن صالح ، هما واحد .روى له الجماعة (تهذيب الكمال ج ٢٠ ص ٤٣١، ٤٣٢ ملخصاً)

[3] رقم الحديث ٤٢٩٠، كتاب الصلاة، باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: اور ہم نے حضرت شتیر بن شکل سے روایت کیا، اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے کہ وہ لوگوں کو رمضان کے مہینہ میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے (سنن البیہقی)

حضرت شتیر بن شکل بہت اعلیٰ درجہ کے تابعی ہیں۔

اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے بھی ہیں۔ [۱]

یقیناً انہوں نے تراویح کی تعداد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی اخذ کی ہے۔

حضرت سوید بن غفلہ سے بیس تراویح کا ثبوت

(۲۹)...... امام بیہقی رحمہ اللہ؛ حضرت ابوالخصیب سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (السنن الكبرىٰ للبيهقي) [۲]

ترجمہ: حضرت سوید بن غفلہ رمضان کے مہینہ میں ہماری امامت کرتے تھے، اور وہ ہمیں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے (سنن البیہقی)

حضرت ابوالخصیب ثقہ محدث ہیں۔ [۳]

---

[۱] شتير بن شكل بن حميد العبسى ، أبو عيسى الكوفى ......قال النسائى :ثقة.وذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات" (تهذيب الكمال ج ۱۲ ص ۳۷٦،۳۷۷ ملخصاً)

قلت :وقال مات فى ولاية ابن الزبير وقال ابن سعد توفى زمن مصعب وكان ثقة قليل الحديث وقال العجلى ثقة من أصحاب عبدالله وقال أبو موسى فى ذيل الصحابة يقال أنه أدرك الجاهلية (تهذيب التهذيب ج ۴ ص ۳۱۱،۳۱۲)

[۲] رقم الحديث ۴۲۹۰، كتاب الصلاة،باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان.

[۳] زياد بن عبد الرحمن القيسى أبو الخصيب البصرى مقبول من الرابعة (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۲۲۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت سوید بن غفلہ عظیم تابعی ہیں، ان کا انتقال اسی ہجری کے لگ بھگ ہوا، اور ان کی عمر ایک سو بیس سال کے لگ بھگ ہوئی، اس طرح ان کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانے میں ہوئی، البتہ یہ صحابیت کے شرف سے محروم رہے۔ [1]

حضرت سعید بن جبیر سے بیس تراویح کا ثبوت

(۳۰)...... امام طبرانی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ:

كَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ أَرْبَعَةً وَّعِشْرِينَ رَكْعَةً، وَكَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ (مسند الشاميين للطبراني) [2]

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر ہمیں رمضان میں چوبیس رکعات اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے (طبرانی)

چوبیس رکعتوں میں سے چار رکعات فرضوں کی تھیں، اور اس طرح وہ بھی تراویح کی بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر جلیل القدر تابعی اور کئی صحابۂ کرام کے شاگرد ہیں، اور ان کو حجاج بن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ زياد بن عبد الرحمن القيسى ، أبو الخصيب البصرى ، من بنى قيس بن ثعلبة. روى عن : عبد الله بن عمر بن الخطاب (د) روى عنه : عقيل بن طلحة السلمى (د) ذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات" (تهذيب الكمال ج ۹ ص ۴۹۴، ۴۹۵)

[1] سويد بن غفلة بن عوسجة بن عامر بن وداع بن معاوية بن الحارث بن مالك بن عوف بن سعد بن عوف بن حريم بن جعفى بن سعد العشيرة بن مذحج ، وهو مالك بن أدد بن زيد بن يشجب بن عريب بن زيد بن كهلان بن سبأ بن يشجب بن يعرب بن قحطان الجعفى ، أبو أمية الكوفى . أدرك الجاهلية...... قال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين ، وأحمد بن عبد الله العجلى : ثقة............ وقال حسين بن على الجعفى ، عن أخيه الوليد بن على ، عن أبيه : كان سويد بن غفلة يؤمنا فى شهر رمضان فى القيام وقد أتى عليه عشرون ومئة سنة...... وقال أبو نعيم : مات سنة ثمانين. وقال أبو الحسن المدائنى ، وأبو عبيد القاسم بن سلام ، ومحمد بن عبد الله بن نمير : مات سنة إحدى وثمانين . وقال خليفة بن خياط، وعمرو بن على : مات سنة اثنتين وثمانين (تهذيب الكمال ج ۱۲ ص ۲۶۵ تا ۲۶۸ ملخصاً)

[2] رقم الحديث ۲۲۷۲، ج ۳ ص ۲۸۴، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یوسف نے پچانوے ہجری میں شہید کیا۔ ۱؎

حضرت ابو البختری سے بیس تراویح کا ثبوت

(۳۱)...... امام ابنِ ابی شیبہ رحمہ اللہ؛ اپنی سند سے حضرت ابوالبختری کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ فِيْ رَمَضَانَ وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۷۷۶۸، کتاب الصلاة، باب کم يصلى فى رمضان من ركعة)

ترجمہ: حضرت ابوالبختری رمضان میں پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعات تراویح) اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابوالبختری بھی عظیم تابعی اور کوفہ کے فاضلین میں سے ہیں، اور ان کو محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ۲؎

۱؎ سعيد بن جبير بن هشام الأسدى الوالبى ، مولاهم ، أبو محمد ، ويقال :أبو عبد الله الكوفى. والبة هو ابن الحارث بن ثعلبة بن دودان بن أسد بن خزيمة ، فيما قاله له محمد بن حبيب .روى عن :أنس بن مالك (د س) ، والضحاك بن قيس الفهرى وعبد الله بن الزبير ، وعبد الله بن عباس (ع) ، وعبد الله بن عمر بن الخطاب (ع) ، وعبد الله بن مغفل (م ق) ، وعدى بن حاتم (ت س) ، وعمرو بن ميمون الأودى (خ) ، وأبى سعيد الخدرى (ت) ، وأبى عبد الرحمن السلمى (خ م س) ، وأبى مسعود الأنصارى ، وأبى موسى الاشعرى (س) ، وأبى هريرة ، وعائشة............وقال أبو القاسم هبة الله بن الحسن الطبرى :هو ثقة ، إمام حجة على المسلمين ، قتل فى شعبان سنة خمس وتسعين ، وهو ابن تسع وأربعين سنة .روى له الجماعة (تهذيب الكمال ج ۱۰ ص ۳۵۸ تا ۳۷۶ ملخصاً)

۲؎ سعيد بن فيروز ، وهو ابن أبى عمران ، أبوالبخترى ، الطائى مولاهم ، الكوفى............قال عبد الله بن شعيب الصابونى ، عن يحيى بن معين :أبوالبخترى الطائى اسمه سعيد ، وهو ثبت ، ولم يسمع من على شيئا .وقال أبو بكر بن أبى خيثمة عن يحيى بن معين ، وأبو زرعة ، وأبو حاتم : ثقة.زاد أبو حاتم :صدوق.وقال أبو داود :لم يسمع من أبى سعيد.وقال فطر بن خليفة ، عن حبيب بن أبى ثابت :اجتمعت أنا وسعيد بن جبير ، وأبو البخترى الطائى ، وكان الطائى أعلمنا وأفقهنا.وقال هلال بن خباب :كان من أفاضل أهل الكوفة.وقال أبو نعيم : مات فى الجماجم سنة ثلاث وثمانين (تهذيب الكمال ج ۱۱ ص ۳۲ تا ۳۴ ملخصاً)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت حارث سے بیس تراویح کا ثبوت

(۳۲)......امام ابنِ ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت حارث سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِيْ رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: وہ لوگوں کو رمضان میں تراویح کی بیس رکعات اور تین وتر پڑھاتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت حارث دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، اور احادیث کے باب میں ان پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن بعض حضرات نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ [2]

اور اس وجہ سے ان کی مرویات حسن درجہ میں داخل ہیں، اور مشاہدات کے ہوتے ہوئے تو حسن درجہ میں داخل ہونے میں شبہ ہی نہیں ہونا چاہئے۔

بہر حال اس بحث سے قطع نظر اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ شاگرد بھی تراویح کی بیس رکعات پڑھا کرتے تھے، بلکہ لوگوں کی امامت بھی کرایا کرتے تھے۔

---

[1] رقم الحديث ۷۶۶۷، كتاب الصلاة، باب كم يصلى فى رمضان من ركعة.

[2] الحارث بن عبد الله الأعور الهمدانى الخارفى أبو زهير الكوفى. قال البخارى : وقال بعضهم :الحارث بن عبيد.......وقال أيضا :قيل ليحيى بن معين :الحارث صاحب على ؟ فقال :ضعيف .وقال عباس الدورى ، عن يحيى بن معين :قد سمع من ابن مسعود وليس به بأس .وقال عثمان بن سعيد الدارمى :سألت يحيى بن معين ، قلت :أى شىء حال الحارث فى على ؟ قال :ثقة ، قال عثمان :ليس يتابع عليه .وقال أبو زرعة :لا يحتج بحديثه .وقال أبو حاتم :ليس بقوى ، ولا ممن يحتج بحديثه .وقال النسائى :ليس بالقوى ، وقال فى موضع آخر :ليس به بأس .(تهذيب الكمال ۵ ص ۲۴۴ تا ۲۴۹ ملخصاً)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کئی جلیلُ القدر تابعین سے بیس تراویح کا ثبوت

(۳۳)......ابنِ ابی الدنیا حضرت شجاع سے، اور وہ حضرت ہشیم سے اور وہ یونس بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ:

شَهِدْتُ النَّاسَ قَبْلَ وَقْعَةِ اِبْنِ الْأَشْعَثِ وَهُمْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ ، فَكَانَ يَؤُمُّهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَعِيْدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ ، وَمَرْوَانُ الْعَبْدِيِ ، فَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (فضائل رمضان لابنِ ابی الدنیا) [1]

ترجمہ: میں لوگوں کے پاس ابنِ اشعث کے واقعہ (دیرِ جماجم) سے پہلے حاضر ہوا، تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور سعید بن ابی الحسن اور مروان عبدی لوگوں کو رمضان کے مہینے میں تراویح کی بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے (فضائل رمضان)

اس روایت کی سند پر کلام پہلے گزر چکا ہے، جس کی روشنی میں یہ روایت سند کے لحاظ سے درست ہے۔

واقعہ اشعث تراسی ہجری میں پیش آیا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٥٠، ص ٨٠، باب القيام فى شهر رمضان، الناشر: دارالسلف، الرياض، السعودية، قيام رمضان لمحمد بن نصر المروزى، باب عدد الركعات التى يقوم بها الإمام للناس فى رمضان .

[2] وكانت وقعة دير الجماجم فى شعبان من هذه السنة، وقيل : كانت سنة ثلاث وثمانين .(الكامل فى التاريخ، ذكر وقعة دير الجماجم، ج٣ص ٤٩٤، الناشر: دارالكتاب العربى، بيروت)

وفى هذه السنة : كانت وقعة دير الجماجم بين الحجاج وابن الأشعث وذلك فى شعبان وبعضهم يقول :إنما كانت فى سنة ثلاث وثمانين(المنتظم لابن الجوزى، ج٦ص ٢٣١ ، ثم دخلت سنة اثنتين وثمانين ،الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یہ تمام حضرات جلیل القدر تابعین میں شمار ہوتے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ۱

کئی صحابۂ کرام وتابعینِ عظام سے بیس تراویح کا ثبوت

(۳۴)......امام ابنِ ابی الدنیا؛ حضرت شجاع بن مخلد سے، اور وہ حضرت ہشیم سے، اور وہ عبدالملک سے اور وہ جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، وَالْوِتْرَ ثَلَاثًا (فضائل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دیرِ جماجم یا واقعہ اشعث حجاج کے تسلط اور امارت کے زمانے میں عراق کے مسلمانوں کی خانہ جنگی اور حجاج سے بغاوت اور اس کے خلاف خروج کا نہایت افسوس ناک واقعہ ہے، عبدالرحمٰن بن اشعث نے کوفہ پر غلبہ حاصل کرکے اپنی امارت قائم کرلی، اس کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ لشکر فراہم ہوگیا تھا، حجاج فوج لے کر مقابلہ پر آیا، مقامِ دیرِ جماجم میں ایک عرصہ تک ان میں گھمسان کے معرکے ہوتے رہے، جن میں بکثرت مسلمان دونوں جانب سے کام آئے، بڑے بڑے علماء، فضلاء اور قیمتی جانیں اس خانہ جنگی میں ضائع ہوئیں، اس واقعہ نے مرکزِ خلافت کو ہلا کر رکھ دیا تھا، خلیفۂ وقت ولید بن عبدالملک نے گھٹنے ٹیک کر حجاج کو معزول کرنے کی پیشکش بھی صلح کے لئے کردی تھی، جو ابنِ اشعث کے لوگوں نے قبول نہ کی، اس طرح خون ریزی جاری رہی، تا آنکہ ایک فریق دوسرے پر غالب آ گیا۔

(ملاحظہ ہو: البداية والنهاية، ج ۹ ص ۴۰ تا ۴۲ ملخصاً، وقعة دير الجماجم)

۱ اس روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے الفاظ ہیں، مگر محدث مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب نے صحیح لفظ بکرۃ قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ:

اس روایت میں بصرہ کا حال مذکور ہے، جیسا کہ واقفِ فن سمجھ سکتا ہے، اور بصرہ کے رہنے والے ابنِ ابی بکرۃ ہی ہیں، نیز تاریخِ واقعہ کے لحاظ سے بھی انہی کا نام قرینِ قیاس ہے (رکعاتِ تراویح ص ۸۲)

عبد الرحمن بن أبى بكرة ، واسمه :نفيع بن الحارث الثقفى ، أبو بحر ، ويقال :أبو حاتم البصرى ، أخو عبد العزيز ، وعبيد الله ، ومسلم ، ورواد ، ويزيد بنى أبى بكرة .وهو أول مولود ولد فى الاسلام بالبصرة............ذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات" روى له الجماعة(تهذيب الكمال ۱۷ ص ۵ تا ۶ ملخصاً)

سعيد بن أبى الحسن البصرى أخو الحسن ثقة من الثالثة مات سنة مائة(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۲۳۴)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رمضان لابنِ ابی الدنیا رقم الحدیث ۴۹، ص ۷۹، باب القیام فی شهر رمضان)

ترجمہ: صحابہ وتابعین رمضان کے مہینہ میں تراویح کی بیس رکعات اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (فضائل رمضان)

یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔

چنانچہ اس روایت کے پہلے راوی شجاع بن مخلد ہیں، اور دوسرے راوی ہشیم ہیں؛ جن پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

اور تیسرے راوی عبدالملک بن ابی سلیمان ہیں جو کہ ثقہ ہیں، اور ان کا ایک سو پینتالیس ہجری میں انتقال ہوا۔[1]

ان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ولادت ہوئی، اور مکہ مکرمہ میں

---

[1] عبد الملك بن أبي سليمان واسمه ميسرة العرزمي، أبو محمد، وقيل :أبو سليمان، وقيل :أبو عبد الله الكوفي، نزل جبانة عرزم بالكوفة فنسب إليها، وقيل : إن عرزم إنسان أسود وهو عم محمد بن عبيد الله العرزمي مولى النخع، وقيل :مولى بني فزارة، وقيل :من أنفسهم.............وقال أبو الحسن الميموني، عن أحمد بن حنبل :عبد الملك بن أبي سليمان من عيون الكوفيين .وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه، ثقة .وقال صالح بن أحمد حنبل ، عن أبيه :عبد الملك بن ابى سليمان من الحفاظ إلا أنه كان يخالف ابن جريج فى إسناد أحاديث، وابن جريج أثبت منه عندنا .وقال أبو زرعة الدمشقي : سمعت أحمد ويحيى يقولان :كان عبدالملك بن أبي سليمان ثقة. وقال عثمان بن سعيد الدارمي : وسألته، يعني يحيى بن معين -قلت : عبد الملك بن أبي سليمان أحب إليك أو ابن جريج؟ فقال :كلاهما ثقتان .وقال إسحاق بن منصور ، عن يحيى بن معين :ضعيف، وهو أثبت في عطاء من قيس بن سعد .وقال محمد بن عبد الله بن عمار الموصلي : ثقة حجة .وقال أحمد بن عبد الله العجلي : ثقة ثبت فى الحديث، ويقال :كان سفيان الثورى يسميه الميزان، وكان راويه عن عطاء بن أبي رباح .وقال يعقوب بن سفيان : حدثنا أبو نعيم، قال :حدثنا سفيان عن عبدالملك بن أبي سليمان، العرزمي ثقة متقن فقيه .وقال في موضع آخر : عبد الملك بن أبي سليمان فزارى من أنفسهم ثقة .وقال النسائي :ثقة .وقال أبو زرعة الرازى : لا بأس به .قال أبو نعيم ، والهيثم بن عدى ، وغير واحد : مات سنة خمس وأربعين ومئة .زاد الهيثم :فى ذى الحجة (تهذيب الكمال ج۱۸ ص ۳۲۲ تا ۳۲۸ ملخصاً)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پرورش ہوئی، اور ایک سو چودہ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ [1]

(۳۵)...... اور امام ابنِ شیبہ؛ ابنِ نمیر سے اور وہ عبدالملک سے، اور وہ حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۷۷۷۰، كتاب الصلاة، باب كم يصلى فى رمضان من ركعة)

ترجمہ: میں نے لوگوں (یعنی صحابہ وتابعین) کو اس حال میں پایا کہ وہ رمضان کے مہینہ میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

یہ روایت بھی سند کے لحاظ سے مستند ہے۔

اس روایت کے پہلے راوی عبداللہ بن نمیر ہیں، جو کہ ثقہ ہیں، جن کی ولادت ایک سو پندرہ ہجری میں ہوئی، اور وفات ایک سو ننانوے ہجری میں ہوئی۔ [2]

---

[1] عطاء بن أبى رباح ، واسمه أسلم القرشى الفهرى ، أبو محمد المكى مولى آل أبى خثيم ، عامل عمر بن الخطاب على مكة ، ويقال :مولى بنى جمح. ولد فى خلافة عثمان بن عفان ، ويقال : إنه من مولدى الجند ونشأ بمكة...........وقال العلاء بن عمرو الحنفى ، عن عبد القدوس ، عن حجاج :قال عطاء :وددت أنى أحسن العربية .قال :وهو يومئذ ابن تسعين سنة .وقد تقدم عن ابن أبى ليلى أنه قال :وكان يوم مات ابن نحو مئة سنة.وقال سفيان بن عيينة ، عن عمر بن قيس المكى ، عن عطاء :أعقل مقتل عثمان بن عفان .وقال أبو حفص الباهلى ، عن عمر بن قيس :سألت عطاء متى ولدت ؟ قال :لعامين خلوا من خلافة عثمان .وذكر أحمد بن يونس الضبى أن عطاء ولد سنة سبع وعشرين.وقال أبو المليح الرقى : مات عطاء بن أبى رباح سنة أربع عشرة ومئة .فقال ميمون :ما خلف مثله .وقال يعقوب بن سفيان ، عن حيوة بن شريح ، عن عباس بن الفضل ، عن حماد بن سلمة :قدمت مكة سنة مات عطاء بن أبى رباح سنة أربع عشرة ومئة .وكذلك قال البخارى فى "التاريخ الكبير" عن حيوة بن شريح .وقال فى "التاريخ الصغير" ، عن حيوة :سنة خمس عشرة.......روى له الجماعة (تهذيب الكمال ج۲۰ ص ۶۹ تا ۸۶ ملخصاً)

[2] عبد الله بن نمير الهمدانى الخارقى ، أبو هشام الكوفى ، والد محمد بن عبد الله بن نمير..........وقال عثمان بن سعيد الدارمى : قلت ليحيى بن معين :ابن إدريس أحب إليك فى الأعمش أو ابن نمير ؟ فقال :كلاهما ثقة.وقال أبو حاتم : كان مستقيم الامر .قال ابنه محمد بن عبد الله بن نمير ، وغير واحد : مات فى ربيع الاول سنة تسع وتسعين ومئة .زاد بعضهم :وصلى عليه محمد بن بشر.وقيل :مات فى ذى القعدة. وقيل :إنه ولد سنة خمس عشرة ومئة.قال أبو بكر الخطيب : حدث عنه محمد بن بشر العبدى والحسن بن على بن عفان العامرى ، وبين وفاتيهما سبع وستون سنة .روى له الجماعة.(تهذيب الكمال ج۱۶ ص۲۲۵ تا ۲۲۹ ملخصاً)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور باقی راویوں پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

(۳۶)...... اور ابنِ ابی الدنیا؛ حضرت شجاع بن مخلد سے، اور وہ حضرت ہشیم سے، اور وہ منصور بن زاذان سے، اور وہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوْا يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (فضائل رمضان لابنِ ابی الدنیا) [۱]

ترجمہ: صحابہ وتابعین تراویح کی بیس رکعات پڑھا کرتے تھے (فضائلِ رمضان)

اس روایت کی سند عمدہ ہے۔

چنانچہ حضرت شجاع بن مخلد، اور حضرت ہشیم پر تو کلام پہلے گزر چکا ہے۔

اور منصور بن زاذان ثقہ محدث ہیں، جن کی وفات ایک سو تیس ہجری کے لگ بھگ ہوئی۔ [۲]

(۳۷)...... امام ابو یوسف حضرت امام ابوحنیفہ سے اور وہ حضرت حماد سے اور وہ حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ:

اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ فِيْ رَمَضَانَ (الآثار لابی یوسف رقم الحدیث ۲۱۱، ص ۴۱، الناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت)

---

[۱] رقم الحدیث ۵۳، ص ۸۳، باب القیام فی شهر رمضان، الناشر: دارالسلف، الریاض، السعودية.

[۲] اور حضرت ہشیم اس روایت کو عنعنہ کے بغیر بیان کرتے ہیں۔

منصور بن زاذان الواسطی , أبو المغيرة الثقفي ، مولى عبد الله بن أبي عقيل الثقفي أخي المغيرة بن أبي عقيل ، ويقال : كنية ابيه زاذان : أبو عقيل ....قال عبد الله بن أحمد بن حنبل : سئل أبي عنه ، فقال : شيخ ثقة. وقال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين ، وأبو حاتم ، والنسائي : ثقة. وقال العجلي : رجل صالح متعبد. وقال محمد بن سعد : كان ثقة ، ثبتا ....قال أبو بكر بن أبي عاصم : مات سنة ثمان وعشرين ومئة. وقال غيره : مات سنة تسع وعشرين ومئة. وقال يزيد بن هارون : مات في الطاعون سنة الوباء سنة إحدى وثلاثين ومئة روى له الجماعة. (تهذيب الكمال ۲۸ ص ۵۲۳ تا ۵۲۶ ملخصاً)

منصور بن زاذان بزاى وذال غدا الواسطی أبو المغيرة الثقفی ثقة ثبت عابد من السادسة مات سنة تسع وعشرين على الصحيح (تقريب التهذيب ج ۲ ص ۵۴۶)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: صحابہ وتابعین پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعات تراویح) رمضان میں پڑھا کرتے تھے (الآثار لابی یوسف)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ مجتہد، محدث اور قاضی القضاۃ ہیں، آپ کی ولادت ایک سو تیرہ ہجری میں ہوئی، اور آپ احادیث میں ثقہ شمار ہوتے ہیں۔ ۱

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعارف کے محتاج نہیں، آپ کی ولادت اسی ہجری میں ہوئی، اور آپ جلیل القدر تابعین میں شمار ہوتے ہیں، صحابیِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی آپ نے زیارت کی۔ ۲

---

۱ القاضی أبو یوسف *هو الامام المجتهد، العلامة المحدث، قاضی القضاة، أبو یوسف، یعقوب بن إبراهیم بن حبیب بن حبیش بن سعد بن بجیر بن معاویة الانصاری الکوفی. وسعد بن بجیر له صحبة، وهو سعد ابن حبتة، وهی أمه، وهو بجلی من حلفاء الانصار، شهد الخندق وغیرها.مولد أبی یوسف فی سنة ثلاث عشرة ومئة............
قال إبراهیم بن أبی داود البرلسی :سمعت ابن معین یقول :ما رأیت فی أصحاب الرأی أثبت فی الحدیث، ولا أحفظ، ولا أصح روایة من أبی یوسف .وروی عباس، عن ابن معین :أبو یوسف صاحب حدیث، صاحب سنة .وعن یحیی البرمکی قال :قدم أبو یوسف، وأقل ما فیه الفقه، وقد ملا بفقهه الخافقین.قال أحمد :کان أبو یوسف منصفا فی الحدیث .وعن أبی یوسف قال :صحبت أبا حنیفة سبع عشرة سنة.............قال ابن عدی :لا بأس به .وقال النسائی فی طبقات الحنفیة :وأبو یوسف ثقة.وقال أبو حاتم :یکتب حدیثه .(سیر اعلام النبلاء، ج۸ص ۵۳۵ تا ۵۳۸ ملخصاً،تحت ترجمة القاضی ابویوسف)

۲ أبو حنیفة(ت، س) الامام، فقیه الملة، عالم العراق، أبو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی التیمی، الکوفی، مولی بنی تیم الله بن ثعلبة یقال :إنه من أبناء الفرس ولد سنة ثمانین فی حیاة صغار الصحابة، ورأی أنس بن مالک لما قدم علیهم الکوفة............وروی حیان بن موسی المروزی، قال :سئل ابن المبارک :مالک أفقه، أو أبو حنیفة ؟ قال :أبو حنیفة.وقال الخریبی :ما یقع فی أبی حنیفة إلا حاسد أو جاهل..وقال یحیی بن سعید القطان :لا نکذب الله، ما سمعنا أحسن من رأی أبی حنیفة، وقد أخذنا بأکثر أقواله .وقال علی بن عاصم :لو وزن علم الامام أبی حنیفة بعلم أهل زمانه، لرجح علیهم.وقال حفص بن غیاث :کلام أبی حنیفة فی الفقه، أدق من الشعر، لا یعیبه إلا جاهل . وروی عن الاعمش أنه سئل عن مسألة، فقال :إنما یحسن هذا النعمان بن ثابت الخزاز، وأظنه بورک له فی علمه.وقال جریر :قال لی مغیرة :جالس أبا حنیفة تفقه، فإن إبراهیم النخعی لو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

اور حضرت حماد مشہور تابعی اور ثقہ ہیں، آپ کی وفات ایک سو بیس ہجری کے لگ بھگ ہوئی۔ ۱

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ عظیم تابعی ہیں، اور آپ نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان حيا لجالسه.وقال ابن المبارك :أبو حنيفة أفقه الناس.وقال الشافعي :الناس في الفقه عيال على أبي حنيفة.قلت :الامامة في الفقه ودقائقه مسلمة إلى هذا الامام .وهذا أمر لا شك فيه.وليس يصح في الاذهان شيء،إذا احتاج النهار إلى دليل وسيرته تحتمل أن تفرد في مجلدين، رضى الله عنه، ورحمه .توفي شهيدا مسقيا في سنة خمسين ومئة.وله سبعون سنة، وعليه قبة عظيمة ومشهد فاخر ببغداد، والله أعلم.وابنه الفقيه حماد بن أبي حنيفة :كان ذا علم ودين وصلاح وورع تام.(سير اعلام النبلاء ج٦ص ٣٩٠ تا ٤٠٣ ملخصاً)

وقال محمد بن سعد العوفي : سمعت يحيى بن معين يقول :كان أبو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث الا بما يحفظه ، ولا يحدث بما لا يحفظ .وقال صالح بن محمد الأسدى الحافظ : سمعت يحيى بن معين يقول : كان أبو حنيفة ثقة في الحديث .وقال أحمد بن محمد بن القاسم بن محرز ، عن يحيى ابن معين :كان أبو حنيفة لا بأس به. وقال مرة : كان أبو حنيفة عندنا من اهل الصدق ، ولم يتهم بالكذب ، ولقد ضربه ابن هبيرة على القضاء فأبى ان يكون قاضيا ....قد ذكرنا فيما مضى ان مولد أبي حنيفة كان في سنة ثمانين ، وذكرنا عن روح بن عبادة وغيره ان وفاته كانت في سنة خمسين ومئة.وكذلك قال أبو نعيم ، والهيثم بن عدى ، وقعنب بن المحرر ، وسعيد بن كثير بن عفير في آخرين ، وهو المحفوظ.زاد ابن عفير :في رجب.وزاد الهيثم : ببغداد. وقال أبو بكر بن أبي خيثمة عن يحيى بن معين :مات سنة احدى وخمسين ومئة.وقال مكى بن ابراهيم البلخي : مات سنة ثلاث وخمسين ومئة ، ولقيته بالكوفة ، وببغداد ، وبمكة(تهذيب الكمال ج٢٩ص ٤٢٤ تا ٤٤٤ ملخصاً)

۱ حماد بن أبي سلمان ، واسمه مسلم الاشعرى ، أبو إسماعيل الكوفي الفقية ، مولى أبي موسى ، وقيل :مولى إبراهيم بن أبي موسى الاشعرى ....وقال :ذكره أبي عن إسحاق بن منصور ، عن يحيى بن معين أنه سئل عن مغيرة وحماد أيهما أثبت ؟ قال :حماد .وقال :حماد ثقة.وقال :قرء على عباس الدورى عن يحيى بن معين أنه كان يقدم حماد بن أبي سليمان على أبي معشر : يعني :زياد بن كليب ....وقال أحمد بن عبد الله العجلى : حماد بن أبي سليمان كوفي ثقة ، وكان من أفقه أصحاب إبراهيم يروى عن مغيرة.............وقال أبو بكر بن أبي شيبة :مات سنة عشرين ومئة وقال غيره : سنة تسع عشرة ومئة (تهذيب الكمال ج٧ص ٢٦٩ تا ٢٧٨ ملخصاً)

مات حماد سنة عشرين ومئة، أرخه خليفة، وقيل :سنة تسع عشرة ومئة.فأفقه أهل الكوفة علي وابن مسعود، وأفقه أصحابهما علقمة، وأفقه أصحابه إبراهيم، وأفقه أصحاب إبراهيم حماد، وأفقه أصحاب حماد أبو حنيفة، وأفقه أصحابه أبو يوسف، وانتشر أصحاب أبي يوسف في الآفاق، وأفقههم محمد، وأفقه أصحاب محمد أبو عبد الله الشافعي، رحمهم الله تعالى(سير اعلام النبلاء ج٥ص ٢٣٦)

Idara Ghufran

پایا ہے، اور اپنے زمانہ میں کوفہ کے مفتی رہ چکے ہیں، آپ کی وفات چھیانوے ہجری میں ہوئی۔ [1]

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مذکورہ روایت اس بحث کی ''ختامہ مسلک'' کا مصداق ہے، اور مذکورہ روایات اپنے مقصود میں بالکل واضح ہیں، مزید کسی تفصیل وتشریح کی محتاج نہیں۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ خیرالقرون کے دور میں آٹھ رکعات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، لہٰذا اس کے باوجود اس دور کے متعدد غیر مقلدین کا بیس تراویح کو غلط بلکہ نعوذ باللہ تعالیٰ بدعت قرار دینا اور آٹھ رکعات کو سنت کے عین مطابق قرار دینا؛ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کے حضور سخت مؤاخذہ کا خطرہ ہے۔

کم از کم بیس رکعات تراویح پر جمہور امت کا اتفاق

احادیث وروایات کی روشنی میں تراویح کی بیس رکعات کے ثبوت کے بعد اب مزید دلائل قائم کرنے کی خاطر خواہ ضرورت نہیں رہتی، لیکن کیونکہ اجماعِ امت بھی ایک مستقل دلیل ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

إِنَّ أُمَّتِیُ لَا تَجُتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَیُتُمُ اخُتِلَافًا فَعَلَیُکُمُ بِالسَّوَادِ

---

[1] إبراهيم النخعى(ع) الامام، الحافظ، فقيه العراق، أبوعمران، إبراهيم بن يزيد بن قيس ابن الاسود بن عمرو بن ربيعة بن ذهل بن سعد بن مالک بن النخع النخعى، اليمانى ثم الكوفى، أحد الاعلام، وهو ابن مليكة أخت الاسود بن يزيد(سير اعلام النبلاء ج۴ص ۵۲۰)

قال أحمد بن عبد الله العجلى : لم يحدث عن أحد من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وقد أدرک منهم جماعة ، ورأى عائشة رؤيا ، وكان مفتى أهل الكوفة هو والشعبى فى زمانهما ، وكان رجلا صالحا فقيها متوقيا قليل التكلف ، ومات وهو مختف من الحجاج. وقال أبو أسامة عن الأعمش : كان إبراهيم صيرفى الحديث .وقال جرير بن عبدالحميد عن إسماعيل بن أبى خالد : كان الشعبى وإبراهيم وأبو الضحى يجتمعون فى المسجد يتذاكرون الحديث ، فإذا جاء هم شىء ليس عندهم فيه رواية رموا إبراهيم بأبصارهم . وقال عباس الدورى عن يحيى بن معين : مراسيل إبراهيم أحب إلى من مراسيل الشعبى ....قال البخارى : وقال أبو نعيم :مات إبراهيم سنة ست وتسعين .وقال غيره :مات وهو ابن تسع وأربعين ، وقيل :ابن ثمان وخمسين .روى له الجماعة.(تهذيب الكمال ج۲ص۲۳۷ تا ۲۴۰ ملخصاً)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

الْأَعْظَمِ (سنن ابنِ ماجة) [۱]

ترجمہ: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، پس جب تم اختلاف دیکھو تو سوادِ اعظم (بڑی جماعت) کو لازم پکڑ لو (ابنِ ماجہ)

یہ حدیث مختلف سندوں سے تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔ [۲]

اور سوادِ اعظم سے مراد جمہور مسلمان ہیں۔ [۳]

اور جمہور صحابۂ کرام سے تراویح کی بیس رکعات کا ثبوت پہلے گزر چکا ہے، اور صحابۂ کرام کی پیروی واقتداء میں جمہور امت بھی تراویح کی کم از کم بیس رکعات کے قائل ہیں، اس لئے اب سوادِ اعظم اور جمہور امت کے چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ فَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يُصَلِّيَ إِحْدَى وَأَرْبَعِيْنَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ .

---

[۱] رقم الحديث ۳۹۵۰، كتاب الفتن، باب السواد الاعظم ،واللفظ لهٗ،مسند عبد بن حميد رقم الحديث ۱۲۲۰ عن انس، ترمذی ،رقم الحديث ۲۱۶۷،مستدرک حاکم، ج ۱ ص ۲۰۰ عن ابنِ عمر ،مسنداحمدرقم الحديث ۲۷۲۲۴ عن ابی بصرة الغفاری، سنن الدارمی رقم الحديث ۵۵ عن عمرو بن قيس،المعجم الكبير للطبرانی،رقم الحديث ۳۴۴۰ عن ابی مالک الاشعری.

[۲] قال الحاكم : فقد استقر الخلاف فی إسناد هذا الحديث على المعتمر بن سليمان ، وهو أحد أركان الحديث من سبعة أوجه لا يسعنا أن نحكم أن كلها محمولة على الخطإ بحكم الصواب لقول من قال عن المعتمر ، عن سليمان بن سفيان المدنی ، عن عبد الله بن دينار ، ونحن إذا قلنا هذا القول نسبنا الراوی إلى الجهالة فوهنا به الحديث ، ولكنا نقول :إن المعتمر بن سليمان أحد أئمة الحديث ، وقد روى عنه هذا الحديث بأسانيد يصح بمثلها الحديث فلا بد من أن يكون له أصل بأحد هذه الأسانيد ، ثم وجدنا للحديث شواهد من غير حديث المعتمر لا أدعی صحتها ولا أحكم بتوهينها بل يلزمنی ذكرها لإجماع أهل السنة على هذه القاعدة من قواعد الإسلام ، فممن روى عنه هذا الحديث من الصحابة عبد الله بن عباس (مستدرک حاکم ،ج ۱ ص ۲۰۱، كتاب العلم)

[۳] قال المناوی :(فعليكم بالسواد الأعظم) من أهل الإسلام أی الزموا متابعة جماهير المسلمين فهو الحق الواجب والفرض الثابت الذی لا يجوز خلافه فمن خالف مات ميتة جاهلية (فيض القديرللمناوی تحت رقم الحديث ۲۲۲۱)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً .

وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ و قَالَ الشَّافِعِيُّ وَهٰكَذَا أَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً(ترمذی) [۱]

ترجمہ: اہلِ علم کا تراویح کے بارے میں یہ اختلاف ہے، کہ بعض وتر سمیت اکتالیس رکعات کے قائل ہیں، اور اہلِ مدینہ کا قول یہی ہے، اور اسی پر ان کا عمل ہے۔ [۲]

اور اکثر (وجمہور) اہلِ علم اس پر ہیں جو حضرت عمر اور حضرت علی اور ان کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور وہ بیس رکعت ہیں۔

اور حضرت سفیان ثوری (المتوفی سنہ ۱۶۱ ہجری) اور حضرت ابنِ مبارک (المتوفی سنہ ۱۸۱ ہجری) اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ (المتوفی سنہ ۲۰۴ ہجری) کا بھی یہی قول ہے، اور امام شافعی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے مکہ شہر کے لوگوں کو تراویح کی بیس رکعت پڑھتے دیکھا ہے (ترمذی)

امام ترمذی رحمہ اللہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر و حضرت علی اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بیس تراویح منقول ہیں، اور جمہور اہلِ علم کا قول و عمل اسی کے مطابق ہے۔

---

[۱] تحت رقم الحديث ۸۰۶، ج۳ص ۱۶۰، ابواب الصوم، باب ما جاء في قيام شهر رمضان.

[۲] اس سے امام مالک رحمہ اللہ کے ایک قول کی طرف اشارہ ہے، کہ ان سے ایک روایت میں چھتیس اور ایک میں اکتالیس رکعتیں مروی ہیں، جبکہ ان کی تیسری روایت جمہور ہی کے مطابق ہے۔
پھر اکتالیس والی روایت میں بھی تین رکعتیں وتر کی، اور دو نفلیں بعد الوتر کی شامل ہیں، اس لئے روایتیں دو ہی ہوئیں، ایک بیس رکعات کی، اور ایک چھتیس رکعات کی (ملاحظہ ہو: درسِ ترمذی ج۲ص ۶۵۲)
اور بعض کم فہموں نے امام مالک کی طرف گیارہ رکعت کے قول کی بھی نسبت کی ہے جو کہ درست نہیں ہے، البتہ مؤطا امام مالک میں گیارہ رکعتوں کی ایک روایت مذکور ہے، اس پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ امام مالک رحمہ اللہ بیس رکعات سے زیادہ کے قائل ہیں (جس کی وجہ آگے آتی ہے) پس کم از کم بیس رکعات پر سب کا اجماع و اتفاق ہوا۔ [1]

اور علامہ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ الثَّوْرِيُّ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ دَاوٗدَ قِيَامُ رَمَضَانَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرَ لَا يُقَامُ بِأَكْثَرَ مِنْهَا اِسْتِحْبَابًا. وَذُكِرَ عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي الْحُسَيْنِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. وَهٰذَا هُوَ الْإِخْتِيَارُ عِنْدَنَا وَبِاللّٰهِ تَوْفِيْقُنَا (الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار) [2]

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد بن داؤد وتر کے علاوہ تراویح کی بیس رکعات کے قائل ہیں، ان سے زیادہ رکعتیں پڑھنا بہتر نہیں ہے، اور حضرت وکیع نے حسن بن صالح سے اور انہوں نے عمرو بن قیس سے اور انہوں نے ابوالحسین سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا، اور

---

[1] یری الالبانی ان تعبیر الشافعی والترمذی فی العبارتین المذکورتین بصیغة روی تضعیف منهما لثبوت ذلک عن الصحابة، لان النووی ذکر ان صیغة روی للتمریض عندالمحققین، والشافعی والترمذی من ائمة المحققین ......فالجواب عنه ان مع هذه الصیغة من هذین الامامین تدل علی عدم قصدهما بها التضعیف، وهی قول الشافعی فی عبارته واحب الی عشرون، لانه روی عن عمر، وکذلک یقومون بمکة ویوترون بثلاث، وفی عبارة الترمذی بقوله"واکثر اهل العلم علی ماروی عن عمر وعلی وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهوقول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی" فقول الشافعی واحب الی عشرون، وذکرالترمذی ان عمل اکثر اهل العلم من الصحابة وغیرهم فی ذالک دلیلان قاطعان علی عدم التضعیف (تصحیح حدیث صلاة التراویح عشرین رکعة والرد علی الالبانی فی تضعیفه صفحة ۹ وصفحة ۲۳، ۲۴، تالیف: فضیلة الشیخ اسماعیل بن محمد الانصاری، الباحث فی دارالافتاء بالریاض فی المملکة العربیة السعودیة، الناشر: مکتبة الامام الشافعی بالریاض)

[2] ج۲ ص۷۰، کتاب الصلاة فی رمضان، باب ماجآء فی قیام شهر رمضان، الناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہمارے نزدیک یہی پسندیدہ ہے، اورتوفیق تواللہ تعالیٰ ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے (الاستذکار) ۱

اور مسلم شریف کے شارح امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِعْلَمْ أَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيحِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَآءِ ، وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً ، يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ (الاذكار النووية) ۲

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ تراویح باتفاقِ علماء سنت ہے، اور وہ بیس رکعتیں ہیں، ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے گا (الاذکار)

اور امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المجموع میں اس موضوع پر مفصل ومدلل بحث کے ذریعہ سے بیس رکعات کو ثابت فرمایا ہے۔ ۳

---

۱ اور امام بغوی رحمہ اللہ شرح السنۃ میں فرماتے ہیں کہ:

وأما أكثر أهل العلم ، فعلى عشرين ركعة يروى ذلك عن عمر وعلى وغيرهما من أصحاب النبى (صلى الله عليه وسلم) ، وهو قول الثورى ، وابن المبارك ،والشافعى، وأصحاب الرأى ، قال الشافعى :وهكذا أدركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة (شرح السنة للامام البغوى، ج۴ص ۱۲۳، كتاب الصلاة،باب قيام شهر رمضان وفضله)

۲ ج ۱ ص ۱۸۳ ، كتاب الاذكار فى صلوات مخصوصة، باب اذكار صلاة التراويح.

۳ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

مذهبنا أنها عشرون ركعة بعشر تسليمات غير الوتر وذلك خمس ترويحات والترويحة أربع ركعات بتسليمتين هذا مذهبنا وبه قال أبو حنيفة وأصحابه وأحمد وداود وغيرهم ونقله القاضى عياض عن جمهور العلماء وحكى أن الاسود بن مزيد كان يقوم بأربعين ركعة ويوتر بسبع وقال مالك التراويح تسع ترويحات وهى ستة وثلاثون ركعة غير الوتر. واحتج بأن أهل المدينة يفعلونها هكذا وعن نافع قال أدركت الناس وهم يقومون رمضان بتسع وثلاثين ركعة يوترون منها بثلاث .واحتج أصحابنا بما رواه البيهقى وغيره بالإسناد الصحيح عن السائب بن يزيد الصحابى رضى الله عنه قال "كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى شهر رمضان بعشرين ركعة وكانوا يقومون بالمائتين وكانوا يتوكؤون على عصيهم فى عهد عثمان من شدة القيام وعن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون فى زمن عمر بن الخطاب رضى الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی طرح علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب المغنی میں اس پر مدلل کلام فرمایا ہے، اور فرمایا ہے کہ کم از کم بیس رکعات تراویح پر صحابہ اور بعد کے حضرات کا اجماع ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عنه بثلاث وعشرين ركعة رواه مالك فى الموطأ عن يزيد بن رومان ورواه البيهقى لكنه مرسل فإن يزيد بن رومان لم يدرك عمر قال البيهقى يجمع بين الروايتين بأنهم كانوا يقومون بعشرين ركعة ويوترون بثلاث وروى البيهقى عن على رضى الله عنه أيضا قيام رمضان بعشرين ركعة وأما ما ذكروه من فعل أهل المدينة فقال أصحابنا سببه أن أهل مكة كانوا يطوفون بين كل ترويحتين طوافا ويصلون ركعتين ولا يطوفون بعد الترويحة الخامسة فأراد أهل المدينة مساواتهم فجعلوا مكان كل طواف أربع ركعات فزادوا ست عشرة ركعة وأوتروا بثلاث فصار المجموع تسعا وثلاثين والله أعلم.

(فرع)قال صاحبا الشامل والبيان وغيرهما قال أصحابنا ليس لغير أهل المدينة أن يفعلوا فى التراويح فعل أهل المدينة فيصلوها ستا وثلاثين ركعة لأن لأهل المدينة شرفا بمهاجرة رسول صلى الله عليه وسلم ومدفنه بخلاف غيرهم وقال القاضى أبو الطيب فى تعليقه قال الشافعى فأما غير أهل المدينة فلا يجوز أن يماروا أهل مكة ولا ينافسوهم(المجموع شرح المهذب، ج۴ص ۳۲،۳۳،باب صلاة التطوع، فى مذاهب العلماء فى عدد ركعات التراويح)

[۱] چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

والمختار عند أبى عبد الله، رحمه الله، فيها عشرون ركعة .وبهذا قال الثورى، وأبو حنيفة، والشافعى .وقال مالك :ستة وثلاثون .وزعم أنه الأمر القديم، وتعلق بفعل أهل المدينة، فإن صالحا مولى التوأمة، قال :أدركت الناس يقومون بإحدى وأربعين ركعة، يوترون منها بخمس .ولنا، أن عمر، -رضى الله عنه -لما جمع الناس على أبى بن كعب، وكان يصلى لهم عشرين ركعة، وقد روى الحسن أن عمر جمع الناس على أبى بن كعب، فكان يصلى لهم عشرين ليلة، ولا يقنت بهم إلا فى النصف الثانى .فإذا كانت العشر الأواخر تخلف أبى، فصلى فى بيته، فكانوا يقولون :أبق أبى رواه أبو داود، ورواه السائب بن يزيد، وروى عنه من طرق .وروى مالك، عن يزيد بن رومان، قال :كان الناس يقومون فى زمن عمر فى رمضان بثلاث وعشرين ركعة .وعن على، أنه أمر رجلا يصلى بهم فى رمضان عشرين ركعة .وهذا كالإجماع، فأما ما رواه صالح، فإن صالحا ضعيف، ثم لا ندرى من الناس الذين أخبر عنهم؟ فلعله قد أدرك جماعة من الناس يفعلون ذلك، وليس ذلك بحجة، ثم لو ثبت أن أهل المدينة كلهم فعلوه لكان ما فعله عمر، وأجمع عليه الصحابة فى عصره، أولى بالاتباع، قال بعض أهل العلم :إنما فعل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور ترمذی کی شرح العرف الشذی میں ہے کہ:

لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ بِأَقَلِّ مِّنْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً فِي التَّرَاوِيْحِ، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ جَمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللهِ عَنْهُمْ (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، ج ۲ ص ۲۰۸، کتاب الصوم، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان)

ترجمہ: چاروں فقہائے کرام میں سے کسی کا بھی بیس رکعت سے کم تراویح کا قول نہیں، اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے (العرف الشذی)

اس کے علاوہ دیگر متعدد حضرات نے بھی یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ [1]

رہا امام مالک رحمہ اللہ کا چھتیس رکعات کا ایک قول؛ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں تراویح کی ہر چار رکعات کے بعد اتنا وقفہ ہوتا تھا کہ لوگ اس وقفہ میں ایک طواف کرلیا کرتے تھے، اور بیس رکعات کے بعد طواف نہیں کیا کرتے تھے، تو مدینہ منورہ کے حضرات نے؛ مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی کے احترام میں ہر چار رکعات کے بعد مزید چار رکعتیں پڑھنا شروع کیں، تاکہ ان کو بھی اہلِ مکہ کے ساتھ کسی درجہ میں موافقت ہوجائے، کیونکہ مدینہ منورہ میں طواف نہیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا أهل المدينة لأنهم أرادوا مساواة أهل مكة، فإن أهل مكة يطوفون سبعا بين كل ترويحتين، فجعل أهل المدينة مكان كل سبع أربع ركعات، وما كان عليه أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أولى وأحق أن يتبع (المغنى لابنِ قدامة الحنبلي، ج ۲ ص ۱۲۳، مسئلة قيام شهر رمضان عشرون ركعة)

[1] چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے کہ:

وأما قدرها فعشرون ركعة في عشر تسليمات، في خمس ترويحات كل تسليمتين ترويحة وهذا قول عامة العلماء. وقال مالك في قول: ستة وثلاثون ركعة، وفي قول ستة وعشرون ركعة، والصحيح قول العامة لما روى أن عمر -رضي الله عنه -جمع أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -في شهر رمضان على أبي بن كعب فصلى بهم في كل ليلة عشرين ركعة، ولم ينكر أحد عليه فيكون إجماعا منهم على ذلك (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۱ ص ۲۸۸، كتاب الصلاة، فصل في قدر صلاة التراويح)

Idara Ghufran

ہوسکتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصلاً ان کے نزدیک بھی تراویح کی بیس رکعات ہیں، اوراسی وجہ سے علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے بیس ہی کی روایت کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا

(ملاحظہ ہو: درسِ ترمذی ج۲ص۶۵۲،۶۵۳)

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

امام مالک سے جو منقول ہے کہ وتر کے سوا چھتیس رکعات پڑھنا چاہئے، اور وہ کہتے ہیں کہ اہلِ مدینہ کا عمل اسی پر تھا، تو اہلِ تاریخ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ مکہ معظّمہ کے لوگ دو ترویحوں کے درمیان سات شوط طواف (یعنی پورا ایک طواف) کرتے تھے؛ تو چونکہ مدینہ منورہ میں طواف تو ہو نہیں سکتا تھا، اس واسطے مدینہ منورہ کے لوگوں نے اختیار کیا کہ دو ترویحوں کے درمیان چار چار رکعت نماز پڑھتے تھے، تو اس وجہ سے ان لوگوں کی مجموعی نماز چھتیس رکعات ہوجاتی تھیں (فتاوی عزیزی ص۴۸۵، مطبوعہ: ایچ ایم سعید، کراچی) [1]

---

[1] اور عمدۃ القاری میں ہے کہ:

عددها عشرون ركعة وبه قال الشافعي وأحمد ونقله القاضي عن جمهور العلماء وحكى أن الأسود بن يزيد كان يقوم بأربعين ركعة ويوتر بسبع وعند مالك ستة وثلاثون ركعة غير الوتر واحتج على ذلك بعمل أهل المدينة واحتج أصحابنا والشافعية والحنابلة بما رواه البيهقي بإسناد صحيح عن السائب بن يزيد الصحابي قال كانوا يقومون على عهد عمر رضي الله تعالى عنه بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان وعلي رضي الله تعالى عنهما مثله وفي المغني عن علي أنه أمر رجلا أن يصلي بهم في رمضان بعشرين ركعة قال وهذا كالإجماع (فإن قلت) قال في الموطأ عن يزيد بن رومان قال كان الناس في زمن عمر يقومون في رمضان بثلاث وعشرين ركعة (قلت) قال البيهقي والثلاث هو الوتر ويزيد لم يدرك عمر فيكون منقطعا والجواب عما قاله مالك أن أهل مكة كانوا يطوفون بين كل ترويحتين ويصلون ركعتي الطواف ولا يطوفون بعد الترويحة الخامسة فأراد أهل المدينة مساواتهم فجعلوا مكان كل طواف أربع ركعات فزادوا ست عشرة ركعة وما كان عليه أصحاب رسول الله أحق وأولى أن يتبع(عمدة القاري شرح صحيح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس تفصیل کے بعد اب جو شخص صحابۂ کرام اور سوادِ اعظم کے ساتھ اپنے آپ کو شامل کرنا چاہے، تو اس کے لئے یہ سعادت کی بات ہے، اور جو اپنی محرومی کے باعث ان سے علیٰحدگی اختیار کرے، تو یہ اس کا اپنا فعل ہے، اور کیونکہ آٹھ رکعت کا وجود خیر القرون کے دور میں نہیں تھا اس لئے اس کو بدعت قرار دینا قاعدہ واصول کے مطابق ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

تراویح کی بیس رکعت پڑھنے پر صحابہ کا اجماع ثابت ہے، تو یہ امر بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ تراویح کی نماز بیس رکعت ہے، اور اسی پر عمل کرنا چاہئے، اور اسی وجہ سے فقہائے کرام اس بارے میں نہایت تاکید کرتے ہیں کہ تراویح کی نماز بیس رکعت پڑھنا چاہئے، اور اکثر ایسے امورِ شرعیہ ہیں کہ ان کے بارے میں جس قدر شرعاً (تاکید) ہے وہ پہلے معلوم نہ تھی، وہ تاکید اجماع سے ثابت ہے، اور اجماع بھی شرعاً حجت ہے، چنانچہ اجماع کا منکر کافر ہے، علی الخصوص جس امر پر اجماع ہو اور وہ شعار اہلِ حق کا ہو جائے، اور وہ امر اس کے لئے مابہ الامتیاز ہو جائے؛ کہ جو شخص اس اجماع کے موافق عمل کرے، وہ اہلِ حق

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البخاری، ج۷ص۱۷۸، کتاب التهجد، باب تحريض النبی علی صلاة الليل والنوافل من غير إيجاب)

اس موقعہ پر بعض نادانوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ نے آٹھ رکعت کا متفق علیہ ہونا بیان کیا ہے چنانچہ انہوں نے براہینِ قاطعہ میں لکھا ہے، کہ سنتِ مؤکدہ ہونا آٹھ رکعت تراویح کا تو بالاتفاق ہے۔

مگر ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے دراصل ایک خاص پسِ منظر میں یہ بات فرمائی ہے کہ تراویح اپنی ذات میں بدعت نہیں اور اس کے بدعت ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں یہاں تک کہ غیر مقلدین کا بھی آٹھ رکعت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

لہٰذا اس سے جمہور امت اور صحابہ کرام میں سے کسی کے نزدیک آٹھ رکعت کا سنت ہونا کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا (ملاحظہ ہو امداد الاحکام ج اول ص ۶۴۷)

Idara Ghufran

سے ہے، اور جو شخص اس کے خلاف عمل کرے، وہ بدعتی ہے، تو اس اجماع پر عمل کرنے کے بارے میں نہایت تاکید ہے (فتاویٰ عزیزی ص ۴۸۵، مطبوعہ: ایچ ایم سعید، کراچی)

بیس رکعات تراویح کی عقلی وجوہ

گزشتہ دلائل سے بیس رکعات تراویح کا حق اور صحیح ہونا، احادیث، صحابۂ کرام، خلفائے راشدین اور اجماعِ امت کی روشنی میں واضح ہو چکا۔

اس کے بعد ایک منصِف اور حق پرست کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔

لیکن بیس تراویح کی تقرری میں متعدد عقلی حکمتیں و مصلحتیں بھی ہیں۔

مثلاً ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دن، رات میں جو پانچ وقت نماز فرض کی ہیں، ان میں ہر دن و رات کے فرض و واجب کی تعداد بیس ہے، دو فجر کے، چار ظہر کے، چار عصر کے، تین مغرب کے، اور چار عشاء کے، اور تین وتر، ان سب کی مجموعی تعداد بیس بنتی ہے۔ [۱]

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رمضان کے مہینے کی ہر رات میں تراویح کی بیس رکعتیں مقرر فرما کر رمضان کے ہر دن کی فضیلت و برتری کا حق ادا کرایا گیا۔

اور ایک حکمت یہ ہے کہ ہر رات کی مغرب اور عشاء کی نماز کے فرضوں اور وتروں کی مجموعی تعداد دس ہے، تین مغرب کے، چار عشاء کے، اور تین وتر۔

تو رمضان المبارک کی فضیلت کے دوچند ہونے کا تقاضا یہ ہوا کہ اس کی ہر رات میں اس کی دوگنی تعداد مقرر کی جائے۔ پس اس طرح بیس رکعتوں کی تعداد کا تقرر نقلی اور عقلی دونوں قسم کے دلائل کے عین مطابق ہے۔ [۲]

---

[۱] وتر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہیں، جن کو فرضِ عملی کہا جاتا ہے۔

[۲] جب کہ بعض فقہائے کرام جو دن رات میں دس مؤکدہ سنتوں کے قائل ہیں، وہ فرماتے ہیں، کہ رمضان کے مہینے کی فضیلت و برتری کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے ہر دن میں اس کی دوگنی رکعتیں مقرر فرمائی گئی ہیں، جو کہ بیس ہیں۔

(قوله :فضوعفت فيه) أى فى رمضان.واعترض بأن التضعيف أن يزاد على الشء مثله فيقتضى أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

چند شبہات کے جوابات

مذکورہ تفصیل سے انصاف پسندوں کے لئے یہ بات سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہا کہ رمضان کے مہینے میں تراویح کی بیس رکعات سنت ہیں، اور ان کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

لیکن آج کل کچھ لوگ سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے شکوک وشبہات پیدا کرنے والی مختلف باتیں پیش کرکے ان کو پریشان کرتے ہیں، یا پھر دین سے دور عوام کے لئے آزادی کے مزید راستے کھول دیتے ہیں۔

اس لئے اب اسی قسم کے چند شبہات کے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں۔

خلفائے راشدین کی سُنَّت

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو اگرچہ وہ کتنے بڑے صحابی اور خلفائے راشدین ہی سے کیوں نہ ثابت ہو، وہ حجت نہیں اور کیونکہ تراویح کی تعداد اور موجودہ تفصیلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لہٰذا ہمارے لئے یہ قابلِ قبول نہیں۔

حالانکہ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ تراویح کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التراويح عشر ركعات، لأنه إذا زيد على العشر ركعات المؤكدات مثلها صارت عشرين، عشرة منها هى المؤكدة من الرواتب، والعشرة الأخرى هى التروايح .وأجيب -كما فى سم -بأن المعنى: فزيد قدرها وضعفه، لا فزيد عليها قدرها فقط، لأنه ليس كذلک.أى زيد قدر الرواتب العشرة، وضعف هذا القدر الزائد أى مثله وهو عشرة، فيصير الجميع ثلاثين ركعة، الرواتب عشرة، والتراويح عشرون .وهذا كما ترى مبنى على أن ضعف الشىء مثله، أما إذا قيل إن ضعفه مثلاه فلا تأويل، وهذا الأخير هو المشهور، كما فى ع ش .وفى الرشيدى ما نصه :فقوله :فضوعفت، أى وجعلت بتضعيفها زيادة فى رمضان(اعانة الطالبين على حل الفاظ فتح المعين، ج ا ص۳۰۷، باب الصلاة، للبكرى الدمياطى الشافعى)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سے ثابت ہے۔

پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے عمل کو بھی امت کے لئے حجت قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِیْ فَسَيَرٰی اِخْتِلَافاً كَثِيْراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ،تَمَسَّكُوْابِهَا وَعَضُّوْاعَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسنداحمد) [1]

ترجمہ: بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں، اس سنت کو تم مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبالینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسنداحمد)

امام حاکم اس حدیث کو سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۱۷۱۴۵، واللفظ لهٗ، ابوداؤد رقم الحدیث ۴۶۰۹، کتاب السنة باب لزوم السنة، ترمذی رقم الحدیث ۲۶۰۰، باب الاخذبالسنة واجتناب البدعة، ابن ماجة رقم الحدیث ۴۳، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین، سنن دارمی رقم الحدیث ۹۶، باب اتباع السنة، المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث ۱۵۰۲۱، شعب الایمان رقم الحدیث ۷۱۱۰، سنن البیهقی رقم الحدیث ۲۰۸۳۵، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۳۲۹.

فی حاشیة مسند احمد: حدیث صحیح، وهو مکرر سابقه، إلا أن شیخ أحمد هنا هو الولید ابن مسلم -وهو مدلس یدلس تدلیس التسویة -وقد صرح بالتحدیث فی جمیع طبقات الإسناد، فانتفت شبهة تدلیسه، وقد قرن بعبد الرحمن السلمی حجر بن حجر، وهو مجهول، تفرد بالروایة عنه خالد بن معدان، ولم یؤثر توثیقه عن غیر ابن حبان.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ لَيْسَ لَهٗ عِلَّةٌ(مستدرک حاکم تحت رقم الحديث ۳۲۹)

ترجمہ: یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور مجھے اس میں کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی (حاکم)

اور امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

صَحِيْحٌ لَيْسَ لَهٗ عِلَّةٌ(تلخيص الذهبی علی المستدرک تحت رقم الحديث ۳۲۹)

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہے (تلخیص)

اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ (ترمذی،تحت رقم الحديث ۲۶۰۰،باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع)

ترجمہ: یہ حدیث حسن اور صحیح ہے (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صاف طور پر عربی قواعد کے لحاظ سے خلفائے راشدین کی سنت کے لازم ہونے اور اس کی مخالفت سے بچنے کی جتنی بھی صورتیں ممکن ہوسکتی تھیں ارشاد فرمادی ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو خلفاء کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ خلیفہ اور نائب کے حکم کی اتباع اتنی ہی لازم اور ضروری ہوتی ہے جتنی کہ اصل کی۔ ورنہ خلیفہ ہونے کا کیا مطلب اور کیا معنٰی؟

(۲)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عَلَيْكُمْ'' فرما کر خلفائے راشدین کی سنت کو بھی ویسا ہی لازم قرار دے دیا جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت لازم ہے، کیونکہ یہ لفظ لازم کے معنٰی میں آتا ہے۔ [۱]

---

[۱] فان لفظ "عليكم" يدل على اللزوم وضعا، والمعطوف فی حكم المعطوف عليه لغة، فثبت به لزوم سنة الخلفاء كلزوم سنة الرسول صلى الله عليه وسلم ، فلايصح التفرقة بالسنية والندب، فان المندوب لايكون لازما(اعلاء السنن ج ۷ ص ۸۰،باب التراويح،للعلامة ظفر احمد عثمانی رحمه الله)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

(۳)...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کو راشدین (درست راستہ پر ہونے والے) بھی فرمایا اور یہ بات واضح ہے کہ جب ان خلفاء کا طریقہ درستگی والا ہے تو ان کے مقابلہ میں جو عمل ہوگا وہ درست اور سیدھا نہیں ہوگا۔

(۴)...... راشدین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "مَھْدِیِّیْنَ" کے لفظ کا اضافہ فرما کر بتلا دیا کہ جب وہ ہدایت یافتہ ہیں تو ان کی پیروی اور اتباع لازمی ہے کیونکہ اگر ہدایت یافتہ کی پیروی اور اتباع نہ ہوگی تو پھر کس کی اتباع ہوگی؟

اور ہدایت یافتہ وہی ہوسکتا ہے جس کو اللہ ربُّ العزت کی طرف سے ہدایت کے اعلیٰ مقام کی سعادت عطا فرمائی گئی ہو۔

معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین کو یہ ہدایت یافتہ ہونے کا خصوصی مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ انعام مرحمت ہوا ہے۔

(۵)...... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "تَمَسَّکُوْا بِھَا" (مضبوطی سے تھامو) بھی بڑھا دیا جس کا مطلب ہے کہ تم اپنے ارادہ سے بتکلف کوشش کر کے ان کی سنت کو مضبوط تھامو اور اس بارے میں کسی قسم کی غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ نہ کرو (لِاَنَّ التَّکَلُّفَ یُوْجَدُ فِیْ بَابِ التَّفَعُّلِ وَالتَّمَسُّکُ مِنْ ھٰذَا الْقَبِیْلِ)

(۶)...... پھر مزید تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "عَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ" (کہ ان کی سنت کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ نہایت مضبوطی سے پکڑو)

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جو چیز ڈاڑھوں سے پکڑی جاتی ہے وہ دوسرے دانتوں میں پکڑے جانے کی بنسبت زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

(۷)...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام تاکیدیں اور ہدایات ایک ہی صیغے اور جملے کے ساتھ اس طرح ارشاد فرمائیں کہ اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت کو جمع کر دیا اور اپنی اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت میں ذرا بھی فرق نہیں کیا۔

Idara Ghufran

اس سے واضح ہوا کہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو بھی سنت کہنا بالکل صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اس کا نام خود سنت رکھ دیا ہے۔

(۸)......اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح طور پر فرمادیا کہ جس کو (آپ کے بعد) زندگی حاصل ہوگی اور زمانہ گزرنے سے دینی اور مذہبی ماحول تبدیل ہوتا جائے گا تو بہت سے اختلافات سامنے آئیں گے۔

ایسے موقع پر ہر مسلمان کا اسلامی فریضہ ہوگا کہ وہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے اور اسی کی اتباع کرے۔ گویا کہ اختلافات کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت حجت اور معیار ہوگی۔

(۹)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بھی نشاندہی فرمادی کہ آپ کی اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت کے مقابلہ میں جو جو کام بھی دین میں رونما کئے جائیں گے وہ بدعت ہوں گے۔ اور ان سے بچنا ضروری ہوگا۔

معلوم ہوا کہ مذکورہ سنت کے مقابلہ میں دین میں جو عمل بھی ایجاد کیا جائے (گو وہ نیک نیتی سے ہی کیوں نہ ہو) درجہ بدرجہ بدعت ہوگا۔

(۱۰)......پھر آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بدعت کہنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ بدعت ضلالت اور گمراہی ہے۔ جو لوگ اس کو ہدایت سمجھیں گے وہ غلطی پر ہوں گے۔

اب بھی اگر کوئی شخص یا طبقہ خلفائے راشدین کی سنت سے گریز کرے بلکہ نعوذ باللہ تعالیٰ اسی سنت کو خلافِ سنت قرار دے اور اس پر چلنے والوں کو آباء واجداد کی تقلید کا طعنہ دے (جیسا کہ آج کچھ لوگ بیس تراویح کو دین پر زیادتی اور بالفاظِ دیگر بدعت کہتے ہیں) تو اس کا کیا علاج ہے؟ خوب اچھی طرح اس کے دنیوی واُخروی نتائج پر غور کر لینا چاہئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تحفۃ الاخیار مع نخبۃ الانظار، للامام المحدث الفقیہ الشیخ محمد عبدالحیی اللکنوی الھندی، مشمولہ: مجموعہ رسائل الکنوی ج۴)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خلفائے راشدین کی سنت کے منکرین سے چند سوالات

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح حضرت عمر کے دور میں شروع ہوئیں پہلے نہ تھیں، اس لئے ہم اس تعداد کو سنت نہیں مانتے، یہی لوگ پورے رمضان مستقل باجماعت تراویح اور وتر پڑھتے ہیں۔

ان کے مذکورہ دعوے اور عمل کے مطابق ہمارے ان سے چند سوالات ہیں:

(۱) پورے رمضان تراویح پڑھنا؟ (۲) پورے رمضان باجماعت تراویح پڑھنا؟ (۳) پورے رمضان میں وتر کی نماز باجماعت پڑھنا؟ (۴) تراویح میں پورا قرآن مجید پڑھنا؟ یہ تمام چیزیں کس سے ثابت ہیں؟

ظاہر ہے کہ ان تفصیلی امور کا ثبوت بھی خلفائے راشدین ہی سے ہے۔

ان لوگوں کی یہ عجیب نرالی منطق ہے کہ دورِ فاروقی میں تراویح کی پوری کیفیت تو قابلِ قبول ہے اور بدعت کے مفہوم میں داخل نہیں لیکن تراویح کی تعداد محلِ نظر ہے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعات تراویح ثابت ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین سے بیس تراویح کا ثبوت پہلے تفصیلی دلائل کے ساتھ ذکر کیا جاچکا ہے، لیکن بعض حضرات اس کے برعکس تراویح کے سلسلہ میں آٹھ رکعت کی ایک روایت سے شبہ میں پڑجاتے ہیں، جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں آٹھ رکعت پڑھائیں۔ [۱]

---

[۱] اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:
حدثنا عثمان بن عبيد الله الطلحی الكوفی، حدثنا جعفر بن حميد، حدثنا يعقوب بن عبد الله القمی، عن عيسى ابن جارية، عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال :صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فی شهر رمضان ثمان ركعات وأوتر ,فلما كانت القابلة اجتمعنا فی المسجد ورجونا أن يخرج ,فلم نزل فيه حتى أصبحنا ,ثم دخلنا ,فقلنا يا رسول الله ,اجتمعنا البارحة فی المسجد ,ورجونا أن تصلی بنا ,فقال :إنی خشيت أن يكتب عليكم "(المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحديث ۵۲۵)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام وتابعین سے بیس تراویح کا پڑھنا منقول ہے اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی چند راتوں میں جو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھانا مروی ہے، ان میں سے کسی روایت میں بھی اس تعداد کا ذکر نہیں جبکہ اس روایت کو مختلف ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے، اور صرف اس کا ذکر اس مذکورہ روایت میں ہے، جس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہیں، جن کے بارے میں محدثین پہلے ہی یہ فرما چکے ہیں، کہ وہ منکَر ہیں، اور ایسی باتیں روایت کرتے ہیں جو دوسرے ثقہ راویوں سے مروی نہیں ہوتیں۔ [1]

اور یہاں تراویح کی تعداد کے مسئلہ میں بھی ان کی طرف سے اسی قسم کی منکر بات سامنے آئی ہے، اس لئے یہ ثقہ راویوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں۔

اور اگر اس روایت کو قبول کیا جائے تو بھی اس سے بیس رکعات کی نفی لازم نہیں آتی، کیونکہ ممکن ہے کہ کسی دن آٹھ رکعتیں جماعت سے پڑھی گئی ہوں اور باقی رکعتیں، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے حسبِ معمول بغیر جماعت کے پڑھی ہوں، کیوں کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تراویح کو بغیر جماعت کے ہی پڑھنے کا معمول تھا، اس سلسلہ میں بخاری، مسلم وغیرہ کی چند صحیح ومستند احادیث وروایات پہلے ذکر کی جاچکی ہیں۔

اور اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھانے کا ذکر ہے، اس کا ذکر نہیں ہے کہ اس

---

[1] عیسی بن جاریة الأنصاری المدنی.......... قال أبو بکر بن أبی خیثمة عن یحیی بن معین : لیس حدیثه بذاک لا أعلم أحدا روی عنه غیر یعقوب القمی. وقال عباس الدوری ، عن یحیی بن معین :عنده مناکیر ، حدث عنه یعقوب القمی ، وعنبسة قاضی الری. وقال أبو زرعة ینبغی أن یکون مدینیا ، لا بأس به . وقال أبو حاتم :عیسی الأنصاری الذی روی عن أبی سلمة روی عنه زید بن أبی أنیسة هو عندی عیسی بن جاریة .وقال أبو عبید الآجری ، عن أبی داود :منکر الحدیث وقال فی موضع آخر :ما أعرفه ، روی مناکیر . وذکره ابن حبان فی کتاب "الثقات(تهذیب الکمال ج۲۲ص۵۸۸ تا ۵۹۰ ملخصاً)

قال ابن معین :عنده مناکیر .وقال النسائی :منکر الحدیث، وجاء عنه :متروک.وقال أبو زرعة :لا بأس به(میزان الاعتدال ج۳ص۳۱۱،رقم الترجمة ۶۵۵۵)

قلت :وذکره الساجی والعقیلی فی الضعفاء وقال ابن عدی أحادیثه غیر محفوظة(تهذیب التهذیب ج۸ص۲۰۷)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سے بعد میں یا اس سے پہلے بھی کچھ رکعتیں پڑھی گئی تھیں یا نہیں۔

پس اس روایت میں جو آٹھ رکعات کا ذکر ہے وہ کسی خاص دن جماعت کی شکل میں ادا کرنے کے بارے میں ہے، نہ کہ سِرے سے آٹھ رکعتیں پڑھنے کے بارے میں، اور اس سے بیس رکعت کی نفی لازم نہیں آتی۔

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آج بھی کوئی شخص کچھ رکعتیں جماعت سے پڑھ لے، اور کچھ بغیر جماعت کے، تو ظاہر ہے کہ کل تعداد مجموعی ہی شمار کی جائے گی، البتہ جماعت سے پڑھی جانے والی رکعتوں کا الگ سے ذکر کیا جائے گا۔

اور اگر کوئی اس بات کو بھی تسلیم نہ کرے تو پھر خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کا جو عمل بیس رکعتیں ادا کرنے کا تھا، کیا کوئی عقل مند مسلمان یہ تصور کرسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صحابۂ کرام کو صرف آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں خلفائے راشدین وصحابۂ کرام نے اس کی خلاف ورزی کی؟

ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف آٹھ رکعات پر اکتفاء فرماتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھے جانے کے وقت بعض صحابۂ کرام اس سے ضرور اختلاف فرماتے۔ واذ لیس فلیس۔

اور ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہی ایک حدیث پہلے ذکر کر چکے ہیں، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس رکعتیں پڑھتے رہنے کا ذکر ہے، جبکہ مذکورہ روایت میں صرف ایک دن کا واقعہ ہے، اور اس سے بھی بیس کی نفی لازم نہیں آتی، جبکہ بیس رکعات والی حدیث سے یقیناً آٹھ پر اکتفاء کرنے کی نفی لازم آتی ہے۔ کما لایخفی علیٰ اھل العلم۔

کیا تراویح اور تہجد ایک نماز ہے؟

آج کل ایک گروہ؛ جو فقہائے کرام کی تقلید کا قائل نہیں، اور وہ فقہائے کرام کے عالمانہ

Idara Ghufran

محققانہ اجتہاد کے مقابلہ میں اپنے عامیانہ وجاہلانہ اجتہاد کو ترجیح دیتا ہے، اس کا دعویٰ یہ ہے کہ تراویح کی آٹھ رکعات ہیں اور ان کا ثبوت مندرجہ ذیل حدیث سے ہے۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا. قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ (بخاری) [1]

ترجمہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان (کی رات) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ (رمضان کی کیا خصوصیت؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین وطویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ میری

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۴۷، کتاب التھجد، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ، مسلم، رقم الحدیث ۷۳۸"۱۲۵" باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوداوٗد، رقم الحدیث ۱۳۴۱؛ باب فی صلاۃ اللیل، ترمذی، رقم الحدیث ۴۳۹؛ باب ما جاء فی وصف صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل، نسائی، رقم الحدیث ۱۶۹۷؛ باب کیف الوتر بثلاث.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

آنکھیں سوتی ہیں، اور میرا دل نہیں سوتا (بخاری)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز عموماً رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت ہوتی تھیں اور اس روایت میں ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، اور وتر پورے سال تین رکعت پڑھنے کا ذکر ہے، نیز وتروں کو سونے کے بعد پڑھنے کا ذکر ہے۔

بعض لوگ اس روایت کو رمضان میں تہجد کے بجائے تراویح پر محمول کرتے ہیں جو کہ صریح غلطی ہے، کیونکہ:

(الف)...... اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے غیر رمضان میں پڑھنے کا کیا معنٰی؟

معلوم ہوا کہ اس حدیث میں رات کی وہ نماز مراد ہے جو بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے اور وہ صلوٰۃ اللیل یعنی تہجد ہی ہوسکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر محدثین نے اس حدیث کو تہجد اور قیام اللیل کے باب میں ذکر کیا ہے (جیسا کہ اوپر حوالوں کے ساتھ ابواب کے ذکر سے ظاہر ہے)

نیز اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، اور ظاہر کہ تراویح ایک سلام کے ساتھ دو دو کرکے پڑھی جاتی ہیں۔

پھر اس حدیث میں ساتھ ہی یہ بھی ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر سو کر اٹھنے کے بعد رات کے آخری حصہ میں پڑھا کرتے تھے اس سے بھی ثابت ہوا کہ ان آٹھ رکعتوں سے تہجد کی نماز مراد ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول وتروں کو تہجد کے بعد رات کے آخری حصے میں پڑھنے کا تھا اور تراویح اور وتر تو رات کے آخری حصے کے بجائے عشاء کے بعد سونے سے پہلے متصل پڑھی جاتی ہے۔[1]

---

[1] قوله :(ثم يصلى ثلاثا) ولفظ ثم للتراخي، وكانت هذه الثلاث بسلام واحد(فيض البارى، باب قيام النبى صلى الله عليه وسلم بالليل فى رمضان وغيره) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(ب)...... صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں زیادہ ہوجاتی تھی، اس قسم کی بعض احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

اور مذکورہ حدیث سے تراویح مراد لینے کی صورت میں لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تعداد ومقدار بارہ مہینے ایک جیسی ہوتی تھی اور یہ بات صحیح احادیث کے مخالف ہے، کئی احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں زیادہ عبادت کیا کرتے تھے۔

(ج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس طرح بڑے مجمع کے ساتھ تہجد باجماعت ادا نہیں فرمائی (درسِ ترمذی ج۲ص۲۶۲) [1]

(د)...... مندرجہ بالا حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وصال سنہ اٹھاون ہجری میں پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقولها يا رسول الله أتنام قبل أن توتر يحتمل معنيين:
أحدهما :أنه كان ينام بإثر صلاة العشاء قبل أن يوتر ثم يقوم من الليل لصلاته ووتره فقالت له كيف تفعل ذلک وربما ذهب بک النوم عن وترک .ويحتمل أن تكون أرادت أنه صلى أربعا ثم نام قبل أن يوتر فقالت له ذلک فقال يا عائشة إن عيني تنامان ولا ينام قلبي يعني والله أعلم أنه لا ينام عن مراعاة الوقت .وهذا مما خص به النبي -صلى الله عليه وسلم -من أمر النبوة والعصمة ولذلک كان -صلى الله عليه وسلم -لا يحتاج إلى الوضوء من النوم لعلمه بما يكون منه(المنتقىٰ شرح المؤطا، ج ا ص ۲۱۶ ،باب صلاة النبی صلى الله عليه وسلم فی الوتر)

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تراویح تین دن باجماعت ادا کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کو بالکل ترک فرمادیا ہو، اس سے تو صرف جماعت پر دوام نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ کہ تراویح کو چھوڑ دینے پر دوام ہونا۔
تین دن جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد بقیہ دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے بغیر تراویح ادا فرمائی۔

[2] وقال الواقدی وغيره :فيها توفيت أم المؤمنين أم عبد الله عائشة بنت الصديق حبيبة رسول الله صلى الله عليه وسلم وفقيهة نساء الأمة عن خمس وستين سنة فی رمضان (العبر فی خبر من غبر للذهبی، ج ا ، ص ۴۶، سنة ثمان وخمسين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور (علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی ''تاریخ الخلفاء'' کے مطابق) سنہ چودہ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے باقاعدہ تراویح کی نماز با جماعت پڑھانے کا انتظام کرایا تھا۔ [1] اس طرح بیالیس سال اماں جی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے حجرے کے بالکل ساتھ مسجد نبوی میں بیس رکعات تراویح جاری رہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پورے عرصہ میں ایک مرتبہ بھی آٹھ رکعات والی حدیث بیس تراویح کے اس عمل کے خلاف پیش نہیں فرمائی۔

جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ فِیْهِ فَهُوَ رَدٌّ (صحیح بخاری) [2]

ترجمہ: جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالے، جو دین میں نہ ہو تو وہ مردود ہے (بخاری)

اب دو ہی راستے ہیں یا تو مان لیا جائے کہ اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی یہی سمجھتی تھیں یا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث سے آٹھ تراویح سمجھتی تھیں لیکن ان کے دل میں نعوذ باللہ تعالیٰ سنت کی محبت اور بدعت سے نفرت اتنی بھی نہیں تھی جتنی آج کے دور کے آٹھ رکعت تراویح کو سنت اور بیس رکعت کو بدعت کہنے والے کے دل میں ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''بیس تراویح کا ثبوت'' از مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد كانت وفاتها فى هذا العام سنة ثمان وخمسين، وقيل قبله بسنة، وقيل بعده بسنة، والمشهور فى رمضان منه وقيل فى شوال، والأشهر ليلة الثلاثاء السابع عشر من رمضان (البداية والنهاية ج۸ص ۹۴، ام المؤمنين عائشه بنت ابوبكر الصديق)

[1] وفيها (اى فى سنة أربع عشرة) جمع عمر الناس على صلاة التراويح قاله العسكرى فى الأوائل (تاريخ الخلفاء للسيوطى، ص۱۰۶، عمر بن الخطاب، فصل فى خلافته)

[2] رقم الحديث ۲۶۹۷، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، ابوداؤد رقم الحديث ۴۶۰۶، واللفظ لهما، صحيح مسلم رقم الحديث ۱۷۱۸ "۱۷"، ابنِ ماجه رقم الحديث ۱۴، مسند احمد رقم الحديث ۲۶۰۳۳، بلفظ ماليس منه.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(ہ)...... جو لوگ اس حدیث سے آٹھ تراویح ثابت کرنے کی بے جا کوشش کرتے ہیں ان لوگوں کا اپنا عمل بھی اس حدیث پر پوری طرح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا عمل تین وتر پڑھنے کا ثابت ہو رہا ہے جبکہ آٹھ تراویح کے قائلین ہمیشہ تین وتروں کے قائل نہیں۔

(و)...... پھر اگر اس کے باوجود بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابقہ روایت سے آٹھ رکعات تراویح مراد لینے پر ہی اصرار کیا جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز میں صرف آٹھ رکعتیں پڑھنے ہی کا ذکر نہیں، بلکہ بعض روایات میں تیرہ رکعتیں پڑھنے کا بھی ذکر ہے، جن میں تین وتر شامل ہیں۔

جس سے یہ لازم آتا ہے کہ تراویح آٹھ کے بجائے دس رکعتیں ہوں۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّيْ إِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، پھر جب فجر کی اذان سنتے تو دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھا کرتے تھے (بخاری)

اور اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے معمول کے بارے میں یہ کہے کہ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ اور بعض اوقات دس پڑھا کرتے تھے، تو اس صورت میں ہمیشہ آٹھ رکعات پڑھنے کے کوئی معنیٰ نہیں، بلکہ کبھی آٹھ اور کبھی دس پڑھنی چاہئیں۔

اور بخاری شریف میں ہی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بھی تیرہ رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِيْ

---

[1] بخاری، رقم الحدیث ۱۱۷۰، کتاب التهجد، باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بِاللَّيْلِ (بخاری) ١

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات والی نماز تیرہ رکعتیں ہوتی تھیں (بخاری)

پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح وتروں سمیت گیارہ رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، اسی طرح بعض اوقات وتروں سمیت سات اور بعض اوقات نو رکعتیں پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔

چنانچہ بخاری شریف ہی میں حضرت مسروق سے روایت ہے کہ:

قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدَى عَشْرَةَ سِوَى رَكْعَتِي الْفَجْرِ (بخاری) ٢

ترجمہ: حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بعض اوقات سات، بعض اوقات نو، اور بعض اوقات گیارہ رکعتیں ہوتی تھیں، فجر کی سنتوں کے علاوہ (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ بخاری شریف اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز جس میں وتر بھی شامل تھے؛ بعض اوقات سات، اور بعض اوقات نو اور بعض اوقات گیارہ رکعتیں ہوا کرتی تھیں۔ ٣

---

١ رقم الحديث ١١٣٨، كتاب التهجد، باب كيف كان صلاة النبى صلى الله عليه وسلم وكم كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل.

٢ رقم الحديث ١١٣٩، كتاب التهجد، باب كيف كان صلاة النبى صلى الله عليه وسلم وكم كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل.

٣ اور روایت میں چونکہ رات کی نماز کے بارے میں سوال ہے، اور جواب میں فجر کی سنتوں کے علاوہ کی صراحت ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ رات کی اس نماز میں تہجد اور وتر دونوں شامل ہیں۔

اور اگر کوئی اس بات کو تسلیم نہ کرے تو پھر اسی روایت میں جو گیارہ رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، اس میں بھی اس بات کا انکار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

معلوم نہیں کہ بخاری شریف کا حوالہ دے کر بیس تراویح کا انکار کرنے والے حضرات بخاری شریف کا پہلے ہی صحیح مطالعہ کیوں نہیں کرتے؟

(ز)...... جو لوگ آٹھ رکعات کا نام تراویح رکھتے ہیں، ان کا یہ نام رکھنا شریعت کے علاوہ لغت کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں، کیونکہ تراویح عربی کا لفظ ہے، اور یہ ''ترویحۃ'' کی جمع ہے، اور ''ترویحۃ'' کے معنیٰ وقفہ کرنے کے آتے ہیں، کیونکہ ہر چار رکعات کے بعد ایک وقفہ ہوتا ہے، اس مناسبت سے اس نماز کا نام تراویح رکھا گیا ہے، اور تراویح کا یہ نام صحابۂ کرام کے دور سے چلا آ رہا ہے اور اس کو بدلنا درست نہیں۔

اور آٹھ رکعات مراد لینے کی صورت میں دو ''ترویحے'' یعنی دو وقفے ہوتے ہیں، پہلا چوتھی رکعت پر، اور دوسرا آٹھویں رکعت پر، اور اس کا نام ''ترویحتان'' ہونا چاہئے تھا، کیونکہ تراویح عربی میں جمع کا صیغہ ہے، جو دو ترویحوں والی نماز کا نام نہیں ہو سکتا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ تراویح کا نام کم از کم بارہ یا بارہ سے زیادہ رکعات پر بولا جا سکتا ہے، بارہ سے کم پر نہیں۔

معلوم ہوا کہ بیس رکعات تراویح کے خلاف پیش کئے جانے والے شبہات واعتراضات دلائل وحقائق کے اعتبار سے کوئی وقعت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ قلبِ سلیم اور فہمِ صحیح عطا فرمائیں۔

آمین۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لازم آتا ہے، جس کا شاید منکر بھی قائل نہ ہو۔

وعن مسروق قال سألت عائشة عن صلاة رسول الله بالليل فقالت سبع أی مرة وتسع أی أخرى وإحدى عشرة ركعة أی كل مع ثلاث الوتر سوى ركعتى الفجر أی غير سنة الفجر رواه البخارى (مرقاة المفاتيح، ج٣ص ٩٠٢، كتاب الصلاة، باب صلاة الليل)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح کے احکام

تراویح کے فضائل اور اس کی بیس رکعات کے سنتِ مؤکدہ ثابت ہوجانے کے بعد اب تراویح سے متعلق اہم مسائل اور احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

نمازِ تراویح سے متعلق چند بنیادی احکام

مسئلہ نمبر ۱...... رمضان المبارک کے مہینہ کی ہر رات میں تراویح کی نماز عاقل، بالغ، غیر معذور مسلمان کے حق میں سنتِ مؤکدہ ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲......تراویح کی نماز جس طرح مَرد حضرات کے لئے سنت ہے، اسی طرح خواتین

---

[۱] (التراويح سنة) مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين (للرجال والنساء) إجماعا(الدر المختار،باب الوتر والنوافل)

(قوله سنة مؤكدة) صححه فى الهداية وغيرها، وهو المروى عن أبى حنيفة .وذكر فى الاختيار أن أبا يوسف سأل أبا حنيفة عنها وما فعله عمر، فقال :التراويح سنة مؤكدة، ولم يتخرجه عمر من تلقاء نفسه، ولم يكن فيه مبتدعا؛ ولم يأمر به إلا عن أصل لديه وعهد من رسول الله -صلى الله عليه وسلم .-ولا ينافيه قول القدورى إنها مستحبة كما فهمه فى الهداية عنه، لأنه إنما قال يستحب أن يجتمع الناس، وهو يدل على أن الاجتماع مستحب، وليس فيه دلالة على أن التراويح مستحبة، كذا فى العناية .وفى شرح منية المصلى :وحكى غير واحد الإجماع على سنيتها، وتمامه فى البحر.

(قوله لمواظبة الخلفاء الراشدين) أى أكثرهم لأن المواظبة عليها وقعت فى أثناء خلافة عمر -رضى الله عنه -، ووافقه على ذلك عامة الصحابة ومن بعدهم إلى يومنا هذا بلا نكير، وكيف لا وقد ثبت عنه -صلى الله عليه وسلم -عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ كما رواه أبو داود بحر (قوله إجماعا) راجع إلى قول المتن سنة للرجال والنساء، وأشار إلى أنه لا اعتداد بقول الروافض إنها سنة الرجال فقط على ما فى الدرر والكافى أو أنها ليست بسنة أصلا كما هو المشهور عنهم على ما فى حاشية نوح، لأنهم أهل بدعة يتبعون أهواء هم لا يعولون على كتاب ولا سنة، وينكرون الأحاديث الصحيحة(رد المحتار على الدر المختار،باب الوتر والنوافل،مبحث صلاة التراويح)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے لئے بھی سنت ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۳ ...... نمازِ تراویح رمضانُ المبارک کی تمام راتوں کی سنت ہے، جس کا آغاز رمضان کا چاند نظر آنے یا تیس شعبان کے بعد آنے والی رات سے ہوجاتا ہے، اور رمضان کی آخری رات تک جاری رہتا ہے۔ ۲

---

۱ (التراويح سنة) مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين (للرجال والنساء) إجماعا (الدر المختار مع ردالمحتار)

(قوله إجماعا) راجع إلى قول المتن سنة للرجال والنساء ، وأشار إلى أنه لا اعتداد بقول الروافض إنها سنة الرجال فقط على ما في الدرر والكافي أو أنها ليست بسنة أصلا كما هو المشهور عنهم على ما في حاشية نوح، لأنهم أهل بدعة يتبعون أهواء هم لا يعولون على كتاب ولا سنة، وينكرون الأحاديث الصحيحة (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح)

التروايح سنة مؤكدة للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف من لدن تاريخ رسول صلى الله عليه وسلم إلى يومنا وهكذا روى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنها سنة لا ينبغي تركها وقال قوم من الروافض سنة للرجال دون النساء وقال قوم منهم أنه ليس بسنة أصلا (فتاویٰ قاضی خان، ج ۱ ، ص ۱٦٧ ، باب التراويح)

وهي سنة عين مؤكدة "على الرجال والنساء "ثبتت سنيتها بفعل النبي صلى الله عليه وسلم وقوله قال" :عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى "وقد واظب عليها عمر وعثمان وعلى رضى الله عنهم .وقال صلى الله عليه وسلم في حديث ":افترض الله عليكم صيامه وسننت لكم قيامه "وفيه رد لقول بعض الروافض هي سنة للرجال دون النساء وقول بعضهم سنة عمر لأن الصحيح أنها سنة النبي صلى الله عليه وسلم والجماعة سنة فيها أيضا لكن على الكفاية (مراقي الفلاح، ج ۱ ، ص ۱٥٧ ، فصل في التراويح)

(سنة مؤكدة) للرجال والنساء جميعا بإجماع الصحابة ومن بعدهم من الأئمة منكرها مبتدع ضال مردود الشهادة كما في المضمرات (مجمع الانهر، ج ۱ ، ص ۱۳٥ ، باب الوتر والنوافل، فصل التراويح)

وفي المجتبى لا خلاف أنها سنة في حق الرجال والنساء (دررالحكام شرح غرر الاحكام، ج ۱ ، ص ۱۱۹)

اتفق الفقهاء على سنية صلاة التراويح، وهي عند الحنفية والحنابلة وبعض المالكية سنة مؤكدة، وهي سنة للرجال والنساء (الموسوعة الفقهية، ج۲۷، ص ۱۳٦ ، الأجزاء ۲٤ تا ۳۸، الطبعة الأولى، مطابع دار الصفوة -مصر)

۲ (وينبغي أن يجتمع الناس في كل ليلة من شهر رمضان بعد العشاء ، فيصلى بهم إمامهم خمس ترويحات (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ، ص ٦٩ ، باب صلاة التراويح)

يصلى التراويح في أول ليلة من رمضان دون أول ليلة من شوال (ردالمحتار، ج۲، ص ٤٥۲، باب الاعتكاف)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۴...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جو شخص روزہ نہ رکھے وہ تراویح بھی نہ پڑھے یہ غلط ہے، روزہ اور تراویح دونوں رمضانُ المبارک کے الگ الگ حکم ہیں، روزہ فرض اور رمضان کے دن کا عمل ہے، اور تراویح سنت اور رمضان کی رات کا عمل ہے، لہٰذا ایک کی وجہ سے دوسرے کو چھوڑنے کا تصور صحیح نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۵...... راجح یہ ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر تراویح پڑھنا جائز ہے (کیونکہ تراویح میں قیام فرض نہیں) لیکن مستحب اور افضل یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے، کیونکہ سنت ونفل نماز کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے میں احادیث کی رو سے آدھا ثواب ملتا ہے۔

البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے پوری یا کچھ رکعتیں بیٹھ کر پڑھے، تو پھر ثواب میں کمی نہیں کی جاتی۔ [2]

---

[1] حدثنا النضر بن شيبان، قال - :قلت لأبى سلمة بن عبد الرحمن، حدثنى بشىء سمعته من أبيک، سمعه أبوک من رسول الله صلى الله عليه وسلم، ليس بين أبيک وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم أحد فى شهر رمضان قال :نعم -حدثنى أبى، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الله تبارک وتعالى فرض صيام رمضان عليكم وسننت لكم قيامه، فمن صامه وقامه إيمانا واحتسابا خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه (سنن نسائى، رقم الحديث ۲۲۱۰، كتاب الصيام، ثواب من قام رمضان وصامه إيمانا واحتسابا)

[2] ويجوز التراويح قاعدا من غير عذر لأنه تطوع إلا أنه لا يستحب؛ لأنه خلاف السنة المتوارثة (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۹۰، كتاب الصلاة، فصل فى سنن صلاة التراويح)

ذكر قاضى خان فى فتاويه من باب التراويح الأصح أن سنة الفجر لا يجوز أداؤها قاعدا من غير عذر والتراويح يجوز أداؤها قاعدا من غير عذر والفرق أن سنة الفجر مؤكدة لا خلاف فيها والتراويح فى التأكيد دونها انتهى وقد نقلناه فى سنة الفجر فى موضعها من رواية الحسن.

وهكذا صححه حسام الدين ثم قال الصحيح أنه لا يستحب فى التراويح لمخالفته للتوارث وعمل السلف وهذا كله فى الابتداء (البحرالرائق، ج۲، ص۶۸، باب الوتر والنوافل، قوله ويتنفل قاعدا مع قدرته على القيام ابتداء وبناء)

اتفقوا على أن أداء التراويح قاعدا لا يستحب بغير عذر واختلفوا فى الجواز قال بعضهم :يجوز وهو الصحيح إلا أن ثوابه يكون على النصف من صلاة القائم (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۱۱۸، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فى التراويح)

وأداؤها قاعد يجوز فى المختار ولو بلا عذر لكن لا يستحب بخلاف سنة الفجر فإنه لا يجوز قاعداً (الفتاوىٰ البزازية، ج ۱، ص ۱۵، الثالث التراويح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۶ ......جس طرح پوری تراویح کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ تراویح کی نماز کھڑے ہوکر شروع کرے، پھر اسی رکعت میں یا دوسری رکعت میں بیٹھ جائے۔

اوراسی طرح تراویح بیٹھ کر پڑھنی شروع کرے، پھر اسی رکعت میں یا دوسری رکعت میں کھڑا ہوجائے، تو یہ بھی جائز ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اتفقوا على أنه لا يستحب بغير عذر واختلفوا فى الجواز فقال بعضهم لا يجوز بغير عذر واستدلوا بما روى الحسن عن أبى حنيفة رحمه الله تعالى أنه لو صلى سنة الفجر قاعداً بغير عذر لا يجوز فكذا التراويح إذ كل واحد منهما سنة مؤكدة وقال بعضهم يجوز أداء التراويح قاعداً بغير عذر وفرقوا بين التراويح وبين سنة الفجر وهو الصحيح إلا أن ثوابه يكون على النصف من صلاة القائم ووجه الفرق أن سنة الفجر سنة مؤكدة لا خلاف فيها والتراويح فى التأكيد دونها فلا يجوز التسوية بينهما (فتاوىٰ قاضى خان، ج ۱، ص ۱۷۲، كتاب الصوم، فصل فى أداء التراويح قاعداً)

عن عمران بن حصين قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلاة الرجل قاعدا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلاة القائم أفضل وصلاة القاعد على النصف من صلاة القائم (ابنِ خزيمه، رقم الحديث ۱۲۳۶، باب تقصير أجر صلاة القاعد عن صلاة القائم فى التطوع)

أخبرنى أنس بن مالك قال: قدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة وهى محمة، فحم الناس، فدخل النبى صلى الله عليه وسلم المسجد، والناس قعود يصلون. فقال النبى صلى الله عليه وسلم": صلاة القاعد نصف صلاة القائم، فتجشم الناس الصلاة قياما (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۳۹۵، مسند أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه)

فى حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين.

عن المسيب بن رافع الكاهلى، قال: صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم إلا من عذر (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۴۶۷۲، باب صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم)

وذلك عندنا والله أعلم على المصلى تطوعا قاعدا وهو يطيق أن يصلى قائما، فيكون له بذلك نصف ما يكون له لو صلى قائما, وليس هو على صلاته قاعدا، وهو لا يطيق القيام، ذلك صلاته قاعدا فيما يكتب له من الثواب بها كصلاته إياها قائما; لأنه هاهنا قد قصد إلى القيام وقصر به عنه فاستحق من الثواب ما يستحقه لو صلاها قائما, فكان إذا كان يطيق القيام فصلى قاعدا قد ترك القيام اختيارا فلم يكتب له ثوابه, وكتب له ثواب المصلى قاعدا على صلاته كذلك (شرح مشكل الآثار للطحاوى، تحت رقم حديث ۱۶۹۴، باب بيان مشكل ما روى عن عمران بن حصين فى كيفية الصلاة الخ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر کوئی قرائت وتلاوت کے موقع پر بیٹھ کر تراویح پڑھتا رہے، اور جب رکوع کا موقع آئے، تو کھڑا ہو جائے، اور رکوع کرے، تو اس طرح کرنا بھی جائز اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۷...... مسافر کے لئے تراویح کی تاکید نہیں ہے، پھر بھی اگر کوئی ہمت کر کے پڑھ لے، تو افضل ہے۔

اور اگر پوری بیس تراویح نہ پڑھے، تو بسہولت رمضان کی رات میں قیامُ اللیل کی فضیلت کا حصہ پانے کے لئے کچھ رکعتیں پڑھ لینا بھی باعثِ فضیلت ہے۔ ۲؎

۱؎ وأما قوله وبناء بأن شرع فيه قائما ثم قعد من غير عذر فهو قول أبي حنيفة وهذا استحسان وعندهما لا يجزئه وهو قياس لأن الشروع معتبر بالنذر وله أنه لم يباشر القيام فيما بقي ولما باشر صحة بدونه بخلاف النذر لأنه التزمه نصا حتى لو لم ينص على القيام لا يلزمه القيام عند بعضهم كما لو نذر صلاة لأنه في النفل وصف زائد فلا يلزمه إلا بشرط وعند البعض يلزمه القيام لأن إيجاب العبد معتبر بإيجاب الله وأينما أوجبها الله تعالى أوجبها قائما والصحيح الأول كالتتابع في الصوم كذا في المحيط وغاية البيان ورجح الثاني في فتح القدير بحثا بأن الصلاة عبارة عن القيام والقراء ة إلى آخرها فهو الركن الأصلي غير أنه يجوز تركه إلى القعود رخصة في النفل فلا ينصرف المطلق إلا إليه قيدنا بكونه شرع قائما ثم قعد لأنه لو كان على عكسه فإنه يجوز اتفاقا وهو فعله -صلى الله عليه وسلم - كما روت عائشة أنه كان يفتتح التطوع قاعدا فيقرأ ورده حتى إذا بقي عشر آيات ونحوها قام إلى آخره.

وهكذا كان يفعل في الركعة الثانية وذكر في التجنيس أن الأفضل أن يقوم فيقرأ شيئا ثم يركع ليكون موافقا للسنة ولو لم يقرأ ولكنه استوى قائما ثم ركع جاز وإن لم يستو قائما وركع لا يجزئه لأنه لا يكون ركوعا قائما ولا ركوعا قاعدا انتهى وليس هو بناء القوي على الضعيف لأن القعود والقيام في النفل سواء والفرق لمحمد بين هذا وبين قوله ببطلان صلاة المريض إذا قدر على القيام في أثناء صلاته أن تحريمة المتطوع لم تنعقد للقعود ألبتة بل للقيام لأنه أصل هو قادر عليه ثم جاز له شرعا تركه بخلاف المريض لأنه لم يقدر على القيام فما انعقد إلا للمقدور وهو القعود (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل، قوله ويتنفل قاعدا مع قدرته على القيام ابتداء وبناء)

۲؎ واختلفوا في ترك السنن في السفر فقيل: الأفضل هو الترك ترخيصا وقيل الفعل تقربا وقال الهندواني: الفعل حال النزول والترك حال السير، وقيل يصلي سنة الفجر خاصة، وقيل سنة المغرب أيضا، وفي التجنيس والمختار أنه إن كان حال أمن وقرار يأتي بها؛ لأنها شرعت مكملات والمسافر إليه محتاج، وإن كان حال خوف لا يأتي بها؛ لأنه ترك بعذر اهـ. (البحر الرائق، ج۲، ص ۱۴۱، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نمازِ تراویح کی رکعات اور اُن سے متعلق احکام

مسئلہ نمبر۱...... نمازِ تراویح کی بیس رکعات سنت ہیں، اور بیس رکعات سے کم تراویح کے مسنون ہونے کا کوئی مستند ثبوت نہیں ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲...... بغیر کسی معقول عذر کے تراویح چھوڑ دینا یا بیس رکعات سے کم پڑھنا درست نہیں، کیونکہ بیس تراویح سنتِ مؤکدہ ہیں، جن کا درجہ واجب کے قریب ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر۳...... اگر کوئی تراویح کی نیت سے بیس رکعات سے کم پڑھے، تو اس کو تراویح کی سنت کا ثواب حاصل نہیں ہوگا، اور اس سے تراویح کی سنت ادا نہیں ہوگی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی السفر یری جمهور الفقهاء استحباب صلاة السنن الرواتب أيضا لكنها في الحضر آكد . واستدلوا بأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي النوافل على راحلته في السفر حيث توجهت به .وبحديث أبي قتادة أنهم كانوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فناموا عن صلاة الصبح حتى طلعت الشمس، فساروا حتى ارتفعت الشمس، ثم نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم فتوضأ، ثم أذن بلال بالصلاة فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين، ثم صلى الغداة فصنع كما كان يصنع كل يوم. وجوز بعض الحنفية للمسافر ترك السنن، والمختار عندهم أنه لا يأتي بها في حال الخوف، ويأتي بها في حال القرار والأمن .وعند الحنابلة يخير المسافر بين فعل الرواتب وتركها إلا في سنة الفجر والوتر فيحافظ عليهما سفرا وحضرا .وقالت طائفة :لا يصلي الرواتب في السفر، وهو مذهب ابن عمر ثبت عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۲۷۶)

(باب فضل من قام رمضان) أي قام لياليه مصليا والمراد من قيام الليل ما يحصل به مطلق القيام كما قدمناه في التهجد سواء وذكر النووي أن المراد بقيام رمضان صلاة التراويح يعني أنه يحصل بها المطلوب من القيام لا أن قيام رمضان لا يكون إلا بها وأغرب الكرماني فقال اتفقوا على أن المراد بقيام رمضان صلاة التراويح (فتح الباري، ج۴، ص۲۵۱، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان)

[۱] (وهي عشرون ركعة) حكمته مساواة المكمل للمكمل (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله وهي عشرون ركعة) هو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقا وغربا (ردالمحتار، ج۲، ص۴۵، باب الوتر والنوافل)

[۲] التراويح، وأنها سنة مؤكدة، وهي في معنى الواجب، ورواية الحسن لا تنفي الوجوب؛ لأن التخيير قد يجري بين الواجبات (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،فصل صلاة الكسوف والخسوف)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ رمضان کی رات میں نفلی عبادت کا ثواب حاصل ہوجائے گا۔

اگر کوئی مریض ہو، جس کو تراویح کی بیس رکعات کا پڑھنا دُشوار ہو، یا مسافر ہو، اور وہ اپنی حسبِ حالت بیس رکعات سے کم پڑھ لے، تو اُس کو قیامِ رمضان کی نفلی عبادت کا ثواب حاصل ہوگا، اور مرض وعذر یا سفر کی وجہ سے تراویح کی بیس رکعات پوری نہ پڑھنا قابلِ ملامت نہ ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... تراویح کی بیس رکعات کو دو دو رکعات کرکے پڑھنا چاہئے کہ دو دو رکعت کی نیت کی جائے، اور ہر دوسری رکعت پر سلام پھیرا جائے، اور پھر اگلی دو رکعتیں الگ سلام کے ساتھ پڑھی جائیں، اور اس طرح بیس رکعتیں مکمل کی جائیں۔ [2]

---

[1] فقيام رمضان بعشرين ركعة والوتر هو السنة المؤكدة يضلل تاركها ويلام من نقص عنها (اعلاء السنن ج ۷ ص ۸۴)

(باب فضل من قام رمضان) أى قام لياليه مصليا والمراد من قيام الليل ما يحصل به مطلق القيام كما قدمناه فى التهجد سواء وذكر النووى أن المراد بقيام رمضان صلاة التراويح يعنى أنه يحصل بها المطلوب من القيام لا أن قيام رمضان لا يكون إلا بها وأغرب الكرمانى فقال اتفقوا على أن المراد بقيام رمضان صلاة التراويح (فتح البارى، ج۴، ص ۲۵۱، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان)

ولما شاع فى الأمصار تحديده بعشرين ركعة غير الشفع والوتر وكان يتوهم عدم حصول ذلك الثواب بأقل منها دفعه بقوله :(وإن قمت فيه) أى فى رمضان (بما تيسر) من الصلاة ولو أقل من عشرين ركعة (فذلك) الذى تيسر لك (مرجو فضله) أى ثوابه لاشتمال كل ركعة على قيام وسجود وقراءة :والله يضاعف لمن يشاء) ورجاء الفضل من القيام القليل لا ينافى أن الكثير أكثر ثوابا (و) مرجو (تكفير الذنوب به) وإنما قال :مرجو فضله ولم يجزم بحصوله لما تقرر من أن الإثابة على الأعمال الصالحة غير مقطوع بها، إذ الإثابة عليها متوقفة على الإخلاص والقبول(الفواكه الدوانى على رسالة ابن أبى زيد القيروانى،لأحمد بن غانم شهاب الدين المالكى، ج ۱، ص۳۱۷، باب فى الصيام،حكم التراويح فى رمضان، الناشر: دارالفكر)

[2] ومنها أن يصلى كل ركعتين بتسليمة على حدة (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۸۹، كتاب الصلاة، فصل فى سنن صلاة التراويح)

وأراد بالعشرين أن تكون بعشر تسليمات كما هو المتوارث يسلم على رأس كل ركعتين (البحرالرائق، ج۲، ص ۷۲، كتاب الصلاة، صلاة التراويح)

قال -رحمه الله -(وسن فى رمضان عشرون ركعة بعشر تسليمات بعد العشاء قبل الوتر وبعده بجماعة (تبيين الحقائق، ج ۱، ص۱۷۸، باب الوتر والنوافل)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۵...... اگر ایک سلام سے تراویح کی چار رکعتیں پڑھی جائیں، اور دوسری رکعت پر قعدہ بھی کیا جائے، تو بھی جائز ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۶ ...... اگر کسی نے چار سے زیادہ مثلاً چھ یا آٹھ یا دس یا اس سے زیادہ رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھیں، اور ہر دوسری رکعت پر قعدہ بھی کیا، تو یہ تمام رکعتیں تراویح کے اعتبار سے معتبر ہوجائیں گی، لیکن جان بوجھ کر اور بلاعذر ایسا کرنا مناسب نہیں، بلکہ معروف ومتوارث طریقہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ ۲؎

مسئلہ نمبر۷...... تراویح کی نماز میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر وقفہ کرنا مستحب ہے، اور یہ وقفہ حسبِ ضرورت وراحت کم وبیش کیا جاسکتا ہے۔

اور اس وقفہ میں اختیار ہے کہ خواہ خاموش رہے، یا کوئی ذکر کرے، اور اگر کوئی یہ وقفہ نہ کرے

۱؎ ولو صلى ترويحة بتسليمة واحدة وقعد فى الثانية قدر التشهد، لا شك أنه يجوز على أصل أصحابنا أن صلوات كثيرة تتأدى بتحريمة واحدة بناء على أن التحريمة شرط وليست بركن عندنا خلافا للشافعي (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۸۹، كتاب الصلاة، فصل فى سنن صلاة التراويح)

۲؎ وفى المحيط لو صلى التراويح كلها بتسليمة واحدة وقد قعد على رأس كل ركعتين،فالأصح أنه يجوز عن الكل لأنه قد أكمل الصلاة ولم يخل بشىء من الأركان إلا أنه جمع المتفرق واستدام التحريمة فكان أولى بالجواز لأنه أشق وأتعب للبدن انتهى وظاهره أنه لا يكره وقد صرح بعدم الكراهة فى منية المصلى ولا يخفى ما فيه لمخالفته المتوارث مع تصريحهم بكراهة الزيادة على ثمان فى مطلق التطوع ليلا فلأن يكره هنا أولى فلهذا نقل العلامة الحلبى أن فى النصاب وخزانة الفتاوى الصحيح أنه لو تعمد ذلک يكره فلو لم يقعد إلا فى آخرها فقد علمت أن الصحيح أنه يجزئه عن تسليمة واحدة فيما لو صلى أربعا بتسليمة فكذلک هنا (البحرالرائق، ج ۲، ص ۷۲، كتاب الصلاة، صلاة التراويح)

(بعشر تسليمات) فلو فعلها بتسليمة؛ فإن قعد لكل شفع صحت بكراهة وإلا نابت عن شفع واحد به يفتى (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله وصحت بكراهة) أى صحت عن الكل .وتكره إن تعمد، وهذا هو الصحيح كما فى الحلية عن النصاب وخزانة الفتاوى، خلافا لما فى المنية من عدم الكراهة، فإنه لا يخفى ما فيه لمخالفته المتوارث مع تصريحهم بكراهة الزيادة على ثمان فى مطلق التطوع ليلا فهنا أولى بحر (ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۵، باب الوتر والنوافل)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تب بھی گناہ نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۸...... اگر تراویح کی دو یا چار یا چند رکعات کے بعد درمیان میں کسی وجہ سے غیر معمولی وقفہ ہو جائے، یا کوئی ضرورت پیش آ جائے، اور باقی ماندہ رکعتوں کو رات میں ہی طلوعِ فجر سے پہلے پہلے پڑھ لیا جائے، تب بھی کوئی گناہ نہیں، اور اس طرح کرنے سے پہلے پڑھی ہوئی رکعتیں ضائع نہیں جاتیں۔ [2]

تراویح کی رکعات وتعداد میں غلطی واشتباہ سے متعلق احکام

مسئلہ نمبر۱...... تراویح کی رکعات کی تعداد کو یاد رکھنے کی طرف توجہ اور دھیان کرنا نماز یا نماز کے خشوع کے خلاف نہیں، البتہ ساتھ ساتھ نماز کے دیگر ارکان واذکار کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے۔

اگر صرف توجہ سے کسی کو تراویح کی رکعات کی تعداد یاد رکھنا مشکل ہو تو بامرِ مجبوری انگلیاں وغیرہ کھول اور بند کر کے اشارہ سے تراویح کی رکعات کو شمار کرنا جائز ہے، اور اگر کوئی تسبیح کے

---

[1] کلما صلی ترویحة قعد بین الترویحتین قدر ترویحة یسبح، ویهلل ویکبر، ویصلی علی النبی -صلی الله علیه وسلم (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۹۰، کتاب الصلاة، فصل فی سنن صلاة التراویح)

(یجلس) ندبا (بین کل أربعة بقدرها وکذا بین الخامسة والوتر) ویخیرون بین تسبیح وقراء ة وسکوت وصلاة فرادی، نعم تکره صلاة رکعتین بعد کل رکعتین (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۶)

والانتظار بین کل ترویحتین مستحب فی روایة الحسن عن ابی حنیفة رحمهما الله (خلاصة الفتاویٰ، ج ۱، ص ۶۳)

[2] (قوله والمستحب الجلوس) قیل ینبغی أن یقول :والمستحب الانتظار بین الترویحتین لأنه استدل بعادة أهل الحرمین، وأهل المدینة کانوا یصلون بدل ذلک أربع رکعات فرادی، وأهل مکة یطوفون بینهما أسبوعا ویصلون رکعتی الطواف، إلا أنه روی البیهقی بإسناد صحیح أنهم کانوا یقومون علی عهد عمر، ونحن لا نمنع أحدا من التنفل ما شاء ، وإنما الکلام فی القدر المستحب بجماعة وأهل کل بلدة بالخیار یسبحون أو یهللون أو ینتظرون سکوتا أو یصلون أربعا فرادی، وإنما استحب الانتظار لأن التراویح مأخوذ من الراحة فیفعل ذلک تحقیقا لمعنی الاسم وکذا هو متوارث(فتح القدیر للکمال ابن الهمام، ج ۱، ص ۴۶۸، و ۴۶۹، فصل فی قیام شهر رمضان)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530
Idara Ghufran

دانے یا کنکری وغیرہ قریب رکھے، اور ہر دو یا چار رکعت کے بعد سلام پھیر کر ان کو ایک طرف کر دیا کرے، تا کہ تعداد یاد رہے، اور غلطی نہ ہو، یا اسی طرح کی کوئی اور شکل اختیار کرے، تب بھی جائز ہے۔[1]

مسئلہ نمبر۷...... اگر تراویح کی پہلی رکعت میں کوئی بھولے سے بیٹھ گیا تو اگر ایک رُکن کی مسنون مقدار (یعنی اعتدال کے ساتھ تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ یا سبحان ربی العظیم) کہنے کی مقدار سے کم بیٹھا پھر کھڑا ہوگیا، تو سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جلسۂ استراحت ثابت ہے، اور اگر مذکورہ مقدار کے برابر یا اس سے زیادہ دیر تک بیٹھا رہا پھر کھڑا ہوا تو سجدۂ سہو کی ضرورت ہوگی۔[2]

---

[1] ویکره عد الركعات فی التراویح لما فیه من إظهار الملالة (فتاویٰ قاضی خان، ج ۱، ص ۱۷۳، باب التراویح)

وفی القنية :لا يعد التسبيحات بالأصابع إن قدر أن يحفظ بالقلب وإلا يغمز الأصابع (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۲۸، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ التسبیح)

ولا يكره الغمز بالأنامل فی موضعها ولا الإحصاء بالقلب اتفاقا كعدد تسبيحه فی صلاة التسابيح وهی معلومة وباللسان مفسد اتفاقا ولا يكره خارج الصلاة فی الصحيح (مراقی الفلاح، ج ۱، ص ۱۳۲، باب ما يفسد الصلاة، فصل فی المكروهات)

[2] ہر شخص کے اذکار کے پڑھنے کی رفتار مختلف ہوتی ہے، اس لئے مسنون طریقہ پر اعتدال کے ساتھ تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ یا سبحان ربی العظیم کہنے کی مقدار کا اعتبار مبتلیٰ بہ یعنی نمازی کے اپنے ظن کے مطابق ہوگا، کہ اُس کے ظن کے مطابق اگر اتنی مقدار گزر گئی ہو، جس میں کم از کم تین مرتبہ رکوع یا سجدہ کی مسنون تسبیح اعتدال کے ساتھ پڑھی جاسکتی تھی، تو سجدۂ سہو کا حکم ہوگا، ورنہ نہیں۔

قوله" :وجب عليه سجود السهو "إذا شغله التفكر عن أداء واجب بقدر ركن أو شغله عن الوضوء بعد سبق الحدث لشكه أنه صلى ثلاثا أو أربعا يجب السهو وإلا فلا كذا فی الشرح ولم يبينوا قدر الركن وعلى قياس ما تقدم أن يعتبر الركن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبيحات (حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، ج ۱، ص ۴۷۴، باب سجود السهو)

والحاصل أنه اختلف فی التفكر الموجب للسهو، فقيل ما لزم منه تأخير الواجب أو الركن عن محله بأن قطع الاشتغال بالركن أو الواجب قدر أداء ركن وهو الأصح (ردالمحتار، ج ۲، ص ۹۴، باب سجود السهو)

وكذا القعدة فی آخر الركعة الأولى أو الثالثة فيجب تركها، ويلزم من فعلها أيضا تأخير القيام إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۳......ایک رکعت پر سلام پھیر کر یاد آیا کہ ایک رکعت ہوئی ہے تو جب تک نماز کے خلاف کوئی عمل نہیں کیا، مثلاً نہ تو قبلہ کی طرف سے سینہ پھیرا، نہ کسی سے بات چیت کی، نہ وضو توڑا وغیرہ، تو اگرچہ کچھ دیر ہی کیوں نہ گزر گئی ہو، تب بھی اس وقت تک کھڑے ہو کر ایک رکعت مزید ملا کر آخر میں سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔

اور اگر سلام پھیرنے کے بعد نماز کے خلاف کوئی عمل کر لیا، تو اس کی یہ رکعت ضائع چلی جائے گی۔

اگر باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں سلام پھیرنے کے بعد امام نے نماز کے خلاف کوئی عمل کر لیا، مثلاً بات چیت کر لی، یا قبلے کی طرف سے سینہ پھر گیا (خواہ مقتدیوں سے رکعتوں کی تعداد کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے ہی کیوں نہ ہو) تو پھر اس کی اور اس کے واسطے سے اس کے تمام مقتدیوں کی یہ نماز ضائع چلی جائے گی، اور اگر امام کی طرف سے ایسا کوئی عمل سرزد نہیں ہوا، تو جن مقتدیوں کی طرف سے سرزد ہوا، صرف اُن کی یہ نماز ضائع ہوگی۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثانية أو الرابعة عن محله، وهذا إذا كانت القعدة طويلة، أما الجلسة الخفيفة التى استحبها الشافعى فتركها غير واجب عندنا، بل هو الأفضل كما سيأتى وهكذا كل زيادة بين فرضين يكون فيها ترک واجب بسبب تلک الزيادة؛ ويلزم منها ترک واجب آخر وهو تأخير الفرض الثانى عن محله (ردالمحتار، ج ۱، ص ۴۶۹، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

ما يستكثره المصلِّى، قال الإمام السرخسى :هذا أقرب إلى مذهبِ أبى حنيفة -رضى الله عنه-، فإن دأبه التفويض إلى رأى المبتلى به (شرح الوقاية، ج۲، ص۳۶۳، بابُ ما يفسدُ الصلاة وما يكره فيه)

[1] لو سلم ساهيا للتحليل قبل أوانه لا يضره ويتم صلاته (حاشية الشرنبلالى على درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ۱ ص ۱۰۱، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها)

قوله: أتمها بفعل ما تركه "حاصل المسألة أنه إذا سلم ساهيا على الركعتين مثلا وهو فى مكانه ولم يصرف وجهه عن القبلة ولم يأت بمناف عاد إلى الصلاة من غير تحريمة وبنى على ما مضى وأتم ما عليه (حاشية الطحطاوى على مراقى، ج ۱، ص ۴۷۳، باب سجود السهو)

(ويسجد للسهو ولو مع سلامه) ناويا (للقطع) لأن نية تغيير المشروع لغو (ما لم يتحول عن القبلة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کوئی شخص تراویح کی دوسری رکعت میں بھولے سے کھڑا ہونے لگے، اور پھر خود یاد آنے یا امام ہونے کی صورت میں مقتدیوں کی طرف سے یاد دھیانی کرانے پر واپس آ جائے، تو اکثر مشائخِ احناف کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ نہ تو مکمل کھڑا ہوا تھا، اور نہ کھڑا ہونے کے قریب تھا، بلکہ بیٹھنے کے قریب تھا، جس کی پہچان یہ ہے کہ اس کا نچلا دھڑ ابھی مکمل سیدھا نہیں ہوا تھا، تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں، اور اگر وہ مکمل کھڑا ہو چکا تھا، یا کھڑے ہونے کے قریب ہو چکا تھا (جس کی پہچان یہ ہے کہ اس کا نچلے والا دھڑ سیدھا ہو چکا تھا) تو اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک اس کو سجدۂ سہو کا حکم ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أو يتكلم) لبطلان التحريمة (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله ويسجد للسهو ولو مع سلامه للقطع) أى قطع الصلاة، وعدم العود إليها بالسجود، قيد بالسهو لأنه لو سلم ذاكرا أن عليه سجدة تلاوة أو قراء ة التشهد الأخير سقطت عنه لأن سلامه عمد فيخرجه من الصلاة (ردالمحتار، ج۲، ۹۱، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

[1] فإن عاد "من سها عن القعود "وهو إلى القيام أقرب "بأن استوى النصف الأسفل مع انحناء الظهر وهو الأصح فى تفسيره "سجد للسهو "لترك الواجب "وإن كان إلى القعود أقرب" بانعدام استواء النصف الأسفل لا سجود "سهو عليه فى الأصح "وعليه الأكثر "(مراقى الفلاح شرح نورالايضاح ص ۱۸۰، باب سجود السهو)

قوله" :وهو إلى القيام أقرب الخ "ظاهره أنه إن لم يستو قائما يجب عليه العود ثم يفصل فى سجود السهو فإن كان إلى القيام أقرب سجد له وإن كان إلى القعود أقرب لا فحكم السجود متعلق بالقرب وعدمه وحكم العود متعلق بالاستواء وعدمه والذى فى كلام غيره انهما متعلقان بالاستواء وعدمه أو بالقرب من القيام وعدمه وعلى الأول إن عاد قبل أن يستوى قائما ولو كان إلى القيام أقرب لا سهو عليه لقوله إذا استتم أحدكم قائما فليصل وليسجد سجدتى السهو وإن لم يستتم قائما فليجلس ولا سهو عليه رواه الطحاوى وعليه فيكون هذا التفصيل الذى ذكره بعد إنما هو على ما اختاره صاحب الهداية والكنز أنه كان إلى القيام أقرب لا يعود وإلا عاد قوله" :مع انحناء الظهر "قيد به لأنه لو اعتدل فيه كان قائما فيمتنع العود بالأولى قوله" :بانعدام استواء النصف الأسفل "إنما كان إلى القعود أقرب لأنه لا يعده قائما فى هذه الحالة لا حقيقة ولا عرفا ولا شرعا لأنه لو قرأ وركع وسجد فى هذه الحالة من غير عذر لا يجوز لأنه ليس بقائم كما فى الحلبى قوله : "فى الأصح وعليه الأكثر "وفى الولواجية المختار وجوب السجود لأنه بقدر ما اشتغل بالقيام صار مؤخرا واجبا وجب وصله بما قبله من الركن فصار تاركا للواجب فيجب سجود السهو (حاشية الطحطاوى على المراقى ص ۴۶۶،۴۶۷، باب سجود السهو)

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کسی نے دو رکعت تراویح کی نیت باندھی لیکن دوسری رکعت پر تشہد پڑھنے کے بعد بھولے سے کھڑا ہوگیا اور تیسری اور چوتھی رکعت بھی ملالی تو صحیح یہ ہے کہ چاروں رکعتیں تراویح میں شمار ہوجائیں گی اور سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہوگی، کیونکہ تراویح ایک سلام سے چار رکعت پڑھنا ابتداءً بھی صحیح ہے، جیسا کہ پہلے گزرا "فکذا الحکم بقاءً" [1]

مسئلہ نمبر ۶ ...... اگر کسی نے دو رکعت تراویح کی نیت باندھی، پھر وہ تراویح کی دوسری رکعت پر قعدہ بھول گیا اور سیدھا کھڑا ہوگیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو واپس آ کر بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے۔ [2]

اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرلیا ہو تو چوتھی رکعت ملا کر سجدۂ سہو کے ساتھ چار رکعت نماز مکمل کرے۔

پھر اگر اُس نے مذکورہ صورت میں چار رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ دوسری رکعت پر بالکل

---

[1] ولو صلى ترويحة بتسليمة واحدة وقعد فى الثانية قدر التشهد، لا شك أنه يجوز على أصل أصحابنا أن صلوات كثيرة تتأدى بتحريمة واحدة بناء على أن التحريمة شرط وليست بركن عندنا خلافا للشافعى، لكن اختلف المشايخ أنه هل يجوز عن تسليمتين أو لا يجوز إلا عن تسليمة واحدة؟ قال بعضهم :لا يجوز إلا عن تسليمة واحدة؛ لأنه خالف السنة المتوارثة بترك التسليمة، والتحريمة، والثناء ، والتعوذ والتسمية فلا يجوز إلا عن تسليمة واحدة، وقال عامتهم :إنه يجوز عن تسليمتين وهو الصحيح.

وعلى هذا لو صلى التراويح كلها بتسليمة واحدة وقعد فى كل ركعتين . أن الصحيح أنه يجوز عن الكل؛ لأنه قد أتى بجميع أركان الصلاة وشرائطها؛ لأن تجديد التحريمة لكل ركعتين ليس بشرط عندنا هذا إذا قعد على رأس الركعتين قدر التشهد (بدائع الصنائع، ج ۱ ، ص ۲۸۹ ، كتاب الصلاة، فصل فى سنن صلاة التراويح)

وإن قعد على الثانية قدر التشهد اختلفوا فيه قال بعضهم لا يجوز إلا عن تسليمة واحدة وعلى قول العامة يجوز عن تسليمتين وهو الصحيح لأنه جمع المتفرق ولم يخل بشىء فيجوز كما لو أوجب على نفسه أن يصلى أربع ركعات بتسليمتين فصلى أربعاً بتسليمة واحدة وقعد فى الثانية فإنه يجوز فكذا هنا (فتاوىٰ قاضى خان، ج ۱ ، ص ۱۷۱)

[2] وعن أبى بكر الإسكاف رحمه الله تعالى أن سئل عن رجل قام إلى الثالثة فى التراويح ولم يقعد فى الثانية قال إن تذكر فى القيام ينبغى أن يعود ويقعد ويسلم ما لم يقيد الثالثة بالسجدة (فتاوىٰ قاضى خان، ج ۱ ، ص ۱۷۱ ، فصل فى السهو)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قعدہ نہ کیا تو اس میں حنفی مشائخ کا اختلاف ہے کہ آیا یہ چاروں رکعتیں تراویح کی شمار ہوں گی، یا ان میں سے دو رکعتیں تراویح کی شمار ہوں گی؟

بعض حضرات کے نزدیک صرف دو رکعتیں تراویح کی شمار ہوں گی، اور دو رکعتیں تراویح کی شمار نہیں ہوں گی، اس قول کو زیادہ صحیح قرار دیا گیا ہے۔ [۱]

جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اس صورت میں چاروں رکعتیں تراویح کی شمار ہو جائیں گی (کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص ظہر کی چار سنتوں میں دوسری رکعت پر قعدہ بھول جائے) [۲]

---

[۱] اور اس قول کے مطابق دلیل کے لحاظ سے راجح یہ ہے کہ اس صورت میں آخر کی دو رکعتیں تراویح کی شمار ہوں گی، کیونکہ پہلی دو رکعتوں کے ساتھ قعدہ شامل نہ ہونے کی وجہ سے وہ کامل نہیں ہوئیں، اور آخر کی دو رکعتیں قعدہ پائے جانے کی وجہ سے کامل ہوگئیں۔

فأما إذا لم يقعد فسدت صلاته عند محمد، وعند أبي حنيفة، وأبي يوسف يجوز، وأصل المسألة يصلي التطوع أربع ركعات إذا لم يقعد في الثانية قدر التشهد وقام وأتم صلاته أنه يجوز استحسانا عندهما، ولا يجوز عند محمد قياسا.

ثم إذا جاز عندهما فهل يجوز عن تسليمتين أو لا يجوز إلا عن تسليمة واحدة الأصح أنه لا يجوز إلا عن تسليمة واحدة؛ لأن السنة أن يكون الشفع الأول كاملا، وكماله بالقعدة ولم توجد والكامل لا يتأدى بالناقص (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۸۹، كتاب الصلاة، فصل في سنن صلاة التراويح)

فلو صلى الإمام أربعا بتسليمة ولم يقعد في الثانية فأظهر الروايتين عن أبي حنيفة وأبي يوسف عدم الفساد ثم اختلفوا هل تنوب عن تسليمة أو تسليمتين قال أبو الليث تنوب عن تسليمتين وقال أبو جعفر وابن الفضل تنوب عن واحدة وهو الصحيح كذا في الظهيرية والخانية وفي المجتبى وعليه الفتوى ولو قعد على رأس الركعتين فالصحيح أنه يجوز عن تسليمتين وهو قول العامة (البحر الرائق، ج ۲، ص ۷۲، كتاب الصلاة، صلاة التراويح)

(قوله ثم اختلفوا إلخ) قال الرملي أقول :على القولين يجب سجود السهو فتأمل اهـ.

قلت :هذا في السهو أما العمد فسيأتي أن انجباره بالسجود ضعيف (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲، ص ۷۲، كتاب الصلاة، صلاة التراويح)

[۲] إذا صلى الإمام أربع ركعات بتسليمة واحدة ولم يقعد في الثانية في القياس تفسد صلاته وهو قول محمد وزفر رحمهما الله تعالى ويلزمه قضاء هذه التسليمة وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى وفي الاستحسان وهو أظهر الروايتين عن أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى لا تفسد وإذا لم تفسد اختلفوا في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى أنها تنوب عن تسليمة أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور مذکورہ صورت میں جبکہ دوسری رکعت پر بھولے سے بالکل قعدہ نہ کیا ہو، تو سجدۂ سہو بھی کرنا ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبرے...... اگر کسی نے تراویح کی تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا، تو جب تک نماز کے خلاف کوئی عمل نہیں کیا، مثلاً کسی سے بات چیت نہیں کی، قبلے کی طرف سے رُخ نہیں پھیرا، تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تسليمتين قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى تنوب عن تسليمتين لأن الأربع لما جاز وجب أن ينوب عن تسليمتين كمن أوجب على نفسه أن يصلي أربع ركعات بتسليمتين فصلى أربعاً بتسليمة واحدة ذكر في الأمالي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يجوز فكذا هنا وكذا لو صلى الأربع قبل الظهر ولم يقعد على رأس الركعتين جاز استحساناً وقال الفقيه أبو جعفر والشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمهما الله تعالى في التراويح تنوب الأربع عن تسليمة واحدة وهو الصحيح لأن القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً كما هو وجه القياس وإنما جاز استحساناً فأخذنا بالقياس وقلنا بفساد الشفع الأول وأخذنا بالاستحسان في حق بقاء التحريمة وإذا بقيت التحريمة صح شروعه في الشفع الثاني وقد أتمها بالقعدة فجاز عن تسليمة واحدة (فتاویٰ قاضی خان، ج ۱، ص ۱۷۲، فصل في السهو)

اور کیونکہ اصح قول کے مطابق صرف آخری دو رکعتیں تراویح کی شمار ہوں گی، جس کی رو سے تکمیلِ قرآن کی سنت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے پہلی دو رکعتوں میں پڑھے ہوئے قرآن مجید کو محسوب نہیں کیا جائے گا، اور اس کا اعادہ کرنا ہوگا، لیکن ایک قول کے مطابق چاروں رکعتیں تراویح کی شمار ہوں گی، جس کی رو سے چاروں رکعتوں میں پڑھا ہوا قرآن مجید بھی تکمیلِ قرآن کی سنت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے محسوب کیا جائے گا، اور اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

پس عام حالات میں تو اصح قول کے مطابق عمل کرنا چاہئے، لیکن اگر اس پر عمل کرنے میں مشکلات کا سامنا ہو، تو مشکلات سے بچنے کی حد تک دوسرے قول پر عمل کر لینے کی بھی گنجائش ہے۔

چنانچہ اگر مثلاً پہلی دو رکعتوں میں پڑھے ہوئے قرآن مجید کی مقدار زیادہ ہے، جس کا اعادہ مشکل ہے، بالخصوص جبکہ باجماعت تراویح میں قرآن مجید پڑھا گیا ہو، تو ان چاروں رکعتوں میں پڑھے ہوئے قرآن مجید کو تکمیلِ قرآن کی سنت میں محسوب کر لینے کی گنجائش ہے، تاہم اگر دو رکعتوں کا اعادہ مشکل نہ ہو تو دو رکعتوں کا اعادہ کر لینا چاہئے۔

اور اگر کوئی کسی ضرورت ومصلحت کے تحت (مثلاً کسی جگہ کے عوام کی کم ہمتی کے باعث فتنہ فساد وانتشار سے بچنے کی خاطر) قرآن مجید اور رکعتوں کی تعداد دونوں کے اعتبار سے ان چاروں رکعتوں کو تراویح میں محسوب کرے تو بھی باعثِ ملامت نہیں، اور ایسی صورت میں اس کے خلاف فتویٰ جاری اور حکم صادر کر کے عوام کو فتنہ وانتشار میں ڈالنا مناسب نہیں، مفتی کو عوام کے حالات سے واقفیت ضروری ہے۔

[1] وانما تجب الاعادة اذا ترك واجبا عمداً جبرا لنقصانه (البحر الرائق، ج ۲، ۹۸، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اُسے دوبارہ کھڑے ہوکر چوتھی رکعت مکمل کرلینی چاہئے، اوراس صورت میں ان چاروں رکعتوں کے یا ان میں سے دورکعتوں کے تراویح میں شمار ہونے نہ ہونے کے بارے میں وہی تفصیل ہے جواس سے پہلے مسئلہ میں ذکر کی گئی۔

لیکن اگر کسی نے چوتھی رکعت شامل نہیں کی، بلکہ تین رکعت پر ہی اکتفاء کیا، تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کرلیا تھا، تو پہلی دورکعتیں شفع مکمل ہونے کی وجہ سے تراویح کی شمار ہوں گی، اور تیسری رکعت نامکمل ہونے کی وجہ سے ضائع چلی جائے گی۔

اوراگر دوسری رکعت پر بالکل قعدہ نہیں کیا تھا، تو صحیح قول کے مطابق یہ تینوں رکعتیں تراویح میں شمار نہیں کی جائیں گی، اوران کی جگہ تراویح کی دورکعتوں کو دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔ [۱]

---

[۱] اوراس صورت میں صحیح قول کے مطابق تکمیلِ قرآن کی سنت کو حاصل کرنے کے لئے تینوں رکعتوں میں پڑھے ہوئے قرآن مجید کے اعادہ کا بھی حکم ہوگا، اورایک قول کے مطابق یہ نماز ضائع نہ ہوگی، لان التطوع معتبر بالمکتوبۃ کما لو صلی المغرب ثلاث رکعات ولم یقعد فی الثانیۃ۔

ولو صلی التطوع ثلاث رکعات ولم یقعد علی رأس الرکعتین الأصح أنہ تفسد صلاتہ (الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۱، ص ۱۱۳، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع)

وإن صلی ثلاث رکعات بتسلیمۃ واحدۃ فھو علی وجھین أما إن قعد فی الثانیۃ أو لم یقعد فإن قعد جاز عن تسلیمۃ واحدۃ ویجب علیہ قضاء رکعتین لأنہ شرع فی الشفع بعد إکمال الأول فإذا أفسد الشفع الثانی بترک الرابعۃ کان علیہ قضاء رکعتین.

وإن لم یقعد فی الثانیۃ ساھیاً أو عامداً لا شک إن فی القیاس وھو قول محمد وزفر رحمھما اللہ تعالی وإحدی الروایتین عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی تفسد صلاتہ ویلزمہ قضاء رکعتین لا غیر وأما فی الاستحسان ھل تفسد صلاتہ فی قول أبی حنیفۃ وأبی یوسف رحمھما اللہ تعالی اختلفوا فیہ قال بعضھم تفسد ولا یجزیء عن شیء وقال بعضھم تجزیء عن تسلیمۃ واحدۃ وعلی ھذا الخلاف إذا تنفل بثلاث رکعات ولم یقعد فی الثانیۃ علی قول الفریق الأول لا یجزیہ.

وجہ قول الفریق الثانی إن التطوع معتبر بالمکتوبۃ ولو صلی المغرب ثلاث رکعات ولم یقعد فی الثانیۃ یجوز فکذا التطوع یجوز عن تسلیمۃ لأنہ لم یضم الرابعۃ إلی الثالثۃ وجہ من قال أنہ لا یجوز عن شیء وھو الصحیح أنہ ترک القعدۃ المشروعۃ وھی القعدۃ المشروعۃ وھی علی رأس الثانیۃ والقعدۃ علی رأس الثالثۃ غیر مشروعۃ فی التطوع فصار کأنہ لم یقعد أصلاً فلا یجوز (قاضی خان، ج ۱، ص ۱۷۱، فصل فی السھو)

ولو صلی ثلاث رکعات بتسلیمۃ واحدۃ ولم یقعد فی الثانیۃ قال بعضھم: لا یجزئہ أصلا بناء علی أن من تنفل بثلاث رکعات، ولم یقعد إلا فی آخرھا جاز عند بعضھم؛ لأنہ لو کان فرضا وھو المغرب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۸...... تراویح میں امام سے کسی رکعت وغیرہ میں بھول ہو جائے تو مقتدیوں کو ''سُبْحَانَ اللهِ'' وغیرہ الفاظ کے ساتھ امام کو آگاہ کرنا سنت ہے۔ ؎۱

اور اگر کوئی مقتدی الحمدللہ یا اللہ اکبر کے الفاظ کہہ کر امام کو آگاہ کرے، تب بھی نماز میں خرابی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جاز، فكذا النفل، ولا يجوز عند بعضهم؛ لأن القعدة على رأس الثالثة فى النوافل غير مشروعة بخلاف المغرب فصار كأنه لم يقعد فيها، ولو لم يقعد فيها لم تجز النافلة فكذا فى التراويح، ثم إن كان ساهيا فى الثالثة لا يلزمه قضاء شيء ؛ لأنه شرع فى صلاة مظنونة؛ ولأنه لا يوجب القضاء عند أصحابنا الثلاثة، وإن كان عمدا فعلى قول من قال بالجواز يلزمه ركعتان؛ لأن الركعة الثانية قد صحت لبقاء التحريمة، وإن لم يكملها يضم ركعة أخرى إليها فيلزمه القضاء ، وعلى قول من قال بعدم الجواز يلزمه ركعتان عند أبى يوسف، وعند أبى حنيفة لا يلزمه شيء ؛ لأن التحريمة قد فسدت بترك القعدة فى الركعة الثانية فشرع فى الثالثة بلا تحريمة، وأنه لا يوجب القضاء عند أبى حنيفة، وعلى هذا لو صلى عشر تسليمات كل تسليمة بثلاث ركعات بقعدة واحدة.

ولو صلى التراويح كلها بتسليمة واحدة ولم يقعد إلا فى آخرها قال بعضهم :يجزئه عن التراويح كلها، وقال بعضهم :لا يجزئه إلا عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح؛ لأنه أخل بكل شفع بترك القعدة (بدائع الصنائع، ج ۱ ، ص ۲۸۹ ، كتاب الصلاة، فصل فى سنن صلاة التراويح)

وأما إذا صلى ثلاثاً بتسليمة واحدة، إن قعد على رأس الثانية يجزئه عن تسليمة واحدة، وعليه قضاء ركعتين؛ لأنه شرع فى الشفع الثانى وصح الشروع فيه، وقد أفسده فيجب عليه قضاء الشفع الثانى.

وإن لم يقعد على رأس الثانية، ساهياً أو عامداً لا شك أن صلاته باطلة قياساً، وهو قول محمد وزفر وهو إحدى الروايتين عن أبى حنيفة رحمهم الله فى المشهور، وهو قول أبى يوسف رحمهما الله اختلف المشايخ، قال بعضهم :يجزيه عن تسليمة، وقال بعضهم :لا يجزيه أصلاً، وكذلك الاختلاف فى غير التراويح فى قول أبى حنيفة وأبى يوسف؛ لأن الثالثة قد صحت حيث حكم بصحة التحريمة إن قعد فى آخر الصلاة، ولم يكملها بضم أخرى إليها فيلزمه القضاء ، وعلى قول من يقول :لا يجزئه الثلاثة أصلاً لزمه قضاء الأوليين، وهل يلزمه؛ لأجل الثالثة شيء ؟ إن كان ساهياً لا شيء عليه، لأنه شرع فى مظنون .وإن كان عامداً لزمه ركعتان فى قول أبى يوسف لبقاء التحريمة، وفى قول أبى حنيفة رحمه الله :لا يلزمه شيء ؛ لأن التحريمة قد فسدت حين لم يقعد على رأس الثالثة، ولم يأتِ بالرابعة، فإذا قام إلى الثالثة، فقد قام إليها بتحريمة فاسدة، وذلك موجب القضاء عند أبى يوسف رحمه الله، وعند أبى حنيفة لا فى الصحيح من مذهبه (المحيط البرهانى، ج ۱ ، ص ۴۶۴، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر فى التراويح والوتر)

؎۱ عن أبى هريرة رضى الله عنه، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء (بخارى، رقم الحديث ۱۲۰۳ ، باب التصفيق للنساء)

ولو عرض للإمام شيء فسبح المأموم لا بأس به؛ لأن القصد به إصلاح الصلاة (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ، ص ۹۹، كتاب الصلاة، الباب السابع، الفصل الاول)

Idara Ghufran

لازم نہیں آتی۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۹...... اگر کوئی شخص تنہا یا دوسروں کی امامت کے طور پر تراویح میں قرآن مجید تلاوت کرے، اور اُس کا مقصد پورے قرآن مجید کو تراویح میں مکمل کرنا ہو تو ایسی حالت میں جن صورتوں میں جونسی رکعت تراویح کے حق میں معتبر نہیں ہوتی، اُن صورتوں میں اُس رکعت میں پڑھے ہوئے قرآن مجید کا تکمیلِ قرآن کی سنت کو حاصل کرنے کی غرض سے اعادہ کرنا چاہئے "وعند البعض لا اعادة عليه" ۲؎

مسئلہ نمبر ۱۰...... اگر باجماعت پڑھی جانے والی تراویح کی رکعت کی تعداد میں لوگوں کو شبہ واختلاف ہو، مثلاً بعض کہیں کہ تین ہوئیں اور بعض کہیں کہ دو ہوئیں، تو امام کی رائے جس طرف ہوگی، اس کو ترجیح حاصل ہوگی، اور اگر خود امام کو شک ہو، اور مقتدی آپس میں اختلاف کریں، تو اس صورت میں امام کے نزدیک جن لوگوں کی رائے زیادہ قابلِ اعتبار واطمینان ہو، اس کو ترجیح حاصل ہوگی۔ ۳؎

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا کہ تراویح کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہیں، یا درست

۱؎ عن سهل بن سعد رضى الله عنه، قال: خرج النبى صلى الله عليه وسلم يصلح بين بنى عمرو بن عوف بن الحارث، وحانت الصلاة، فجاء بلال أبا بكر رضى الله عنهما، فقال: حبس النبى صلى الله عليه وسلم، فتؤم الناس؟ قال: نعم، إن شئتم، فأقام بلال الصلاة، فتقدم أبو بكر رضى الله عنه، فصلى فجاء النبى صلى الله عليه وسلم يمشى فى الصفوف يشقها شقا، حتى قام فى الصف الأول، فأخذ الناس بالتصفيح -قال سهل: هل تدرون ما التصفيح؟ هو التصفيق- وكان أبو بكر رضى الله عنه، لا يلتفت فى صلاته، فلما أكثروا التفت، فإذا النبى صلى الله عليه وسلم فى الصف، فأشار إليه مكانك، فرفع أبو بكر يديه فحمد الله (بخارى، رقم الحديث ۱۲۰۱، باب ما يجوز من التسبيح والحمد فى الصلاة للرجال)

۲؎ وإذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لا يعتد بما قرأه فيه ويعيد القراءة ليحصل الختم فى الصلاة الجائزة، وقال بعضهم يعتد بها؛ لأن المقصود هو القراءة ولا فساد فيها(الجوهرة النيرة، ج ا ص ۹۸، باب قيام شهر رمضان، كذا فى الفتاوىٰ الهندية، ج ا، ص ۱۱۸، كتاب الصلاة، الباب التاسع)

۳؎ إذا سلم الإمام فى ترويحة فقال بعض القوم صلى ثلاث ركعات يأخذ الإمام بما كان عنده فى قول أبى يوسف رحمه الله تعالى ولا يدع علمه بقول الغير وإن لم يكن الإمام على يقين يأخذ بقول من كان صادقاً عنده وكذا لو وقع الاختلاف بين الإمام وبين جميع القوم إن كان الإمام على يقين يعمل بما كان عنده (فتاوىٰ قاضى خان، ج ا، ص ۱۷۰، فصل فى الشك فى التراويح)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نہیں ہوئیں، تو ان کو وتروں کے بعد پڑھنا چاہئے اور اس صورت میں وتروں کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۲...... اگر باجماعت تراویح اور وتر کی نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کی کچھ رکعتیں رہ گئیں یا درست نہیں ہوئیں، تو اُن کو وتروں کے بعد بعض حضرات کے نزدیک باجماعت پڑھ لینا جائز ہے، جبکہ بعض کے نزدیک بغیر جماعت کے تنہا پڑھنا چاہئے۔

اور اگر باجماعت پڑھی گئی تراویح کی دو یا زیادہ رکعتوں کے بارے میں اگلی رات میں معلوم ہوا کہ وہ درست نہیں ہوئی تھیں، تو اگلے دن جماعت کے ساتھ ان کی قضاء نہیں کی جائے گی۔ [2]

نمازِ تراویح کے وقت اور اداء وقضاء سے متعلق احکام

مسئلہ نمبر۱...... تراویح کی نماز کیونکہ رمضانُ المبارک کی راتوں کی سنت ہے، اس لئے تراویح کی نماز رمضان کی پہلی رات سے شروع ہوجاتی ہے اور رمضان کی آخری رات تک جاری رہتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

---

[1] وإذا فاتته ترويحة أو ترويحتان فلو اشتغل بها يفوته الوتر بالجماعة يشتغل بالوتر ثم يصلي ما فات من التراويح وبه كان يفتي الشيخ الإمام الأستاذ ظهير الدين (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص۱۱۷، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل في التراويح)

يصح تقديم الوتر على التراويح وتأخيره عنها "وهو أفضل (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج ۱، ص ۴۱۳، كتاب الصلاة، فصل فى صلاة التراويح)

[2] وإذا تذكروا أنه فسد عليهم شفع من الليلة الماضية فأرادوا القضاء بنية التراويح يكره ولو تذكروا تسليمة بعد أن صلوا الوتر قال محمد بن الفضل :لا يصلونها بجماعة وقال الصدر الشهيد يجوز أن يصلوها بجماعة، كذا فى السراج الوهاج (الفتاوىٰ الهنديةِ ج ۱، ص۱۱۷، كتاب الصلاة، الباب التاسع)

بندہ کو راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وتر پڑھنے کے بعد تراویح کی بعض رکعتوں کے درست نہ ہونے یا رہ جانے کا پتہ چلا، تو اگر بآسانی باجماعت ممکن ہو، مثلاً ابھی مقتدی موجود ہوں، تو باجماعت افضل ہے، کیونکہ رمضان کی رات میں تراویح باجماعت افضل ہے، اور وتروں کو تراویح سے مؤخر کرنا مسنون یا مستحب ہے، اور یہاں کچھ رکعتوں پر تقدیم عذر کی وجہ سے لازم آرہی ہے، جیسا کہ کسی شخص کی تراویح کی کچھ رکعتیں رہ جائیں، تو ان کو وتر پڑھ کر بعد میں پڑھ لینا درست ہے، اسی طرح یہاں بھی حکم ہونا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲...... تراویح کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے فرض پڑھ لینے کے بعد شروع ہوتا ہے، اور طلوعِ فجر تک باقی وجاری رہتا ہے۔

اسی لئے عشاء کا وقت داخل ہونے سے پہلے تراویح کی نماز پڑھنا جائز نہیں، اور اگر عشاء کا وقت داخل ہوگیا لیکن عشاء کی فرض نماز نہیں پڑھی تو بھی تراویح کی نماز پڑھنا درست نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... تراویح کی نماز کا عشاء کی نماز کے فوراً بعد پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ کچھ وقفہ کے بعد بلکہ رات کے کسی بھی حصہ میں پڑھ لینا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر۴...... جس مَرد یا عورت پر عشاء کے بعد نیند یا تھکن کا غلبہ ہو، تو اس کو چاہئے کہ کچھ دیر سو لے یا آرام کرلے اور پھر تراویح پڑھ لے، کیونکہ تراویح کی نماز کا وقت طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔ [3]

---

[1] ووقتها ما بين العشاء إلى طلوع الفجر هو الصحيح حتى لو صلاها قبل العشاء لا يجوز، وبعد الوتر يجوز لأنها تبع للعشاء دون الوتر (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۶۹، ۷۰، كتاب الصلاة، باب صلاة التراويح)

وأكثر العلماء على أنه بعد العشاء إلى الفجر قبل الوتر وبعده وهو الأصح (الفتاویٰ البزازية، ج ۱، ص ۱۴)

وأما وقتها فقد اختلف مشايخنا فيه قال بعضهم :وقتها ما بين العشاء والوتر، فلا تجوز قبل العشاء ولا بعد الوتر، وقال عامتهم :وقتها ما بعد العشاء إلى طلوع الفجر فلا تجوز قبل العشاء ؛ لأنها تبع للعشاء فلا تجوز قبلها كسنة العشاء، وذكر الناطفي في إمام صلى بقوم صلاة العشاء على غير وضوء ناسيا، ثم صلى بهم إمام آخر التراويح متوضئا، ثم علم أن الأول كان على غير وضوء ؟ أن عليهم أن يعيدوا العشاء والتراويح جميعا :أما العشاء فلا شك فيها.وأما التراويح؛ فلأنها تصلى إلى طلوع الفجر؛ لأن ذلك وقتها .وهل يكره تأخيرها إلى نصف الليل؟ قال بعضهم :يكره؛ لأنها تبع للعشاء، ويكره تأخير العشاء إلى نصف الليل فكذا تأخيرها، والصحيح أنه لا يكره؛ لأنها قيام الليل، وقيام الليل في آخر الليل أفضل (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۸۸، فصل في قدر صلاة التراويح)

[2] والمستحب تأخيرها إلى ثلث الليل أو نصفه . واختلف في أدائها بعد النصف، فقيل يكره لأنها تبع للعشاء كسنتها والصحيح لا يكره لأنها صلاة الليل والأفضل فيها آخره (فتح القدير للكمال ابن الهمام، ج ۱، ص ۴۶۸، و ۴۶۹، فصل في قيام شهر رمضان)

[3] حدثنا عبد الله بن يوسف، قال :أخبرنا مالك، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إذا نعس أحدكم وهو يصلي فليرقد، حتى يذهب عنه النوم، فإن أحدكم إذا صلى وهو ناعس، لا يدري لعله يستغفر فيسب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کوئی مَرد یا عورت عشاء کے بعد کسی مصروفیت کی وجہ سے تراویح یا اس کی کچھ رکعتیں نہ پڑھ سکے تو اُسے چاہیے کہ فراغت کے بعد رات کے کسی حصہ میں طلوعِ فجر سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۶...... اگر کوئی رات کے وقت تراویح کی نماز نہ پڑھ سکے، اور پوری رات ختم ہوجائے، یہاں تک کہ طلوعِ فجر ہوجائے، تو اب تراویح کا وقت ختم ہو چکا، اور اب اس کی قضاء بھی ضروری نہیں ہے، پھر جس نے بلاعذر ایسا کیا، تو اُسے استغفار کرنا چاہئے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نفسه (بخاری، رقم الحديث ۲۱۲، باب الوضوء من النوم، ومن لم ير من النعسة والنعستين، أو الخفقة وضوءا)

وكذا إذا غلبه النوم يكره له أن يصلي مع النوم بل ينصرف حتى يستيقظ لأن في الصلاة من النوم تهاوناً وغفلة وترك التدبر (فتاوىٰ قاضی خان، ج ۱، ص ۱۷۳، باب التراويح)

[1] والمستحب تأخيرها إلى ثلث الليل أو نصفه. واختلف في أدائها بعد النصف، فقيل يكره لأنها تبع للعشاء كسنتها والصحيح لا يكره لأنها صلاة الليل والأفضل فيها آخره (فتح القدير للكمال ابن الهمام، ج ۱، ص ۴۶۸، و ۴۶۹، فصل في قيام شهر رمضان)

[2] إذا فاتت التراويح لا تقضى بجماعة ولا بغيرها وهو الصحيح، هكذا في فتاوى قاضي خان (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۱۱۷، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل في التراويح)

وأما بيان أدائها إذا فاتت عن وقتها هل تقضى أم لا؟ فقد قيل :إنها تقضى والصحيح أنها لا تقضى؛ لأنها ليست بآكد من سنة المغرب والعشاء، وتلك لا تقضى فكذلك هذه (بدائع الصنائع، ج ۱، ۲۹۰، فصل صلاة التراويح إذا فاتت عن وقتها هل تقضى أم لا)

فقہاء نے صحیح اس کو قرار دیا ہے کہ طلوعِ فجر کے بعد اس دن کی تراویح کا وقت ختم ہوجاتا ہے، اور بعد میں اس کی قضاء نہیں ہے، البتہ ایک قول کے مطابق اگلے دن عشاء کی نماز سے پہلے اور ایک اور قول کے مطابق جب تک رمضان کا مہینہ باقی ہو، چھوٹی ہوئی تراویح کی قضاء کا وقت باقی ہوتا ہے، جس کو بغیر جماعت کے قضاء کرنا چاہئے۔

اگر کوئی بخوشی ورغبت دوسرے یا تیسرے قول پر عمل کرے، اور چھوٹی ہوئی تراویح کو اگلے دن عشاء کی نماز سے پہلے پہلے یا رمضان میں کسی بھی دن یا رات میں بغیر جماعت کے پڑھ لے، تو اس میں کوئی گناہ نہیں، بلکہ اصلاحِ نفس وتنبیہِ نفس کے لئے مفید ہے۔

إذا فاتت التراويح لا تقضى بجماعة وهل تقضى بغير جماعة قال بعضهم تقضى في الغد ما لم يدخل وقت تراويح أخرى وقال بعضهم تقضى ما لم يمض شهر رمضان وقال بعضهم لا تقضى وهو الصحيح وذلك لأنها دون سنة المغرب والعشاء وتلك لا تقضى إذا فاتت بغير فريضة فكذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اگر رات کے وقت میں تراویح نیند وغیرہ کی وجہ سے فوت ہوجائے اور صبح ہوجائے، پھر وہ اس کے ثواب کو حاصل کرنا چاہے تو بعض احادیث کی رُو سے اگلے دن ظہر سے پہلے پڑھ لینے کی صورت میں اُمید ہے کہ اس کو تراویح کا ثواب حاصل ہوجائے گا۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التراويح ولهذا لا تقضى بجماعة ولو جاز قضاؤها بعد الوقت لتقضى كما فاتت فإن قضاها وحده كان نفلاً مستحباً ولا يكون تراويح كسنة المغرب والعشاء وإن تذكر فى الليل أنه فسد عليهم شفع من الليلة الماضية فأراد القضاء بنية التراويح يكره لأنه زيادة على التراويح بنية التراويح بخلاف التطوع بين التراويح فإنه لا يكره لأنه لا يصلى بنية التراويح وأما سائر السنن إذا تركها بعذر فهو معذور إن تركها بغير عذر استخفافاً وتهاوناً يكون مسيئاً (فتاویٰ قاضی خان، ج ا، ص ۱۲۹، فصل فى وقت التراويح)

[۱] کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ جس کی رات کا کوئی وظیفہ (ذکر، تلاوت یا نماز) نیند وغیرہ کی وجہ سے فوت ہوگیا، تو وہ اگر اگلے دن ظہر سے پہلے اُس کو کرلے، تو ایسا ثواب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ رات کے وقت میں ہی اُس نے وہ عمل کیا ہو۔

عن عبد الرحمن بن عبد القارى، قال: سمعت عمر بن الخطاب، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من نام عن حزبه، أو عن شىء منه، فقرأه فيما بين صلاة الفجر، وصلاة الظهر، كتب له كأنما قرأه من الليل (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۷۷۹، باب جامع صلاة الليل، ومن نام عنه أو مرض؛ ترمذى، رقم الحديث ۵۸۱، باب ما ذكر فيمن فاته حزبه من الليل فقضاه بالنهار)

عن عبد الرحمن الأعرج أن عمر بن الخطاب قال: من فاته من حزبه شىء من الليل فقرأه من حين تزول الشمس إلى صلاة الظهر فكأنه لم يفته شىء (موطا محمد، رقم الحديث ۱۶۹)

(وعن عمر رضى الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من نام عن حزبه ") ، أى: عن ورده يعنى عن تمامه ("أو عن شىء منه ") ، أى :من حزبه يعنى عن بعض ورده من القرآن، أو الأدعية والأذكار، وفى معناه الصلاة("فقرأ فيما بين صلاة الفجر وصلاة الظهر، كتب له ") : جواب الشرط، وقوله("كأنما قرأه ") : صفة مصدر محذوف، أى :أثبت أجره فى صحيفة عمله إثباتا مثل إثباته حين قرأه ("من الليل ") : قال بعض علمائنا ;لأن ما قبل الظهر كأنه من جملة الليل، ولذا يجوز الصوم بنية قبل الزوال .اهـ .وفيه أن تقييد نية الصوم بما قبل الزوال ليس لكونه من جملة الليل، بل لتقع النية فى أكثر أجزاء النهار، والمراد بما قبل الزوال هو الضحوة الكبرى، فالوجه أن يقال فى الحديث إشارة إلى قوله تعالى :(وهو الذى جعل الليل والنهار خلفة لمن أراد أن يذكر أو أراد شكورا)قال القاضى، أى ذوى خلفة يخلف كل منهما الآخر يقوم مقامه فيما ينبغى أن يعمل فيه من فاته ورده فى أحدهما تداركه فى الآخر .اهـ .وهو منقول عن كثير من السلف، كابن عباس، وقتادة، والحسن، وسلمان، كما ذكره السيوطى فى الدر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۷...... تراویح، عشاء کی نماز اور سنتیں پڑھ لینے کے بعد وتروں سے پہلے پڑھنا افضل ہے، اور وتروں کے بعد پڑھنا بھی جائز ہے۔ ۱

اور اگر تراویح کی کچھ رکعتیں وتروں سے پہلے اور کچھ رکعتیں وتروں کے بعد پڑھی جائیں تب بھی تراویح اور وتر کی نماز درست ہوجاتی ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر ۸...... اگر عشاء کے فرض، تراویح اور وتر وغیرہ سب پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ عشاء کے فرض ادا نہیں ہوئے تھے (مثلاً معلوم ہوا کہ عشاء کے فرض میں وضو نہیں تھا، یا اور کوئی ایسی غلطی ہوگئی تھی جس کی وجہ سے عشاء کی نماز درست نہیں ہوئی) تو عشاء کے فرض لوٹانے کے ساتھ تراویح بھی لوٹائی جائیں گی (خواہ تراویح کی کچھ رکعتیں پڑھی گئی تھیں یا پوری پڑھ لی گئی تھیں)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرج عن الحسن أنه قال :من عجز بالليل كان له فى أول النهار مستعتب، ومن عجز بالنهار كان له فى أول الليل مستعتب .اهـ .فتخصيصه بما قبل الزوال مع شمول الآية النهار بالكمال إشارة إلى المبادرة بقضاء الفوت قبل إتيان الموت، فإن فى التأخير آفات خصوصا فى حق الطاعات والعبادات، أو لأن وقت القضاء أولى أن يصرف إلى القضاء ، أو لأن ما قارب الشيء يعطى حكمه، ولا منع من الجمع لاجتماع الحكم، فإن قائله أعطى جوامع الكلم (مرقاة، كتاب الصلاة، باب القصد فى العمل)

اور تراویح رات کا وظیفہ ہے، لہٰذا مذکورہ حدیث کے پیشِ نظر اگر کسی کی رات میں تراویح کی نماز نیند وغیرہ کی وجہ سے رہ گئی، تو اُس کو اگلے دن میں ظہر سے پہلے پڑھ لینے سے اُمید ہے کہ اُس کو رات کی تراویح کا ثواب حاصل ہوجائے گا۔

۱ اسی وجہ سے اگر مثلاً انتیس شعبان کے دن کا سورج غروب ہونے کے بعد اُس کو تیسویں شعبان کی رات سمجھ کر وتر پڑھ لیے اور بعد میں رمضان کے چاند کا اعلان ہوا، جس سے ظاہر ہوا کہ یہ رات یکم رمضان کی ہے نہ کہ تیس شعبان کی، تو طلوعِ فجر سے پہلے پہلے تراویح پڑھنا ممکن ہو تو تراویح پڑھنی چاہیے۔

۲ (التراويح سنة) مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين (للرجال والنساء) إجماعا (ووقتها بعد صلاة العشاء) إلى الفجر (قبل الوتر وبعده) فى الأصح، فلو فاته بعضها وقام الإمام إلى الوتر أوتر معه ثم صلى ما فاته (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله بعد صلاة العشاء) قدر لفظ صلاة إشارة إلى أن المراد بالعشاء الصلاة لا وقتها وإلى ما فى النهر من أن المراد ما بعد الخروج منها حتى لو بنى التراويح عليها لا يصح، وهو الأصح؛ وكذا بناؤها على سنتها كما فى الخلاصة .قال :فكلهم ألحقوا السنة بالفرض (ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۴، باب الوتر والنوافل)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر لوٹانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ۱؎

نمازِ تراویح کی نیت سے متعلق احکام

مسئلہ نمبر۱...... تراویح کی نماز کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے، اور جس طرح تراویح کی نیت سے تراویح کی نماز درست ہوجاتی ہے، اسی طرح قیامِ رمضان یا رات کی سنت یا وقت کی سنت کی نیت کرلینے سے بھی تراویح کی نماز درست ہوجاتی ہے۔ ۲؎

مسئلہ نمبر۲...... تراویح بلکہ ہر نماز کی نیت دل میں کرلینا کافی ہے، اور نیت دراصل دل ہی کے عزم وقصد کا نام ہے۔ ۳؎

۱؎ والصحيح أن وقتها ما بعد العشاء إلى طلوع الفجر قبل الوتر وبعده حتى لو تبين أن العشاء صلاها بلا طهارة دون التراويح والوتر أعاد التراويح مع العشاء دون الوتر؛ لأنها تبع للعشاء هذا عند أبي حنيفة -رحمه الله تعالى- فإن الوتر غير تابع للعشاء في الوقت عنده، والتقديم إنما وجب لأجل الترتيب وذلك يسقط بعذر النسيان فيصح إذا أدى قبل العشاء بالنسيان بخلاف التراويح فإن وقتها بعد أداء العشاء فلا يعتد بما أدى قبل العشاء وعندهما الوتر سنة العشاء كالتراويح فابتداء وقته بعد أداء العشاء فتجب الإعادة إذا أدى قبل العشاء وإن كان بالنسيان عندهما كالتراويح وبالجملة إعادة الوتر مختلف فيها، وأما إعادة التراويح وسائر سنن العشاء فمتفق عليها إذا كان الوقت باقيا هكذا في التبيين (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۱۱۵، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل في التراويح)

۲؎ ومنها نية التراويح أو نية قيام رمضان، أو نية سنة الوقت. ولو نوى الصلاة مطلقا، أو نوى التطوع، قال بعض المشايخ: لا يجوز؛ لأنها سنة والسنة لا تتأدى بنية مطلق الصلاة، أو نية التطوع واستدلوا بما روى الحسن عن أبي حنيفة أن ركعتي الفجر لا تتأدى إلا بنية السنة، وقال عامة مشايخنا: إن التراويح وسائر السنن تتأدى بمطلق النية؛ ولأنها وإن كانت سنة لا تخرج عن كونها نافلة، والنوافل تتأدى بمطلق النية إلا أن الاحتياط أن ينوي التراويح، أو سنة الوقت، أو قيام رمضان احترازا عن موضع الخلاف (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۸۸، فصل في سنن صلاة التراويح)

وينوي التراويح أو سنة الليل أو قيام رمضان (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۶۹، ۷۰، كتاب الصلاة، باب صلاة التراويح)

۳؎ (قوله: بالنية) بالتشديد وقد تخفف قهستاني. وهي لغة عزم القلب على الشيء. واصطلاحا كما في التلويح قصد الطاعة والتقرب إلى الله تعالى في إيجاد الفعل، ودخل فيه المنهيات، فإن المكلف به الفعل الذي هو كف النفس، العزم والقصد والنية اسم للإرادة الحادثة، لكن العزم المتقدم على الفعل والقصد المقترن به والنية المقترن به مع دخوله تحت العلم بالمنوي، وتمامه في البحر (ردالمحتار، ج ۱، ص ۱۰۵، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوردل میں نیت اس طرح کی جائے کہ مثلاً یااللہ آپ کی رضاء کے لئے تراویح پڑھتا ہوں یا اس وقت کی سنت ادا کرتا ہوں، یا رمضان کی رات کے قیام کی نماز ادا کرتا ہوں۔

اور اگر کسی امام کی اقتداء میں تراویح پڑھ رہا ہو، تو یہ نیت کر لینا بھی کافی ہے کہ میں امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہوں، یا امام جو نماز پڑھ رہا ہے میں بھی وہی نماز ادا کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ، تراویح کی نماز کے لئے اس طرح کی جو بھی نیت دل میں کی جائے، صحیح ہے۔ [1]

---

[1] بعض حضرات کے نزدیک تراویح بغیر کسی تعیین کے عام نماز کی نیت کے ساتھ اور بنیتِ تطوع بھی جائز ہے، کیونکہ فرض سے نیچے ہونے کی وجہ سے تراویح تطوع میں داخل ہے، جس کا بعض احادیث میں اطلاق بھی کیا گیا ہے، اور سنت کے معنیٰ ایسے نفل وتطوع کا ہونا ہے، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض کے بعد (حقیقی یا حکمی) مواظبت فرمائی ہو، لہٰذا تطوع کی نیت کرنے سے اس کی یہ نیت فوت نہیں ہوتی، مگر احتیاط اسی طرح نیت کرنے میں ہے، جو اوپر ذکر کی گئی، احترازاً عن موضع الخلاف۔

ومنها نية التراويح أو نية قيام رمضان، أو نية سنة الوقت .ولو نوى الصلاة مطلقا، أو نوى التطوع، قال بعض المشايخ :لا يجوز؛ لأنها سنة والسنة لا تتأدى بنية مطلق الصلاة، أو نية التطوع واستدلوا بما روى الحسن عن أبي حنيفة أن ركعتي الفجر لا تتأدى إلا بنية السنة، وقال عامة مشايخنا :إن التراويح وسائر السنن تتأدى بمطلق النية؛ ولأنها وإن كانت سنة لا تخرج عن كونها نافلة، والنوافل تتأدى بمطلق النية إلا أن الاحتياط أن ينوي التراويح، أو سنة الوقت، أو قيام رمضان احترازا عن موضع الخلاف (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۸۸، كتاب الصلاة، فصل في سنن صلاة التراويح)

إن نوى التراويح أو سنة الوقت أو قيام الليل في رمضان جاز (فتاویٰ قاضي خان، ج ۱، ص ۱۶۹، كتاب الصوم، فصل في نية التراويح)

وإذا أراد المقتدي تيسير الأمر على نفسه ينبغي أن ينوي صلاة الإمام والاقتداء به أو ينوي أن يصلي مع الإمام ما يصلي الإمام. كذا في المحيط (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۶۷، كتاب الصلاة، الباب الثالث، الفصل الرابع)

إذا نوى التراويح أو سنة الليل (أو) الوقت، أو قيام الليل في النيتين يجوز وصار كما إذا نوى الظهر أو فرض الوقت، فإنه يجوز وإن نوى صلاة مطلقة، أو نوى تطوعاً فحسب، اختلف المشايخ فيه، ذكر بعض المتقدمين أنه لا يجوز؛ لأنها سنّة والسنّة لا تتأدى بنية التطوع أو بنية الصلاة المطلقة روى الحسن عن أبي حنيفة رحمة الله عليهما ذلك في ركعتي الفجر، أو يقول :هذه الصلاة مخصوصة كالمكتوبات، فلا تتأدى بمطلق النية ولا بنية التطوع كالمكتوبات، وأكثر المتأخرين على أن التراويح وسائر السنن تتأدى بمطلق النية، لأنها نافلة لكن واظب عليها رسول الله صلى الله عليه وسلّم والنوافل تتأدى بمطلق النية، والاحتياط في التراويح أن ينوي التراويح، أو بنية الوقت أو قيام الليل، وفي سائر السنن الاحتياط أن ينوي الصلاة متابعاً لرسول الله عليه السلام (المحيط البرهاني، ج ۱، ص ۴۵۹، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر، نوع آخر في نية التراويح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۳...... اگر دل میں نیت کے ساتھ کوئی شخص زبان سے بھی دل میں موجود نیت کو الفاظ میں ادا کرے، تاکہ دل کی نیت میں پختگی اور تازگی پیدا ہو جائے، اور دل وزبان میں یکسانیت پیدا ہو جائے تو بھی جائز بلکہ بعض حضرات کے نزدیک بہتر ہے، بشرطیکہ نیت دل کے عزم وقصد ہی کو سمجھے اور زبان سے الفاظ ادا کرنے کو ضروری اور مقصود نہ سمجھے۔

اور جو لوگ ہر حال میں زبان سے الفاظ ادا کرنے کو غلط یا بدعت کہتے ہیں، یا زبان کے الفاظ کو اصل نیت یا مقصود سمجھتے ہیں، یہ غلط فہمی یا کم علمی پر مبنی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله :ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة والتراويح) ، أما في النفل فمتفق عليه؛ لأن مطلق اسم الصلاة ينصرف إلى النفل؛ لأنه الأدنى فهو متيقن والزيادة مشكوك فيها ولا فرق بين أن ينوي الصلاة أو الصلاة لله؛ لأن المصلي لا يصلي لغير الله، وأما في السنة والتراويح فظاهر الرواية ما في الكتاب كما في الذخيرة والتجنيس وجعله في الهداية هو الصحيح وفي المحيط أنه قول عامة المشايخ وفي منية المفتي وخزانة الفتاوى أنه المختار ورجحه في فتح القدير ونسبه إلى المحققين بأن معنى السنة كون النافلة مواظبا عليها من النبي -صلى الله عليه وسلم -بعد الفريضة المعينة أو قبلها فإذا أوقع المصلي النافلة في ذلك المحل صدق عليه أنه فعل الفعل المسمى سنة فالحاصل أن وصف السنة يحصل بنفس الفعل الذي فعله -صلى الله عليه وسلم -وهو إنما كان يفعل على ما سمعت فإنه لم يكن ينوي السنة بل الصلاة لله تعالى فعلم أن وصف السنة ثبت بعد فعله على ذلك الوجه تسمية منا بفعله المخصوص لا أنه وصف يتوقف حصوله على نيته وذكر قاضي خان في فتاويه في فصل التراويح اختلاف المشايخ في السنن والتراويح والصحيح أنها لا تتأدى بنية الصلاة وبنية التطوع؛ لأنها صلاة مخصوصة فتجب مراعاة الصفة للخروج عن العهدة وذلك بأن ينوي السنة أو متابعة النبي -صلى الله عليه وسلم -وهل يحتاج لكل شفع من التراويح أن ينوي ويعين قال بعضهم يحتاج؛ لأن كل شفع صلاة والأصح أنه لا يحتاج؛ لأن الكل بمنزلة صلاة واحدة .اهـ. فقد اختلف التصحيح فلذا قال في منية المصلي والاحتياط في التراويح أن ينوي التراويح أو سنة الوقت أو قيام الليل وفي السنة ينوي السنة .اهـ. (البحر الرائق، ج ١، ص ٢٩٣، ٢٩٤، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

[1] (قوله :تكفيه النية بلسانه) إطلاق النية على اللفظ مجاز .اهـ .ح :أي لأن النية عمل القلب لا اللسان، وإنما الذكر باللسان كلام، ومن ثم حكى الإجماع على كونها بالقلب (ردالمحتار، ج ١، ص ٨٠، كتاب الطهارة)

قال :(وينوي الصلاة التي يدخل فيها نية متصلة بالتحريمة، وهي أن يعلم بقلبه أي صلاة هي، ولا معتبر باللسان) لأن النية عمل القلب .قال محمد بن الحسن :النية بالقلب فرض، وذكرها باللسان سنة، والجمع بينهما أفضل ;والأحوط أن ينوي مقارنا للشروع :أي مخالطا للتكبير كما قاله الطحاوي (الاختيار لتعليل المختار، ج ١، ص ٤٧، و٤٨)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۴...... اگر دو دو رکعت کر کے مسلسل تراویح کی نماز پڑھی جائے تو ابتداء میں ایک ہی مرتبہ بیس تراویح کی نیت کرنا بھی کافی اور معتبر ہو جاتا ہے۔ ۱

تراویح میں قرائت واذکار اور تکمیلِ قرآن سے متعلق احکام

مسئلہ نمبر۱...... حنفیہ کے نزدیک تراویح کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت ملانا (یا چند آیات پڑھنا) واجب ہے۔

لہٰذا اگر تراویح کی کسی رکعت میں بھولے سے سورہ فاتحہ پڑھنا یا سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت یا آیات ملانا رہ جائے، تو سجدہ سہو واجب ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر۲...... جو کوئی بغیر جماعت کے تنہا تراویح کی نماز پڑھ رہا ہو، اُس کو تراویح کی نماز میں آہستہ یا بلند آواز سے جس طرح چاہے قرائت کرنا جائز ہے، البتہ بُلند آواز سے قرائت کرنا افضل ہے، بشرطیکہ آواز میں اعتدال رکھے، بے جا غلو نہ کرے، اور اس کی آواز سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور کسی کی نماز وعبادت میں خلل واقع نہ ہو۔ ۳

---

۱ وهل يحتاج لكل شفع من التراويح أن ينوى التراويح الأصح أنه لا يحتاج؛ لأن الكل بمنزلة صلاة واحدة، هكذا في فتاوى قاضي خان فإذا صلى التراويح مع الإمام ولم يجدد لكل شفع نية جاز، كذا في السراجية (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص۱۱۷، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل في التراويح)

۲ (والقراءة واجبة في جميع ركعات النفل) لأن كل شفع صلاة، فإنه لا يجب بالتحريمة سوى شفع واحد (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص۶۸، كتاب الصلاة)

وتجب قراءة الفاتحة وضم السورة أو ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة في الأوليين بعد الفاتحة كذا في النهر الفائق وفي جميع ركعات النفل والوتر. هكذا في البحر الرائق (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۷۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفصل الثاني)

۳ وأما في التطوعات فإن كان في النهار يخافت، وإن كان في الليل فهو بالخيار إن شاء خافت وإن شاء جهر، والجهر أفضل؛ لأن النوافل أتباع الفرائض، والحكم في الفرائض كذلك، حتى لو كان بجماعة كما في التراويح يجب الجهر ولا يتخير في الفرائض، وقد روي عن النبي -صلى الله عليه وسلم- أنه كان إذا صلى بالليل سمعت قراءته من وراء الحجاب (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۱، ص ۱۶۱، كتاب الصلاة، فصل الواجبات الأصلية في الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۔۔۔۔۔۔ حنفیہ کے نزدیک امام کو تراویح کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔ ؎۱

اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک تراویح میں جہری قراءت مسنون، جبکہ مالکیہ کے نزدیک مندوب ومستحب ہے۔ ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكذا يجهر فى التراويح والوتر إن كان إماما وإن كان منفردا إن كانت صلاة يخافت فيها يخافت حتما هو الصحيح وإن كانت صلاة يجهر فيها فهو بالخيار والجهر أفضل ولكن لا يبالغ مثل الإمام؛ لأنه لا يسمع غيره . كذا فى التبيين ولا يجهد الإمام نفسه بالجهر . كذا فى البحر الرائق (الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الفصل الثانى فى واجبات الصلاة)

؎۱ قال -رحمه الله- (وجهر بقراءة الفجر) أى الإمام (وأولى العشاء ين ولو قضاء والجمعة والعيدين ويسر فى غيرها كمتنفل بالنهار) ؛ لأنه المأثور المتوارث من لدن النبى -صلى الله عليه وسلم- إلى يومنا هذا ولا يجهد نفسه فى الجهر ، وكذا يجهر فى التراويح والوتر إذا كان إماما للتوارث(تبيين الحقائق، ج ۱ ص ۱۲۶ ، ص ۱۲۷ ، كتاب الصلاة)

وقال صاحب المنح :ويجهر فى تراويح ووتر بعدها وقيدنا الوتر بكونه بعد التراويح (مجمع الانهر ج ۱ ص ۱۰۳ ، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

وكذا يجهر فى التراويح والوتر إن كان إماما وإن كان منفردا إن كانت صلاة يخافت فيها يخافت حتما هو الصحيح وإن كانت صلاة يجهر فيها فهو بالخيار والجهر أفضل ولكن لا يبالغ مثل الإمام؛ لأنه لا يسمع غيره . كذا فى التبيين ولا يجهد الإمام نفسه بالجهر . كذا فى البحر الرائق (الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الفصل الثانى فى واجبات الصلاة)

؎۲ مواطن الجهر والإسرار فى القراء ة :اتفق الفقهاء على أنه يسن الجهر فى الصبح والمغرب والعشاء والجمعة والعيدين والتراويح ووتر رمضان، ويسر فى الظهر والعصر . وللفقهاء فى النوافل كالوتر وغيره تفصيل:

فقال الحنفية : يجب الجهر على الإمام فى كل ركعات الوتر فى رمضان، وصلاة العيدين، والتراويح .ويجب الإسرار على الإمام والمنفرد فى صلاة الكسوف والاستسقاء والنوافل النهارية . وأما النوافل الليلية فهو مخير فيها .

ويخير المنفرد بين الجهر والإسرار فى الصلاة الجهرية أداء ، أو قضاء فى وقتها أو غيروقتها، إلا أن الجهر أفضل فى الجهرية ليلاً .أما الصلاة السرية فيجب عليه أن يسر بها على الصحيح.

ويجب على المأموم الإنصات فى كل حال.

وقال المالكية :يندب الجهر فى جميع النوافل الليلية، والسر فى جميع النوافل النهارية إلا النافلة التى لها خطبة كالعيد والاستسقاء ، فيندب الجهر فيها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۴...... تراویح کی نماز میں امام کو معتدل آواز میں قرائت کرنی چاہیے، تاکہ مقتدیوں کو آواز پہنچ جائے، ضرورت کی وجہ سے بقدرِ ضرورت سپیکر چلانا بھی جائز ہے، جبکہ دور دراز اور غیر متعلقہ لوگوں تک آواز پہنچانے سے پرہیز کیا جائے، اس مسئلہ کی مزید تفصیل آگے تحقیقی مسائل میں آتی ہے۔

مسئلہ نمبر۵...... تراویح کی نماز میں قرائت کرنے کے لئے قرآن مجید کی مخصوص سورتیں متعین نہیں، بلکہ قرآن مجید کی جن سورتوں کی بھی قرائت کرلی جائے، اُس سے تراویح ادا ہوجاتی ہے، بلکہ اگر دو سورتوں کی ہی بار بار اس طرح قرائت کی جائے کہ ہر دو رکعت میں وہ دو سورتیں پڑھی جائیں، اور پھر اس کے بعد دوسری دو رکعتوں میں بھی وہی دو سورتیں پڑھی جائیں، تب بھی تراویح کی نماز درست ہوجاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويندب للمأموم الإسرار.

وقال الشافعية :يسن الجهر فى العيدين وخسوف القمر والاستسقاء والتراويح ووتر رمضان وركعتى الطواف ليلاً أو وقت الصبح، والإسرار فى غير ذلك إلا نوافل الليل المطلقة فيتوسط فيها بين الجهر والإسرار، والتوسط :أن يجهر تارة، ويسر أخرى، اتباعاً للسنة، إن لم يشوش على نائم أو مصل أو نحوه .والعبرة فى قضاء الفريضة بوقته أى وقت القضاء على المعتمد .وجهر المرأة دون جهر الرجل .ومحل جهرها إن لم تكن بحضرة أجانب.

وقال الحنابلة :يسن الجهر فى صلاة العيد والاستسقاء والكسوف والتواويح والوتر إذا وقع بعد التراويح، ويسر فيما عدا ذلك.

ويخير المنفرد بين الجهر والإسرار فى الصلاة الجهرية، كما قال الحنفية(الفقه الاسلامی وادلته، ج۲ ص ۸۸۳،۸۸۴، القسم الاول، الباب الثانی، الفصل الاول، المبحث الاول)

[1] وفى المجتبى والمتأخرون كانوا يفتون فى زماننا بثلاث آيات قصار أو آية طويلة حتى لا يمل القوم ولا يلزم تعطيلها وهذا حسن فإن الحسن روى عن أبى حنيفة أنه إن قرأ فى المكتوبة بعد الفاتحة ثلاث آيات فقد أحسن ولم يسىء هذا فى المكتوبة فما ظنك فى غيرها اهـ.

وفى التجنيس ثم بعضهم اعتادوا قراء ة (قل هو الله أحد) (الإخلاص) فى كل ركعة وبعضهم اختاروا قراء ة سورة الفيل إلى آخر القرآن وهذا حسن لأنه لا يشتبه عليه عدد الركعات ولا يشتغل قلبه بحفظها فيتفرغ للتدبر والتفكر اهـ .(البحرالرائق، ج۲، ص ۷۴، باب الوتر والنوافل، صلاة التراويح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

لیکن نمازِ تراویح کو احادیث میں قیام والی عبادت قرار دیا گیا ہے، اس لئے اگر لمبی قرائت کی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ ۱

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے نمازِ تراویح کے ساتھ ساتھ اُس میں قرآن مجید کی لمبی قرائت بھی ثابت ہے، جیسا کہ بیس تراویح کے دلائل میں گزرا۔

مسئلہ نمبر۲ ...... اگر مختصر تراویح اس طرح پڑھی جائیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت تلاوت کرلی جائے، تب بھی جائز ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی التجنیس :واختار بعضهم سورة الإخلاص فی کل رکعة، وبعضهم سورة الفیل :أی البداء ة منها ثم یعیدها، وهذا أحسن لئلا یشتغل قلبه بعدد الرکعات .قال فی الحلیة :وعلی هذا استقر عمل أئمة أکثر المساجد فی دیارنا إلا أنهم یبدء ون بقراء ة سورة التکاثر فی الأولی والإخلاص فی الثانیة، وهکذا إلی أن تکون قراء تهم فی التاسعة عشر بسورة تبت وفی العشرین بالإخلاص اهـ زاد فی البحر :ولیس فیه کراهة فی الشفع الأول من الترویحة الأخیرة بسبب الفصل بسورة واحدة لأنه خاص بالفرائض کما هو ظاهر الخلاصة وغیرها .اهـ.قلت :لکن الأحوط قراء ة النصر وتبت فی الشفع الأول من الترویحة الأخیرة، والمعوذتین فی الشفع الثانی منها، وبعض أئمة زماننا یقرأ بالعصر والإخلاص فی الشفع الأول من کل ترویحة، وبالکوثر والإخلاص فی الشفع الثانی (ردالمحتار، ج۲، ص۴۷، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

۱ حدثنا النضر بن شیبان، قال - :قلت لأبی سلمة بن عبد الرحمن، حدثنی بشیء سمعته من أبیک، سمعه أبوک من رسول الله صلی الله علیه وسلم، لیس بین أبیک وبین رسول الله صلی الله علیه وسلم أحد فی شهر رمضان قال :نعم -حدثنی أبی، قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :إن الله تبارک وتعالی فرض صیام رمضان علیکم وسننت لکم قیامه، فمن صامه وقامه إیمانا واحتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته أمه (سنن نسائی ،رقم الحدیث ۲۲۱۰، کتاب الصیام، ثواب من قام رمضان وصامه إیمانا واحتسابا والاختلاف علی الزهری فی الخبر فی ذلک، واللفظ له، ابنِ ماجة، رقم الحدیث ۱۳۲۸، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی قیام شهر رمضان)

۲ وفی فضائل رمضان للزاهدی :أفتی أبو الفضل الکرمانی والوبری أنه إذا قرأ فی التراویح الفاتحة وآیة أو آیتین لا یکره، ومن لم یکن عالما بأهل زمانه فهو جاهل (الدر المختار)

(قوله وفی المجتبی إلخ) عبارته علی ما فی البحر :والمتأخرون کانوا یفتون فی زماننا بثلاث آیات قصار أو آیة طویلة حتی لا یمل القوم ولا یلزم تعطیلها، فإن الحسن روی عن الإمام أنه إن قرأ فی المکتوبة بعد الفاتحة ثلاث آیات فقد أحسن ولم یسیء، هذا فی المکتوبة فما ظنک فی غیرها؟ اهـ. (قوله وآیة أو آیتین) أی بقدر ثلاث آیات قصار بدلیل عبارة المجتبی، وإلا فلو دون ذلک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۷...... تراویح میں مختلف سورتیں پڑھنے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ ایک سورت کو کئی حصے کر کے دو یا زیادہ رکعتوں میں پڑھے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتیں پڑھے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ہر رکعت میں مختلف جگہ سے آیات پڑھے، اور یہ بھی جائز ہے کہ دو رکعتوں میں کسی سورت کے آخر سے آیات پڑھے۔

اگرچہ افضل یہ ہے کہ کوئی عذر نہ ہو تو ایک رکعت میں مکمل سورت پڑھے۔ ل

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کوئی مصروفیت یا تھکن وغیرہ کی وجہ سے تراویح کی نماز اس طرح پڑھے کہ آخری قعدہ میں تشہد اور مختصر درود (مثلاً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ) پر اکتفاء کر کے سلام پھیرتا رہے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كره تحريما لما فى المنية وشرحها فى بحث صفة الصلاة :لو قرأ مع الفاتحة آية قصيرة أو آيتين قصيرتين لم يخرج عن حد كراهة التحريم، وإن قرأ ثلاثا قصارا أو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاث آيات قصارا خرج عن حد الكراهة المذكورة ولكن لم يدخل فى حد الاستحباب .وينبغى أن يكون فيه كراهة تنزيه إلخ أى لأن السنة قراء ة المفصل، فقوله هنا لا يكره أى لا تحريما ولا تنزيها، وإن كره فى الفرائض تنزيها فافهم(رد المحتار، ج ۲، ص ۴۷، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ل يقرأ فى كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورة تامة كذا ورد فى الحديث.
ولو قرأ سورة واحدة فى الركعتين قال بعض المشايخ :يكره؛ لأنه خلاف ما جاء به الأثر وقال عامتهم :لا يكره وكذا روى عيسى بن أبان عن أصحابنا أنه لا يكره، وروى فى ذلك حديثا بإسناده عن ابن مسعود أنه قرأ فى الفجر سورة بنى إسرائيل إلى قوله (قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمن)فى الركعة الأولى ثم قام إلى الثانية وختم السورة ولو جمع بين السورتين فى ركعة لا يكره؛ لما روى أن النبى -صلى الله عليه وسلم -أوتر بسبع سور من المفصل والأفضل أن لا يجمع ولو قرأ من وسط السورة أو آخرها لا بأس به كذا روى الفقيه أبو جعفر الهندوانى -رحمه الله تعالى -لكن المستحب ما ذكرنا (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۰۶، وص ۲۰۷، فصل فى سنن حكم التكبير ايام التشريق)

۲ قوله" :ولا بترك الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم "ويكتفى باللهم صل على محمد لأنه الفرض عند الشافعى در قوله " :وفرض على قول بعض المجتهدين "منهم مولانا الإمام الشافعى رضى الله عنه. قوله " :ويحذر من الهدرمة "الموجود فى النسخ التى بأيدينا بالدال المهملة والذى فى الدر بالذال المعجمة وفسرها فى القاموس بسرعة الكلام والقراء ة قوله: "وترك الترتيل "فى القاموس رتل الكلام ترتيلا أحسن تأليفه اهـ والمراد أن لا يعطى التلاوة حقها قوله" :وغيرها "كترك التعوذ والتسمية وترك الإستراحة فيما بين كل ترويحتين والكراهة فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۹...... فقہائے کرام نے رمضان میں تراویح کی نماز کے اندر کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید (پڑھ کر یا سن کر) مکمل کرنے کو سنت اور اگر آسانی ہوسکے تو ایک سے زیادہ مرتبہ قرآن مجید مکمل کرنے کو زیادہ فضیلت کا باعث قرار دیا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثلاثة المذكورة فى كلامه تحريمية وفى غيرها تنزيهية لأنها فى مقابلة ترك السنن قوله" :وكذا لا يترك الثناء "سواء كان إماما أو مقتديا أو منفردا وعلله فى الفتح بأن السنن لا تترك للجماعات قوله" :لافتراضه عند البعض "هو أبو مطيع البلخى تلميذ الإمام الأعظم رضى الله عنه وقيل بوجوبه قوله" :ولا يأتى الإمام بالدعاء "أى الدعاء الطويل لقوله فيدعو بما قصر (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج ۱، ص ۴۱۵، ۴۱۶، فصل فى صلاة التراويح)

[۱] بعض حضرات نے تراویح کی طرح کم از کم ایک مرتبہ ختمِ قرآن کو بھی سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے، یہ اس قول پر مبنی معلوم ہوتا ہے، جس کی رو سے تراویح ختمِ قرآن ہی کے لئے مشروع ہے، اور اسی وجہ سے اس قول کے مطابق ختمِ قرآن کے بعد تراویح کے ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مگر یہ قول راجح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ اولاً تو بعض صحابۂ کرام کا رمضان میں تخلف عن الجماعۃ ثابت ہے، اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ:

لو لم يكن معى إلا سورة واحدة لكنت أرددها أحب إلى من أن أقوم خلف الإمام فى رمضان.

اس کے علاوہ فقہائے کرام نے تراویح کو سنتِ مؤکدہ علی العین قرار دیا ہے، جبکہ ختمِ قرآن کے مسنون ومستحب ہونے میں اختلاف ہے، اور تراویح باجماعت پڑھنے کو فقہائے کرام نے نمازِ تراویح کی طرح کی سنتِ مؤکدہ علی العین قرار نہیں دیا، اور نہ ہی خواتین کو تراویح کی جماعت میں شرکت یا خود اُن کے تراویح کی جماعت کے انعقاد کو مؤکد قرار دیا ہے۔

پس اگر تراویح کو ختمِ قرآن کے لئے مشروع مانا جائے تو ہر حافظِ قرآن کو خود یا مقتدی بن کر اور غیر حافظِ قرآن کو خواہ مرد ہو یا عورت، جماعت میں شرکت بھی مؤکد ہونی چاہئے۔ واذ لا فلا.

اور اگر ختمِ قرآن کے مؤکدہ سنت ہونے کی اس سے دلیل پکڑی جائے کہ فقہائے کرام نے قوم کی سستی کی وجہ سے ایک مرتبہ تکمیلِ قرآن کے ترک نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے، تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ اولاً تو اس پر اتفاق نہیں، اس کے خلاف بھی قول ہے، دوسرے یہ تاکید کو مستلزم نہیں، جیسا کہ قوم کی سستی کی وجہ سے ثناء وغیرہ جیسی سنن کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

لہٰذا راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کی نماز بذاتِ خود مشروع ہے، اور اُس میں قرآن مجید کی تکمیل ایک اضافی سنت ہے، مگر یہ سنت تراویح کی طرح مؤکدہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وسن ختم القرآن فيها "أى التراويح "مرة فى الشهر على الصحيح (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى)

قوله" :مرة فى الشهر "ومرتين فضيلة وثلاثا فى كل عشر مرة أفضل (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج ۱، ص ۴۱۴، فصل فى صلاة التراويح)

(والسنة ختم القرآن فى التراويح مرة واحدة) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۰...... اگر تراویح کی نماز میں قرآن مجید مکمل ہو جائے اور رمضان کی کچھ راتیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وعن أبی حنیفة یقرأ فی کل رکعة عشر آیات لیقع له الختم، والأفضل فی زماننا مقدار ما لا یؤدی إلی تنفیر القوم عن الجماعة (الاختیار لتعلیل المختار، ج ۱، ص ۶۹، ۷۰، کتاب الصلاة، باب صلاة التراویح)

(والختم) مرة سنة ومرتین فضیلة وثلاثا أفضل .(ولا یترک) الختم (لکسل القوم)لکن فی الاختیار :الأفضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیهم، وأقره المصنف وغیره .وفی المجتبی عن الإمام: لو قرأ ثلاثا قصارا أو آیة طویلة فی الفرض فقد أحسن ولم یسء، فما ظنک بالتراویح؟وفی فضائل رمضان للزاهدی :أفتی أبو الفضل الکرمانی والوبری أنه إذا قرأ فی التراویح الفاتحة وآیة أو آیتین لا یکره، ومن لم یکن عالما بأهل زمانه فهو جاهل(الدر المختار)

(قوله والختم مرة سنة) أی قراء ة الختم فی صلاة التراویح سنة وصححه فی الخانیة وغیرها، وعزاه فی الهدایة إلی أکثر المشایخ .وفی الکافی إلی الجمهور، وفی البرهان :وهو المروی عن أبی حنیفة والمنقول فی الآثار .قال الزیلعی :ومنهم من استحب الختم فی لیلة السابع والعشرین رجاء أن ینالوا لیلة القدر، لأن الأخبار تظاهرت علیها .وقال الحسن عن أبی حنیفة :یقرأ فی کل رکعة عشر آیات ونحوها، وهو الصحیح لأن السنة الختم فیها مرة وهو یحصل بذلک مع التخفیف لأن عدد رکعات التراویح فی الشهر ستمائة رکعة وعدد آی القرآن ستة آلاف آیة وشیء .اهـ .وما فی الخلاصة من أنه یقرأ فی کل رکعة عشر آیات حتی یحصل الختم فی لیلة السابع والعشرین ونحوه فی الفیض فیه نظر لأن توزیعة عشرا عشرا یقتضی الختم فی الثلاثین إلا أن یکون مع ضم الوتر، لکن فی الخانیة وغیرها ما یفید تخصیص التراویح، وتمامه فی شرح الشیخ إسماعیل.

وفی شرح المنیة :ثم إذا ختم قبل آخر الشهر قیل لا یکره له ترک التراویح فیما بقی لأنها شرعت لأجل ختم القرآن مرة قال أبو علی النسفی، وقیل یصلیها ویقرأ فیها ما شاء ذکره فی الذخیرة اهـ.

(قوله الأفضل فی زماننا إلخ) لأن تکثیر الجمع أفضل من تطویل القراء ة حلیة عن المحیط .وفیه إشعار بأن هذا مبنی علی اختلاف الزمان، فقد تتغیر الأحکام لاختلاف الزمان فی کثیر من المسائل علی حسب المصالح، ولهذا قال فی البحر :فالحاصل أن المصحح فی المذهب أن الختم سنة لکن لا یلزم منه عدم ترکه إذا لزم منه تنفیر القوم وتعطیل کثیر من المساجد خصوصا فی زماننا فالظاهر اختیار الأخف علی القوم.

(قوله وفی المجتبی إلخ) عبارته علی ما فی البحر :والمتأخرون کانوا یفتون فی زماننا بثلاث آیات قصار أو آیة طویلة حتی لا یمل القوم ولا یلزم تعطیلها، فإن الحسن روی عن الإمام أنه إن قرأ فی المکتوبة بعد الفاتحة ثلاث آیات فقد أحسن ولم یسء، هذا فی المکتوبة فما ظنک فی غیرها؟ اهـ.(قوله وآیة أو آیتین) أی بقدر ثلاث آیات قصار بدلیل عبارة المجتبی، وإلا فلو دون ذلک کره تحریما لما فی المنیة وشرحها فی بحث صفة الصلاة :لو قرأ مع الفاتحة آیة قصیرة أو آیتین قصیرتین لم یخرج عن حد کراهة التحریم، وإن قرأ ثلاثا قصارا أو کانت الآیة أو الآیتان تعدل ثلاث آیات قصارا خرج عن حد الکراهة المذکورة ولکن لم یدخل فی حد الاستحباب .وینبغی أن یکون فیه کراهة تنزیه إلخ أی لأن السنة قراء ة المفصل، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

باقی ہوں، تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ باقی ماندہ راتوں میں بھی تراویح پڑھنا سنت ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۱۱...... بہتر یہ ہے کہ تراویح کی دونوں رکعتوں میں برابر مقدار کی قرائت کی جائے یعنی دونوں رکعتیں قرائت وتلاوت کی مقدار کے اعتبار سے برابر ہوں، اور اگر دوسری رکعت کی قرائت پہلی رکعت کی قرائت سے کم ہو، تو بھی گناہ نہیں۔ ۲

مسئلہ نمبر ۱۲...... جان بوجھ کر بلا عذر دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے غیر معمولی لمبا کرنا بہتر نہیں ہے، لیکن اس کی خلاف ورزی پر سجدۂ سہو وغیرہ واجب نہیں۔ ۳

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾فقوله هنا لا يكره أى لا تحريما ولا تنزيها، وإن كره فى الفرائض تنزيها فافهم(رد المحتار، ج۲، ص۴۶، ۴۷، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

وقال الصدر الشهيد الجماعة سنة كفاية فيها حتى لو أقامها البعض فى المسجد بجماعة وباقى أهل المحلة منفردا فى بيته لا يكون تاركا للسنة لأنه يروى عن أفراد الصحابة التخلف .وقال فى المبسوط لو صلى إنسان فى بيته لا يأثم فقد فعله ابن عمر وعروة وسالم والقاسم وإبراهيم ونافع فدل فعل هؤلاء أن الجماعة فى المسجد سنة على سبيل الكفاية إذ لا يظن بابن عمر ومن تبعه ترك السنة اه .وإن صلاها بجماعة فى بيته فالصحيح أنه نال إحدى الفضيلتين فإن الأداء فى المسجد له فضيلة ليس للأداء فى البيت ذلك وكذا الحكم فى الفرائض (مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، ج ۱، ص۱۵۷، كتاب الصلاة، باب فى النوافل، فصل فى التراويح)

وروى الطحاوى عن الأشعث بن سليم قال :أتيت مكة وذاك فى رمضان فى زمان ابن الزبير - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -فكان الإمام يصلى بالناس فى المسجد وقوم يصلون على حدة المسجد .وروى أيضا عن إبراهيم قال :لو لم يكن معى إلا سورة واحدة لكنت أرددها أحب إلى من أن أقوم خلف الإمام فى رمضان، وروى أيضا عن عروة وسعيد بن جبير ونافع أنهم كانوا ينصرفون من العشاء فى رمضان ولا يقومون مع الناس (البناية شرح الهداية، ج۲، ص ۵۵۴، حكم صلاة التراويح وكيفيته)

۱ لو حصل الختم ليلة التاسع عشر أو الحادى والعشرين لا تترك التراويح فى بقية الشهر؛ لأنها سنة، كذا فى الجوهرة النيرة الأصح أنه يكره له الترك، كذا فى السراج الوهاج(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۱۱۸، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فى التراويح)

۲ وتستحب التسوية بين الركعتين عندهما وعند محمد -رحمه الله تعالى -يطول القراءة فى الأولى على الثانية، هكذا فى محيط السرخسى(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص۱۱۷، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فى التراويح)

والأفضل تعديل القراءة بين التسليمات، وكذا بين الركعتين فى التسليمة (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۶۹، ۷۰، كتاب الصلاة، باب صلاة التراويح)

۳ وفى نظم الزندوستى تستوى الركعتان فى القراءة فى الجمعة والعيدين بالاتفاق وقيد بالأولى؛ لأن إطالة الثانية على الأولى تكره إجماعا، وإنما يكره التفاوت بثلاث آيات، فإن كان آية

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۳...... نماز کی ہر رکعت کے شروع میں اور بطورِ خاص پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے قرائت کرنے والے کو (خواہ منفرد ہو یا امام) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ آواز میں پڑھنی چاہئے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أو آيتين لا يكره؛ لأنه -صلى الله عليه وسلم -قرأ في المغرب بالمعوذتين وإحداهما أطول من الأخرى بآية كذا في الكافي ويشكل على هذا الحكم ما ثبت في الصحيحين من قراءته -صلى الله عليه وسلم -في الجمعة والعيدين في الأولى بسبح اسم ربك الأعلى، وفي الثانية بهل أتاك حديث الغاشية مع أن الثانية أطول من الأولى بأكثر من ثلاث آيات فإن الأولى تسع عشرة آية والثانية ست وعشرون آية، وقد يجاب :بأن هذه الكراهة في غير ما وردت به السنة

وأما ما ورد عنه -عليه الصلاة والسلام -في شيء من الصلوات فلا أو الكراهة تنزيهية وفعله -عليه الصلاة والسلام -تعليما للجواز لا يوصف بها والأول أولى؛ لأنهم صرحوا باستنان قراءة هاتين السورتين في الجمعة والعيدين وقيد بالفرض؛ لأنه يسوى في السنن والنوافل بين ركعاتها في القراءة إلا فيما وردت به السنة أو الأثر كذا في منية المصلي وصرح في المحيط بكراهة تطويل ركعة من التطوع ونقص أخرى وأطلق في جامع المحبوبي عدم كراهة إطالة الأولى على الثانية في السنن والنوافل؛ لأن أمرها سهل اختاره أبو اليسر ومشى عليه في خزانة الفتاوى كما ذكره في شرح منية المصلي فكان الظاهر عدم الكراهة(البحر الرائق، ج ۱، ص ۳۶۲، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة)

[۱] ثم عن أبي حنيفة -رحمه الله -أنه لا يأتي بها في أول كل ركعة كالتعوذ، وعنه أنه يأتي بها احتياطا، وهو قولهما، ولا يأتي بها بين السورة والفاتحة إلا عند محمد -رحمه الله تعالى -فإنه يأتي بها في صلاة المخافتة(الهداية مع شرحه البناية)

م :(ثم عند أبي حنيفة أنه) ش :أي أن المصلي م :(لا يأتي بها) ش :أي بالتسمية م :(في أول كل ركعة) ش :وهذه رواية الحسن عن أبي حنيفة، وروى عن أبي حنيفة أن المصلي إذا سمى أول صلاته فإنه لا يعيدها لأنها شرعت لافتتاح الصلاة م :(كالتعوذ) ش :أي كقراءة أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، فإنه يقرأها مرة في أول السورة اتفاقا.م :(وعنه) ش :أي وعن أبي حنيفة (أنه يأتي بها) ش :أي أن المصلي يأتي بالتسمية في أول كل ركعة، وهذه الرواية رواها أبو يوسف عن أبي حنيفة .وفي "قنية الفتاوى :"والأحسن أن يأتي بها في أول كل ركعة عند أصحابنا جميعا لا اختلاف فيه، ولا تختلف الرواية عنهم، ومن قال، مرة، فقد غلط على أصحابنا غلطا فاحشا عرفه من تأمل كتب أصحابنا، لكن الخلاف في الوجوب، فعندهما في رواية المعلى عن أبي حنيفة أنها تجب في الثانية كوجوبها في الأولى .ورواية الحسن عنه أنها لا تجب إلا عند افتتاح الصلاة وإن قرأها في غيره فحسن، والصحيح أنها تجب في كل ركعة حتى لو سها عنها قبل الفاتحة سجد للسهو.وفي " المجتبى :"وأما وجوبها خارج الصلاة، فالصحيح أنها تجب، وأجمع القراء أن يقرأها أول الفاتحة وكذا في سائر السور إلا عند غيره وأبي عمرو.م :(احتياطا) ش :أي على سبيل الاحتياط، لأنها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اورتکمیلِ قرآن کی سنت کے لئے کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بطورِ خاص سنت ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أقرب إلى متابعة المصحف لأن عليه إعادة الفاتحة، فكذا إعادتها .وروى الحسن عن أبي حنيفة: إن قرأها عند السورة فحسن.م :(وهو قولهما) ش :أي قول أبي يوسف ومحمد م :(ولا يأتي بها) ش :أي بالتسمية م :(بين السورة والفاتحة) ش :لأن محلها أول الصلاة م :(إلا عند محمد فإنه يأتي بها في صلاة المخافتة) ش :أي فإن المصلي يأتي بالتسمية بين الفاتحة والسورة في الصلاة التي يخافت فيها القراء ة اتباعا للمصحف، وأما إذا جهر فلا، وعند الشافعي :لا تجوز الصلاة بدون التسمية، فلذلك قالوا :الأجود أن يأتي بها في كل ركعة، وهو المنقول عن ابن عباس -رضي الله عنه -ومجاهد، وذلك للاحتياط.وقال حميد الدين :لا احتياط فيه، لأن عند سعد بن أبي وقاص تسمية المقتدي مفسدة لصلاته، لكن لم يفند هذا الخلاف إذ فساد الصلاة لها بعيد، حتى إنه استحسن قراء ة البعيد خلف الإمام فيما يخافت .واعتبر خلاف الشافعي لأن معه غيره ولم يعتد بخلافه في الجهر لانفراده، ومخالفة النصوص على ما ذكرنا(البناية شرح الهداية، ج۲ص۲۰۸،۲۰۹، كتاب الصلاة، باب في صفة الصلاة، سنن الصلاة، البسملة في الصلاة)

وذكر في المصفى أن الفتوى على قول أبي يوسف أنه يسمي في أول كل ركعة ويخفيها .وذكر في المحيط :المختار قول محمد، وهو أن يسمي قبل الفاتحة وقبل كل سورة في كل ركعة .مطلب: لفظة الفتوى آكد وأبلغ من لفظة المختار :وفي رواية الحسن بن زياد أنه يسمي في الركعة الأولى لا غير، وإنما اختير قول أبي يوسف لأن لفظة الفتوى آكد وأبلغ من لفظة المختار ولأن قول أبي يوسف وسط وخير الأمور أوسطها كذا في شرح عمدة المصلي .اهـ .ما في شرح الغزنوية .ووقع في النهر هنا خطأ وخلل في النقل أيضا عن شرح الغزنوية فاجتنبه فافهم .مطلب قراء ة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن (ردالمحتار، ج ۱، ص۴۹۰، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة)

روى الحسن عن أبي حنيفة أنه قال :المصلي يسمي في أول صلاته ثم لا يعيد، وإليه مال الفقيه أبو جعفر رحمه الله، وروى المعلى عن أبي يوسف عن أبي حنيفة رحمهم الله :أنه يأتي بها في أول كل ركعة، وهو قول أبي يوسف وذكر الفقيه أبو جعفر عن أبي حنيفة :أنه إذا قرأها مع كل سورة فحسن.وروى ابن أبي رملة عن محمد أنه يأتي بالتسمية عند افتتاح كل ركعة، وعند افتتاح السورة أيضا، إلا أنه إذا كان صلاة يجهر فيها بالسورة .لا يأتي بالتسمية بين الفاتحة والسورة، وعند الشافعي يأتي بالتسمية في كل ركعة، ويأتي بها أيضا في رأس السورة، سواء كان صلاة يجهر فيها بالقراء ة أو يخافت، وذكر أبو علي الدقاق أنه يقرأ قبل فاتحة الكتاب في كل ركعة، قال :وهو قول أصحابنا ورواية أبي يوسف عن أبي حنيفة، وهو قول أبي يوسف أحوط؛ لأن العلماء اختلفوا في التسمية أنها هل هي من الفاتحة أم لا؟ وعليه إعادة الفاتحة في كل ركعة، فكان عليه إعادة التسمية في كل ركعة لتكون أبعد عن الاختلاف.قال صدر الإسلام في شرحه :لم يذكر محمد رحمه الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور تراویح میں پورے قرآن مجید کی قرائت کرنے والے امام کے لئے پورے قرآن مجید میں کسی ایک جگہ بلند آواز سے ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھنا بھی سنت ہے تاکہ سامعین کے مکمل قرآن مجید سننے کی سنت بھی پوری ہوجائے۔ ل

پھر امام کے لئے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا کسی خاص سورت کے شروع میں ضروری نہیں، بلکہ جس سورت کے شروع میں بھی پڑھ لے، اختیار ہے۔

یہاں تک کہ اگر پہلی رات کی تراویح کے شروع میں قرآن مجید کی ابتداء کرتے وقت (سورہ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے) ہی یہ عمل کرلیا جائے تو بھی درست بلکہ بعض حضرات کے نزدیک افضل ہے، تاکہ بسم اللہ سے امام ومقتدی سب کے حق میں قرآن مجید کی حقیقی ابتداء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

في التسمية خلافا بين أبي يوسف وبين ...أنها للصلاة، أو للقراء ة كما ذكر في التعوذ، وما روى الحسن عن أبي حنيفة أنه يسمي في الركعة الأولى فحسب، تدل على أنها للصلاة(المحيط البرهاني، ج ا ص ۱۵۹، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر في التغني والألحان)

ثم عندنا إن لم يجهر بالتسمية لكن يأتي بها الإمام لافتتاح القراء ة بها تبركا كما يأتي بالتعوذ في الركعة الأولى باتفاق الروايات، وهل يأتي بها في أول الفاتحة في الركعات الأخر؟ عن أبي حنيفة روايتان، روى الحسن عنه أنه لا يأتي بها إلا في الركعة الأولى؛ لأنها ليست من الفاتحة عندنا وإنما يفتتح القراء ة بها تبركا وذلك مختص بالركعة الأولى كالتعوذ، وروى المعلى عن أبي يوسف عن أبي حنيفة أنه يأتي بها في كل ركعة وهو قول أبي يوسف ومحمد؛ لأن التسمية إن لم تجعل من الفاتحة قطعا بخبر الواحد لكن خبر الواحد يوجب العمل فصارت من الفاتحة عملا فمتى لزمه قراء ة الفاتحة يلزمه قراءة التسمية احتياطا(بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۰۴، كتاب الصلاة، فصل في سنن حكم التكبير أيام التشريق)

ل لو ترك آية منه لم يخرج عن العهدة، وقد ثبت أن البسملة أيضا آية منه على الأصح، فيستخرج منه أنه لو قرأ تمام القرآن في التراويح، ولم يقرأ البسملة في ابتداء سورة من السور سوى ما في سورة النمل لم يخرج عن عهدة السنية، ولو قرأها الإمام سرا خرج عن العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة، وبه أفتيت حين سئلت(إحكام القنطرة في أحكام البسملة، للكنوي، ج ا ، ص ۱۶۴، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، دار البشير، عمان، الأردن)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہوجائے، اور بسم اللہ سے قرآن مجید شروع کرنے کی برکت سب کے حق میں متحقق ہوجائے۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ تراویح پڑھانے والے امام کے لئے بِسْمِ اللہ کا آخری دن یا سورۂ اخلاص کے ساتھ بآوازِ بلند پڑھنا ضروری نہیں۔

لہٰذا تراویح کی نماز میں آخری دن یا سورۂ اخلاص کے ساتھ بسم اللہ کو بآوازِ بلند مخصوص سمجھنے کا عقیدہ غلط ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۴...... سورۂ فاتحہ ختم کرنے کے بعد کسی سورت کے شروع کرنے پر اور ایک سورت ختم کرنے کے بعد دوسری سورت شروع کرنے پر بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ آواز میں پڑھ لینا بہتر ہے۔ [3]

---

[1] اور اس اعتبار سے بھی افضل ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا حصہ ہے۔

البسملة جزء من القرآن الكريم: اتفق الفقهاء على أن البسملة جزء من آية في قوله تعالى: (إنه من سليمان وإنه بسم الله الرحمن الرحيم) واختلفوا في أنها أية من الفاتحة، ومن كل سورة. والمشهور عند الحنفية، والأصح عند الحنابلة، وما قال به أكثر الفقهاء هو: إن البسملة ليست آية من الفاتحة ومن كل سورة، وإنها آية واحدة من القرآن كله، أنزلت للفصل بين السور، وذكرت في أول الفاتحة......والمشهور عند المالكية: أن البسملة ليست آية من القرآن إلا في سورة النمل، فإنها جزء من آية، ويكره قراء تها بصلاة فرض -للإمام وغيره- قبل فاتحة أو سورة بعدها، وقيل عند المالكية بإباحتها، وندبها، ووجوبها في الفاتحة،وروى عن الإمام أحمد أن البسملة من الفاتحة......وروى عن الإمام أحمد: أن البسملة آية مفردة، كانت تنزل بين كل سورتين فصلا بين السور. وعنه أيضا: أنها بعض آية من سورة النمل، وما أنزلت إلا فيها، وعنه أيضا: البسملة ليست بآية إلا من الفاتحة وحدها. ومذهب الشافعية: أن البسملة آية كاملة من الفاتحة ومن كل سورة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨، ص ٨٢ تا ٨٥ ملخصاً،مادة "بسملة")

[2] قلت: قد جرت عادة حفاظ زماننا أنهم يقرء ون البسملة على رأس سورة الإخلاص يوم الختم في التراويح، فيظن منه العوام -كالأنعام- أنه لو قرأها على رأس سورة أخريلم يجزه، وليس كذلك ولذلك تركت هذا الالتزام، فتارة أقرأ على رأس (إنا أعطيناك الكوثر)وتارة على رأس سورة الفيل، وتارة على رأس سورة البقرة، وتارة على رأس غيرها، فإن التزام أمر لم يعهد في الشرع لزومه يجر إلى مفاسد(إحكام القنطرة في أحكام البسملة، لعبد الحي اللكنوي،ص١٦٥، ١٦٦)

[3] لیکن اگر سورہ فاتحہ کے بعد درمیان سورت سے قرائت کرے، تو پھر بسم اللہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ نہ تو یہ موقع، قرائت ورکعت کے آغاز کا ہے، اور نہ ہی سورت کے آغاز کا ہے، لہٰذا تسمیہ کا کوئی سبب نہیں پایا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۵...... تراویح میں قرآن مجید درمیانی رفتار کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، اور کچھ تیز پڑھنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اتنا تیز نہ ہو کہ حروف سمجھ نہ آئیں، یا حروف وحرکات کٹ جائیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... تراویح کی نماز میں اگر کوئی سورت یا آیت رہ جائے اور اُس کو چھوڑ کر آگے کی قرائت کرلی جائے تو افضل یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی سورت یا آیت اور اس کے بعد کے پڑھے ہوئے قرآن مجید کی دوبارہ قرائت کی جائے، تاکہ قرآن مجید کی تکمیل ترتیب کے ساتھ ہو۔ لیکن اگر اُس کو دوبارہ پڑھنے میں بوجھ ہوتا ہو (مثلاً بعد کا قرائت کیا ہوا حصہ زیادہ ہو) تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (قوله ولا تكره اتفاقا) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروء ة سرا أو جهرا كان حسنا عند أبي حنيفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي لشبهة الاختلاف في كونها آية من كل سورة بحر (ردالمحتار، ج ١، ص ٤٩٠، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

وصرح في (المضمرات)، و(النهر) أن الفتوى على أن التسمية واجبة في كل ركعة عند ابتداء الفاتحة حتى لو تركها يجب سجود السهو، وعند ابتداء السورة حسن جهرية كانت الصلاة أو سرية، وهكذا في (العتابية)، و(المحيط) (احكام القنطرة في احكام البسملة، ص ١٦٣، لعبد الحيئ اللكنوى)

[1] وفي الحجة: يقرأ في الفرض بالترسل حرفا حرفا، وفي التراويح بين بين، وفي النفل ليلا له أن يسرع بعد أن يقرأ كما يفهم، ويجوز بالروايات السبع، لكن الأولى أن لا يقرأ بالغريبة عند العوام صيانة لدينهم (الدر المختار)

(قوله بين بين) أي بأن تكون بين الترسل والإسراع (قوله ليلا) لعل وجه التقييد به أن عادة المتهجدين كثرة القراء ة في تهجدهم فلهم الإسراع ليحصلوا وردهم من القراء ة تأمل (قوله كما يفهم) أي بعد أن يمد أقل مد قال به القراء وإلا حرم لترك الترتيل المأمور به شرعا ط (قوله ويجوز بالروايات السبع) بل يجوز بالعشر أيضا كما نص عليه أهل الأصول ط (قوله بالغريبة) أي بالروايات الغريبة والإمالات لأن بعض السفهاء يقولون ما لا يعلمون فيقعون في الإثم والشقاء، ولا ينبغي للأئمة أن يحملوا العوام على ما فيه نقصان دينهم، ولا يقرأ عنده قراء ة أبي جعفر وابن عامر وعلي بن حمزة والكسائي صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون أو يضحكون وإن كان كل القراء ات والروايات صحيحة فصيحة، ومشايخنا اختاروا قراء ة أبي عمرو وحفص عن عاصم اهـ من التتارخانية عن فتاوى الحجة (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في القراء ة)

قوله وما يكره أن يهذ كهذ الشعر كأنه يشير إلى أن استحباب الترتيل لا يستلزم كراهة الإسراع وإنما الذي يكره الهذ وهو الإسراع المفرط بحيث يخفى كثير من الحروف أو لا تخرج من مخارجها (فتح الباري لابن حجر، ج ٩، ص ٨٩، قوله باب الترتيل في القراء ة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

صرف چھوٹی ہوئی سورت یا آیت کی تلاوت کرنے میں بھی حرج نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۷...... اگر ایک شخص نے تراویح میں قرآن مجید کا کچھ حصہ ایک جگہ اور اس کے بعد کا کچھ حصہ دوسری جگہ مقتدی بن کر سنا، تو تب بھی اس کے قرآن مجید تراویح میں سننے کی سنت ادا ہو جائے گی، بشرطیکہ قرآن مجید کا کچھ حصہ چھوٹا نہ ہو، اور اگر کچھ حصہ چھوٹ گیا، مگروہ بعد میں کسی حافظ کی اقتداء میں سن لیا، تو تب بھی سنت ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... اگر کوئی شخص کسی عذر یا مصروفیت کے باعث پورے مہینے یا ختمِ قرآن تک ایک جگہ جم کر تراویح نہ پڑھ سکتا ہو، جس کی وجہ سے اُس کو تراویح کی نماز میں مکمل ختمِ قرآن کی سنت پر عمل کرنا مشکل ہو، تو اسے چاہئے کہ چند دنوں میں کسی جگہ قرآن مجید مکمل طور پر تراویح میں سن لے اور اس کے بعد حسبِ موقع مختلف مقامات پر تراویح پڑھ لیا کرے۔

بعض لوگ بلا عذر مختلف جگہ گھوم پھر کر تراویح پڑھتے ہیں (کسی دن کسی جگہ اور کسی دن کسی جگہ) اور اس طرح ترتیب سے کسی ایک جگہ بھی قرآن مجید کی سماعت مکمل طور پر ادا نہیں ہوتی۔

بلا عذر ایسا نہیں کرنا چاہئے اور پورا قرآن مجید ترتیب کے ساتھ کسی ایک جگہ مستقل طور پر سننا چاہئے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۱۹...... تراویح کی ایک رکعت میں ایک سورت یا آیت کو ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ [۳]

---

[۱] واذا غلط فترک سورة أو آية وقرأ مابعدها فالمستحب لهٗ ان يقرء المتروكة ثم المقروءة ليكون على الترتيب (حلبی کبیر، صفحه ۴۰۷؛ مطبوعة: سهيل اكيڈمی، لاهور)

[۲] والجمهور على أن السنة الختم مرة فلا يترك لكسل القوم ويختم فى الليلة السابع والعشرين لكثرة الإخبار أنها ليلة القدر ومرتين فضيلة وثلاث مرات فى كل عشر مرة أفضل كذا فى الكافى (البحر الرائق، ج۲، ص۷۴، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، صلاة التراويح)

[۳] ويكره تكرار السورة فى ركعة واحدة فى الفرائض ولا بأس بذلك فى التطوع كذا فى فتاوى قاضى خان وإذا كرر آية واحدة مرارا فإن كان فى التطوع الذى يصلى وحده فذلك غير مكروه وإن كان فى الصلاة المفروضة فهو مكروه فى حالة الاختيار وأما فى حالة العذر والنسيان فلا بأس. هكذا فى المحيط (الفتاوى الهندية، ج۱، ص۱۰۷، كتاب الصلاة، الباب السابع، الفصل الثانى)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بعض جگہ آخری دن ایک رکعت میں سورۂ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنے کو افضل سمجھا جاتا ہے، مگر اس کا تراویح کی نماز میں افضل ہونا صحابۂ کرام وغیرہ سے منقول اور ثابت نہیں، اس لئے مذکورہ عقیدہ کے ساتھ یہ عمل کرنا درست نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲۰...... اگر تراویح کی نماز میں کسی سورت یا آیت کو پڑھنا چاہا، مگر غلطی سے دوسری سورت یا آیت پڑھ لی، تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ [۲]

مسئلہ نمبر۲۱...... تراویح کی نماز میں اگر سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کوئی آیت یا سورت پڑھی، اور پھر دوبارہ غلطی سے سورۂ فاتحہ پڑھ لی، یا سجدہ تلاوت کرنے کے بعد بھولے سے اُسی رکعت میں کھڑے ہوکر دوبارہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرلی، تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ [۳]

---

[۱] إنی ترکت تکریر سورة الإخلاص فی التراویح؛ لعدم کونه منقولا من الصحابة ومن بعدهم فی ما وقفنا علیه.والفقهاء وإن صرحوا بأنه یستحب عند ختم القرآن، أن یقرأ الإخلاص ثلاث مرات جبرا للنقصان، لکنهم نصوا علی أن هذا فیما إذا کان الختم خارج الصلاة.وأما إذا کان فی الصلاة فیکره التکریر، وحفاظ زماننا مصرون علی هذا التکریر ظانین أن التراویح تطوع، والتطوع یجوز فیه تکریر سورة واحدة، ولا یعلمون أن التراویح وإن کان من التطوعات لکنه منقول بهیئة معهودة من السلف، ولم ینقل عنهم التکریر .وقد صرح بعض الفقهاء أن للتراویح حکم الفرض لهذا .والله أعلم(احکام القنطرة فی أحکام البسملة، لعبد الحی اللکنوی، ص۱۶۶)

[۲] ولو أراد أن یقرأ سورة فأخطأ وقرأ غیرها لا سهو علیه لانعدام سبب الوجوب، وهو تغییر فرض أو واجب أو ترکه إذ لا توقیت فی القراءة (بدائع الصنائع، ج۱، ص۱۶۷، فصل بیان سبب وجوب سجود السهو)

[۳] ولو قرأ الحمد ثم السورة ثم الحمد -لا سهو علیه، وصار کأنه قرأ سورة طویلة (بدائع الصنائع، ج۱، ص۱۶۷، فصل بیان سبب وجوب سجود السهو)

أما لو قرأها قبل السورة مرة وبعدها مرة فلا یجب کما فی الخانیة واختاره فی المحیط والظهیریة والخلاصة وصححه الزاهدی لعدم لزوم التأخیر لأن الرکوع لیس واجبا بإثر السورة، فإنه لو جمع بین سور بعد الفاتحة لا یجب علیه شیء ، کذا فی البحر(رد المحتار علی الدر المختار، ج۱،ص۴۶۰، کتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

ولو قرأ الفاتحة مرتین یجب علیه السجود لتأخیر السورة کذا فی الذخیرة وغیرها وذکر قاضی خان وجماعة أنها إن قرأها مرتین علی الولاء وجب السجود وإن فصل بینهما بالسورة لا یجب وصححه الزاهدی للزوم تأخیر السورة فی الأول لا فی الثانی إذ لیس الرکوع واجبا بأثر السورة فإنه لو جمع بین سورتین بعد الفاتحة لم یمتنع ولا یجب علیه شیء بفعل مثل ذلک فی الآخرین لأنهما محل القراءة وهی لیست بواجبة فیهما (البحرالرائق، ج۲، ص۱۰۱، و۱۰۲، باب سجود السهو)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۲...... اگر تراویح کی نماز میں سورۂ فاتحہ مکمل نہیں پڑھی، بلکہ اس کا کچھ حصہ پڑھا، اور کچھ حصہ باقی تھا، پھر اس کے بعد متصل بھولے سے دوبارہ سورۂ فاتحہ مکمل پڑھ لی، تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

اور اگر کوئی غلطی سے دومرتبہ مسلسل، مکمل سورۂ فاتحہ یا اس کا اکثر حصہ پڑھ لے، تو اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہے۔

اور بعض حضرات کے نزدیک تراویح کی نماز میں سورۂ فاتحہ یا اس کے اکثر حصہ کو بھولے سے دومرتبہ مسلسل پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] چنانچہ صاحبِ حلبی نے فرمایا کہ اگر سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی کم پڑھا اور پھر بھولے سے دوبارہ سورہ فاتحہ کو پڑھ لیا، تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔

اور صاحبِ بزازیہ نے اور صاحبِ مجمع الانہر نے قہستانی کے حوالہ سے اور صاحبِ تبیین نے درایہ کے حوالہ سے نوافل میں تکرارِ فاتحہ کو غیر مکروہ قرار دیا ہے۔

جب انفرادی نماز میں سورہ فاتحہ کے اکثر حصے کا بھولے سے تکرار ہوجائے، تو سجدہ سہو کے وجوب کا حکم لگانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن جب امام سے نماز پڑھانے کی صورت میں اس طرح کی غلطی واقع ہوجائے، تو سجدہ سہو کے وجوب کا حکم لگانے میں ایک گونہ حرج پایا جاتا ہے، بالخصوص جبکہ مجمع زیادہ ہو، اور بالاخص جبکہ تراویح کی نماز ہو، جس کو بعض جہات سے تطوع کا حکم حاصل ہے، اس لئے اگر بطورِ خاص تراویح کی امامت میں کسی سے بھولے سے سورہ فاتحہ کے اکثر یا کُل حصہ کا مسلسل تکرار ہوجائے تو بندہ کو سجدہ سہو نہ کرنے کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

اور جب مجمع زیادہ ہو جس میں انتشار وخلفشار پیدا ہوتا ہو، تو خود فقہائے کرام نے سجدہ سہو معاف ہونے کی گنجائش دی ہے۔

وقراءة أكثر الفاتحة ثم إعادتها كقراء تها مرتين كما فى الظهيرية(البحرالرائق، ج۲، ص ۱۰۱، و۱۰۲، باب سجود السهو)

(قوله وكذا ترك تكريرها إلخ) فلو قرأها فى ركعة من الأوليين مرتين وجب سجود السهو لتأخير الواجب وهو السورة كما فى الذخيرة وغيرها، وكذا لو قرأ أكثرها ثم أعادها كما فى الظهيرية(رد المحتار على الدر المختار، ج۱، ص ۴۶۱ كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

وكذا لو قرأ الفاتحة إلا حرفا ثم أعادها لا سهو عليه كذا فى الخلاصة (حلبى كبير، ص ۴۶۰، فصل فى سجود السهو)

(أو كرره) أى الركن وفيه إشعار بأنه لو كرر واجبا لم يجب السهو لكن فى الخزانة وغيره أن تكرار الفاتحة فى الأوليين يوجب السهو ويمكن أن يقال :إن التكرار لم يوجب بل ترك السورة فإنها تجب أن تلى الفاتحة وينبغى أن يقيد ذلك بالفرائض لأن تكرار الفاتحة فى النوافل لم يكره كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۳...... تراویح کی نماز میں امام کو کیونکہ بلند آواز سے قراءت کرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک سنت اور مالکیہ کے نزدیک مستحب ہے، اس لئے اگر تراویح کی نماز میں امام بلند آواز سے قراءت کرنا بھول جائے، اور آہستہ آواز میں قراءت شروع کردے، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، خواہ کتنی بھی زیادہ قراءت کیوں نہ کرلے۔ [1]

اور حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جب تک اس نے بقدرِ فرض (یعنی ایک بڑی آیت یا تین

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی القهستانی (مجمع الأنهر، ج ا ص ۱۴۸، کتاب الصلاة، باب سجود السهو)

قوله :ولو كررها خالف المشروع) أی ؛ لأن تكرار الفاتحة فی قيام واحد غير مشروع قال فی الدراية لكن ذكر فی فتاوى العتابی أن تكرار الفاتحة فی التطوع لا يكره لورود الخبر فی مثله .ا هـ .قال ابن أمير حاج -رحمه الله -والله أعلم بثبوت ذلك .ا هـ (تبيين الحقائق، ج ا ،ص ۱۲۸)

تكرار الفاتحة فی النفل لا يكره للأثر (الفتاوى البزازية، ج ا ،ص ۲۰)

[1] يرى جمهور الفقهاء أن الجهر فيما يجهر به والإخفات فيما يخافت فيه سنة من سنن الصلاة، وذهب الحنفية إلى أنه يجب الجهر فيما يجهر به والمخافتة فيما يخافت فيه. ثم اختلفوا فيما يوجبه الجهر فی موضع الإسرار أو العكس :فذهب الشافعية والأوزاعی إلى أن من جهر فی موضع الإسرار أو أسر فی موضع الجهر لم تبطل صلاته ولا سجود سهو عليه، ولكنه ارتكب مكروها .وبهذا يقول الحنابلة إن ترك الجهر والإخفات فی موضعهما عمدا .وإن ترك سهوا ففی مشروعية السجود من أجله روايتان عن أحمد :إحداهما :لا يشرع كما هو مذهب الشافعی والأوزاعی .والثانية: يشرع .ويرى الحنفية أنه لو جهر الإمام فيما يخافت فيه أو خافت فيما يجهر به تلزمه سجدة السهو؛ لأن الجهر فی موضعه والمخافتة فی موضعها من الواجبات، لمواظبة النبی صلى الله عليه وسلم عليهما، فبتركهما يلزم سجود السهو ،هذا فی حق الإمام، أما المنفرد فلا سهو عليه؛ لأن الجهر والمخافتة من خصائص الجماعة ،وعد المالكية الجهر فيما يجهر فيه والسر فيما يسر فيه من السنن المؤكدة التی تنجبر بالسجود ،وقالوا :لا سجود فی يسير جهر فی سرية بأن أسمع نفسه ومن يليه فقط، أو يسير سر فی جهرية، ولا فی إعلان أو إسرار فی مثل آية فی محل سر أو جهر ، وعبر الدردير عن حاصل المذهب المالكی فی المسألة بقوله :إن من ترك الجهر فيما يجهر فيه وأتى بدله بالسر فقد حصل منه نقص، لكن لا سجود عليه إلا إذا اقتصر على حركة اللسان .وإن من ترك السر فيما يسر فيه وأتى بدله بالجهر فقد حصل منه زيادة، لكن لا سجود عليه بعد السلام، إلا إذا رفع صوته فوق سماع نفسه ومن يلاصقه، بأن كان يسمعه من بعد عنه بنحو صف فأكثر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۶ ،ص ۱۸۹، الجهر فی موضع الإسرار والعكس)

Idara Ghufran

چھوٹی آیات کے برابر) قرائت نہ کی ہو، اُس وقت تک آہستہ آواز میں قرائت کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اور اس سے زیادہ مقدار میں آہستہ آواز میں قرائت کرلی ہو، تو سجدۂ واجب ہوجاتا ہے۔ [1]

البتہ حنفیہ کی ایک روایت کے مطابق جب تک اکثر سورۂ فاتحہ کی آہستہ آواز میں قرائت نہ

---

[1] بقدرِ فرض قرائت صاحبین کے نزدیک تین آیات ہیں، اور امام صاحب کے نزدیک ایک آیت ہے؛ اس مسئلہ کے متعلق صاحبین کا قول وسعت پر اور امام صاحب کا قول احتیاط پر مبنی ہے۔

عندهما لا يتأدى فرض القراء ة إلا بثلاث آيات فما لم يتمكن التغير فى هذا المقدار لا يجب سجود السهو، وعند أبى حنيفة -رحمه الله تعالى- يتأدى الفرض بآية واحدة، فإذا تمكن التغير فى هذا القدر وجب السهو (المبسوط للسرخسى، ج ۱، ص ۲۲۲، باب سجود السهو)

(والجهر فيما يخافت فيه) للإمام (وعكسه) لكل مصل فى الأصح والأصح تقديره (بقدر ما تجوز به الصلاة فى الفصلين. وقيل) قائله قاضى خان يجب السهو (بهما) أى بالجهر والمخافتة (مطلقا أى قل أو كثر (وهو ظاهر الرواية) واعتمده الحلوانى (الدر المختار)

(قوله والأصح إلخ) وصححه فى الهداية والفتح والتبيين والمنية لأن اليسير من الجهر والإخفاء لا يمكن الاحتراز عنه، وعن الكثير يمكن، وما تصح به الصلاة كثير، غير أن ذلك عنده آية واحدة، وعندهما ثلاث آيات هداية.(قوله فى الفصلين) أى فى المسألتين مسألة الجهر والإخفاء .(قوله قل أو كثر) أى ولو كلمة .قال القهستانى :والمتبادر أن يكون هذا فى صورة،أن ينسى أن عليه المخافتة فيجهر قصدا، وأما إذا علم أن عليه المخافتة فيجهر لتبيين الكلمة فليس عليه شىء .اهـ.

(قوله وهو ظاهر الرواية) قال فى البحر :وينبغى عدم العدول عن ظاهر الرواية الذى نقله الثقات من أصحاب الفتاوى .اهـ .زاد المصنف فى منحه :وإنما عولنا على الأول تبعا للهداية، وأنا أعجب من كثير من كمل الرجال كيف يعدل عن ظاهر الرواية الذى هو بمنزلة نص صاحب المذهب إلى ما هو كالرواية الشاذة .اهـ.

أقول :لا عجب من كمل الرجال كصاحب الهداية والزيلعى وابن الهمام حيث عدلوا عن ظاهر الرواية لما فيه من الحرج، وصححوا الرواية الأخرى للتسهيل على الأمة، وكم له من نظير ولذا قال القهستانى :ويجب السهو بمخافتة كلمة لكن فيه شدة .وقال فى شرح المنية :والصحيح ظاهر الرواية، وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة لأن القليل من الجهر فى موضع المخافتة عفو أيضا؛ ففى حديث أبى قتادة فى الصحيحين أنه -عليه الصلاة والسلام- كان يقرأ فى الظهر فى الأوليين بأم القرآن وسورتين، وفى الأخريين بأم الكتاب ويسمعنا الآية أحيانا .اهـ .ففيه التصريح بأن ما صححه فى الهداية ظاهر الرواية أيضا، فإن ثبت ذلك فلا كلام، وإلا فوجه تصحيحه ما قلنا وتأيده بحديث الصحيحين وقد قدمنا فى واجبات الصلاة عن شرح المنية أنه لا ينبغى أن يعدل عن الدراية أى الدليل إذا وافقتها رواية(رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۸۲، باب سجود السهو)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کرے، اس وقت تک سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ نوادر کی ایک روایت کے مطابق اگر جہری نماز میں (جس میں باجماعت تراویح بھی داخل ہے) امام اگر بھولے سے اکثر سورۂ فاتحہ کی سِرّی قرائت کرے، تو سجدۂ سہو واجب ہے، اور اس سے کم کرنے کی صورت میں واجب نہیں۔

اور سورۂ فاتحہ کے علاوہ کسی سورت کی اگر تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت کی سری قرائت کرے، تو سجدۂ واجب ہے، ورنہ نہیں۔

ہمارے نزدیک باجماعت تراویح کی نماز میں امام کو بوقتِ ضرورت (مثلاً جبکہ مجمع زیادہ ہو) نوادر کی اس روایت پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے، مجتہد فیہ مسئلے میں ظاہر ہے کہ کچھ نہ کچھ تخفیف ہوا کرتی ہے۔

فی ظاهر رواية الأصل سوى بين الجهر والمخافتة، فقال :إذا جهر فيما يخافت أو خافت فيما يجهر فعليه سجود السهو من غير تفصيل، وذكر في النوادر :أنه إن جهر فيما يخافت فعليه السهو قل ذلك أو كثر.وإن خافت فيما يجهر إن كان ذلك في فاتحة الكتاب أو في أكثرها فعليه السهو وإلا فلا.وإن وقع هذا في سورة أخرى إن خافت ثلاث آيات أو آية طويلة عند الكل أو آية قصيرة عند أبي حنيفة رحمه الله فعليه السهو، وإلا فلا، وهذا لأن حكم الجهر فيما يخافت غلظ من حكم المخافتة فيما يجهر؛ لأن حكم الشرع في ابتداء الإسلام الجهر في الصلاة كلها الصلاة ثم انتسخ الجهر في البعض دون البعض، فإذا جهر فيما يخافت فقد عمل بالمنسوخ خف حكمه، ولأن للصلاة بالجهر حظاً من المخافتة حتى يخافت بالفاتحة في الآخرين(المحيط البرهاني،ج ا ص ۵۰۳،كتاب الصلاة،الفصل السابع عشر في سجود السهو)

ولو غير صفة القراءة سهوا بأن جهر فيما يخافت أو خافت فيما يجهر -فهذا على وجهين :أما إن كان إماما أو منفردا فإن كان إماما سجد للسهو عندنا، وعند الشافعي لا سهو عليه، وجه قوله أن الجهر والمخافتة من هيئة الركن، وهو القراءة فيكون سنة كهيئة كل ركن، نحو الأخذ بالركب وهيئة القعدة،ولنا أن الجهر فيما يجهر والمخافتة فيما يخافت واجبة على الإمام لما بينا فيما تقدم، ثم اختلفت الروايات عن أصحابنا في مقدار ما يتعلق به سجود السهو من الجهر والمخافتة، ذكر في نوادر أبي سليمان وفصل بين الجهر والمخافتة في المقدار فقال :إن جهر فيما يخافت فعليه السهو قل ذلك أو كثر، وإن خافت فيما يجهر فإن كان في أكثر الفاتحة، أو في ثلاث آيات من غير الفاتحةفعليه السهو، وإلا فلا، وروى ابن سماعة عن محمد التسوية بين الفصلين أنه إن تمكن التغيير في ثلاث آيات أو أكثر فعليه سجود السهو، وإلا فلا وروى الحسن عن أبي حنيفة إن تمكن التغيير في آية واحدة فعليه السجود، وروى عن أبي يوسف أنه إذا جهر بحرف يسجد،وجه رواية أبي سليمان أن المخافتة فيما يخافت ألزم من الجهر فيما يجهر، ألا ترى أن المنفرد يتخير بين الجهر والمخافتة؟ ولا خيار له فيما يخافت فإذا جهر فيما يخافت فقد تمكن النقصان في الصلاة بنفس الجهر فيجب جبره بالسجود فأما بنفس المخافتة فيما يجهر فلا يتمكن النقصان ما لم يكن مقدار ثلاث آيات أو أكثر،وجه رواية ابن سماعة ما روى عن أبي قتادة أن النبيﷺ كان يسمعنا الآية والآيتين أحيانا في الظهر والعصر، وهذا جهر فيما يخافت، فإذا ثبت فيه ثبت في المخافتة فيما يجهر؛ لأنهما يستويان، ثم لما ورد الحديث مقدرا بآية أو آيتين ولم يرد بأزيد من ذلك كانت الزيادة تركا للواجب فيوجب السهو،وجه رواية الحسن بناء على أن فرض القراءة عند أبي حنيفة يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرة، فإذا غير صفة القراءة في هذا القدر تعلق به السهو، وعندهما لا يتأدى فرض القراءة إلا بآية طويلة أو ثلاث آيات قصار، فما لم يتمكن التغيير في هذا المقدار لا يجب السهو، هذا إذا كان إماما فأما إذا كان منفردا فلا سهو عليه(بدائع الصنائع،ج ا ص ۱۶۶)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530
Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۲۴...... اگر تراویح میں سورہ فاتحہ کے بجائے بھولے سے دوسری سورت کی تلاوت شروع کردے، تو اگر ایک رکن کی مسنون مقدار سے کم قرائت کی ہو، تو حنفیہ کے نزدیک دلیل کے لحاظ سے راجح یہ ہے کہ سجدہ سہو کی ضرورت نہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک کتنی بھی قرائت کرلی ہو، سجدۂ سہو نہیں ہے، کیونکہ قیام کی حالت فی الجملہ قرائت کا محل ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲۵...... احادیث میں رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن مجید کی قرائت وتلاوت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] اورحنفیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اگرسورہ فاتحہ سے پہلے ایک حرف کی بھی قرائت کرلی ہو، تو سجدہ سہو واجب ہے۔

(وإن بدأ المصلى بالسورة) قبل الفاتحة (ساهيا فى الركعة الأولى) أو الثانية (فعليه السهو وإن قرأ حرفا) واحدا (كذا فى الخاقانية) لأنه أخر واجبا ولم يعف القليل لأن السهو فيه غير غالب بخلاف الجهر(منية المصلى،ص۲۶۲)

ولو بدأ بحرف من السورة قبل الفاتحة فذكر فقرأ الفاتحة يسجد للسهو للتأخير، وفى هذا إذا وزنته بما ذكرناه فى التفكر نظر، بل ينبغي أن يقرأ من السورة مقدار ما يتأدى فيه ركن ليجب السهو(فتح القدير، ج ا ص ۵۰۳، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

لو بدأ بالسورة ثم تذكر يبدأ بالفاتحة ثم يقرأ السورة ويسجد للسهو وإن قرأ من السورة حرفا كذا فى المجتبى وقيده فى فتح القدير بأن يكون مقدار ما يتأدى به ركن عن قراء ة الفاتحة (البحر الرائق، ج۲ ص ۱۰۱،كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

(قوله وقيده فى فتح القدير إلخ) أيده العلامة ابن أمير حاج فى واجبات الصلاة بما ذكره غير واحد من المشايخ من أن الزيادة على التشهد فى القعدة الأولى الموجبة لسجود السهو بسبب تأخير القيام عن محله مقدرة بمقدار أداء ركن وهذه المسألة نظيرتها(منحة الخالق على البحر،حواله بالا)

ثم رأيت فى سهو البحر قال بعد ما مر :وقيده فى فتح القدير بأن يكون مقدار ما يتأدى به ركن .اهـ.

أى لأن الظاهر أن العلة هى تأخير الابتداء بالفاتحة والتأخير اليسير، وهو ما دون ركن معفو عنه تأمل .ثم رأيت صاحب الحلية أيد ما بحثه شيخه فى الفتح من القيد المذكور بما ذكروه من الزيادة على التشهد فى القعدة الأولى الموجبة للسهو بسبب تأخير القيام عن محله، وأن غير واحد من المشايخ قدرها بمقدار أداء ركن(ردالمحتار، ج ا ص ۴۶۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

لو قرأ السورة قبل الفاتحة لم يسجد قاله ابن الصباغ؛ لأن القيام محلها فى الجملة(أسنى المطالب فى شرح روض الطالب، ج ا ،ص۱۸۸ ،كتاب الصلاة، فصل ترتيب الاركان فى الصلاة)

[2] عن ابن عباس، قال :كشف رسول الله صلى الله عليه وسلم الستارة والناس صفوف خلف أبى بكر، فقال :أيها الناس، إنه لم يبق من مبشرات النبوة إلا الرؤيا الصالحة، يراها المسلم، أو ترى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لیکن اگر کوئی شخص رکوع یا سجدہ کی حالت میں بھولے سے قرآن مجید کی قرائت کرلے، تو کیا اس پر سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟

اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ ۱؎

بعض حضرات اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہونے کے قائل نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک قرآن مجید ثناء پر مشتمل ہے، اور رکوع وسجدہ محلِ ثناء ہے۔

اور اکثر مشائخِ حنفیہ اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہونے کے قائل ہیں۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

له، ألا وإني نهيت أن أقرأ القرآن راكعا أو ساجدا، فأما الركوع فعظموا فيه الرب عز وجل، وأما السجود فاجتهدوا في الدعاء، فقمن أن يستجاب لكم(مسلم، رقم الحديث ۴۷۹"۲۰۷")

على بن أبي طالب، يقول :نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قراء ة القرآن وأنا راكع أو ساجد(مسلم، رقم الحديث ۴۸۰"۲۱۰")

۱؎ قال القاضي :نهي الله تعالى رسوله يدل على عدم جواز القراء ة في الركوع والسجود، لكن لو قرأ لم تبطل صلاته، إلا إذا كان المقروء الفاتحة، فإن فيها خلافا يعني :عند الشافعية؛ لأنه زاد ركنا، لكن لم يتغير به نظم صلاته، (فأما الركوع فعظموا فيه الرب) ، أي :فقولوا سبحان ربي العظيم (وأما السجود فاجتهدوا) ، أي :بالغوا (في الدعاء) ، أي :حقيقة وهو ظاهر أو حكما كما في " :سبحان ربي الأعلى "وقال بعضهم :ادعوا بعد قول سبحان ربي الأعلى، وقال الطيبي: وأمره إياه بالتعظيم للرب في الركوع وبالدعاء في السجود يدل على أن النهي عن القراء ة ليس مخصوصا به عليه السلام، بل الأمة داخلون معه فيه، وقال ابن الملك :الأمر فيه للندب لا للوجوب؛ لأنه عليه السلام حين علم الأعرابي لم يأمره به(مرقاة المفاتيح، ج۲ ص۷۱۱، كتاب الصلاة،باب الركوع)

۲؎ فيه النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود وإنما وظيفة الركوع التسبيح ووظيفة السجود التسبيح والدعاء فلو قرأ في ركوع أو سجود غير الفاتحة كره ولم تبطل صلاته وإن قرأ الفاتحة ففيه وجهان لأصحابنا أصحهما أنه كغير الفاتحة فيكره ولا تبطل صلاته والثاني يحرم وتبطل صلاته هذا إذا كان عمدا فإن قرأ سهوا لم يكره وسواء قرأ عمدا أو سهوا يسجد للسهو عند الشافعي رحمه الله تعالى وقوله صلى الله عليه وسلم(شرح صحيح مسلم للنووي، ج۴ص۱۹۷،باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود)

ولو تشهد مرتين لا سهو عليه، ولو قرأ القرآن في ركوعه أو في سجوده أو في قيامه لا سهو عليه؛ لأنه ثناء وهذه الأركان مواضع الثناء (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج۱،ص۱۶۷، كتاب الصلاة،فصل بيان سبب وجوب سجود السهو)

(إن قرأ) آية (في ركوع أو قعود) أو سجود أو قومة لأن كلا منها ليس بمحل القراءة فيكون فعل من أفعال الصلاة غير واقع في محله فيجب(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج۱،ص۱۴۸، كتاب الصلاة، باب سجود السهو) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۶...... اگر تراویح کی نماز کے قعدہ میں تشہُّد سے فارغ ہوکر کوئی بھولے سے قرآن مجید کی قرائت کرے، تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اور اگر تشہد سے پہلے کرے، تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكذا لو قرأ آية في الركوع أو السجود أو القومة فعليه السهو كما في الظهيرية وغيرها وعلله في المحيط بتأخير ركن أو واجب عليه وكذا لو قرأها في القعود إن بدأ بالقراء ة وإن بدأ بالتشهد ثم قرأها فلا سهو عليه كما في المحيط وفي البدائع لو قرأ القرآن في ركوعه أو في سجوده لا سهو عليه لأنه ثناء وهذه الأركان مواضع الثناء اهـ .ولا يخفى ما فيه فالظاهر الأول(البحر الرائق،ج۲،ص۱۰۵،كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

ولو تشهد في قيامه أو ركوعه أو سجوده فلا سهو عليه ؛ لأنه ثناء وهذه المواضع محل الثناء (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،ج۱،ص۱۹۳،كتاب الصلاة،باب سجود السهو)

(قوله ولو قرأ آية في الركوع إلى آخره) قال في البدائع :ولو قرأ القرآن في ركوعه أو في سجوده أو في قيامه لا سهو عليه ؛ لأنه ثناء وهذه الأركان مواضع الثناء ا هـ، وهو يخالف ما ذكره الشارح ا هـ .ولو قرأ القرآن في القعدة إنما يجب السهو إذا لم يفرغ من التشهد أما إذا فرغ فلا يجب .ا هـ .فتح قوله وهذه المواضع محل الثناء أي بخلاف قراء ة القرآن فيهما فإن فيه السهو .ا هـ .فتح (قوله وقبلها محل الثناء إلى آخره) ، وهذا يقتضي تخصيصه بالركعة الأولى .ا هـ .فتح (حاشية الشلبي،على تبيين الحقائق ج۱،ص۱۹۳،كتاب الصلاة،باب سجود السهو)

صاحبِ بدائع نے رکوع وسجدہ میں قرائت کرنے سے عدمِ وجوبِ سجدۂ سہو کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن ثناء ہے، اور رکوع وسجدہ کی حالت محلِ ثناء ہے۔

جس کے پیشِ نظر کہا جاسکتا ہے کہ اگر رکوع وسجدہ کی حالت میں کوئی بنیتِ ثناء ودعاء کسی آیت کا ورد کرے، تو بالاتفاق سجدۂ سہو واجب نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ثنا کی نیت سے قرآن مجید یا اس کی مخصوص آیات وسورتوں کا حکم قرائتِ قرآن سے نکل جاتا ہے، بالخصوص جبکہ غیر محل میں ہو۔

(قوله :وقراء ة القرآن) أي يمنع الحيض قراء ة القرآن وكذا الجنابة......وهذا كله إذا قرأ على قصد أنه قرآن، أما إذا قرأه على قصد الثناء أو افتتاح أمر لا يمنع في أصح الروايات وفي التسمية اتفاق أنه لا يمنع إذا كان على قصد الثناء أو افتتاح أمر كذا في الخلاصة وفي العيون لأبي الليث ولو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم يرد به القراء ة فلا بأس به اهـ.واختاره الحلواني وذكر في غاية البيان أنه المختار لكن قال الهندواني لا أفتي بهذا، وإن روى عن أبي حنيفة اهـ.(البحرالرائق، ج ۱، ص ۲۰۹، باب الحيض، كيفية الحيض)

وفي القنية لم يقرأ في الأولين وقرأ في الأخريين الفاتحة في الصلاة على قصد الثناء والدعاء لا يجزئه انتهى مع أن المنقول في التجنيس أنه إذا قرأ الفاتحة في الصلاة على قصد الثناء جازت صلاته لأنه وجدت القراء ة في محلها فلا يتغير حكمها بقصده وهكذا في الظهيرية ،ثم ذكر بعده ما في القنية عن شمس الأئمة الحلواني ووجهه أن القراء ة ليست في محلها فتغيرت بقصده كما يشير إليه تعليله في التجنيس(البحر الرائق،ج۲،ص۶۰،باب الوتر والنوافل)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حنفیہ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۷...... اگر رکوع یا سجدہ میں کوئی بھولے سے تشہد پڑھ لے، تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲۸...... اگر تراویح کی نماز کے قعدہ میں کوئی بھولے سے دو مرتبہ تشہُّد پڑھ لے، تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔ [3]

مسئلہ نمبر ۲۹...... اگر تراویح کی نماز میں غلطی سے کوئی ثنا، تعوذ، دعا یا تشہُّد وغیرہ بلند آواز سے پڑھ لے، تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، خواہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو، یا امامت کرا رہا ہو۔ [4]

مسئلہ نمبر ۳۰...... اگر تراویح کی نماز میں ایک رُکن کی مسنون مقدار (یعنی تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ یا سبحان ربی العظیم) کہنے کے برابر یا اس سے زیادہ دیر تک کوئی خاموش رہ کر سوچتا رہے، تو حنفیہ کے نزدیک اُس پر سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے، جس کی تفصیل پہلے گزری۔
لیکن اگر کوئی نماز میں شک کی حالت میں سوچتا رہا، مگر وہ خاموش نہیں رہا، بلکہ قرائت یا تسبیح وغیرہ میں مشغول رہا (جیسا کہ قراء حضرات قرائت میں شک ہونے کی صورت میں مختلف

---

[1] ولو قرأ القرآن فی القعدة إنما یجب السهو إذا لم یفرغ من التشهد، أما إذا فرغ فلا یجب . وتکرار التشهد فی القعدة الأولی یوجب السجود دون الأخیرة.وفی شرح الطحاوی أطلق عدم الوجوب(فتح القدیر، ج ۱، ص ۵۰۴ کتاب الصلاة،باب سجود السهو)

[2] ولو قرأ التشهد فی الرکوع أو السجود لا سهو علیه لأنه ثناء وهما محله (فتح القدیر، ج ۱، ص ۵۰۴ کتاب الصلاة،باب سجود السهو)

[3] (أو قرأ التشهد مرتین فی) القعدة (الأخیرة أو تشهد قائما أو راکعا أو ساجدا لا سهو علیه) کذا فی المختار لعدم ترک واجب فی ذلک کله لأن الفاتحة لم یتعین وحدها فی الأخریین علی سبیل الوجوب القیام والرکوع والسجود محل الثناء والتشهد شاء وقیل إن تشهد فی القیام بعد قراءة الفاتحة فعلیه السهو وصححه السروجی وقیل لو تشهد فی رکوعه أو سجوده یلزمه السهو(منیة المصلی،ص ۲۵۴)

[4] (تتمة) قد صرحوا بأنه إذا جهر سهوا بشیء من الأدعیة والأثنیة ولو تشهدا فإنه لا یجب علیه السجود .قال فی الحلیة :ولا یعری القول بذلک فی التشهد عن تأمل اهـ وأقره فی البحر .هذا وقد قدمنا فی فصل القراءة الکلام علی حد الجهر فراجعه(رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۸۲، باب سجود السهو)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آیتوں کو پڑھتے رہتے ہیں) تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

اور اگر تراویح میں امام مذکورہ مقدار کے برابر سامع کے لقمہ دینے کو سُننے کی غرض سے خاموش رہا، تو کیونکہ تراویح میں قرآن مجید کی قرائت اور اُس کی درست قرائت کرنا تراویح کا حصہ اور وظیفہ ہے، اس لئے مذکورہ صورت میں امام کا خاموش رہنا مشغولی کے قائم مقام سمجھا جائے گا، اور سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ ۱؎

اور یہ تفصیل امام کے لئے ہے، مقتدی اگر اتنی یا اس سے زیادہ دیر تک سوچتا رہے، تو اس پر بہرحال سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ ۲؎

مسئلہ نمبر ۳۱...... تراویح میں پڑھے جانے والے قرآن مجید کی تکمیل حسبِ سہولت وحسبِ موقع جس تاریخ میں اور جس رکعت میں کر لی جائے، جائز ہے؛ نہ تو کوئی مخصوص دن وتاریخ مقرر ہے، اور نہ ہی کوئی خاص رکعت۔

چنانچہ دس بیس دن میں یا اس سے کم وبیش دن میں تکمیلِ قرآن جائز ہے، بشرطیکہ جماعت سے پڑھے جانے کی صورت میں مقتدیوں کو بار اور گرانی نہ ہو۔ ۳؎

۱؎ ولم يبينوا قدر الركن وعلى قياس ما تقدم أن يعتبر الركن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبيحات ثم أن محل وجوب سجود السهو إذا لم يشتغل حالة الشك بقراء ة ولا تسبيح أما إذا اشتغل بهما فلا سهو عليه وظاهر إطلاقهم عدم الوجوب عند الإشتغال بما ذكر ولو كان غير محل لهما ويحرر قوله " :لتأخيره واجب القيام "الأولى زيادة أو لتأخير واجب السلام قوله" :لكونه عفوا "لأن التحرز عن مثله فيه حرج والله سبحانه وتعالى أعلم وأستغفر الله العظيم (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص ۴۷۴، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

۲؎ أما المقتدى إذا سها فى صلاته فلا سجدة عليه لأنه لا يمكنه أداء السجود قبل السلام لما فيه من مخالفة الإمام ولا بعد سلام الإمام لأنه سلام عمد فيخرج به عن الصلاة فيسقط السهو أصلا (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ۱ ص ۲۱۵، باب السهو)

قال -رحمه الله -(لا بسهوه) أى لا يجب بسهو نفسه يعنى المقتدى ؛ لأنه لو سجد وحده كان مخالفا لإمامه ، ولو تابعه الإمام ينقلب التبع أصلا (تبيين الحقائق، ج ۱ ص ۱۹۵، باب سجود السهو)

۳؎ عن أبى مسعود، قال أتى النبى صلى الله عليه وسلم رجل، فقال :يا رسول الله، إنى لأتأخر فى صلاة الغداة من أجل فلان لما يطيل بنا فيها، قال :فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قط فى موعظة أشد غضبا منه يومئذ، فقال :يا أيها الناس إن منكم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور جس دن قرآن مجید مکمل کیا جائے، اس دن تراویح کی بیسویں وآخری رکعت میں تکمیل ضروری نہیں ہے، بلکہ درمیان کی کسی رکعت میں بھی تکمیل جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۲...... ایک مرتبہ قرآن مجید مکمل ہونے کے بعد اگر اخلاص اور شوق وذوق سے کوئی باقی ماندہ دِنوں کی تراویح میں دوسری مرتبہ قرآن مجید کا کچھ حصہ یا مکمل قرآن مجید پڑھنا چاہے، تو جائز ہے۔

بس اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر امام ہو تو مقتدیوں پر گرانی نہ ہونے کا لحاظ کرے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۳۳...... بعض حضرات نے تراویح میں پڑھے جانے والے قرآن مجید کے رمضانُ المبارک کی ستائیسویں رات میں مکمل کرنے کو بہتر قرار دیا ہے۔ [3]

لیکن جیسا کہ پہلے گزرا کہ شرعی اعتبار سے ہر ایک کے لئے ستائیسویں یا کسی مخصوص رات میں مکمل کرنے کی پابندی نہیں، بلکہ اپنی اپنی سہولت کے مطابق ہر ایک کو اختیار ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

منفرين، فأيكم ما صلى بالناس، فليجوز؛ فإن فيهم الضعيف، والكبير، وذا الحاجة(ابن ماجه، رقم الحديث ۹۸۴، باب من أم قوما فليخفف)

عثمان بن أبي العاص، حدثه أن النبي صلى الله عليه وسلم، أمره أن يؤم قومه، قال: ثم قال " :من أم قوما فليخفف، فإن فيهم الضعيف، والكبير، والمريض، وذا الحاجة، فإذا صلى وحده فليصل كيف شاء (مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۸۹۹)

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

[1] (والسنة ختم القرآن في التراويح مرة واحدة) وعن أبي حنيفة يقرأ في كل ركعة عشر آيات ليقع له الختم، والأفضل في زماننا مقدار ما لا يؤدي إلى تنفير القوم عن الجماعة(الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۶۹، ۷۰، كتاب الصلاة، باب صلاة التراويح)

[2] والجمهور على أن السنة الختم مرة فلا يترك لكسل القوم ويختم في الليلة السابع والعشرين لكثرة الإخبار أنها ليلة القدر ومرتين فضيلة وثلاث مرات في كل عشر مرة أفضل كذا في الكافي (البحر الرائق، ج ۲، ص ۷۴، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، صلاة التراويح)

والأفضل في زماننا مقدار ما لا يؤدي إلى تنفير القوم عن الجماعة (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۶۹، ۷۰، كتاب الصلاة، باب صلاة التراويح)

[3] قال الصدر الشهيد الختم في التراويح سنة والختمان فضيلة فيقرأ في كل ركعة عشر آيات حتى يحصل الختم في الليلة السابعة والعشرين (خلاصة الفتاوى، ج ۱، ص ۶۴)

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۳۴...... آج کل اکثر جگہ تراویح میں ختمِ قرآن کے موقعہ پر پہلی رکعت میں معوّذتین اور دوسری رکعت میں سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات مفلحون تک پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور اس کو ضروری یا کم از کم مسنون عمل سمجھا جاتا ہے، اور اگر کوئی اس کے مطابق عمل نہ کرے تو اُسے معیوب یا خلافِ سنت عمل کا مُرتکب خیال کیا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ عمل نہ تو ضروری ہے، اور نہ ہی سنت ہے۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات نے ختمِ قرآن کے بعد سورہ بقرہ کی کچھ آیات پڑھنے کے عمل کو بہتر قرار دیا ہے۔[1]

اور جو بعض روایات سے اس طرح کے عمل کے سنت ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔[2]

---

[1] وفى الولوالجية من يختم القرآن فى الصلاة إذا فرغ من المعوذتين فى الركعة الأولى يركع ثم يقوم ويقرأ فى الركعة الثانية بفاتحة الكتاب وشيء من سورة البقرة (حلبى الصغير، ج ۱، ص۲۷۸)

ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوسا إلا إذا ختم فيقرأ من البقرة (الدرالمختار)

(قوله إلا إذا ختم إلخ) قال فى شرح المنية :وفى الولوالجية :من يختم القرآن فى الصلاة إذا فرغ من المعوذتين فى الركعة الأولى يركع ثم يقرأ فى الثانية بالفاتحة وشىء من سورة البقرة، لأن النبى -صلى الله عليه وسلم- قال خير الناس الحال المرتحل أى الخاتم المفتتح اهـ(ردالمحتار، ج ۱، ص۵۴۷، كتاب الصلاة، فصل فى القراء ة)

[2] وہ روایات یہ ہیں:

عن ابن عباس، قال :قال رجل :يا رسول الله أى العمل أحب إلى الله؟ قال :الحال المرتحل .قال :وما الحال المرتحل؟ قال :الذى يضرب من أول القرآن إلى آخره كلما حل ارتحل :هذا حديث غريب لا نعرفه من حديث ابن عباس إلا من هذا الوجه وإسناده ليس بالقوى حدثنا محمد بن بشار قال :حدثنا مسلم بن إبراهيم قال :حدثنا صالح المرى، عن قتادة، عن زرارة بن أوفى، عن النبى صلى الله عليه وسلم نحوه بمعناه، ولم يذكر فيه عن ابن عباس :وهذا عندى أصح من حديث نصر بن على عن الهيثم بن الربيع(سنن الترمذى،رقم الحديث ۲۹۴۸)

عن أبى هريرة رضى الله عنه، قال :قام رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال :يا رسول الله أى العمل أفضل؟ أو أى العمل أحب إلى الله؟ قال :الحال، المرتحل الذى يفتح القرآن ويختمه، صاحب القرآن يضرب من أوله إلى آخره، ومن آخره إلى أوله، كلما حل ارتحل(مستدرک حاكم، رقم الحديث ۲۰۹۰)

Idara Ghufran

وہ روایات اولاً تو سند کے اعتبار سے محلِ کلام ہیں، بعض ضعیف اور بعض شدید ضعیف ہیں۔ ۱؎ اور ضعیف حدیث سے بعض شرائط کے ساتھ کسی عمل کی فضیلت تو ثابت ہوجاتی ہے، لیکن کسی عمل کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

دوسرے اُن روایات سے خاص اس طرح کے عمل کے مسنون ہونے پر استدلال بھی مشکل ہے۔ ۲؎

۱؎ هذا حديث غريب أخرجه الترمذى عن نصر بن على، عن الهيثم بن الربيع، عن صالح .وقال: غريب لا نعرفه من حديث ابن عباس إلا من هذا الوجه .ثم أخرجه من رواية مسلم بن إبراهيم عن صالح، ولم يذكر فيه ابن عباس .ورجح هذه الرواية المرسلة، وتعقبه المزى فى الأطراف بأن الهيثم لم ينفرد بوصله، بل تابعه إبراهيم بن أبى سويد .قلت :قد ذكرته من روايته ومن رواية اثنين غيره، وتابعهم عمرو بن مرزوق.وأخرجه البزار عن الحسن بن يحيى عن عمرو بن عاصم، وأشار إلى تفرد صالح به عن قتادة.وأخرج الحاكم من رواية زيد بن الحباب، ومن رواية عمرو بن عاصم، ومن رواية عمرو بن مرزوق، وقال :تفرد به صالح، وكان من زهاد أهل البصرة انتهى .وهو مما يتعجب منه لإخراجه له فى المستدرك، وصالح عندهم ضعيف لسبب سوء حفظه، وكأنه تساهل فيه لكونه من فضائل الأعمال(نتائج الأفكارفى تخريج أحاديث الأذكار،لابن حجر العسقلانى،فصل :فيمن نام عن حزبه ووظيفته المعتادة)

وقال الترمذى " :وهذا عندى أصح من حديث الهيثم بن الربيع ."قلت :قد تابعه جماعة على وصله كما أشرت إليه آنفا، فالموصول أصح ، وقد أخرجه الدارمى أيضا (۲/۴۶۹)مرسلا .وهو ضعيف على كل حال، لأن صالحا المرى ضعيف كما فى "التقريب ."وفى "الضعفاء "للذهبى: "قال النسائى وغيره :متروك ."وقال الحاكم عقب الحديث " :هو من زهاد أهل البصرة ، إلا أن الشيخين لم يخرجاه ."وتعقبه الذهبى بقوله " :قلت :صالح متروك وذكر له الحاكم شاهدا من طريق مقدام بن داود بن تليد الرعينى :حدثنا خالد بن نزار حدثنى الليث بن سعد حدثنى مالك بن أنس عن ابن شهاب عن الأعرج عن أبى هريرة قال :فذكره .قال الذهبى " :لم يتكلم عليه الحاكم، وهو موضوع على سند الشيخين، ومقدام متكلم فيه، والآفة منه (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة للالبانى، تحت رقم الحديث ۱۸۳۴)

۲؎ چنانچہ حال اور مرتحل کا مفہوم عام ہے، خاص قرآن مجید اور وہ بھی نماز میں پڑھنے اور بالاخص تنکیس کے ساتھ پڑھنے کا مراد ہونا متعین نہیں۔

قوله (الحال المرتحل) قال الجزرى فى النهاية هو الذى يختم القرآن بتلاوته ثم يفتتح التلاوة من أوله شبهه بالمسافر يبلغ المنزل فيحل فيه ثم يفتتح سيره أى يبتدئه وكذلك قراء مكة إذا ختموا القرآن ابتدأوا وقرأوا الفاتحة وخمس آيات من أول البقرة إلى (وأولئك هم المفلحون) ثم يقطعون القراء ة ويسمون فاعل ذلك الحال المرتحل أى ختم القرآن وابتدأ بأوله ولم يفصل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

تیسرے قرآن مجید کو باختیارِ خود خلافِ ترتیب پڑھنا بہت سے اہلِ علم کے نزدیک مکروہ عمل ہے۔ [1]

لہٰذا ختمِ قرآن کے موقع پر ضعیف حدیث سے الٹا پڑھنے کے سنت ہونے پر استدلال کرنا اور مزید براں اس کا التزام کرنا درست نہیں ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بينهما بزمان وقيل أراد بالحال المرتحل الغازى الذى لا يقفل من غزو إلا عقبه بآخر انتهى وقال بن القيم فى الإعلام ج٢ ص٩٨٢ بعد ذكر هذا الحديث ما لفظه فهم من هذا بعضهم أنه إذا فرغ من ختم القرآن قرأ فاتحة الكتاب وثلاث آيات من سورة البقرة لأنه حل بالفراغ وارتحل بالشروع وهذا لم يفعله أحد من الصحابة ولا التابعين ولا استحبه أحد من الأئمة والمراد بالحديث الذى كلما حل من غزاة ارتحل فى أخرى أو كلما حل من عمل ارتحل إلى غيره تكملا له كما كمل الأول وأما هذا الذى يفعله بعض القراء فليس مراد الحديث قطعا وبالله التوفيق وقد جاء تفسير الحديث متصلا به أن يضرب من أول القرآن إلى آخره كلما حل ارتحل وهذا له معنيان أحدهما أنه كلما حل من سورة أو جزء ارتحل فى غيره والثانى أنه كلما حل من ختمة ارتحل فى أخرى انتهى.
قلت قد وقع فى بعض نسخ الترمذى التفسير الذى أشار إليه بن القيم متصلا بهذا الحديث بلفظ قال وما الحال المرتحل قال الذى يضرب من أول القرآن إلى آخره كلما حل ارتحل وحديث بن عباس هذا رواه محمد بن نصر فى قيام الليل بلفظ قام رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله أى العمل أفضل أو قال أى العمل أحب إلى الله قال الحال المرتحل قال يا رسول الله وما الحال المرتحل قال فتح القرآن وختمه من أوله إلى آخره ومن آخره إلى أوله كلما حل ارتحل قال بعض العلماء المقصود من الحديث السير دائما لا يفتر كما يشعر به كلمة من أوله إلى آخره ومن آخره إلى أوله فقارىء خمس آيات ونحوها عند الختم لم يحصل تلك الفضيلة وليس المراد الارتحال لفور الحلول فالمسافر السائر لا بد أن ينزل فيقيم ليلة أو بعض ليلة أو بعض يوم أو يعرس انتهى قلت الأمر عندى كما قال والله تعالى أعلم (تحفة الاحوذى، ج٨، ص٢٢٠، ٢٢١، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء أن القرآن أنزل القرآن على سبعة أحرف)

[1] قَالُوا يَجِبُ التَّرْتِيبُ فِي سُوَرِ الْقُرْآنِ، فَلَوْ قَرَأَ مَنْكُوسًا أَثِمَ لَكِنْ لَا يَلْزَمُهُ سُجُودُ السَّهْوِ لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ وَاجِبَاتِ الْقِرَاءَةِ لَا مِنْ وَاجِبَاتِ الصَّلَاةِ كَمَا ذَكَرَهُ فِي الْبَحْرِ فِي بَابِ السَّهْوِ (رد المحتار على الدر المختار ج١ ص٤٥٧، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)
ويكره أن يقرأ سورة أو آية فى ركعة، ثم يقرأ فى الثانية ما فوقها وعليه جمهور الفقهاء وعن عبد الله أنه سئل عمن يقرأ القرآن منكوسا فقال ذلك منكوس القلب وهو بأن يقرأ سورة، ثم يقرأ بعدها سورة قبلها فى النظم وبه قال أحمد ولم يكرهه مالك اهـ (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج١، ص١٣١، كتاب الصلاة، فصل الشروع فى الصلاة وبيان إحرامها وأحوالها)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530
Idara Ghufran

اور اگر کوئی فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے عمل کرنا چاہے تو قرآن مجید کی ترتیب کی خلاف ورزی سے بچنے کے لئے زیادہ مناسب طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مثلاً اٹھارہویں رکعت میں سورہ ناس پڑھ کر اور تکمیلِ قرآن کر کے آخری دو رکعتوں میں سورہ بقرہ کی ترتیب سے آیات کی تلاوت کر لی جائے۔

لیکن اس کو بھی ضروری نہ سمجھا جائے، اور کبھی اس کو ترک بھی کر دیا جائے، اور جو اس طرح عمل نہ کرے، اسے معیوب یا خلافِ سنت طریقہ پر تکمیلِ قرآن کرنے والا بھی نہ قرار دیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۳۵...... تراویح میں قرآن مجید مکمل کرنے کے بعد پانی پر برکت کے لئے دَم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اسے لازم وضروری اور تکمیلِ قرآن کی سنت نہ سمجھا جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۶...... ختمِ قرآن کے موقعہ پر بعض روایات میں دعا اور اس کی قبولیت کا ذکر پایا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] (قولہ التمیمة المکروهة) أقول :الذی رأیته فی المجتبی التمیمة المکروهة ما کان بغیر القرآن، وقیل :هی الخرزة التی تعلقها الجاهلیة اهـ فلتراجع نسخة أخری .وفی المغرب وبعضهم یتوهم أن المعاذات هی التمائم ولیس کذلک إنما التمیمة الخرزة، ولا بأس بالمعاذات إذا کتب فیها القرآن، أو أسماء الله تعالی، ویقال رقاه الراقی رقیا ورقیة إذا عوذه ونفث فی عوذته قالوا :إنما تکره العوذة إذا کانت بغیر لسان العرب، ولا یدری ما هو ولعله یدخله سحر أو کفر أو غیر ذلک، وأما ما کان من القرآن أو شیء من الدعوات فلا بأس به (ردالمحتار، ج۶، ص۳۶۳، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس)

[2] عن العرباض بن ساریة قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :من صلی صلاة فریضة فله دعوة مستجابة، ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۶۴۷)

قال الهیثمی: رواه الطبرانی، وفیه عبد الحمید بن سلیمان وهو ضعیف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۱۷۱۲، بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ)

عن ثابت، أن أنس بن مالک، کان إذا ختم القرآن جمع أهله وولده، فدعا لهم (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۶۷۴؛ مسند الدارمی، رقم الحدیث ۳۵۱۷)

قال الهیثمی: رواه الطبرانی، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۱۷۱۳، بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ)

وفی حاشیة مسند الدارمی: إسناده صحیح وهو موقوف علی أنس.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

جن کے پیشِ نظر بعض اہلِ علم حضرات نے رسم ورواج اور منکرات سے بچ کر ختمِ قرآن کے موقعہ پر اخلاص کے ساتھ دُعا کرنے کو باعثِ فضیلت وقبولیت قرار دیا ہے۔ ۱

لیکن اس کو ضروری سمجھنا اور اس میں غلو کرنا اور منکرات پیدا کرنا درست نہیں ہے، اور غالبًا منکرات کی وجہ سے ہی بعض فقہاء نے اس موقع پر دعا کو ناپسندیدہ اور مکروہ قرار دیا ہے۔ ۲

نمازِ تراویح میں سجدۂ تلاوت سے متعلق احکام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن الحكم، قال " :بعث إلى مجاهد قال :إنما دعوناک أنا أردنا أن نختم القرآن وإنه بلغنا أن الدعاء يستجاب عند ختم القرآن "، قال :فدعوا بدعوات (مسند الدارمی، رقم الديث ۳۵۲۵)

فی حاشية مسند الدارمی: إسناده صحيح.

عن عبدة، قال :إذا ختم الرجل القرآن بنهار، صلت عليه الملائكة حتى يمسى، وإن فرغ منه ليلا، صلت عليه الملائكة حتى يصبح (مسند الدارمی، رقم الحديث ۳۵۱۸)

فی حاشية مسند الدارمی: إسناده صحيح إلى عبدة بن أبی لبابة.

۱ (من صلى صلاة فريضة فله) أی عقبها (دعوة مستجابة ومن ختم القرآن) أی قراء ة (فله دعوة مستجابة) فإما أن تعجل فی الدنيا وإما أن تدخر له فی الآخرة أو يعوض بما هو أصلح (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۸۸۱۸)

دل على استجابة الدعاء بعد قراء ة القرآن وبعد ختمه ما روى من حديث عمران بن حصين رضی الله عنه أنه قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :من قرأ القرآن فليسأل الله به فإنه سيجیء أقوام يقرء ون القرآن يسألون به الناس ، وحديث العرباض بن سارية :من ختم القرآن فله دعوة مستجابة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۹، ص۲۲۸،الدعاء بعد قراء ة القرآن وبعد ختمه)

۲ ويكره الدعاء عند ختم القرآن فی شهر رمضان، وعند ختم القرآن بجماعة؛ لأن هذا لم ينقل عن النبی عليه السلام وأصحابه؛ قال الفقيه أبو القاسم الصفار :لولا أن أهل هذه البلدة قالوا :إنه يمنعنا من الدعاء ، وإلا لمنعتهم عنه(المحيط البرهانی، ج۵ ص۳۱۳،كتاب الاستحسان والكراهية،الفصل الرابع فی الصلاة)

الدعاء عند ختم القرآن فی شهر رمضان مكروه لكن هذا شیء لا يفتى به، كذا فی خزانة الفتاوى. يكره الدعاء عند ختم القرآن بجماعة لأن هذا لم ينقل عن النبی -صلى الله عليه وآله وسلم -. المصلی لا يدعو بما يحضره من الدعاء وينبغی أن يدعو فی صلاته بدعاء محفوظ، وأما فی غير حالة الصلاة ينبغی أن يدعو بما يحضره، ولا يستظهر الدعاء ؛ لأن حفظ الدعاء يذهب برقة القلب، كذا فی المحيط (الفتاوىٰ الهندية، ج۵، ص۳۱۸، كتاب الكراهية، الباب الرابع)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ، اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي وَيَقُوْلُ: يَا وَيْلَهُ أُمِرَ ابْنُ آدَمَ السُّجُوْدَ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ

(صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابنِ آدم سجدہ (کی آیت) قرائت کرتا ہے، پھر سجدہ کرتا ہے، تو شیطان روتا ہوا الگ ہوجاتا ہے، اور کہتا ہے کہ ابنِ آدم کے سجدہ کرنے کے معاملہ پر ہلاکت ہو، اُس نے سجدہ کیا تو اس کے لئے جنت ہے، اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا، پھر میں نے انکار کیا، تو میرے لئے جہنم ہے (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ، فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے سجدہ والی سورت کی قرائت کرتے تھے، تو خود بھی سجدہ کرتے تھے، اور ہم بھی سجدہ کرتے تھے (بخاری)

مسئلہ نمبر ا...... قرآن مجید میں مذکور آیاتِ سجدہ کے تلاوت کرنے پر سجدۂ تلاوت کا حکم ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۲۷۵۹، ج۶ص ۴۶۵، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ذكر رجاء دخول الجنان لمن سجد لله فى تلاوته.

فى حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح

[2] رقم الحديث ۱۰۷۵، ابواب سجود القرآن، باب من سجد لسجود القارئ.

[3] سجدۂ تلاوت کی مشروعیت پر تو فقہائے کرام کا اتفاق ہے، لیکن اس کے سنت یا واجب ہونے میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، اور دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک واجب نہیں ہے، بلکہ بعض کے نزدیک سنتِ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ہے۔

اتفق الفقهاء على مشروعية سجود التلاوة، للآيات والأحاديث الواردة فيه، لكنهم اختلفوا فى صفة مشروعيته أواجب هو أو مندوب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲......قرآن مجید میں کتنے سجدۂ تلاوت ہیں؟

اس بارے میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فذهب الشافعية والحنابلة إلى أن سجود التلاوة سنة مؤكدة عقب تلاوة آية السجدة لقول الله تعالى :(إن الذين أوتوا العلم من قبله إذا يتلى عليهم يخرون للأذقان سجدا ويقولون سبحان ربنا إن كان وعد ربنا لمفعولا ويخرون للأذقان يبكون ويزيدهم خشوعا) ولما ورد عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا قرأ ابن آدم السجدة فسجد، اعتزل الشيطان يبكى، يقول :يا ويلى، وفي رواية يا ويله -أمر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة، وأمرت بالسجود فأبيت فلى النار .ولما روى عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ علينا السورة فيها السجدة فيسجد ونسجد .وليس سجود التلاوة بواجب -عندهم -لأن النبى صلى الله عليه وسلم تركه، وقد قرئت عليه سورة والنجم . . .) وفيها سجدة، روى زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه قال :قرأت على النبى صلى الله عليه وسلم والنجم فلم يسجد فيها، وفي رواية :فلم يسجد منا أحد وروى البخارى أن عمر رضى الله تعالى عنه قرأ يوم الجمعة على المنبر سورة النحل حتى إذا جاء السجدة نزل فسجد، فسجد الناس، حتى إذا كانت الجمعة القابلة قرأ بها حتى إذا جاء السجدة قال " :يا أيها الناس، إنا نمر بالسجود، فمن سجد فقد أصاب، ومن لم يسجد فلا إثم عليه، ولم يسجد عمر رضى الله تعالى عنه ورواه مالك فى الموطأ وقال فيه :على رسلكم، إن الله لم يكتبها علينا إلا أن نشاء ، فلم يسجد، ومنعهم أن يسجدوا، وكان بمحضر من الصحابة، ولم ينكروا عليه فكان إجماعا .واستدلوا أيضا بما جاء فى حديث الأعرابى من قوله صلى الله عليه وسلم :خمس صلوات فى اليوم والليلة قال :هل على غيرها؟ قال :لا، إلا أن تتطوع .وبأن الأصل عدم الوجوب حتى يثبت صحيح صريح فى الأمر به ولا معارض له ولم يثبت، وبأنه يجوز سجود التلاوة على الراحلة بالاتفاق فى السفر ولو كان واجبا لم يجز كسجود صلاة الفرض.واختلف فقهاء المالكية فى حكم سجود التلاوة، هل هو سنة غير مؤكدة أو فضيلة، والقول بالسنية شهره ابن عطاء الله وابن الفاكهاني وعليه الأكثر، والقول بأنه فضيلة هو قول الباجي وابن الكاتب وصدر به ابن الحاجب ومن قاعدته تشهير ما صدر به، وهذا الخلاف فى حق المكلف .أما الصبى فيندب له فقط، وفائدة الخلاف كثرة الثواب وقلته، وأما السجود فى الصلاة ولو فرضا فمطلوب على القولين، وقال ابن العربى :وسجود التلاوة واجب وجوب سنة لا يأثم من تركه عامدا .وذهب الحنفية إلى أن سجود التلاوة أو بدله كالإيماء واجب لحديث :السجدة على من سمعها . . .وعلى للوجوب، ولحديث أبى هريرة رضى الله تعالى عنه :إذا قرأ ابن آدم السجدة فسجد اعتزل الشيطان يبكى، يقول :يا ويله أمر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة، وأمرت بالسجود فأبيت فلى النار(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۲تا۲۱۴،مادة"سجود التلاوة")

أن سجدة التلاوة أسنة أم واجبة؟ فذهب أبو حنيفة إلى وجوبها على التالى والسامع، سواء قصد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دس مقامات پر تو سجدۂ تلاوت پر اکثر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

جوکہ یہ ہیں ایک سورۂ اعراف میں، دوسرے سورۂ رعد میں، تیسرے سورۂ نحل میں، چوتھے سورۂ اسراء میں، پانچویں سورۂ مریم میں، چھٹے سورۂ حج میں ''ان اللہ یفعل مایشاء'' پر، ساتویں سورۂ نمل میں، آٹھویں سورۂ الٓم سجدہ میں، نویں سورۂ فرقان میں، دسویں سورۂ حٰم سجدہ میں۔ [۱]

اور سورۂ حج کے دوسرے سجدہ میں اختلاف ہے، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ سجدۂ تلاوت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سماع القرآن، أو لم يقصد، واستدل صاحب (الهداية) على الوجوب بقوله صلى الله عليه وسلم: (السجدة على من سمعها، السجدة على من تلاها) . ثم قال كلمة :على، للإيجاب، والحديث غير مقيد بالقصد .قلت :هذا غريب لم يثبت، وإنما روى ابن أبي شيبة في (مصنفه) (عن ابن عمر، رضى الله تعالى عنهما، أنه قال :السجدة على من سمعها) . وفي البخاري (قال عثمان :إنما السجود على من استمع) . واستدل أيضا بالآيات :(فما لهم لا يؤمنون وإذا قرىء عليهم القرآن لا يسجدون)(فاسجدوا لله واعبدوا)(واسجد واقترب)وقالوا :الذم لا يتعلق إلا بترك واجب، والأمر في الآيتين للوجوب(عمدة القارى للعينى، ج۷ص۹۵، ابواب السجود القرآن)

[۱] اتفق الفقهاء على سجود التلاوة في عشرة مواضع من القرآن الكريم.

(۱)......سورة الأعراف :وهي آخر آية فيها......(ويسبحونه وله يسجدون)

(۲)......سورة الرعد :عند قول الله تعالى......(وظلالهم بالغدو والآصال) من الآية الخامسة عشر.

(۳)......سورة النحل عند قول الله تعالى......(ويفعلون ما يؤمرون) من الآية الخمسين.

(۴)......سورة الإسراء :عند قول الله تعالى......(ويزيدهم خشوعا) من الآية التاسعة بعد المائة.

(۵)......سورة مريم :عند قول الله تعالى......(خروا سجدا وبكيا) من الآية الثامنة والخمسين.

(۶)......سورة الحج :عند قول الله تعالى......(إن الله يفعل ما يشاء) من الآية الثامنة عشر.

(۷)......سورة النمل :عند قول الله تعالى......(رب العرش العظيم) من الآية السابعة والعشرين.

(۸)......سورة السجدة (الم تنزيل)......عند قول الله تعالى(وهم لا يستكبرون)من الآية الخامسة عشر.

(۹)......سورة الفرقان :عند قول الله تعالى......(وزادهم نفورا) من الآية الستين.

(۱۰)......سورة حم السجدة ،فصلت،عند قول الله تعالى......(وهم لا يسأمون)من الآية الثامنة والثلاثين.

هذا على ما ذهب إليه الجمهور لفعل ابن عباس رضى الله عنهما، وقيل :إن السجود يكون عند قوله تعالى(إن كنتم إياه تعبدون) عند تمام الآية السابعة والثلاثين، وهو المشهور عند المالكية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۵، وص ۲۱۶)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

میں داخل نہیں، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ سجدۂ تلاوت میں داخل ہے۔ [1]

اور سورۂ صٓ میں حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت ہے، اور دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس مقام پر سجدۂ تلاوت نہیں، بلکہ سجدۂ شکر ہے۔ [2]

---

[1] اگر کوئی اختلاف سے بچنے کے لئے اس مقام پر بھی سجدہ کرلے، تو بہتر ہے، البتہ نماز میں اس آیت کی تلاوت کرنے کے بعد مستقل سجدہ کرنے کے بجائے اس آیت کی تلات کے بعد رکعت مکمل کرلی جائے، تاکہ رکوع میں نیت کرنے سے یا اس کے بعد سجدہ سے اس مقام پر بھی سب کے نزدیک برائت ہوجائے۔

مواضع السجود المختلف فيها :اختلف الفقهاء في سجود التلاوة عند خمسة مواضع من القرآن الكريم هي: السجدة الثانية في سورة الحج:اختلف الفقهاء في السجود عند قوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا) . . . إلخ.

فذهب الشافعية والحنابلة إلى أن في سورة الحج سجدتين، إحداهما التي تقدمت في المتفق عليه، والأخرى عند :(يا أيها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا) وهي الآية السابعة والسبعون.

لما روى عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال :قلت يا رسول الله :فضلت سورة الحج بأن فيها سجدتين؟ قال :نعم، من لم يسجدهما فلا يقرأهما ولأنه قول عمر وعلي وعبد الله بن عمر وأبي الدرداء وأبي موسى رضي الله عنهم، وأبي عبد الرحمن السلمي، وأبي العالية وزر بن حبيش، قال ابن قدامة :لم نعرف لهم مخالفا في عصرهم، وقد قال أبو إسحاق السبيعي التابعي الكبير : أدركت الناس منذ سبعين سنة يسجدون في الحج سجدتين، وقال ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: لو كنت تاركا إحداهما لتركت الأولى، وذلك لأنها إخبار، والثانية أمر.

وذهب الحنفية والمالكية إلى أنه لا سجود في هذا الموطن، واستدلوا بما روى عن أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه أنه عد السجدات التي سمعها من رسول الله صلى الله عليه وسلم وعد في الحج سجدة واحدة .وعن عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهم قالا :سجدة التلاوة في الحج هي الأولى، والثانية سجدة الصلاة؛ ولأن السجدة متى قرنت بالركوع كانت عبارة عن سجدة الصلاة كما في قول الله تعالى :(يا مريم اقنتي لربك واسجدي واركعي مع الراكعين)ولعدم سجود فقهاء المدينة وقرائهم فيها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۶ تا ۲۱۷)

[2] سجدة سورة (ص)ذهب الحنفية والمالكية إلى مشروعية السجود للتلاوة في سورة (ص) ، لكن الحنفية قالوا في الصحيح عندهم :إن السجود عند قول الله تعالى :(فغفرنا له ذلك وإن له عندنا لزلفى وحسن مآب)وقال المالكية :السجود عند قول الله عز وجل . . .:(وظن داود أنما فتناه فاستغفر ربه وخر راكعا وأناب)وهو المعتمد في المذهب خلافا لمن قال السجود عند قول الله تعالى :(وحسن مآب) ، ومن المالكية من اختار السجود في الأخير في كل موضع مختلف فيه ليخرج من الخلاف.واستدل الحنفية لمذهبهم، بما روى ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم سجد في ص . وبما أخرجه أحمد عن أبي سعيد رضي الله عنه قال :رأيت رؤيا وأنا أكتب سورة ص فلما بلغت السجدة رأيت الدواة والقلم وكل شيء بحضرتي انقلب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور سورۂ نجم اور سورۂ انشقاق اور سورۂ علق میں جمہور فقہائے کرام کے نزدیک سجدۂ تلاوت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ساجدا، فقصصتها على رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يزل يسجد بها،قال الكمال بن الهمام في الاستدلال بالحديث :فأفاد أن الأمر صار إلى المواظبة عليها كغيرها من غير ترك .واستدلوا كذلك بما روى عن عثمان رضى الله تعالى عنه أنه قرأ فى الصلاة سورة (ص) وسجد وسجد الناس معه، وكان ذلك بمحضر من الصحابة رضى الله تعالى عنهم، ولم ينكر عليه أحد، ولو لم تكن السجدة واجبة لما جاز إدخالها فى الصلاة .وقالوا :كون سبب السجود فى حقنا الشكر لا ينافى الوجوب، فكل الفرائض والواجبات إنما وجبت شكرا لتوالى النعم، ونحن نسجد شكرا.

وذهب الشافعية فى المنصوص الذى قطع به جمهورهم -والحنابلة -فى المشهور فى المذهب - إلى أن سجدة (ص) ليست من عزائم السجود، أى ليست من متأكداته -فليست سجدة تلاوة ولكنها سجدة شكر، لما روى أبو داود عن أبى سعيد رضى الله تعالى عنه قال :قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر (ص) ، فلما بلغ السجدة نزل فسجد، وسجد الناس معه، فلما كان يوم آخر قرأها فلما بلغ السجدة تشزن الناس للسجود -أى تأهبوا له -فقال النبى صلى الله عليه وسلم :إنما هى توبة نبى، ولكنى رأيتكم تشزنتم للسجود فنزل فسجد وسجدوا،وروى النسائى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم سجد فى (ص) وقال :سجدها داود توبة، ونسجدها شكرا.وروى البخارى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال :(ص) ليست من عزائم السجود .وقالوا :إذا قرأ (ص) من غير الصلاة استحب أن يسجد لحديث أبى سعيد وابن عباس رضى الله تعالى عنهم، وإن قرأها فى الصلاة ينبغى ألا يسجد، فإن خالف وسجد ناسيا أو جاهلا لم تبطل صلاته وسجد للسهو، وإن سجدها عامدا عالما بتحريمها فى الصلاة بطلت صلاته على الأصح من الوجهين، لأنها سجدة شكر، فبطلت بها الصلاة كالسجود فى الصلاة عند تجدد نعمة، ومقابل الأصح :لا تبطل لأنها تتعلق بالتلاوة فهى كسائر سجدات التلاوة، ولو سجد إمامه فى (ص) لكونه يعتقدها فثلاثة أوجه أصحها :لا يتابعه بل إن شاء نوى مفارقته لأنه معذور، وإن شاء ينتظره قائما كما لو قام إلى خامسة، فإن انتظره لم يسجد للسهو لأن المأموم لا سهو عليه، والثانى :لا يتابعه أيضا، وهو مخير فى المفارقة والانتظار، فإن انتظره سجد للسهو بعد سلام الإمام؛ لأنه يعتقد أن إمامه زاد فى صلاته جاهلا، وإن لسجود السهو توجها عليهما فإذا أخل به الإمام سجد المأموم، والثالث :يتابعه فى سجوده فى (ص) لتأكد متابعة الإمام.ومقابل المنصوص الذى قطع به جمهور الشافعية ومقابل المشهور فى المذهب عند الحنابلة أن سجدة (ص) سجدة تلاوة من عزائم السجود، وهو قول أبى العباس بن سريج وأبى إسحاق المروزى من الشافعية، والرواية الثانية عن أحمد، يسجد من تلاها أو سمعهاوذلك لما رواه أبو موسى وأبو سعيد وعبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهم :أن النبى صلى الله عليه وسلم سجد فيها.وينظر حكم السجود فى الصلاة من آية السجدة فى سورة (ص) فى بحث :(سجود الشكر). (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۷تا ۲۱۹)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہے، البتہ بعض فقہاء کے نزدیک نہیں ہے۔ [1]

اس طرح حنفیہ کے نزدیک قرآن مجید میں مجموعی طور پر چودہ سجدۂ تلاوت ہیں۔

دس تو وہی ہیں، جو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ہیں، اور پہلے ذکر کیے گئے، اور چار یہ ہیں، ایک سورۂ ص میں، دوسرے سورۂ نجم میں، تیسرے سورۂ انشقاق میں، اور چوتھے

---

[1] سجدات المفصل: ذهب جمهور الفقهاء إلى أن فى المفصل ثلاث سجدات -المفصل من أول سورة (ق) إلى آخر المصحف -أحدها فى آخر النجم، والثانية فى الآية الحادية والعشرين من سورة الانشقاق، والثالثة فى آخر سورة العلق، لما روى عن عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقرأه خمس عشرة سجدة منها ثلاث فى المفصل ،ولما روى أبو رافع قال: صليت خلف أبى هريرة العتمة فقرأ (إذا السماء انشقت) فسجد، فقلت: ما هذه السجدة؟ فقال: سجدت بها خلف أبى القاسم صلى الله عليه وسلم فلا أزال أسجد فيها حتى ألقاه،وروى مسلم عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال: سجدنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى (إذا السماء انشقت) و (اقرأ باسم ربک)وعن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قرأ سورة النجم فسجد بها، وما بقى أحد من القوم إلا سجد،ولأن آية سورة النجم: (فاسجدوا لله واعبدوا) وآية آخر سورة العلق: (كلا لا تطعه واسجد واقترب) وكلتا الآيتين أمر بالسجود.

ومشهور مذهب مالک أنه لا سجود فى شىء من المفصل، واستدلوا بما روى زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه قال: قرأت على النبى صلى الله عليه وسلم النجم فلم يسجد،وبما روى عن ابن عباس وابن عمر رضى الله تعالى عنهم قالا: ليس فى المفصل سجدة، وبما أخرج ابن ماجه عن أبى الدرداء رضى الله تعالى عنه قال: سجدت مع النبى صلى الله عليه وسلم إحدى عشرة سجدة ليس فيها من المفصل شىء: الأعراف، والرعد، والنحل، وبنى إسرائيل، ومريم، والحج، وسجدة الفرقان، وسورة النمل، والسجدة، وفى ص وسجدة الحواميم،ولعمل أهل المدينة لعدم سجود فقهائها وقرائها فى النجم والانشقاق.

والمعتمد عند المالكية أن المصلى إذا سجد للتلاوة فى ثانية الحج أو فى سجدات المفصل لم تبطل صلاته للخلاف فيها، وقيل: تبطل صلاته إلا أن يكون مقتديا بمن يسجدها فيسجد معه، فإن ترك اتباعه أساء وصحت صلاته، ولو سجد دون إمامه بطلت صلاته. ونقل الزرقانى اتجاهات المالكية فى اعتبار الخلاف فى مشروعية السجود فى ثانية الحج وسجدات المفصل الثلاث حقيقيا أو غير حقيقى، فقال: جمهور المتأخرين على أن هذا الخلاف حقيقى وهو ظاهر المصنف خليل - وعليه فيمنع أن يسجدها فى الصلاة، قال سند: لأنه يزيد فيها فعلا تبطل بمثله، وسميت الإحدى عشرة عزائم مبالغة فى فعل السجود مخافة أن تترک. وقيل: إن الخلاف غير حقيقى والسجود فى جميعها، إلا أنه فى الإحدى عشرة آكد، ويشهد له قول الموطأ: عزائم السجود إحدى عشرة أى المتأكد منها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۲۱۹، تا ۲۲۱)

Idara Ghufran

سورۂ علق میں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... حنفیہ کے نزدیک نماز میں امام کے آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے نتیجے میں امام کو اور اُس کی اتباع میں اُس کے مقتدی کو سجدۂ تلاوت کا حکم ہے، خواہ وہ مقتدی اس امام کی اقتداء میں اس وقت سے شریک ہو، جب امام نے آیتِ سجدہ تلاوت کی، یا امام کے آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد اور سجدۂ تلاوت ادا کرنے سے پہلے شریک ہوا ہو۔

اور جو شخص امام کے سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد نماز میں شریک ہوا، اس کو سجدۂ تلاوت کا حکم نہیں۔

البتہ اگر امام نے آیتِ سجدہ تلاوت کی، اور کسی ایسے شخص نے اس کو سنا، جو اس امام کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھ رہا تھا، تو اس کو الگ سے سجدۂ تلاوت کا حکم ہے۔ [2]

---

[1] باب سجود التلاوة وهو واجب (ف) على التالي والسامع، وهي في آخر الأعراف، والرعد، والنحل، وبني إسرائيل، ومريم، والأولى (ف) في الحج، والفرقان، والنمل، والم تنزيل، وص (ف)، وحم السجدة، والنجم، والانشقاق، والعلق(المختار، كتاب الصلاة،باب سجود التلاوة)

[2] وشرائطها كشرائط الصلاة وتقضى (ف) ، فإن تلاها الإمام سجدها والمأموم. (م) ، وإن سمعها من ليس في الصلاة سجدها، وإن سمعها المصلي ممن ليس معه في الصلاة سجدها بعد الصلاة(المختار، كتاب الصلاة،باب سجود التلاوة)

(قوله :وإذا تلا الإمام آية سجدة سجدها وسجد المأموم معه) سواء سمعها منه أم لا وسواء كان في صلاة الجهر أو المخافتة إلا أنه يستحب أن لا يقرأها في صلاة المخافتة فإن سمعها رجل خارج الصلاة ثم دخل مع الإمام في تلك الركعة بعد سجود الإمام لها لم يجب عليه سجود وإن أدركه في الركعة الثانية أو الثالثة لم يجب عليه أيضا عند أبي يوسف خلافا لمحمد، ونظيره لو أدرك الإمام في الركعة الثالثة من الوتر في الركوع في رمضان يصير مدركا للقنوت حتى لا يأتي به في الركعة الأخيرة، ولو سمعها من الإمام أجنبي ليس معهم في الصلاة ولم يدخل معهم في الصلاة لزمه السجود؛ لأنه قد صح له السماع وهو ممن يصح منه السجود كذا في شرحه(الجوهرة النيرة، ج ١، ص ٨٢، كتاب الصلاة،باب سجود التلاوة)

(قوله :ولو سمع من إمام فائتم به قبل أن يسجد سجد معه وبعده لا) أي لو ائتم به بعد أن سجدها الإمام لا يسجدها؛ لأنه في الأول تابع له فيسجد معه، وإن لم يسمع، وفي الثاني صار مدركا لها بإدراك تلك الركعة كمن أدرك الإمام في ركوع ثالثة الوتر فإنه لا يقنت فيما يأتي به بعد فراغ الإمام قيد بقوله سجد معه؛ لأن الإمام لو لم يسجد لا يسجد المأموم، وإن سمعها؛ لأنه إن سجدها في الصلاة وحده صار مخالف إمامه(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢،ص ١٣٢)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۴...... اگر نماز میں مقتدی آیتِ سجدہ تلاوت کرے، تو اس سے امام کو اور اس نماز میں شریک دوسرے مقتدیوں کو سجدۂ تلاوت کا حکم نہیں ہوتا۔

اسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر تراویح کی نماز میں سامع آیتِ سجدہ پڑھ کر امام کو لقمہ دے، لیکن امام اس کو نہ پڑھے، تو اس سے امام اور مقتدیوں کو سجدۂ تلاوت کا حکم نہیں ہوتا، نہ تو نماز میں، اور نہ ہی نماز کے بعد۔ [۱]

مسئلہ نمبر۵...... حنفیہ کے نزدیک نماز میں پڑھی گئی آیتِ سجدہ کا اسی نماز میں سجدہ کرنے کا حکم ہے، اگر اسی نماز میں سجدہ ادا نہ کیا، تو نماز کے بعد اس سجدہ کی ادائیگی کا وقت باقی نہیں رہتا، اگر کسی نے جان بوجھ کر اس سجدہ کو ترک کیا، تو اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ [۲]

مسئلہ نمبر۶ ...... نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد اس کے لئے مستقل سجدہ کرنا افضل ہے، اگر سجدہ کی آیت کسی سورت کے ختم پر ہے تو افضل یہ ہے کہ سورت ختم ہونے پر سجدۂ تلاوت کرے اور پھر سجدۂ تلاوت سے اٹھ کر دوسری سورت کے شروع سے کچھ آیات تلاوت کر کے رکوع کرے، اور حسبِ قاعدہ رکعت مکمل کرے۔

اور اگر کسی نے سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد سجدۂ تلاوت کیا، پھر سجدۂ تلاوت سے اٹھ کر قیام کیا، اور پھر کچھ پڑھے بغیر رکوع کر لیا، تو بھی گناہ نہیں۔ [۳]

---

[۱] وإن تلاها المأموم لم يسجداها(المختار، كتاب الصلاة،باب سجود التلاوة)

(قوله :وإن تـلا المأموم لم يلزم الإمام ولا المؤتم السجود) يعنى لا فى الصلاة ولا بعد الفراغ منها عندهما(الجوهرة النيرة، ج ا ، ص ٨٢، كتاب الصلاة،باب سجود التلاوة)

[۲] (ولـو تـلاهـا فـى الصلاة سجدها فيها لا خارجها) لـما مر .وفى البدائع :وإذا لـم يسجد أثم فتلزمه التوبة(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج٢، ص ١١٠، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

[۳] ولـو كـانـت بختم السورة فالأفضل أن يركع بها ولو سجد ولم يركع فلا بد من أن يقرأ شيئا من السورة الأخرى بعدما رفع رأسه من السجود ولو رفع ولم يقرأ شيئا وركع جاز وإن لم يركع ولم يسـجـد وتـجاوز إلى موضع آخر فليس له أن يركع بها وعليه أن يسجد ما دام فى الصلاة ولو كانت السجدة فى آخر السورة وبعدها آيتان أو ثلاث فهو بالخيار إن شاء ركع بها وإن شاء سجد فإذا أراد أن يركع بها جاز له أن يختم السورة ويركع ولو سجد بها ثم قام يختم السورة ويركع فإن وصل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۷...... اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدۂ تلاوت نہیں کیا، بلکہ سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد فوراً یا دو تین آیات تلاوت کر کے رکوع کرلیا اور اس میں اس سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی، تب بھی سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے، اور اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو اس کے بعد نماز کا سجدہ کرنے سے بغیر نیت کے ہی سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸......نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد جلدی سجدہ کرلینا چاہئے، اور لمبا فاصلہ نہیں کرنا چاہئے، اگر کسی نے سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کے بعد سجدہ نہیں کیا، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إليها شيئا آخر من سورة أخرى فهو أفضل، هكذا في المضمرات. وإذا سجد وركع لها على حدة على الفور يعود إلى القيام ويستحب أن لا يعقبه بالركوع بل يقرأ آيتين أو ثلاث آيات ثم يركع، كذا في شرح منية المصلي لابن أمير الحاج (الفتاوىٰ الهندية، ج ا ، ص ۱۳۳، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر)

[1] عن أبي إسحاق ؛ أن علقمة ، والأسود ، ومسروقا ، وعمرو بن شرحبيل ؛ كانوا يقولون :إذا كانت السجدة آخر السورة ، أجزأك أن تركع بها (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۴۳۹۸، في السجدة تكون آخر السورة)

عن إبراهيم ، قال :إذا كان في آخر السورة سجدة ، أجزأك أن تركع بها (ايضاً رقم الحديث ۴۳۹۹)

عن ابن طاووس ، عن أبيه ؛ أنه كان يقرأ في العشاء الآخرة :(تنزيل) السجدة فيركع بالسجدة (ايضاً رقم الحديث ۴۴۰۰)

عن عبد الملك بن أبي سليمان ، قال :سمعت الشعبي ، وسئل عن الرجل يقرأ بالسجدة فتكون في آخر السورة ؟ فقال :إن هو سجد بها قام فقرأ بعدها ، وإن شاء أن يركع بها ركع بها(ايضاً رقم الحديث ۴۴۰۱)

عن مجاهد ؛ أنه كان يقرأ السجدة في بني إسرائيل ، وما بعدها ، ثم يركع (ايضاً رقم الحديث ۴۴۰۲)

عن الربيع بن خثيم ، قال :إذا كانت السجدة آخر السورة ، فإن شئت فاركع ، وإن شئت فاسجد ، فإن الركعة مع السجدة(ايضاً رقم الحديث ۴۴۰۳)

عن عبد الرحمن بن يزيد ، قال :سألنا عبد الله عن السورة تكون في آخرها سجدة ، أيركع ، أو يسجد ؟ قال :إذا لم يكن بينك وبين السجدة إلا الركوع فهو قريب(ايضاً رقم الحديث ۴۴۰۴)

وإن قرأ آية السجدة في الصلاة فإن كانت في وسط السورة فالأفضل أن يسجد ثم يقوم ويختم السورة ويركع ولو لم يسجد وركع ونوى السجدة يجزيه قياسا وبه نأخذ(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ۱۳۳، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لمبا فاصلہ ہوگیا (جس کی مقدار بعض حضرات نے تین آیات سے زائد بیان فرمائی ہے) تو بھی سجدۂ تلاوت کرنے کا حکم برقرار رہتا ہے، لیکن بلاعذر اور جان بوجھ کر اتنی تاخیر کرنا منع ہے۔

اور لمبا فاصلہ دینے کے بعد پھر سجدۂ تلاوت، رکوع یا نماز والے سجدہ سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لئے مستقل سجدہ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۹...... اگر کسی نے نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کی، اور اس کو فوری طور پر سجدۂ تلاوت کرنا یاد نہیں رہا، تو اس کو اس نماز کے اندر جب بھی یاد آئے، سجدۂ تلاوت کرلینا چاہئے، خواہ اگلی رکعت میں یاد آئے، یا سلام پھیرنے سے پہلے پہلے یاد آئے، اُسی وقت سجدۂ تلاوت کرلینا چاہئے۔ [2]

---

[1] ولو لم یرکع ولم یسجد وأتم السورۃ ثم رکع ونوی السجدۃ لا یجزیہ ولا یسقط عنہ بالرکوع وعلیہ قضاؤھا بالسجود ما دام فی الصلاۃ وذکر الشیخ الإمام المعروف بخواھر زادہ أنہ إذا قرأ بعد آیۃ السجدۃ ثلاث آیات ینقطع الفور ولا ینوب الرکوع عن السجدۃ وقال شمس الأئمۃ الحلوانی لا ینقطع ما لم یقرأ أکثر من ثلاث آیات، کذا فی فتاوی قاضی خان(الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۱ ص ۱۳۳، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر)

[2] وأما بیان وقت أدائھا فما وجب أداؤھا خارج الصلاۃ فوقتھا جمیع العمر؛ لأن وجوبھا علی التراخی علی ما مر.وأما ما وجب أداؤھا فی الصلاۃ فوقتھا فور الصلاۃ؛ لما مر أن وجوبھا فی الصلاۃ علی الفور وھو أن لا تطول المدۃ بین التلاوۃ وبین السجدۃ، فأما إذا طالت فقد دخلت فی حیز القضاء وصار آثما بالتفویت عن الوقت، ثم الأمر فی مقدار الطول علی ما ذکرنا من اختلاف المشایخ(بدائع الصنائع ، ج ۱، ص ۱۹۱، و۱۹۲، فصل فی بیان وقت أداء سجدۃ التلاوۃ)

ولو لم یرکع حتی طالت القراءۃ لم یجز، وإن نواہ عن السجدۃ، وکذا السجدۃ الصلبیۃ لا تنوب عنھا إذا طالت القراءۃ؛ لأنھا صارت دینا لوجوبھا مضیقا والدین یقضی بما لہ لا بما علیہ والرکوع والسجود علیہ فلا یتأدی بہ الدین(البحر الرائق،ج ۲،ص ۱۳۳ ، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ)

وقد صرحوا بأنہ إذا لم یسجد ولم یرکع حتی طالت القراءۃ ثم رکع ونوی السجدۃ لم یجز، وکذا إذا نواھا فی السجدۃ الصلبیۃ؛ لأنھا صارت دینا علیہ، والدین یقضی بما لہ لا بما علیہ، والرکوع والسجود علیہ کذا فی البدائع فی فصل کیفیۃ وجوبھا، وسیظھر أن قول الحلوانی ھو الروایۃ إن شاء اللہ تعالی .ھذا وما ذکر من الإجماع علی عدم الاحتیاج إلی النیۃ فی سجدۃ الصلاۃ حالۃ الفور فی البدائع ما یفید خلافہ من ثبوت الخلاف .قال :ثم إذا رکع قبل أن تطول القراءۃ ھل تشترط النیۃ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اگر آیتِ سجدہ کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا یاد نہیں رہا، اور نماز کا سلام پھیر دیا، تو جب تک نماز کے خلاف کوئی عمل (مثلاً چلنا پھرنا، قبلہ سے سینہ پھرنا، وضو توڑنا، بات چیت کرنا) نہیں پایا گیا، اُس وقت تک بھی اس سجدۂ تلاوت کو ادا کرنا درست ہو جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لقيام الركوع مقام سجدة التلاوة؟(فتح القدير لابن الهمام، ج٢، ص١٨، و ١٩ باب سجود التلاوة)

(على الفور من قراء ة آية) أو آيتين وكذا الثلاث على الظاهر كما فى البحر(الدرالمختار)

(قوله على الظاهر كما فى البحر) أى عن البدائع والمتبادر من عبارته أنه استظهار من صاحب البدائع، لا أنه ظاهر الرواية وفى الإمداد الاحتياط قول شيخ الإسلام خواهر زاده بانقطاع الفور بالثلاث .وقال شمس الأئمة الحلوانى :لا ينقطع ما لم يقرأ أكثر من ثلاث وقال الكمال بن الهمام: قول الحلوانى هو الرواية .اهـ.قلت :وصرح فى شرح المنية بأنه الأصح رواية، فإن محمدا نص على أنه إذا بقى بعد السجدة آيات من آخر السورة أى كسورة الانشقاق وسورة بنى إسرائيل إن شاء ختم السورة وركع لها وإن شاء سجد لها ثم قام فأكمل السورة ثم ركع اهـ ومثله فى الفتح. لكن فى البحر عن المجتبى أن الركوع ينوب عنها بشرط النية وأن لا يفصل بثلاث إلا إذا كانت الثلاث من آخر السورة .اهـ.ومقتضاه :أن الخلاف فيما فى وسط السورة وأن هذه وفاقية وبه صرح فى الحلية عن الأصل وغيره؛ نعم قال بعده إن الفرق ظاهر الوجه .قلت :قد يوجه بأن قراء ة الثلاث من آخر السورة لا تفصل لأنها إتمام للسورة وعدم رفض باقيها فكان فى قراء تها زيادة طلب فلم تفصل بخلاف الثلاث من وسط السورة فإنه ليس فيها زيادة طلب لعدم ما ذكرنا فعدت فاصلة تأمل(ردالمحتار، ج٢ص ١١١، ١١٢، باب سجود التلاوة)

وأما المتلوة فى الصلاة فإنها تجب على سبيل التضييق لقيام دليل التضييق، وهو أنها وجبت بما هو من أفعال الصلاة وهو القراء ة فالتحقت بأقوالها وصارت جزء ا من أجزائها؛ ولهذا قلنا إذا تلا آية السجدة، ولم يسجد، ولم يركع حتى طالت القراء ة ثم ركع ونوى السجدة لم تجز، وكذا إذا نواها فى السجدة الصلبية؛ لأنها صارت دينا، والدين يقضى بما له لا بما عليه(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢،ص ١٢٩، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

(قوله وأما المتلوة فى الصلاة إلخ) قال فى الشرنبلالية يجوز أن يقال تجب الصلاتية موسعا بالنسبة لمحلها كما لو تلا فى أول صلاته وسجدها فى آخرها اهـ.ولا يخفى ما فيه؛ لأنه يلزم عليه أنه لا يأثم فى هذه الصورة، وهو خلاف المنصوص عليه بل تصير قضاء ويأثم بتأخيرها كما يفيده كلام المؤلف هنا وسيصرح به عن البدائع فى شرح قوله، ولم تقض الصلاتية خارجها (منحة الخالق على البحر الرائق، ج٢، ص ١٢٩، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

[1] اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق اصح یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت بھول جانے کی صورت میں تین آیات سے زائد پڑھنے کے بعد سجدۂ تلاوت کرنے کی صورت میں سجدۂ سہو بھی واجب ہوتا ہے۔

(وهى على التراخى) على المختار ويكره تأخيرها تنزيها، ويكفيه أن يسجد عدد ما عليه بلا تعيين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر کسی نے اس وقت تک بھی سجدہ نہیں کیا، تو اب اس سجدہ کی قضا کا وقت ختم ہوجاتا ہے، اس کے بعد توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويكون مؤديا وتسقط بالحيض والردة (إن لم تكن صلوية) فعلى الفور لصيرورتها جزء ا منها ويأثم بتأخيرها ويقضيها ما دام في حرمة الصلاة ولو بعد السلام فتح ثم هذه النسبة هي الصواب، وقولهم صلاتية خطأ قاله المصنف لكن في الغاية أنه خطأ مستعمل وهو عند الفقهاء خير من صواب نادر (الدرالمختار)

(قوله فعلى الفور) جواب شرط مقدر تقديره فإن كانت صلوية فعلى الفور ح ثم تفسير الفور عدم طول المدة بين التلاوة والسجدة بقراء ة أكثر من آيتين أو ثلاث على ما سيأتي حلية.

(قوله ويأثم بتأخيرها إلخ) لأنها وجبت بما هو من أفعال الصلاة .وهو القراءة وصارت من أجزائها فوجب أداؤها مضيقا كما في البدائع ولذا كان المختار وجوب سجود للسهو لو تذكرها بعد محلها كما قدمناه في بابه عند قوله بترك واجب فصارت كما لو أخر السجدة الصلبية عن محلها فإنها تكون قضاء ، ومثله :ما لو أخر القراء ة إلى الأخريين على القول بوجوبها في الأوليين وهو المعتمد. أما على القول بعدمه فيهما فهي أداء في الأخريين كما حققناه في واجبات الصلاة فافهم.

(قوله ولو بعد السلام) أي ناسيا ما دام في المسجد وروى أنه لا يسجد بعد السلام ناسيا تتارخانية.

(قوله ثم هذه النسبة هي الصواب) أي قول المصنف صلوية برد ألفه واوا وحذف التاء ، وإذا كانوا قد حذفوها في نسبة المذكر إلى المؤنث كنسبة الرجل إلى بصرة فقالوا بصري لا بصرتي كي لا تجتمع تاء ان في نسبة المؤنث فيقولون بصرتية فكيف بنسبة المؤقت إلى المؤنث فتح(ردالمحتار، ج۲، ص۱۰۹، و۱۱۰، باب سجود التلاوة)

ويجب عليه سجود السهو لو تذكرها في آخر صلاته في الأصح كما قدمناه في باب السهو، وهذا عين التضييق فكيف يكون موسعا بالنسبة للصلاة وكأنه أراد أن يفرق بين التضييق في الصلاتية والتضييق في غيرها عند آخر العمر بأنه في الأولى يمكن التدارك بالقضاء ما دام في حرمة الصلاة فكان فيه نوع توسعة بخلاف الثاني ولكن هذا القدر لا يسوغ إطلاق أن الوجوب فيها موسع فتدبر (منحة الخالق على البحر الرائق، ج۲، ص۱۲۹)

قال محمد رحمه الله في الأصل :إذا سلم ساهياً وعليه سجدة، فهذه المسألة لا تخلو إما أن يكون عليه سجدة تلاوة أو سجدة صلبية أو سجدة سهو، وأياً ما كان، فإنه يأتي بها؛ لأنه في حرمة الصلاة بعد؛ لأن سلام الساهي لا يخرجه عن حرمة الصلاة، وإذا لم يخرجه عن حرمة الصلاة صار وجود هذا السلام والعدم بمنزلة، ولو لم يوجد السلام أليس إنه يأتي بها، كذا ها هنا (المحيط البرهاني، ج۲ ص۵۱۵، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو)

تنبيه إنما قال المصنف خارجها لأنها تقضى داخلها بأن أخرها حتى طالت القراء ة فإنها تصير قضاء ولكنه يسجدها فيها أما إذا لم تطل القراء ة فينوب عنها سجود الصلاة ولو من غير نية وقدمنا عن الدراية أنه يقضيها ما دام في حرمة الصلاة ولو بعد السلام ما لم يأت بمناف اهـ(حاشية الطحطاوي على المراقي، ص۴۹۳، باب سجود التلاوة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۰...... اگر ایک ہی وقت میں نماز کے اندر سجدہ کی آیت کو بار بار تلاوت کیا، تو ایک ہی سجدہ کافی ہوتا ہے۔

اگر سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد وہی آیتِ سجدہ نماز کی اسی رکعت میں دوبارہ پڑھ دی تو بھی پہلا سجدہ کافی ہوتا ہے، دوبارہ سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ [1]

اور اگر کسی نے نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کی، اور سجدۂ تلاوت کرلیا، اور پھر اسی نماز کی اگلی رکعت میں اُسی آیتِ سجدہ کو دوبارہ پڑھا، تو اس صورت میں بعض حضرات کے نزدیک پہلی رکعت میں کیا ہوا سجدہ کافی ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک دوبارہ سجدہ کرنا چاہئے۔

اگر باجماعت تراویح کی نماز میں امام سے غلطی سے ایسا ہوجائے، یا دوبارہ اصلاح کرنے کی غرض سے امام اس آیت کی تلاوت کرے، تو دوبارہ سجدۂ تلاوت نہ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ [2]

---

[1] إن كررها فی ركعة واحدة تكفی سجدة واحدة، سواء سجد ثم أعاد، أو أعاد ثم سجد، وإن كرر فی ركعة أخرى يكفيه سجدة واحدة، هذا عند أبی يوسف رضی الله عنه - خلافا لمحمد-رضی الله عنه (شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض)

ولو تلاها فی ركعة فسجدها ثم أعادها فی تلك الركعة لا تجب ثانيا، كذا فی محيط السرخسی. المصلی إذا قرأ آية السجدة فی الأولى ثم أعادها فی الركعة الثانية والثالثة وسجد للأولى ليس عليه أن يسجدها وهو الأصح، كذا فی الخلاصة(الفتاویٰ الهندية، ج ١، ص ١٣٥، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر)

[2] مذکورہ صورت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پہلا سجدہ کافی ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرا سجدہ کرنے کا حکم ہے، باجماعت تراویح کی صورت میں تخفیف کی غرض سے بندہ کے نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر عمل کر لینے میں حرج نہیں، کیونکہ بہت سی مرتبہ حافظ امام کو اصلاح ودرستگی کے لئے اگلی رکعت میں دوبارہ آیت کو پڑھنے کی ضرورت پیش آتی یا غلطی سے تکرار ہوجاتا ہے، اور دوبارہ سجدہ کرنے سے مقتدیوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔

ولو قرأ آية سجدة فی الركعة الأولى فسجد ثم قام فأعادها فی تلك الركعة ثانيا لم يلزمه أخرى بالإجماع وإن أعادها فی الركعة الثانية يلزمه أخرى عند محمد وهو استحسان وعند أبی يوسف تكفيه الأولى وهو القياس؛ لأن التحريمة تجمع أفعال الصلاة فيصير كلها كالمحل الواحد ولمحمد أن السجود من موجب التلاوة وكل ركعة تتعلق بها تلاوة ولا تنوب عنها تلاوة فی غيرها فكذا يتعلق بها سجود ولا ينوب عنه سجود فی غيرها قال فی الفتاوى هذا الاختلاف إذا كانت الصلاة بركوع وسجود أما إذا صلى بالإيماء لا يجب أخرى وكذا لو أعادها فی الثالثة والرابعة (الجوهرة النيرة، ج ١ ص ٨٣، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة)

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۱۱...... اگر تراویح کی نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کی، اور اس کا سجدہ بھی کرلیا، اور سلام پھیر کر دو رکعت نماز مکمل کرلی، پھر اگلی دو رکعت تراویح کی نیت باندھ کر کسی وجہ سے وہی آیتِ سجدہ دوبارہ تلاوت کی، تو اس کے لئے دوبارہ سجدۂ تلاوت کرنا چاہئے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۲...... تراویح کی نماز میں امام نے سجدہ کی آیت تلاوت کی، اور پھر سجدۂ تلاوت کیا، لیکن مقتدی کو غلط فہمی ہوئی، اس نے امام کو رکوع میں سمجھ کر رکوع کیا، پھر کچھ دیر بعد یا امام کے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد مقتدی کو معلوم ہوا، تو اسے چاہئے کہ امام کے ساتھ سجدہ میں شریک ہو، اور اگر امام سجدہ سے سر اٹھا چکا ہے، تو بھی جلدی سے سجدہ کرکے امام کے ساتھ قیام میں شریک ہوجائے۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۳...... اگر امام نے آیتِ سجدہ پڑھنے کے بعد رکوع کیا، اور کوئی مقتدی غلط فہمی سے سجدہ میں چلا گیا، تو اسے واپس لوٹ آنا چاہئے، اور امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوجانا چاہئے، اور اگر امام رکوع سے فارغ ہوکر سجدہ میں جاچکا ہے، تو مقتدی کو جلدی سے رکوع کرکے امام کے ساتھ سجدہ میں شریک ہوجانا چاہئے۔ [3]

تراویح کی جماعت اور اقتداء سے متعلق احکام

مسئلہ نمبر۱...... رمضانُ المبارک میں تراویح کی نماز میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھ یا

---

[1] ولو قرأها فسجد ثم افتتح الصلاة مكانه ثم قرأها ثانيا فعليه سجدة أخرى وإن كان لم يسجد للأولى عليه سجدة واحدة حتى لو لم يؤدها تسقط ولو تلاها فى ركعة فسجدها ثم أعادها فى تلك الركعة لا تجب ثانيا، كذا فى محيط السرخسى(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ۱۳۵، كتاب الصلاة الباب الثالث عشر)

[2] (قوله ومتابعته لإمامه فى الفروض) أى بأن يأتى بها معه أو بعده، حتى لو ركع إمامه ورفع فركع هو بعده صح(ردالمحتار، ج ا، ص ۴۵۰، كتاب الصلاة، فرائض الصلاة)

[3] وفى الخلاصة المقتدى إذا أتى بالركوع والسجود قبل الإمام هذه على خمسة أوجه :إما إذا أتى بهما قبله أو بعده أو بالركوع معه وسجد قبله أو بالركوع قبله وسجد معه أو أتى بهما قبله ويدركه الإمام فى آخر ركعاته فإن أتى بالركوع والسجود قبل الإمام فى كلها يجب عليه قضاء ركعتين وإذا ركع قبله وسجد معه يقضى أربعا بلا قراءة وإن ركع بعد الإمام وسجد بعده جازت صلاته .ا هـ (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج ا، ص ۱۱۹، كتاب الصلاة، فصل الشروع فى الصلاة وبيان إحرامها وأحوالها)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سُن کر مکمل کرنا سنت ہے۔ ؎1

اسی طرح باجماعت تراویح پڑھنا بھی سنت ومستحب ہے۔

اگر کوئی شخص بلاعذر تراویح کی نماز باجماعت نہ پڑھے تو وہ سنت کے ثواب سے محروم ہوگا، لیکن تنہا پڑھنے کی صورت میں اس کی تراویح ادا ہوجائے گی، اور اگر وہ خود حافظِ قرآن ہو، اور تراویح میں خود قرآن مجید مکمل کرلے تو اُس کو قرآن مجید مکمل کرنے کی سنت بھی حاصل ہوجائے گی۔ ؎2

؎1 (وسن الختم) أی ختم القرآن علی الأصح وهو قول الأكثر (مرة) فی صلاة التراويح .لأن شهر رمضان أنزل فيه القرآن .وكان النبی صلی الله عليه وسلم يعرضه فيه علی جبرائيل كل سنة مرة، وفی السنة الأخيرة عرضه مرتين (شرح النقاية، ج ا ، ص۷۰۴، فصل فی صلاة التراويح)

(قوله والختم مرة سنة) أی قراء ة الختم فی صلاة التراويح سنة وصححه فی الخانية وغيرها، وعزاه فی الهداية إلی أكثر المشايخ .وفی الكافی إلی الجمهور، وفی البرهان :وهو المروی عن أبی حنيفة والمنقول فی الآثار(ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۶، باب الوتروالنوافل)

؎2 وأما سننها فمنها الجماعة والمسجد؛ لأن النبی -صلی الله عليه وسلم -قدر ما صلی من التراويح صلی بجماعة فی المسجد، فكذا الصحابة -رضی الله عنهم -صلوها بجماعة فی المسجد فكان أداؤها بالجماعة فی المسجد سنة......ومن صلاها فی بيته وحده، أو بجماعة لا يكون له ثواب سنة التراويح لتركه ثواب سنة الجماعة والمسجد .(بدائع الصنائع، ج ا ، ص ۲۸۸ ،فصل فی سنن صلاة التراويح)

وإن تخلف واحد من الناس وصلاها فی بيته فقد ترك الفضيلة ولا يكون مسيئا ولا تاركا للسنة(الفتاویٰ الهندية، ج ا ، ص ۱۱٦ ، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فی التراويح)

وقال الصدر الشهيد الجماعة سنة كفاية فيها حتی لو أقامها البعض فی المسجد بجماعة وباقی أهل المحلة منفردا فی بيته لا يكون تاركا للسنة لأنه يروی عن أفراد الصحابة للتخلف .وقال فی المبسوط لو صلی إنسان فی بيته لا يأثم فقد فعله ابن عمر وعروة وسالم والقاسم وإبراهيم ونافع فدل فعل هؤلاء أن الجماعة فی المسجد سنة علی سبيل الكفاية إذ لا يظن بابن عمر ومن تبعه ترك السنة اه .وإن صلاها بجماعة فی بيته فالصحيح أنه نال إحدی الفضيلتين فإن الأداء فی المسجد له فضيلة ليس للأداء فی البيت ذلك وكذا الحكم فی الفرائض (مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، ص۱۵۷ ، كتاب الصلاة، باب فی النوافل، فصل فی التراويح)

(لكن علی وجه الكفاية) ش :يعنی إذا قام بها البعض بالجماعة سقطت عن الباقين حضور الجماعة، لأن الجماعة فيها سنة علی الكفاية م :(حتی لو امتنع أهل المسجد عن إقامتها كانوا مسيئين) ش: هذه نتيجة كون الجماعة فی التراويح سنة، علی الكفاية م :(ولو أقامها البعض فالمتخلف عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۲...... مرد حضرات کے لئے افضل یہ ہے کہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھیں۔ اگر کسی مکان یا دوکان یا دفتر میں جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھی جائے تو جماعت کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے، لیکن مسجد کی اضافی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجماعة تارک للفضيلة) ش :يعني لو أقام بعض أهل المسجد التراويح فالذى يتخلف عنهم لا يكون مسيئا بل يكون تاركا للفضيلة، لأن سنتها بالجماعة على الكفاية والفرض على الكفاية إذا قام به بعض سقط عن الباقي، ففي السنة على الكفاية بالطريق الأولى. وعلل المصنف ذلک بقوله م: (لأن أفراد الصحابة -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ- يروى عنهم التخلف) ش :أي عن الجماعة في صلاة التراويح، منهم عبد الله بن عمر -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا- رواه الطحاوى عن نافع عن ابن عمر أنه كان لا يصلى خلف الإمام فى شهر رمضان، وروى أيضا عن مجاهد قال :قال رجل لابن عمر -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا-: أصلى خلف الإمام فى رمضان؟ قال أتقرأ القرآن؟قال :نعم قال :صل فى بيتک.وأخرج ابن أبى شيبة أيضا فى "مصنفه" عن ابن عمر أنه كان لا يقوم مع الناس فى شهر رمضان قال وكان القاسم وسالم لا يقومان مع الناس. وروى البيهقى فى "سننه" عن ابن عمر أنه قال له رجل أصلى خلف الإمام فى رمضان؟ قال ابن عمر أليس تقرأ القرآن؟ قال :نعم، قال انتصب كأنک حمار، صل فى بيتک .وروى الطحاوى عن الأشعث بن سليم قال :أتيت مكة وذاک فى رمضان فى زمان ابن الزبير -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- فكان الإمام يصلى بالناس فى المسجد وقوم يصلون على حدة المسجد .

وروى أيضا عن إبراهيم قال :لو لم يكن معى إلا سورة واحدة لكنت أرددها أحب إلى من أن أقوم خلف الإمام فى رمضان، وروى أيضا عن عروة وسعيد بن جبير ونافع أنهم كانوا ينصرفون من العشاء فى رمضان ولا يقومون مع الناس (البناية شرح الهداية، ج۲، ص ۵۵۴، حكم صلاة التراويح وكيفيته)

۱ (وإن صلى احد فى بيته بالجماعة) حصل لهم ثوابها وادركوا فضلها ولكن (لم ينالوا فضل الجماعة) التى تكون (فى المسجد) لزيادة فضيلة المسجد وتكثير جماعته وإظهار شعائر الإسلام (وهكذا فى المكتوبات) أى الفرائض لو صلى جماعة فى البيت على هيئة الجماعة فى المسجد نالوا فضيلة الجماعة وهى المضاعفة بسبع وعشرين درجة لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة فى المسجد (حلبى كبير، ص ۴۰۲، ومن السنن المؤكدة التراويح)

(بجماعة) أى إقامتها بالجماعة سنة فمن ترک التراويح بالجماعة وصلاها فى البيت فقد أساء عند بعضهم فالصحيح أن إقامتها بالجماعة سنة على وجه الكفاية حتى لو ترک أهل المسجد كلهم الجماعة أساء وا وأثموا ولو أقامها البعض فالمتخلف عنها تارک الفضيلة، وإن صلاها بالجماعة فى البيت فقد حاز إحدى الفضيلتين وهى فضيلة الجماعة دون فضيلة الجماعة فى المسجد(مجمع الانهر، ج ۱، ص ۱۳۶، فصل التراويح)

وإن صلى بجماعة فى البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح أن للجماعة فى البيت فضيلة وللجماعة فى المسجد فضيلة أخرى فإذا صلى فى البيت بجماعة فقد حاز فضيلة أدائها بالجماعة وترک الفضيلة الأخرى، هكذا قاله القاضى الإمام أبو على النسفى، والصحيح أن أداء ها بالجماعة فى المسجد أفضل وكذلک فى المكتوبات(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۱۱۶، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فى التراويح)

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۳...... مسجد میں تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا سنتِ کفایہ ہے یعنی مسجد میں اگر کچھ لوگ باجماعت تراویح پڑھ لیں، تو اس سے مسجد میں تراویح کا حق ادا ہوجاتا ہے، اور دوسرے لوگوں کو مسجد میں آ کر پڑھنا ضروری نہیں رہتا، اور اگر مسجد میں تراویح کی جماعت بالکل نہ ہو اور اہلِ علاقہ مسجد میں تراویح کی جماعت کو چھوڑ دیں تو مسجد کے سب اہلِ علاقہ سنت کو چھوڑنے کی وجہ سے قابلِ ملامت شمار ہوتے ہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر۴...... نمازِ تراویح جماعت سے پڑھنے کی صورت میں اس کے لئے نہ تو اذان سنت ہے، اور نہ اقامت۔ [۲]

مسئلہ نمبر۵...... تراویح کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے، جس کا درجہ عام نفلوں اور سنتوں سے زیادہ ہے، جس کے پیشِ نظر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ تراویح کی نماز پڑھنے والے کو تراویح کے علاوہ کوئی دوسری فرض نماز یا دوسری نفل نماز پڑھنے والے کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے تراویح کی نماز ادا نہیں ہوگی۔ [۳]

---

[۱] ثم اختلف المشايخ فی كيفية سنة الجماعة، والمسجد، أنها سنة عين أم سنة كفاية؟ قال بعضهم :إنها سنة على سبيل الكفاية إذا قام بها بعض أهل المسجد فی المسجد بجماعة سقط عن الباقين .ولو ترك أهل المسجد كلهم إقامتها فی المسجد بجماعة فقد أساء وا وأثموا(بدائع الصنائع، ج ا ، ص ۲۸۸ ،فصل فی سنن صلاة التراويح)

(والجماعة فيها سنة على الكفاية) فی الأصح، فلو تركها أهل مسجد أثموا إلا لو ترك بعضهم، وكل ما شرع بجماعة فالمسجد فيه أفضل قاله الحلبی (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۵، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

والجماعة فيها سنة على الكفاية، كذا فی التبيين وهو الصحيح، كذا فی محيط السرخسی .لو أدى التراويح بغير جماعة أو النساء وحدهن فی بيوتهن يكون تراويح، كذا فی معراج الدراية .ولو ترك أهل المسجد كلهم الجماعة فقد أساء وا وأثموا، كذا فی محيط السرخسی (الفتاویٰ الهندية، ج ا ، ص ۱۱۶ ، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فی التراويح)

[۲] وليس لغير الصلوات الخمس والجمعة نحو السنن والوتر والتطوعات والتراويح والعيدين أذان ولا إقامة كذا فی المحيط (الفتاوی الهندية، ج ا ص ۵۳، كتاب الصلاة، الباب الثانی، الفصل الأول)

[۳] ولو اقتدى من يصلی التراويح بمن يصلی المكتوبة، أو النافلة قيل :يصح اقتداؤه ويكون مؤديا التراويح، وقيل :لا يصح اقتداؤه به وهو الصحيح؛ لأنه مكروه لكونه مخالفا لعمل السلف(بدائع الصنائع، ج ا ، ص ۲۸۸، فصل فی سنن صلاة التراويح) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۶ ...... اگر کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز میں تراویح کی نیت سے یہ سمجھتے ہوئے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نوع آخر إذا صلى التراويح مقتدياً بمن صلى مكتوبة أو نافلة غير التراويح. اختلف المشايخ فيه، منهم من بنى هذا الاختلاف فى النية، حتى قال .....المشايخ :إن التراويح لا تتأدى إلا بنيتها نقول ها هنا لا يصح؛ لأنها لو كانت لا تتأدى إلا بنيتها منه لا تتأدى بنية إمامه، وهى تخالف نيته، ومن قال بأنها تتأدى من غير نيتها بل بنية مطلقة يجب أن يقول بصحة الاقتداء هاهنا، ومنهم من قال :لا يصح، قال القاضى الإمام أبو على النسفى رحمه الله، وهو الأظهر والأصح،وعلى هذا الخلاف إذا لم يسلم من العشاء حتى بنى عليه التراويح الصحيح :إنه لا يصح، وهذا أظهر؛ لأنه مكروه وعلى هذا الخلاف إذا بناها على السنة بعد العشاء الصحيح أنه لا يصح (المحيط البرهانى، ج ا ، ص۴۶۵، كتاب الصلاة، نوع آخر فى الشك فى التراويح)

وقال فى البحر أطلقه أى اقتداء المتنفل بالمفترض فشمل من يصلى التراويح بالمكتوبة، وذكر فى فتاوى قاضى خان اختلافا وأن الصحيح عدم الجواز وهو مشكل فإنه بناء الضعيف على القوى اهـ قلت ليس فى عبارة قاضى خان نفى صحة اقتداء من يصلى التراويح بالمكتوبة فإنه قال فعلى هذا أى على رواية أن السنة لا تتأدى بنية التطوع إذا صلى التراويح مقتديا بمن يصلى نافلة غير التراويح اختلفوا فيه والصحيح أنه لا يجوز، وكذا لو كان الإمام يصلى التراويح فاقتدى به رجل ولم ينو التراويح ولا صلاة الإمام لا يجوز كما لو اقتدى برجل يصلى المكتوبة فنوى الاقتداء به ولم ينو المكتوبة ولا صلاة الإمام فإنه لا يجوز .اهـ .وقال قاضى خان فى فصل من يصح الاقتداء به ولا يصح اقتداء المفترض بالمتنفل وعلى القلب يجوز اهـ نعم ما نسبه صاحب البحر لقاضى خان صرح به فى مختصر الظهيرية فقال لو صلى التراويح مقتديا بمن يصلى المكتوبة أو بمن يصلى نافلة غير التراويح اختلف المشايخ فيه والصحيح أنه لا يجوز اهـ قلت يمكن أن يكون المراد بنفى الجواز عدم الاعتداد بها عن التراويح على وجه الكمال لما سنذكر أنه إذا تعمد فلم يسلم على كل شفع يكره فتأمل(حاشية الشرنبلالى على دررالحكام ، ج ا ، ص۸۷، و۸۸، كتاب الصلاة، فصل فى الامامة)

وَلَوْ صَلَّى التَّرَاوِيحَ مُقْتَدِيًا بِمَنْ يُصَلِّى مَكْتُوبَةً أَوْ وِتْرًا أَوْ نَافِلَةً الْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ الِاقْتِدَاءُ بِهِ؛ لِأَنَّهُ مَكْرُوهٌ مُخَالِفٌ لِعَمَلِ السَّلَفِ (الفتاوىٰ الهندية، ج ا ، ص۱۱۷ ، كتاب الصلاة، الباب التاسع)

إذا صلى التراويح مقتدياً بمن يصلى المكتوبة أو بمن يصلى نافلة أخرى غير التراويح اختلفوا فيه والصحيح أنه لا يجوز وكذا لو كان الإمام يصلى التراويح فاقتدى به رجل ولم ينو التراويح ولا صلاة الإمام لا يجوز كما لو اقتدى برجل يصلى المكتوبة فنوى الاقتداء به ولم ينو المكتوبة ولا صلاة الإمام فإنه لا يجوز (فتاوىٰ قاضى خان، ج ا ، ص ۱۶۹ ، فصل فى نية التراويح)

قوله" :ومتنقل بمفترض "إلا فى التراويح فإن الأرجح عدم جواز الاقتداء كما فى الخانية وصححه فى غاية البيان لأنها شرعت على هيئة مخصوصة فيراعى وصفها الخاص للخروج عن العهدة كما فى الدر والمراد أنه لا يحسب من التراويح لا أن الاقتداء يقع باطلا كما لا يخفى(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،ص ۲۹۶ ،كتاب الصلاة،باب الإمامة)

Idara Ghufran

شرکت کی کہ امام تراویح پڑھ رہا ہے، لیکن امام درحقیقت وتر پڑھ رہا تھا، تو حنفیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مقتدی کی تراویح ادا نہیں ہوگی، اور مقتدی کو ایسی صورت میں ایک رکعت مزید ملا کر چار رکعتیں پڑھ لینی چاہئیں، اور اس کی یہ تمام رکعتیں نوافل میں شمار کی جائیں گی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... اگر سب حاضرین نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے تنہاء پڑھی، تو ان لوگوں کو حنفیہ کے نزدیک تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ تراویح کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کسی شخص کی عشاء کی جماعت نکل گئی اور تراویح شروع ہو چکی ہے، تو حنفیہ کے نزدیک اس شخص کو چاہئے کہ پہلے عشاء کے صرف فرض پڑھے اور پھر تراویح میں شریک ہو اور اس دوران جو تراویح کی رکعتیں رہ جائیں انہیں بعد میں ادا کرے، یہ باقی ماندہ رکعتیں وتروں کے بعد بھی ادا کی جا سکتی ہیں۔ [3]

---

[1] وَلَوْ صَلَّى التَّرَاوِيحَ مُقْتَدِيًا بِمَنْ يُصَلِّي مَكْتُوبَةً أَوْ وِتْرًا أَوْ نَافِلَةً الْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ الِاقْتِدَاءُ بِهِ؛ لِأَنَّهُ مَكْرُوهٌ مُخَالِفٌ لِعَمَلِ السَّلَفِ (الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۱۱۷، کتاب الصلاة، الباب التاسع)

ولو اقتدى بمن يصلي مكتوبة أو وترا أو نافلة غير التراويح قال في "المحيط "قيل يجوز والأصح أنه لا يجوز، كذا في "الذخيرة" (البناية شرح الهداية، ج ۲، ص ۵۶۰، فصل فقيام شهر رمضان)

ولو اقتدى بنيته بمن يصلي المكتوبة أو الوتر أو التطوع الآخر لا في المختار (الفتاویٰ البزازية، ج ۱، ص ۱۴، الثالث التراويح)

ولو اقتدى على ظن الإمام يصلي في التراويح فإذا هو في الوتر يتمه معه ويضم رابعة ولو أفسدها لا شيء عليه (منية المصلي وغنية المبتدى، ج ۱، ص ۲۲۹)

[2] وَفِي الْقُنْيَةِ صَلَّى الْعِشَاءَ وَحْدَهُ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ التَّرَاوِيحَ مَعَ الْإِمَامِ وَلَوْ تَرَكُوا الْجَمَاعَةَ فِي الْفَرْضِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يُصَلُّوا التَّرَاوِيحَ جَمَاعَةً لِأَنَّهَا تَبَعٌ لِلْجَمَاعَةِ وَلَوْ لَمْ يُصَلِّ التَّرَاوِيحَ جَمَاعَةً مَعَ الْإِمَامِ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الْوِتْرَ مَعَهُ ثُمَّ ذَكَرَ بَعْدَهُ أَنَّهُ لَوْ صَلَّى التَّرَاوِيحَ مَعَ غَيْرِهِ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الْوِتْرَ مَعَهُ هُوَ الصَّحِيحُ اهـ. (البحرالرائق، ج ۲، ص ۷۵، کتاب الصلاة)

(وَلَوْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَحْدَهُ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ التَّرَاوِيحَ بِالْإِمَامِ، وَلَوْ تَرَكُوا الْجَمَاعَةَ فِي الْفَرْضِ لَمْ يُصَلُّوا التَّرَاوِيحَ بِجَمَاعَةٍ، وَلَوْ لَمْ يُصَلِّهَا) أَيْ التَّرَاوِيحَ (بِالْإِمَامِ صَلَّى الْوِتْرَ بِهِ) (درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ۱، ص ۱۲۰، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

[3] علامہ شلبی نے کاکی سے نقل کیا ہے کہ تراویح کھڑی ہو جانے کی صورت میں اصح یہ ہے کہ فرض پر اکتفاء کر کے تراویح کی جماعت میں شامل ہو، اور عشاء کے بعد کی دو سنتیں ترک کر دے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۹......جس شخص کی عشاء کی نماز جماعت سے رہ گئی ہو اور اس نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے تنہاء پڑھی ہو تو حنفیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اُسے تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے، اور اگر اُس شخص نے تراویح کی کوئی رکعت بھی نہ پڑھی ہو، تب بھی وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں سنتوں میں مشغول ہونا درست نہیں، اِلَّا سُنَّةَ الفجر.
جہاں تک عشاء کے فرض کا معاملہ ہے، تو اس کی تراویح سے پہلے ادائیگی ضروری ہے، نیز فرض کا درجہ سنت سے زیادہ ہے۔
لیکن جب عشاء کے صرف فرض پڑھ کر تراویح میں داخل ہوجائے، اور سنتیں ترک کردے، تو سنتیں بعد میں ادا کرے یا نہیں؟ اس کی تصریح نہیں ملی؛ احتمال دونوں ہیں، یہ بھی کہ تراویح کے بعد میں ادا کرے، اور یہ بھی کہ بعد میں ادا نہ کرے، اور تراویح میں تداخُل وادغام قرار دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ (مسلم،رقم الحديث ۷۱۰"۶۳"، بَابُ كَرَاهَةِ الشُّرُوعِ فِي نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوعِ الْمُؤَذِّنِ)

إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة وخصت سنة الفجر بقوله -عَلَيْهِ السَّلَامُ- لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل (البناية شرح الهداية، ج۲، ص ۵۶۹، حكم من انتهى إلى الإمام فى صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتى الفجر)

وَقَالَ عَامَّةُ مَشَايِخِنَا :إنَّ التَّرَاوِيحَ وَسَائِرَ السُّنَنِ تَتَأَدَّى بِمُطْلَقِ النِّيَّةِ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص۲۸۸)

(قَوْلُهُ :لِأَنَّهَا تَبَعٌ لِلْعِشَاءِ إلَى آخِرِهِ) أَيْ حَتَّى أَنَّ مَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ يُصَلِّي التَّرَاوِيحَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ أَوَّلًا ، ثُمَّ يَتْبَعُ إمَامَهُ وَالْأَصَحُّ أَنْ يَتْرُكَ السُّنَّةَ .ا هـ .كَاكِيٌّ (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج ۱ ، ص۱۷۸ ، بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

(ووقته) أى وقت التراويح ذكره باعتبار الفعل او النقل المذكور (بعد العشاء لا يجوز قبلها) سواء كانت بعد الوتر أو قبله (وهو المختار) لأنها نافلة شرعت بعد العشاء فكانت تبعا لها كسنتها (منية المصلى وغنية المبتدى، ج ۱ ، ص۲۲۵ ، ومن السنن المؤكدة التراويح)

لَوْ اقْتَدَى مَنْ لَمْ يُصَلِّ السُّنَّةَ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِمَنْ يُصَلِّي التَّرَاوِيحَ وَنَوَى سُنَّةَ الْعِشَاءِ جَازَ (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ، ص۱۱۷ ، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فى التراويح)

وَلَوْ اقْتَدَى مَنْ يُصَلِّي التَّسْلِيمَةَ الْأُولَى بِمَنْ يُصَلِّي التَّسْلِيمَةَ الثَّانِيَةَ قِيلَ :لَا يَجُوزُ اقْتِدَاؤُهُ، وَقِيلَ: يَجُوزُ وَهُوَ الصَّحِيحُ؛ لِأَنَّ الصَّلَاةَ مُتَّحِدَةٌ فَكَانَ نِيَّةُ الْأُولَى وَالثَّانِيَةِ لَغْوًا، وَلِهَذَا صَحَّ اقْتِدَاءُ مُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ بِمُصَلِّي الْأَرْبَعِ قَبْلَهُ فَكَذَا هَذَا (بدائع الصنائع، ج ۱ ، ص۲۸۸ ، فَصْلٌ فِي سُنَنِ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ)

[1] عندالاحناف تراویح علی الاتفاق اور وتر کی جماعت علی الاختلاف عشاء کی جماعت کے تابع ہے، لیکن تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عشاء کی نماز مطلقاً باجماعت نہ پڑھی گئی ہو، اور اگر عشاء کی نماز باجماعت پڑھی گئی، لیکن ایک یا زیادہ لوگ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۰...... تراویح کی نماز میں حنفیہ کے نزدیک امام کو جہراً قرائت کرنا واجب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عشاء کی جماعت میں شریک نہ ہوسکے، اورانہوں نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے یا کسی اور جگہ جماعت کے ساتھ پڑھی، تو اُن کو یہاں تراویح اور وتروں کی یا ان میں سے کسی ایک کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے۔ لِأَنَّ جَمَاعَتَهُمُ مَشْرُوعَة فَلَهُ الدُّخُولُ فِيهَا مَعَهُمُ لِعَدَمِ الْمَحْذُورِ.

اب اس تفصیل کی روشنی میں چند صورتیں مع حکم کے ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱)...... جو شخص عشاء کی نماز باجماعت میں شریک ہوا، لیکن تراویح کی جماعت میں سرے سے شریک نہ ہوا، یا کچھ رکعتوں میں شریک ہوا اور کچھ میں شریک نہ ہوا، یا اُس نے تراویح کی تمام یا بعض رکعتیں تنہاء ادا کیں، یا سرے سے ابھی تک ایک رکعت بھی ادا نہیں کی، تو اُسے وتروں کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے۔

(۲)...... جو شخص عشاء کی نماز باجماعت میں شریک نہ ہوا، تو صحیح یہ ہے کہ اُسے تراویح اور وتروں کی نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ اُس نے تراویح سے پہلے عشاء کی نماز پڑھ لی ہو۔

(۳)...... جو شخص عشاء اور تراویح کی نماز باجماعت میں شریک نہ ہوا، تو صحیح یہ ہے کہ اُسے وتروں کی نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ اُس نے وتروں سے پہلے عشاء کی نماز پڑھ لی ہو۔

مذکورہ صورتوں میں شخصِ مذکور کو تراویح کی امامت کرانا بھی درست ہے۔

وَفِي الْقُنْيَةِ صَلَّى الْعِشَاءَ وَحْدَهُ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ التَّرَاوِيحَ مَعَ الْإِمَامِ وَلَوْ تَرَكُوا الْجَمَاعَةَ فِي الْفَرْضِ لَيْسَ لَهُمُ أَنْ يُصَلُّوا التَّرَاوِيحَ جَمَاعَةً لِأَنَّهَا تَبَعٌ لِلْجَمَاعَةِ وَلَوْ لَمْ يُصَلِّ التَّرَاوِيحَ جَمَاعَةً مَعَ الْإِمَامِ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الْوِتْرَ مَعَهُ ثُمَّ ذَكَرَ بَعْدَهُ أَنَّهُ لَوْ صَلَّى التَّرَاوِيحَ مَعَ غَيْرِهِ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الْوِتْرَ مَعَهُ هُوَ الصَّحِيحُ اهـ . (البحر الرائق، ج۲، ص۷۵، کتاب الصلاۃ)

وفی القنية لو تركوا الجماعة فی الفرض ليس لهم أن يصلوا التراويح جماعة لأنها تبع له ولو لم يصلها بإمام له أن يصلی الوتر به كما أن له أن يصلی التراويح بإمام والوتر بآخر علی الصحيح (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ج ا ، ص ۴۱۶، فصل فی صلاة التراويح)

وقال ابويوسف البانی اذا صلی مع الامام شيئا من التروايح يصلی معه الوتر و كذا اذا لم يدرك معه شيئا منها وكذا اذا صلی التراويح مع غيره له ان يصلی الوتر معه وهو الصحيح ذكره ابوالليث وكذا قال ظهير الدين المرغينانی. لو صلی العشاء وحده فله ان يصلی التراويح مع الامام وهو الصحيح حتی لودخل بعد ماصلی الامام الفرض وشرع فی التراويح فانه يصلی الفرض اولا وحده ثم يتابعه فی التراويح وفی القنية لوتركوا الجماعة فی الفرض ليس له ان يصلوا التراويح جماعة لانها تبع للجماعة (حلبی كبير، صفحه ۴۱۰، سهيل اكيڈمی، لاهور)

وَإِذَا فَاتَتْهُ تَرْوِيحَةٌ أَوْ تَرْوِيحَتَانِ فَلَوْ اشْتَغَلَ بِهَا يَفُوتُهُ الْوِتْرُ بِالْجَمَاعَةِ يَشْتَغِلُ بِالْوِتْرِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا فَاتَ مِنْ التَّرَاوِيحِ وَبِهِ كَانَ يُفْتِي الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْأُسْتَاذُ ظَهِيرُ الدِّينِ (الفتاوىٰ الهندية، ج ا ، ص۱۱۷، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فی التراويح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ہے، جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک سنت ہے، جیسا کہ پہلے قرائت وتلاوت کے بیان میں تفصیلاً گزرا۔ ۱؎

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(وَلَوْ تَرَكُوا الْجَمَاعَةَ فِي الْفَرْضِ لَمْ يُصَلُّوا التَّرَاوِيحَ جَمَاعَةً) لِأَنَّهَا تَبَعٌ فَمُصَلِّيهِ وَحْدَهُ يُصَلِّيهَا مَعَهُ. (وَلَوْ لَمْ يُصَلِّهَا) أَيْ التَّرَاوِيحَ (بِالْإِمَامِ) أَوْ صَلَّاهَا مَعَ غَيْرِهِ (لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الْوِتْرَ مَعَهُ) بَقِيَ لَوْ تَرَكَهَا الْكُلُّ هَلْ يُصَلُّونَ الْوِتْرَ بِجَمَاعَةٍ؟ فَلْيُرَاجَعْ (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قولهٗ وَلَوْ تَرَكُوا الْجَمَاعَةَ فِي الْفَرْضِ) عبربالجمع لان المنفرد لوصلى العشاء وحده فله ان يصلى التراويح مع الامام منح، لكن تعليل الشرح يعم المنفرد.

(قولهٗ فَلْيُرَاجَعْ) قضية التعليل فى المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان يصلى الوتر بجماعة فى هذه الصورة لانه ليس بتبع للتراويح ولاللعشاء عند الامام رحمه الله تعالىٰ، انتهىٰ حلبى (حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، ج۱، صفحه ۲۹۷، باب الوتر والنوافل)

(قَوْلُهُ لِأَنَّهَا تَبَعٌ) أَيْ لِأَنَّ جَمَاعَتَهَا تَبَعٌ لِجَمَاعَةِ الْفَرْضِ فَإِنَّهَا لَمْ تَقُمْ إلَّا بِجَمَاعَةِ الْفَرْضِ، فَلَوْ أُقِيمَتْ بِجَمَاعَةٍ وَحْدَهَا كَانَتْ مُخَالِفَةً لِلْوَارِدِ فِيهَا فَلَمْ تَكُنْ مَشْرُوعَةً؛ أَمَّا لَوْ صَلَّيْت بِجَمَاعَةِ الْفَرْضِ وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ صَلَّى الْفَرْضَ وَحْدَهُ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَهَا مَعَ ذَلِكَ الْإِمَامِ لِأَنَّ جَمَاعَتَهُمْ مَشْرُوعَةٌ فَلَهُ الدُّخُولُ فِيهَا مَعَهُمْ لِعَدَمِ الْمَحْذُورِ، هَذَا مَا ظَهَرَ لِي فِي وَجْهِهِ، وَبِهِ ظَهَرَ أَنَّ التَّعْلِيلَ الْمَذْكُورَ لَا يَشْمَلُ الْمُصَلِّيَ وَحْدَهُ، فَظَهَرَ صِحَّةُ التَّفْرِيعِ بِقَوْلِهِ فَمُصَلِّيهِ وَحْدَهُ إلَخْ فَافْهَمْ .

(قَوْلُهُ وَلَوْ لَمْ يُصَلِّهَا إلَخْ) ذَكَرَ هَذَا الْفَرْعَ وَالَّذِي قَبْلَهُ فِي الْبَحْرِ عَنْ الْقُنْيَةِ، وَكَذَا فِي مَتْنِ الدُّرَرِ، لَكِنْ فِي التَّتَارْخَانِيَّةِ عَنْ التَّتِمَّةِ أَنَّهُ سَأَلَ عَلِيَّ بْنَ أَحْمَدَ عَمَّنْ صَلَّى الْفَرْضَ وَالتَّرَاوِيحَ وَحْدَهُ أَوْ التَّرَاوِيحَ فَقَطْ هَلْ يُصَلِّي الْوِتْرَ مَعَ الْإِمَامِ؟ فَقَالَ لَا اهـ .ثُمَّ رَأَيْت الْقُهُسْتَانِيَّ ذَكَرَ تَصْحِيحَ مَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ، ثُمَّ قَالَ :لَكِنَّهُ إذَا لَمْ يُصَلِّ الْفَرْضَ مَعَهُ لَا يَتْبَعُهُ فِي الْوِتْرِ اهـ فَقَوْلُهُ وَلَوْ لَمْ يُصَلِّهَا أَيْ وَقَدْ صَلَّى الْفَرْضَ مَعَهُ، لَكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ قَوْلُ الْقُهُسْتَانِيِّ مَعَهُ احْتِرَازًا عَنْ صَلَاتِهَا مُنْفَرِدًا؛ أَمَّا لَوْ صَلَّاهَا جَمَاعَةً مَعَ غَيْرِهِ ثُمَّ صَلَّى الْوِتْرَ مَعَهُ لَا كَرَاهَةَ تَأَمَّلْ.

(قَوْلُهُ بَقِيَ إلَخْ) الَّذِي يَظْهَرُ أَنَّ جَمَاعَةَ الْوِتْرِ تَبَعٌ لِجَمَاعَةِ التَّرَاوِيحِ وَإِنْ كَانَ الْوِتْرُ نَفْسُهُ أَصْلًا فِي ذَاتِهِ لِأَنَّ سُنَّةَ الْجَمَاعَةِ فِي الْوِتْرِ إنَّمَا عُرِفَتْ بِالْأَثَرِ تَابِعَةً لِلتَّرَاوِيحِ، عَلَى أَنَّهُمْ اخْتَلَفُوا فِي أَفْضَلِيَّةِ صَلَاتِهَا بِالْجَمَاعَةِ بَعْدَ التَّرَاوِيحِ كَمَا يَأْتِي (ردالمحتار، ج۲، ص۴۸، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

۱؎ لَوْ كَانَ بِجَمَاعَةٍ كَمَا فِي التَّرَاوِيحِ يَجِبُ الْجَهْرُ (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۱، ص ۱۶۱، كِتَابُ الصَّلَاةِ، فَصْلُ الْوَاجِبَاتُ الْأَصْلِيَّةُ فِي الصَّلَاةِ)

الجهر يجب على الإمام فيما يجهر فيه وهو صلاة الصبح والأوليان من المغرب والعشاء وصلاة العيدين والجمعة والتراويح والوتر فى رمضان(رد المحتار، ج۱، ص۴۷۹، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

مواطن الجهر والإسرار فى القراء ة :اتفق الفقهاء على أنه يسن الجهر فى الصبح والمغرب والعشاء والجمعة والعيدين والتراويح ووتر رمضان، ويسر فى الظهر والعصر .وللفقهاء فى النوافل كالوتر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۱...... ہر چار رکعات کے بعد امام اور مقتدیوں کو کچھ دیر وقفہ کرنا مستحب ہے۔

مگر ملحوظ رہے کہ ہر چار رکعات کے بعد یہ وقفہ مستحب ہے، لہٰذا اگر کسی عذر یا اتفاق سے یہ وقفہ نہ کیا جائے تو بھی حرج نہیں۔ [1]

اور ہر چار رکعت کے بعد وقفہ کی طرح بیسویں رکعت کے بعد بھی وقفہ مستحب ہے، اور بعض

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغيره تفصيل :فقال الحنفية :يجب الجهر على الإمام فى كل ركعات الوتر فى رمضان، وصلاة العيدين، والتراويح .ويجب الإسرار على الإمام والمنفرد فى صلاة الكسوف والاستسقاء والنوافل النهارية .وأما النوافل الليلية فهو مخير فيها .ويخير المنفرد بين الجهر والإسرار فى الصلاة الجهرية أداء ، أو قضاء فى وقتها أو غيروقتها، إلا أن الجهر أفضل فى الجهرية ليلاً .أما الصلاة السرية فيجب عليه أن يسر بها على الصحيح .ويجب على المأموم الإنصات فى كل حال .وقال المالكية : يندب الجهر فى جميع النوافل الليلية، والسر فى جميع النوافل النهارية إلا النافلة التى لها خطبة كالعيد والاستسقاء ، فيندب الجهر فيها .ويندب للمأموم الإسرار .وقال الشافعية :يسن الجهر فى العيدين وخسوف القمر والاستسقاء والتراويح ووتر رمضان وركعتى الطواف ليلاً أو وقت الصبح، والإسرار فى غير ذلك إلا نوافل الليل المطلقة فيتوسط فيها بين الجهر والإسرار، والتوسط :أن يجهر تارة، ويسر أخرى، اتباعاً للسنة، إن لم يشوش على نائم أو مصل أو نحوه .والعبرة فى قضاء الفريضة بوقته أى وقت القضاء على المعتمد .وجهر المرأة دون جهر الرجل .ومحل جهرها إن لم تكن بحضرة أجانب .وقال الحنابلة :يسن الجهر فى صلاة العيد والاستسقاء والكسوف والتواويح والوتر إذا وقع بعد التراويح، ويسر فيما عدا ذلك .ويخير المنفرد بين الجهر والإسرار فى الصلاة الجهرية، كما قال الحنفية(الفقه الاسلامى وادلته، ج۲ ص۸۸۳،۸۸۴، القسم الاول، الباب الثانى، الفصل الاول، المبحث الاول)

[1] والمستحب فى الجلوس بين الترويحتين مقدار الترويحة وكذا بين الخامسة والوتر لعادة أهل الحرمين، واستحب البعض الاستراحة على خمس تسليمات وليس بصحيح .وقوله :ثم يوتر بهم يشير إلى أن وقتها بعد العشاء قبل الوتر، وبه قال عامة المشايخ -رَحِمَهُمُ اللّٰهُ (الهداية، كتاب الصلاة، فصل فى قيام شهر رمضان)

(قوله والمستحب الجلوس) قيل ينبغى أن يقول : والمستحب الانتظار بين الترويحتين لأنه استدل بعادة أهل الحرمين، وأهل المدينة كانوا يصلون بدل ذلك أربع ركعات فرادى، وأهل مكة يطوفون بينهما أسبوعا ويصلون ركعتى الطواف، إلا أنه روى البيهقى بإسناد صحيح أنهم كانوا يقومون على عهد عمر، ونحن لا نمنع أحدا من التنفل ما شاء ، وإنما الكلام فى القدر المستحب بجماعة وأهل كل بلدة بالخيار يسبحون أو يهللون أو ينتظرون سكوتا أو يصلون أربعا فرادى، وإنما استحب الانتظار لأن التراويح مأخوذ من الراحة فيفعل ذلك تحقيقا لمعنى الاسم وكذا هو متوارث (فتح القدير للكمال ابن الهمام، ج ا ، ص۴۶۸، و ۴۶۹، فصل فى قيام شهر رمضان)

Iqra Ghufran

حضرات بیسویں رکعت کے بعد وقفہ کے مستحب ہونے کے قائل نہیں۔ ۱؎

بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر باجماعت تراویح پڑھنے کی صورت میں بیسویں رکعت کے بعد وقفہ لوگوں پر بار گزرتا ہو،تو اس کو نہیں کرنا چاہئے،ورنہ وقفہ کرنا بہتر ہے۔

بہرحال ہر چار رکعات کے بعد وقفہ کرنا اور بعض کے نزدیک بیسویں رکعت کے بعد وقفہ کرنا مستحب درجے کا عمل ہے،اگر کوئی اس کو نہ کرے یا کبھی ترک کردے،تو گناہ نہیں۔ ۲؎

۱؎ وَهَلُ يَجُلِسُ بَيُنَ التَّرُوِيحَة الُخَامِسَةِ وَالُوِتُرِ رَوَى الُحَسَنُ عَنُ أَبِى حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَجُلِسُ، وَكَذَا فِى الُهِدَايَةِ.وَفِى الُيَنَابِيعِ الصَّحِيحُ أَنَّهُ لا يُسُتَحَبُّ ذٰلِكَ عِنُدَ عَامَّةِ الُمَشَايِخِ (الجوهرة النيرة، ج ۱، ص۹۷، و۹۸، كتاب الصلاة، بَابُ قِيَامِ شَهُرِ رَمَضَانَ)

وكلما صلى الإمام ترويحة ينتظر قاعداً بين الترويحتين مقدار ترويحة وينتظر بين الترويحة الخامسة والوتر مقدار ترويحة ثم يوتر هكذا روى الحسن عن أبى حنيفة رحمه الله تعالى وإنما يستحب الانتظار كل ترويحتين لأن التراويح مأخوذ من الراحة فيفعل ما قلنا تحقيقة للاسم (فتاوىٰ قاضي خان، ج ۱، ص۱۶۸، فصل فى مقدار التراويح)

(قَوُلُهُ وَتَعَقَّبَهُ الشَّارِحُ بِأَنَّهُ مُسُتَحَبٌّ لا سُنَّةٌ) قَالَ فِى النَّهُرِ وَهُوَ ظَاهِرٌ فِي نَدُبِهَا عَلَى رَأُسِ الُخَامِسَةِ لَكِنُ فِى الُخُلَاصَةِ أَكُثَرُهُمُ عَلَى عَدَمِ الِاسُتِحُبَابِ وَهُوَ الصَّحِيحُ اهـ .قُلُتُ إنُ أَرَادَ مِنُ الُخَامِسَةِ التَّسُلِيمَةَ الُخَامِسَةَ وَهِيَ الُمَسُأَلَةُ الُآتِيَةُ عَنُ الُكَافِي فَمَا ادَّعَاهُ مِنُ الظُّهُورِ مَمُنُوعٌ إذُ لا تَعَرُّضَ لَهُ فِي كَلَامِ الشَّارِحِ أَصُلًا وَإِنُ أَرَادَ مِنُهَا التَّرُوِيحَةَ الُخَامِسَةَ فَكَلَامُ الُخُلَاصَةِ لَيُسَ فِيهَا لِأَنَّ نَصَّ عِبَارَةِ الُخُلَاصَةِ هَكَذَا وَالِاسُتِرَاحَةُ عَلَى خَمُسِ تَسُلِيمَاتٍ اخُتَلَفَ الُمَشَايِخُ فِيهِ وَأَكُثَرُهُمُ عَلَى أَنَّهُ لَا يُسُتَحَبُّ وَهُوَ الصَّحِيحُ. (قَوُلُهُ وَلَا يَخُفَى مَا فِيهِ إلَخُ) أَقُولُ :أَظُنُّ أَنَّ لَفُظَةَ تَرُكَ فِي عِبَارَةِ الُحَلَبِيِّ زَائِدَةٌ مِنُ بَعُضِ النُّسَّاخِ أَلُحَقَهَا اسُتِبُعَادًا لِأَنُ يَكُونَ شَأُنُ الُأَئِمَّةِ ذَلِكَ إذُ شَأُنُهُمُ الُمُسَاهَلَةُ وَلَعَلَّ ذَلِكَ كَانَ فِي زَمَانِهِ وَإِنُ ثَبَتَ مَا قُلُنَا يَنُدَفِعُ الُإِيرَادُ عَنُ كَلَامِ هَذَا الُعَلَّامَةِ وَإِلَّا فَهُوَ كَلَامٌ مُتَهَافِتٌ يَبُعُدُ صُدُورُهُ مِنُ أَمُثَالِهِ (قَوُلُهُ وَقَدُ قَالُوا إلَخُ) قَالَ الرَّمُلِيُّ قَالَ الُحَلَبِيُّ وَمِنُ الُمَكُرُوهِ مَا يَفُعَلُهُ بَعُضُ الُجُهَّالِ مِنُ صَلَاةِ رَكُعَتَيُنِ مُنُفَرِدًا بَعُدَ كُلِّ رَكُعَتَيُنِ لِأَنَّهَا بِدُعَةٌ مَعَ مُخَالَفَةِ الُإِمَامِ وَالصَّفِّ اهـ.قُلُت :لَكِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ غَيُرُ الُمَذُكُورَةِ هُنَا لِأَنَّ هَذِهِ بَعُدَ كُلِّ رَكُعَتَيُنِ وَالُمَذُكُورَةُ هُنَا بَعُدَ كُلِّ أَرُبَعٍ (منحة الخالق على البحرالرائق، ج ۲، ص ۷۴، و ۷۵، بَابُ الُوِتُرِ وَالنَّوَافِلِ)

(وَيَجُلِسُ بَيُنَ التَّرُوِيحَتَيُنِ قَدُرَ تَرُوِيحَةٍ، وَ) ، كَذَا بَيُنَ (الُخَامِسَةِ وَالُوِتُرِ) ؛ لِأَنَّهُ الُمُتَوَارَثُ مِنُ زَمَنِ الُأَصُحَابِ -رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنُهُمُ -إلَى يَوُمِنَا هَذَا (درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ۱، ص ۱۲۰، بَابُ الُوِتُرِ وَالنَّوَافِلِ)

۲؎ وَيُسُتَحَبُّ الُجُلُوسُ بَيُنَ التَّرُوِيحَتَيُنِ قَدُرَ تَرُوِيحَةٍ وَكَذَا بَيُنَ الُخَامِسَةِ وَالُوِتُرِ . كَذَا فِي الُكَافِي وَهَكَذَا فِي الُهِدَايَةِ، وَلَوُ عَلِمَ أَنَّ الُجُلُوسَ بَيُنَ الُخَامِسَةِ وَالُوِتُرِ يَثُقُلُ عَلَى الُقَوُمِ لَا يَجُلِسُ .هَكَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ ثُمَّ هُمُ مُخَيَّرُونَ فِي حَالَةِ الُجُلُوسِ إنُ شَاءُوا سَبَّحُوا وَإِنُ شَاءُوا قَعَدُوا سَاكِتِينَ، وَأَهُلُ مَكَّةَ يَطُوفُونَ أُسُبُوعًا وَيُصَلُّونَ رَكُعَتَيُنِ وَأَهُلُ الُمَدِينَةِ يُصَلُّونَ أَرُبَعَ رَكَعَاتٍ فُرَادَى . كَذَا فِي التَّبُيِينِ.

وَالِاسُتِرَاحَةُ عَلَى خَمُسِ تَسُلِيمَاتٍ تُكُرَهُ عِنُدَ الُجُمُهُورِ . كَذَا فِي الُكَافِي وَهُوَ الصَّحِيحُ كَذَا فِي الُخُلَاصَةِ (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص۱۱۵، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فى التراويح)

Idara Ghufran

پھر ہر چار رکعات کے بعد اس وقفہ کے دوران کوئی اجتماعی عمل نہیں، اور نہ ہی کسی خاص عمل کی پابندی ہر ایک کے لئے یکساں طور پر ضروری ہے، بلکہ اختیار ہے کہ خاموش رہے یا کوئی ذکر کرے یا دُعا کرے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۲...... بعض جگہ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد یا بیسویں رکعت کے بعد وعظ یا قرآن مجید کی تفسیر بیان کی جاتی ہے، اگر مقتدیوں اور لوگوں پر یہ بار گزرتا ہو، تو ایسا کرنا منع ہے، اس کے بجائے وتروں سے فارغ ہو کر یہ عمل کرنا چاہئے، پھر جو چاہیں شرکت کریں، اور جو چاہیں اپنی ضروریات کی وجہ سے چلے جائیں۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۱۳...... بعض حضرات نے فرمایا کہ قرآن مجید کی قرائت کے بعد دُعا قبول ہوتی ہے، اس لئے ہر روز بیس تراویح کے اختتام پر دُعا کرنا افضل ہے۔ [۳]

---

[۱] وَقَوْلُهُ :(وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْجُلُوسِ بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ مِقْدَارُ التَّرْوِيحَةِ) كَانَ مِنْ حَقِّهِ أَنْ يَقُولَ : وَالْمُسْتَحَبُّ فِي الِانْتِظَارِ بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ؛ لِأَنَّهُ اسْتَدَلَّ بِعَادَةِ أَهْلِ الْحَرَمَيْنِ عَلَى ذَلِكَ، وَأَهْلُ الْحَرَمَيْنِ لَا يَجْلِسُونَ، فَإِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَطُوفُونَ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ أُسْبُوعًا، وَأَهْلُ الْمَدِينَةِ يُصَلُّونَ بَدَلَ ذَلِكَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَأَهْلُ كُلِّ بَلْدَةٍ بِالْخِيَارِ يُسَبِّحُونَ أَوْ يُهَلِّلُونَ أَوْ يَنْتَظِرُونَ سُكُوتًا، وَإِنَّمَا يُسْتَحَبُّ الِانْتِظَارُ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ؛ لِأَنَّ التَّرَاوِيحَ مَأْخُوذٌ مِنْ الرَّاحَةِ فَيُفْعَلُ مَا قُلْنَا تَحْقِيقًا لِلْمُسَمَّى (العناية شرح الهداية، ج ۱، ص ۴۶۸، ۴۶۹، فصل فی قیام شهر رمضان)

ويستحب الجلوس بعد "صلاة "كل أربع "ركعات "بقدرها وكذا "يستحب الجلوس بقدرها "بين الترويحة الخامسة والوتر "لأن المتوارث عن السلف وهذا روى عن أبي حنيفة رحمه الله ولأن اسم التراويح ينبء عن ذلك وهم مخيرون في الجلوس بين التسبيح والقراء ة والصلاة فرادى والسكوت (مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، ص ۱۵۸، فصل :فی صلاة التراويح)

[۲] (قَوْلُهُ :وَيَجْلِسُ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ مِقْدَارَ تَرْوِيحَةٍ) وَذَلِكَ مُسْتَحَبٌّ وَهُمْ بِالْخِيَارِ فِي ذَلِكَ الْجُلُوسِ إنْ شَاءُوا يُسَبِّحُونَ أَوْ يُهَلِّلُونَ أَوْ يَنْتَظِرُونَ سُكُوتًا وَهَلْ يُصَلُّونَ اخْتَلَفَ فِيهِ الْمَشَايِخُ مِنْهُمْ مَنْ كَرِهَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ اسْتَحْسَنَهُ (الجوهرة النيرة، ج ۱، ص ۹۷، و ۹۸، كتاب الصلاة، بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ)

[۳] دَلَّ عَلَى اسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ بَعْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَبَعْدَ خَتْمِهِ مَا رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللَّهَ بِهِ فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ ، وَحَدِيثِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ : مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۹، ص ۲۲۸، الدُّعَاءُ بَعْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَبَعْدَ خَتْمِهِ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

لیکن اس کو ضروری اور لازم نہیں سمجھنا چاہئے، اور نہ بآوازِ بلند دعا کا التزام کرنا چاہئے، اور نہ ہی اس دعا کو لمبا کر کے دوسرے لوگوں کو پابند کرنا چاہئے۔

اور اگر کوئی یہ دعا نہ کرے، بلکہ تراویح کی بیسویں رکعت کے بعد سرے سے وقفہ نہ کرے، اور اس کے متصل بعد وتر کی نماز شروع کر دے، تو اس میں بھی کوئی عیب کی بات نہیں، کیونکہ بعض فقہائے کرام نے بیسویں رکعت کے بعد وقفہ کو مستحب بھی قرار نہیں دیا، جیسا کہ پہلے گزرا، لہٰذا اس بات پر باہم تنازعات کھڑے کرنا اور ایک دوسرے پر فتویٰ زنی کرنا درست نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۴...... تراویح میں سامع کو مقرر کرنے کا مقصود قرآن مجید کی صحیح اور مکمل قرائت کر کے سنت کا ثواب حاصل کرنا ہے، لہٰذا اگر کسی حافظ کا قرآن پختہ ہو یا کسی کو سامع میسر نہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

امداد الاحکام میں ہے کہ:

ہر چند کہ اصل حکم تخییر پر نظر کرتے ہوئے ترویحۂ خامسہ میں بھی دعا بطریقِ متعارف کو کچھ ترجیح معلوم نہیں ہوتی، مگر ایک علت پر نظر کر کے ترویحۂ خامسہ میں دعا کرنا مستحب واولیٰ ہو جاتا ہے، وہ یہ کہ ترویحۂ خامسہ میں حزبِ قرآن پورا ہو جاتا ہے، اور بعد تلاوت حزبِ قرآن کے دعا کرنا مستحب ہے، اور وہ وقت اجابتِ دعا کا ہے............ تلاوتِ قرآن سے فارغ ہو کر دعا کرنا مستحب ہے، اور یہ وقت قبولِ دعا کا ہے، اس لیے ترویحۂ خامسہ میں دعا کرنا مستحب وافضل واولیٰ ہوگا اور ہر ترویحہ میں دعا کرنا ایسا ہوگا جیسے کوئی شخص تلاوتِ قرآن کے وقت ہر رکوع یا ہر رُبع پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرے، اور یقیناً یہ صورت مستحدَث ہے، سلفِ صالحین صرف فراغت عن الحزب کے وقت دعا کیا کرتے تھے اور یہی منصوص بھی ہے (امداد الاحکام جلد ا صفحہ ۶۲۵)

فتاویٰ دار العلوم میں ہے کہ:

بعد ختم تراویح دعا مانگنا درست ہے، اور مستحب ہے، اور معمول سلف وخلف ہے، پھر وتر کے بعد دُعا ضروری نہیں ہے، ایک بار کافی ہے، یعنی ختم تراویح کے بعد کافی ہے (فتاوٰی دار العلوم مدلل ومکمل جلد ۴ صفحہ ۲۵۴)

صحیح یہ ہے کہ ختمِ قرآن کے بعد اور ہمیشہ نمازِ تراویح کے بعد دُعا مسنون ومستحب ہے، اور حدیث میں ہے کہ یہ وقت اجابتِ دعا کا ہے، اس لیے معمول ہمارے اکابر کا اور مشائخ کا دعا بعد التراویح وبعد الختم ہے (فتاوٰی دار العلوم مدلل ومکمل جلد ۴ صفحہ ۲۷۱)

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا صرف بعد ختمِ جملہ تراویح یعنی بست رکعت معمول ہے، پس ایسا ہی کرنا چاہیے (فتاوٰی دار العلوم مدلل ومکمل ج ۴ ص ۲۷۹)

Idara Ghufran

آئے، یا کسی دن سامع موجود نہ ہو، تو سامع کے بغیر بھی قرآن مجید تراویح میں پڑھنا جائز ہے، ایسی صورت میں اگر کسی جگہ شبہ ہو تو سلام پھیرنے کے بعد قرآن مجید دیکھ کر اُس کی اصلاح کرنا درست ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... تراویح میں اگر باقاعدہ سامع مقرر ہو تو امام کو قرآن مجید کی تلاوت میں پیش آنے والے متشابہ یا غلطی پر لقمہ اسی سامع کو دینا چاہئے، اور اس کے بجائے کسی دوسرے کو لقمہ دینے میں پیش قدمی نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ اس سے بدنظمی پیدا ہوتی ہے۔

البتہ اگر سامع نہ بتا سکے یا اچھی طرح نہ بتا پائے تو دوسرے کو بھی لقمہ دینا جائز ہے خواہ وہ دوسرا کسی بھی صف میں ہو قریب ہو یا دور ہو، البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ نماز میں اسی امام کے ساتھ شریک ہو، بعض حفاظ غیر سامع کے غلطی بتانے والے مقتدی پر برہمی کا اظہار کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یہ ناواقفیت پر مبنی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... تراویح کی نماز میں اگر امام سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد تین چھوٹی آیتوں یا ان کے برابر ایک بڑی آیت کے بقدر قرائت کر چکا ہے، اور پھر اُس کو قرآن مجید میں متشابہ لگ جائے یا قرائت میں غلطی واقع ہو جائے، اور وہ رکوع میں چلا جائے، تب بھی نماز

---

[1] عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ يَزِيدَ الْأَسَدِيِّ الْمَالِكِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قَالَ يَحْيَى وَرُبَّمَا قَالَ :شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَرَكْتَ آيَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلَّا أَذْكَرْتَنِيهَا (ابوداوٗد، رقم الحديث ۹۰۷، بَابُ الْفَتْحِ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ)

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لِأَبِي " :أَشَهِدْتَ مَعَنَا؟ "قَالَ :نَعَمْ قال: "فما منعک أن تفتحها على (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۲۴۲)

فى حاشية ابنِ حبان: رجاله ثقات.

(بِخِلَافِ فَتْحِهِ عَلَى إمَامِهِ) فَإِنَّهُ لَا يُفْسِدُ (مُطْلَقًا) لِفَاتِحٍ وَآخِذٍ بِكُلِّ حَالٍ (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قَوْلُهُ بِكُلِّ حَالٍ) أَیْ سَوَاءٌ قَرَأَ الْإِمَامُ قَدْرَ مَا تَجُوزُ بِهِ الصَّلَاةُ أَمْ لَا، انْتَقَلَ إلَى آيَةٍ أُخْرَى أَمْ لَا تَكَرَّرَ الْفَتْحُ أَمْ لَا، هُوَ الْأَصَحُّ نَهْرٌ (ردالمحتار، ج ا، ص ۶۲۲، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

درست ہو جاتی ہے، اور سجدۂ سہو وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی، اگرچہ پہلے اس کا ارادہ اس رکعت میں لمبی قرائت کرنے کا ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۷...... جس طرح تراویح کی نماز میں قرآن سنانا ثواب ہے اسی طرح سامع (یعنی امام کو غلطی پر لقمہ دینے والا) بن کر سننا اور غلطی کی اصلاح کرنا بھی ثواب ہے، بلکہ ایک اعتبار سے زیادہ ثواب کا باعث ہے، کیونکہ یہ تمام حاضرینِ جماعت کی قرآن مجید کی سنت کو صحیح ادا کرانے کا ذریعہ ہے۔

آج کل بہت سے حفاظ تراویح کی نماز میں قرآن سنانے کو تو ثواب سمجھتے ہیں، لیکن سامع بن کر سننے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے اور اگر انہیں کہیں تراویح میں قرآن مجید سنانے کی جگہ دستیاب نہ ہو تو ویسے ہی وقت گزار دیتے ہیں، یہ قابلِ اصلاح سوچ ہے۔ [2]

---

[1] قال :(ويجوز أن يفتح على إمامه) لقوله -عليه الصلاة والسلام :-إذا استطعمك الإمام فأطعمه ، ولا ينبغي أن يفتح من ساعته لعل الإمام يتذكر، وينبغي للإمام أن لا يلجئه إلى الفتح، فإن كان قرأ مقدار ما تجوز به الصلاة يركع (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۶۰، ص ۶۱، باب صلاة الجماعة)

(والختم) مرة سنة ومرتين فضيلة وثلاثا أفضل .(ولا يترك) الختم (لكسل القوم)لكن في الاختيار :الأفضل في زماننا قدر ما لا يثقل عليهم، وأقره المصنف وغيره .وفي المجتبى عن الإمام: لو قرأ ثلاثا قصارا أو آية طويلة في الفرض فقد أحسن ولم يسء، فما ظنك بالتراويح؟ وفي فضائل رمضان للزاهدي :أفتى أبو الفضل الكرماني والوبري أنه إذا قرأ في التراويح الفاتحة وآية أو آيتين لا يكره، ومن لم يكن عالما بأهل زمانه فهو جاهل(الدرالمختار)

(قوله وآية أو آيتين) أي بقدر ثلاث آيات قصار بدليل عبارة المجتبى، وإلا فلو دون ذلك كره تحريما لما في المنية وشرحها في بحث صفة الصلاة :لو قرأ مع الفاتحة آية قصيرة أو آيتين قصيرتين لم يخرج عن حد كراهة التحريم(ردالمحتار، ج ۲ ص ۴۷، باب الوتر والنوافل)

ولو قرأ مع فاتحة الكتاب آية قصيرة وركع ساهيا، فعليه السهو؛ لأن قراءة ثلاث آيات فصاعدا مع الفاتحة أو آية طويلة مع الفاتحة من واجب الصلاة بالإجماع(المحيط البرهاني، ج ۱ ص ۵۰۲، الفصل السابع عشر في سجود السهو)

[2] عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَهُ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(بخاري، رقم الحديث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۸...... تراویح میں سامع (یعنی امام کو لقمہ دینے والا) سمجھدار نابالغ حافظ مقرر کرنا جائز ہے اور اس کے لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، کیونکہ سمجھدار نابالغ بچہ کا مقتدی بن کر نماز ادا کرنا درست ہے، بلکہ حدیث کی رو سے سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۹...... نابالغ سامع لڑکے کو مقتدی بنا کر امام کے پیچھے پہلی صف میں کھڑا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲۰...... سامع یا مقتدی کا قرآن مجید کو دیکھ کر لقمہ دینا درست نہیں، کیونکہ اس میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

۲۴۴۲، بَابٌ: لاَ يَظْلِمُ المُسْلِمُ المُسْلِمَ وَلاَ يُسْلِمُهُ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ، سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَاللَّهُ فِي عَوْنِ العَبْدِ، مَا كَانَ العَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ (ترمذی، رقم الحديث ۱۴۲۵، بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّتْرِ عَلَى المُسْلِمِ)

وَتَعاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ اى على امتثال امر الله تعالى وَالتَّقْوى اى الانتهاء عما نهى عنه كى يتقى نفسه عن عذاب الله (التفسير المظهرى، سورة المائدة، تحت آية۳)

[1] عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ، وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا (ابو داؤد، رقم الحديث ۴۹۴، بَابُ مَتَى يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ)

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": مُرُوا أَبْنَاءَكُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ، وَإِذَا أَنْكَحَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ ، فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلَى شَيْءٍ مِنْ عَوْرَتِهِ، فَإِنَّ مَا أَسْفَلَ مِنْ سُرَّتِهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ مِنْ عَوْرَتِهِ (مسند احمد، رقم الحديث ۶۷۵۶)

إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

وفتح المراهق كالبالغ (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج ۱، ص ۳۳۴، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة)

[2] وَيَقْتَضِي أَيْضًا أَنَّ الصَّبِيَّ الْوَاحِدَ لَا يَكُونُ مُنْفَرِدًا عَنْ صَفِّ الرِّجَالِ بَلْ يَدْخُلُ فِي صَفِّهِمْ وَأَنَّ مَحَلَّ هَذَا التَّرْتِيبِ إنَّمَا هُوَ عِنْدَ حُضُورِ جَمْعٍ مِنْ الرِّجَالِ وَجَمْعٍ مِنْ الصِّبْيَانِ فَحِينَئِذٍ تُؤَخَّرُ الصِّبْيَانُ (البحر الرائق، ج ۱، ص ۳۷۴، ۳۷۵، كتاب الصلاة، باب الامامة)

وَلَوْ كَانَ مَعَهُ صَبِيٌّ يَعْقِلُ وَامْرَأَةٌ يَقُومُ الصَّبِيُّ عَنْ يَمِينِهِ وَالْمَرْأَةُ خَلْفَهُمَا (تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۱۳۶، بَابُ الْإِمَامَةِ وَالْحَدَثِ فِي الصَّلَاةِ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(قرآن مجید کو ہاتھ میں لینے اور اس کو دیکھنے اور ورق گردانی کرنے سے) ایک تو عملِ کثیر پائے جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجانے کا خدشہ ہے، دوسرے نماز کے باہر سے تلقُّن کرنا پایا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے یہ طریقہ قرآن وسنت اور صحابۂ کرام سے ثابت نہیں۔ ۱

مسئلہ نمبر۲۱...... اگر مقتدی نے آخری قعدہ میں تمام دعائیں پوری نہیں پڑھیں لیکن تشہد پڑھ چکا ہے اور امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی کو بھی سلام پھیر دینا چاہئے۔ ۲

مسئلہ نمبر۲۲...... بعض لوگ امام کے رکوع میں جانے سے پہلے ویسے ہی بیٹھے یا لیٹے رہتے ہیں یا آپس میں باتیں کرتے رہتے ہیں اور جب امام رکوع میں جاتا ہے تو پھر نماز میں شریک ہوتے ہیں۔

بلاعذر ایسا کرنا قرآن مجید اور نماز کی طرف سے سستی کا اظہار ہے، لہٰذا جب کوئی عذر نہ ہو تو امام کے ساتھ شروع سے ہی نماز میں شریک ہونا چاہئے۔

اگر امام کے لمبے قیام اور طویل قرائت میں کھڑا ہونا مشکل ہو، تو بیٹھ کر شرکت کر لی جائے، اور جب رکوع کا وقت ہو، تو کھڑے ہو کر رکوع میں شرکت کر لی جائے۔ ۳

---

۱ (وَقِرَاءَتُهُ مِنْ مُصْحَفٍ) أَیْ مَا فِيهِ قُرْآنٌ (مُطْلَقًا) لِأَنَّهُ تَعَلُّمٌ إلَّا إذَا كَانَ حَافِظًا لِمَا قَرَأَهُ وَقَرَأَ بِلَا حَمْلٍ (الدرالمختار)

(قَوْلُهُ لِأَنَّهُ تَعَلُّمٌ) ذَكَرُوا لِأَبِی حَنِيفَةَ فِی عِلَّةِ الْفَسَادِ وَجْهَيْنِ .أَحَدُهُمَا :أَنَّ حَمْلَ الْمُصْحَفِ وَالنَّظَرِ فِيهِ وَتَقْلِيبِ الْأَوْرَاقِ عَمَلٌ كَثِيرٌ .وَالثَّانِی أَنَّهُ تَلَقُّنٌ مِنْ الْمُصْحَفِ فَصَارَ كَمَا إذَا تَلَقَّنَ مِنْ غَيْرِهِ (ردالمحتار، ج ۱، ص ۶۲۴، کتاب الصلاۃ، بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يُكْرَهُ فِيهَا)

۲ وَلَوْ سَلَّمَ الْإِمَامُ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ الْمُقْتَدِی مِنْ الدُّعَاءِ الَّذِی يَكُونُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ أَوْ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّیَ عَلَى النَّبِیِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فَإِنَّهُ يُسَلِّمُ مَعَ الْإِمَامِ (الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۹۰، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس، الفصل السابع)

۳ (وَتُكْرَهُ قَاعِدًا) لِزِيَادَةِ تَأَكُّدِهَا، حَتَّى قِيلَ لَا تَصِحُّ (مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ) كَمَا يُكْرَهُ تَأْخِيرُ الْقِيَامِ إلَى رُكُوعِ الْإِمَامِ لِلتَّشَبُّهِ بِالْمُنَافِقِينَ (الدرالمختار مع رد المحتار، ج ۲، ص ۴۷، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل)

وَيُكْرَهُ لِلْمُقْتَدِی أَنْ يَقْعُدَ فِی التَّرَاوِيحِ فَإِذَا أَرَادَ الْإِمَامُ أَنْ يَرْكَعَ يَقُومُ (الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۱۱۹، کتاب الصلاۃ، الباب العاشر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۳...... اگر کچھ لوگ اس طرح تراویح کی نماز پڑھیں کہ کچھ رکعتیں عشاء کے بعد باجماعت ادا کرلیں، اور کچھ رکعتیں رات کے آخری حصہ میں باجماعت پڑھیں، تو بھی گناہ نہیں، کیونکہ تراویح کا اداوقت طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔ ل

مسئلہ نمبر۲۴...... اگر کوئی شخص بیس تراویح پڑھ چکا ہے، اور پھر وہ کسی تراویح پڑھنے والے امام کی اقتداء میں نفلی درجے میں شرکت کرے، تو اس میں گناہ نہیں ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر۲۵...... بیس تراویح پڑھنے کے بعد کوئی مزید نوافل ادا کرنا چاہے تو اُس کو بغیر جماعت کے تنہا پڑھنی چاہئے۔ ۳

مسئلہ نمبر۲۶...... جماعت کے ساتھ بیس تراویح پڑھنے کے بعد دوبارہ جماعت کے ساتھ مزید رکعتیں پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، اس لئے کہ پہلے بیس تراویح پڑھنے سے سنت ادا ہوچکی ہے، اور اب مزید رکعتیں نفل ہیں۔ ۴

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلاَةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسَنَّ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا، حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ، فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلاَثِينَ آيَةً -أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً- ثُمَّ رَكَعَ (بخاری، رقم الحديث ۱۱۱۸، بَابُ إِذَا صَلَّى قَاعِدًا، ثُمَّ صَحَّ، أَوْ وَجَدَ خِفَّةً، تَمَّمَ مَا بَقِيَ)

ل ووقتها ما بين العشاء إلى طلوع الفجر هو الصحيح حتى لو صلاها قبل العشاء لا يجوز، وبعد الوتر يجوز لأنها تبع للعشاء دون الوتر (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۶۹، ۷۰، كتاب الصلاة، باب صلاة التراويح)

وأكثر العلماء على أنه بعد العشاء إلى الفجر قبل الوتر وبعده وهو الأصح (الفتاویٰ البزازية، ج ۱، ص ۱۴)

۲ وَلَا بَأْسَ لِغَيْرِ الْإِمَامِ أَنْ يُصَلِّيَ التَّرَاوِيحَ فِي مَسْجِدَيْنِ؛ لِأَنَّهُ اقْتِدَاءُ الْمُتَطَوِّعِ بِمَنْ يُصَلِّي السُّنَّةَ، وَأَنَّهُ جَائِزٌ كَمَا لَوْ صَلَّى الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ أَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ وَدَخَلَ فِيهَا وَاَللَّهُ أَعْلَمُ (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۹۰، كتاب الصلاة، فَصْلٌ فِي سُنَنِ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ)

ولو أم فی الأول ثم صلی فی الثانی مقتدياً أو اقتدی مرتين لا يكره وهو اقتداء المتطوع فی السنن (الفتاوی البزازية، ج ۱، ص ۱۴)

۳ وَلَوْ صَلَّى التَّرَاوِيحَ ثُمَّ أَرَادُوا أَنْ يُصَلُّوا ثَانِيًا فُرَادَى، كَذَا فِي التَّتَارْخَانِيَّةِ (الفتاوی الهندية، ج ۱، ص ۱۱۶، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فی التراويح)

۴ اسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ آج کل حرم شریف میں بیس تراویح کے بعد رات کے آخری حصہ میں رمضان کی بعض راتوں میں قیامُ اللیل کے نام سے باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۷...... اگر کوئی حافظِ قرآن تراویح میں قرآن سنانے کی غرض سے پختہ کرنے کے لئے مغرب کے بعد نوافل میں قرآن مجید بآوازِ بلند پڑھے، اور اس کا سامع مقتدی بن کر سنے، اور مزید کچھ لوگ ان کے ساتھ نوافل میں شریک نہ ہوں، اور اگر ہوں تو تین سے زیادہ نہ ہوں، تو جائز ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حنفیہ کے قواعد کے مطابق اس میں شرکت مکروہ ہے۔

صلوها بجماعة ثم أرادوا إعادتها بالجماعة يكره بل يصلون فرادى لأن النفل بجماعة على التداعى يكره إلا بالنص (الفتاوى البزازية، ج ا ،ص ۱۴)

وكره أن يؤم فى التراويح مرتين فى ليلة واحدة وعليه الفتوى لأن السنة لا تتكرر فى الوقت الواحد فتقع الثانية نفلا مضمرات بخلاف ما لو صلاها مأموما مرتين حيث لا يكره كما لو أم فيها ثم اقتدى بآخر فى تلك الصلاة وكما لو صلى العشاء إماما أو مقتديا ثم أقيمت ثانيا فإنه لا يكره له أن يدخل فيها ثانيا بل يستحل له ذلك كما حققه العمدة ابن أميرحاج (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ج ا ، ص ۴۱۲، فصل في صلاة التراويح)

إِذَا صَلَّوُا التَّرَاوِيحَ ثُمَّ أَرَادُوا أَنْ يُصَلُّوهَا ثَانِيًا يُصَلُّونَ فُرَادَى لَا بِجَمَاعَةٍ؛ لِأَنَّ الثَّانِيَةَ تَطَوُّعٌ مُطْلَقٌ، وَالتَّطَوُّعُ الْمُطْلَقُ بِجَمَاعَةٍ مَكْرُوهٌ (بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۹۰، كتاب الصلاة، فَصْلٌ فِي سُنَنِ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ)

ل عن انس أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ: قُومُوا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ، فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لَبِثَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَتِيمُ مَعِي وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ (بخارى، رقم الحديث ۸۶۰)

عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ السُّيُولَ لَتَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي فَأُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي فَتُصَلِّيَ فِي مَكَانٍ مِنْ بَيْتِي أَتَّخِذُهُ مَسْجِدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَنَفْعَلُ. فَلَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟، فَأَشَرْتُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ (سنن النسائى، رقم الحديث ۸۴۴)

قوله "فصففنا "ويروى "وصففنا "بالواو ويروى "فصفنا "بالتشديد أى صفنا رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أى جعلنا صفا خلفه. ومما يستنبط منه استحباب تعيين مصلى فى البيت إذا عجز عن حضور المساجد. وفيه جواز الجماعة فى البيوت. وفيه جواز النوافل بالجماعة (عمدة القارى، للعينى، ج۴ ص ۱۶۶، كتاب الصلاة، باب إذا دخل بيتا يصلى حيث شاء أو حيث أمر ولا يتجسس)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۲۸...... ایک مسجد میں تراویح کی ایک سے زیادہ جماعتیں کرنا فتنے کا باعث ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، خواہ ایک ہی وقت میں ہوں یا مختلف اوقات میں۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَالتَّطَوُّعُ الْمُطْلَقُ بِجَمَاعَةٍ مَكْرُوهٌ (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۱۷۹، باب الوتر والنوافل)

(قوله على سبيل التداعى) بأن يقتدى أربعة فأكثر بواحد (قوله وسنحققه) أى قبيل إدراك الفريضة (ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۵۲، كتاب الصلاة، باب الامامة)

وأما النوافل لا تخلو إما أن تكون نوافل النهار أو نوافل الليل، فإن كانت نوافل النهار يكره الجهر فيها؛ لأنها تابعة للفرائض، والأصل فيه ما روى ابن عباس رضى الله عنهما أن النبى عليه السلام قال :صلاة النهار عجماء .

وأما نوافل الليل لا بأس بالجهر فيها؛ لأنه مشروع فى فرائض الليلة لكن الأفضل أن يكون بين الجهر والإخفاء (المحيط البرهانى، ج ۱ ص ۳۰۰، كتاب الصلاة، الفصل الرابع)

وتطوعه فمكروهة فيهما على سبيل التداعى قال شمس الأئمة الحلوانى إن اقتدى به ثلاثة لا يكون تداعيا فلا يكره إتفاقا وإن اقتدى به أربعة فالأصح الكراهة(حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ۲۸۶، باب الامامة)

ل امدادُ الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے کہ:

ایک مسجد میں دو جگہ تراویح پڑھنا بشرطیکہ از راہِ نفسانیت نہ ہو، اور ایک کا دوسرے سے حرج نہ ہو، جائز ہے، مگر افضل یہی ہے کہ ایک ہی امام کے ساتھ سب پڑھیں۔

فى البخارى عن عبدالرحمن ابن عبد القارى انه قال خرجت مع عمر بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ إِنِّيْ أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلَى قَارِءٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ.

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح متفرق پڑھنے والوں پر تشنیع نہیں فرمائی۔

پس معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے، اور ایک امام کے ساتھ پڑھنے کو افضل فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے (امداد الفتاویٰ، ج۱، ص ۳۱۱، فصل فی التراویح)

پھر اس کے بعد حاشیہ میں تحریر فرمایا کہ:

اس استنباط میں تأمل ہے، کیونکہ یہ حالت اس وقت کی تھی جبکہ جماعت کا اہتمام نہ تھا، اور وجہ عدمِ تشنیع کی بھی یہی عدمِ اہتمام تھا، اس سے حکم مذکور کا استنباط مشکل ہے، بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ اس سے وہ مقصود فوت ہوتا، جس کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اہتمام فرمایا ہو (حاشیہ امداد الفتاویٰ، ایضاً)

اور امدادُ الاحکام میں ہے کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۹...... جس مقتدی کی ایک یا دو رکعت چھوٹ گئی تھیں اور اس نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے ہی بھول کر سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں، اور اگر امام کے سلام

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تراویح کے تکرار فی المسجد کے متعلق کوئی جزئیہ نہیں ملا، دوسری جگہ تحقیق کرلیا جاوے، محض رکن الدین پر اعتماد نہ کیا جاوے، البتہ مزید احتیاط کی بناء پر جگہ بدل لیا کریں، تاکہ تکرار مکروہ ہونے کی صورت میں بھی کراہت مرتفع ہوجاوے، اور باوجود تبدیلِ ہیئت تکرار جماعت فرض تو مکروہ ہے، لیکن تراویح میں بناء بر قول ابو یوسف تبدلِ ہیئت سے تکرار مکروہ نہ رہے گا۔

عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ إِذَا لَمْ تَكُنْ الْجَمَاعَةُ عَلَى الْهَيْئَةِ الْأُولَى لَا تُكْرَهُ وَإِلَّا تُكْرَهُ، وَهُوَ الصَّحِيحُ، وَبِالْعُدُولِ عَنْ الْمِحْرَابِ تَخْتَلِفُ الْهَيْئَةُ كَذَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ (شامی، ج ۱، ص ۵۵۳)

اور امام ابو یوسف کا قول مذکور گو عام ہے، لیکن فرائض میں اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا، اور تراویح میں فرائض سے توسع ہے، اس لئے تراویح میں اس پر عمل کی گنجائش ہے، اور یہ کلام اس تکرار میں ہے، جو امام آخر اور مقتدین آخرین کے ساتھ ہو، اور اگر پہلا امام اور پہلے مقتدی ہی تکرار کریں تو وہ مطلقاً مکروہ ہے، خواہ مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں ہو، صرح بہ فی البدائع، ج۱، ص۲۰۹۔ عبدالکریم عفی عنہ۔ ۸/ رمضان ۴۴ھ

الجواب صحیح ظفر احمد۔

(امداد الاحکام، ج۱، ص۶۳۴، فصل فی التراویح)

حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بعض روایات میں مرد اور عورت کے لئے الگ الگ اماموں کے تقرر اور تعددِ جماعت کا ذکر ملتا ہے۔

أَنَّ عُـمَـرَ بْـنَ الْـخَطَّابِ، أَمَرَ سُلَيْمَانَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ أَنْ يَؤُمَّ النِّسَاءَ فِي مُؤَخِّرِ الْمَسْجِدِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۱۲۴، عن هشام)

جَعَلَ عُـمَـرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِلنَّاسِ قَارِئَيْنِ فِي رَمَضَانَ ، فَكَانَ أُبَيٌّ يُصَلِّي بِالنَّاسِ ، وَابْنُ أَبِي حَثْمَةَ يُصَلِّي بِالنِّسَاءِ (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ۶۲۰۵، عن عروة)

أَنَّ عَـلِيًّا كَـانَ يَأْمُرُ النَّاسَ بِالْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، وَيَجْعَلُ لِلرِّجَالِ إِمَامًا وَلِلنِّسَاءِ إِمَامًا " قَالَ: فَأَمَرَنِي فَأَمَمْتُ النِّسَاءَ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۱۲۵ ؛ ورقم الحديث ۷۷۲۲؛ مصنف ابن ابي شيبة، رقم الحديث ۶۲۰۸ ؛ شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۳۰۰۳؛ السنن الكبرى، للبيهقي، رقم الحديث ۴۲۷۷، عن عرفجة)

البتہ محدثین نے ایک قاری پر اجتماع کی حکمت اجتماعِ قلوب، اتفاقِ کلمہ وغیرہ بیان فرمائی ہے، اور ظاہر ہے کہ تعددِ جماعت کی صورت میں یہ حکمت فوت ہوجاتی ہے، اور انتشار واختلاف کی نوبت آتی ہے، اس لئے انتظامی طور پر تعددِ جماعت فتنہ وفساد کا باعث ہے، بالخصوص آج کے دور میں جبکہ نفسانیت کا غلبہ ہے، اگر اس کی اجازت دی جائے، تو ایک مسجد میں کئی کئی جماعتوں کی کوشش کی جائے گی، اور اس کے نتیجے میں جو مفاسد لازم آئیں گے، وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں ہیں۔

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

Idara Ghufran

کے بعد بھولے سے سلام پھیر دیا تو اس پر حنفیہ کے نزدیک سجدہ سہو لازم ہے، جس کو وہ قعدہ اخیرہ میں کرے گا۔ ۱

مسئلہ نمبر۳۰...... اگر کسی امام نے رکوع یا سجدہ کیا، اور مقتدی غفلت یا غلط فہمی یا غنودگی وغیرہ کی وجہ سے اس کے ساتھ شریک نہ ہوسکا، تو مقتدی کو چاہئے کہ جلدی سے وہ رکن ادا کرکے امام کے ساتھ اگلے رکن میں شامل ہوجائے۔ ۲

مسئلہ نمبر۳۱...... اگر کوئی شخص گھر میں تراویح کی نماز پڑھے، اور اُس کی اقتداء میں ایک یا چند خواتین بھی تراویح پڑھیں، تو جائز ہے، بشرطیکہ عورت مَردوں کی صف سے بالکل الگ کھڑی ہو، اور کسی نامحرم عورت کے ساتھ خلوت لازم نہ آئے۔ ۳

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ البتہ اگر اتفاق وضرورت سے کوئی خفیہ طریقہ پر ایک طرف دوسری جماعت تراویح کی کرے، اور کوئی فتنہ لازم نہ آئے، تو اس کی گنجائش ہوگی، جیسا کہ امداد الاحکام کے درجِ بالا فتوے سے معلوم ہوا۔

(جمعت هؤلاء على قارء واحد) : يأتمون كلهم به، ويسمعون قراء ته (لكان أمثل) ، أی :أفضل والثواب أكمل ;لأن فيه اجتماع القلوب واتفاق الكلمة وإغاظة الشيطان ونمو الأعمال، وغير ذلک من فوائد الجماعة التی تنيف على السبعة والعشرين (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۲۷۰، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث)

۱ وَلَا سُجُودَ عَلَيْهِ إنْ سَلَّمَ سَهْوًا قَبْلَ الْإِمَامِ أَوْ مَعَهُ؛ وَإِنْ سَلَّمَ بَعْدَهُ لَزِمَهُ لِكَوْنِهِ منفردا حينئذ بحر (ردالمحتار، ج۲، ص ۸۲، وص ۸۳، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

۲ (قَوْلُهُ وَمُتَابَعَتُهُ لِإِمَامِهِ فِي الْفُرُوضِ) أَیْ بِأَنْ يَأْتِيَ بِهَا مَعَهُ أَوْ بَعْدَهُ، حَتَّى لَوْ رَكَعَ إمَامُهُ وَرَفَعَ فَرَكَعَ هُوَ بَعْدَهُ صَحَّ (ردالمحتار، ج ۱، ص ۴۵۰، كتاب الصلاة، فرائض الصلاة)

وَفِي الْخُلَاصَةِ الْمُقْتَدِی إذَا أَتَى بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ قَبْلَ الْإِمَامِ هَذِهِ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ :إمَّا إذَا أَتَى بِهِمَا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ أَوْ بِالرُّكُوعِ مَعَهُ وَسَجَدَ قَبْلَهُ أَوْ بِالرُّكُوعِ قَبْلَهُ وَسَجَدَ مَعَهُ أَوْ أَتَى بِهِمَا قَبْلَهُ وَيُدْرِكُهُ الْإِمَامُ فِي آخِرِ رَكَعَاتِهِ فَإِنْ أَتَى بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ قَبْلَ الْإِمَامِ فِی كُلِّهَا يَجِبُ عَلَيْهِ قَضَاءُ رَكْعَتَيْنِ وَإِذَا رَكَعَ قَبْلَهُ وَسَجَدَ مَعَهُ يَقْضِي أَرْبَعًا بِلَا قِرَاءَةٍ وَإِنْ رَكَعَ بَعْدَ الْإِمَامِ وَسَجَدَ بَعْدَهُ جَازَتْ صَلَاتُهُ .ا هـ . (حاشية الشلبی على تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۱۱۹، كتاب الصلاة، فَصْلٌ الشروع فِي الصَّلَاةِ وَبَيَانِ إحرامها وأحوالها)

۳ اور حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق عورت کی اُس نماز کے درست ہونے کے لئے، جو وہ مرد کی اقتدا میں پڑھے، یہ بھی ضروری ہے کہ مرد امام عورت یا عورتوں کے امام ہونے کی نیت کرے، جبکہ امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک اور حضرت حسن کی امام ابوحنیفہ سے ایک روایت کے مطابق جب عورت مرد کے برابر میں نہ کھڑی ہو، بلکہ پیچھے کھڑی ہو، تو اس کی نماز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۳۲...... خواتین کو تراویح کی نماز اپنے گھروں میں علیٰحدہ علیٰحدہ پڑھنا افضل ومستحب ہے، ان کو مسجد میں یا کسی دوسری جگہ با جماعت تراویح پڑھنے کے لئے آنے کی ضرورت نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آتی ہے۔

مسئلہ نمبر۳۳...... تراویح کی نماز میں جن غلطیوں کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اگر کسی امام سے اُن میں سے کوئی غلطی واقع ہوجائے، اور مجمع زیادہ ہو اور سجدہ سہو کرنے کی وجہ سے انتشار وخلفشار پیدا ہوتا ہو، اور لوگوں کی نماز میں گڑبڑ پیدا ہونے کا ڈر ہو تو ایسی صورت میں سجدہ سہو معاف ہوجاتا ہے، جیسا کہ جمعہ اور عیدین کے بڑے مجمعوں میں معاف ہوجاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ درست ہونے کے لئے امام کا اس کے مقتدی ہونے کی نیت کرنا ضروری نہیں، اور بوقتِ ضرورت (مثلاً عورت کی نماز کو اضاعت سے بچانے کے لئے) اس قول کو لے لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، بالخصوص جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک یہ شرط بھی نہیں ہے۔

عن انس أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ: قُومُوا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ، فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِثَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَتِيمُ مَعِي وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ (بخاری، رقم الحديث ۸۶۰)

إِمَامَةُ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ جَائِزَةٌ إِذَا نَوَى الْإِمَامُ إِمَامَتَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِي الْخَلْوَةِ أَمَّا إِذَا كَانَ الْإِمَامُ فِي الْخَلْوَةِ فَإِنْ كَانَ الْإِمَامُ لَهُنَّ أَوْ لِبَعْضِهِنَّ مُحْرِمًا فَإِنَّهُ يَجُوزُ وَيُكْرَهُ . كَذَا فِي النِّهَايَةِ نَاقِلًا عَنْ شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ (الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۸۵، كتاب الصلاة، الباب الخامس، الفصل الثالث)

ويجوز اقتداء المرأة بالرجل إذا نوى الرجل إمامتها، وعند زفر نية الإمامة ليست بشرط على ما مر، وروى الحسن عن أبي حنيفة أنها إذا وقفت خلف الإمام جاز اقتداؤها به وإن لم ينو إمامتها، ثم إذا وقفت إلى جنبه فسدت صلاتها خاصة لا صلاة الرجل، وإن كان نوى إمامتها فسدت صلاة الرجل وهذا قول أبي حنيفة الأول، ووجهه أنها إذا وقفت خلفه كان قصدها أداء الصلاة لا إفساد صلاة الرجل، فلا تشترط نية الإمامة، وإذا قامت إلى جنبه فقد قصدت إفساد صلاته فيرد قصدها بإفساد صلاتها، إلا أن يكون الرجل قد نوى إمامتها فحينئذ تفسد صلاته؛ لأنه ملتزم لهذا الضرر(بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۱۴۰، فصل شرائط اركان الصلاة)

[1] (والسهو في صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتأخرين عدمه في الأوليين لدفع الفتنة كما في جمعة البحر، وأقره المصنف، وبه جزم في الدرر (الدر المختار) (قوله عدمه في الأوليين) الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذلك كما بحثه بعضهم ط وكذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

تراویح کی امامت سے متعلق احکام

مسئلہ نمبر۱...... مرد حضرات کو عورت کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۲...... تنہاء عورتوں کی تراویح کی جماعت جس میں امام بھی عورت ہو، اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک عام حالات میں خلافِ اولیٰ یا مکروہ ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آتی ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بحثه الرحمتی، وقال خصوصا فی زماننا .وفی جمعة حاشية أبی السعود عن العزمية أنه ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه لئلا يقع الناس فی فتنة .اهـ.

(قوله وبه جزم فی الدرر) لكنه قيده محشيها الوانی بما إذا حضر جمع كثير، وإلا فلا داعی إلى الترك ط(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۹۲، كتاب الصلاة،باب سجود السهو)

(قوله لا يسجد للسهو فی الجمعة والعيدين)أی لدفع الفتنة بعدم علم الجميع به وفساد صلاة من لم يتابع الإمام عند من يراه(حاشية الشرنبلالی،على درر الحكام، ج ۱،ص ۱۵۴،باب سجود السهو)

۱؎ ولا يجوز للرجال أن يقتدوا بامرأة أو صبی (الهداية، باب فی الامامة)

يشترط لإمامة الرجال أن يكون الإمام ذكرا، فلا تصح إمامة المرأة للرجال، وهذا متفق عليه بين الفقهاء، لما ورد فی الحديث أن النبی صلى الله عليه وسلم قال :أخروهن من حيث أخرهن الله والأمر بتأخيرهن نهی عن الصلاة خلفهن .ولما روى جابر مرفوعا :لا تؤمن امرأة رجلا ولأن فی إمامتها للرجال افتتانا بها .أما إمامة المرأة للنساء فجائزة عند جمهور الفقهاء (وهم الحنفية والشافعية والحنابلة) واستدل الجمهور لجواز إمامة المرأة للنساء بحديث أم ورقة أن النبی صلى الله عليه وسلم أذن لها أن تؤم نساء أهل دارها.لكن كره الحنفية إمامتها لهن، لأنها لا تخلو عن نقص واجب أو مندوب، فإنه يكره لهن الأذان والإقامة، ويكره تقدم المرأة الإمام عليهن .فإذا صلت النساء صلاة الجماعة بإمامة امرأة وقفت المرأة الإمام وسطهن.أما المالكية فلا تجوز إمامة المرأة عندهم مطلقا ولو لمثلها فی فرض أو نفل .ولا تصح إمامة الخنثى للرجال ولا لمثلها بلا خلاف، لاحتمال أن تكون امرأة والمقتدی رجلا، وتصح إمامتها للنساء مع الكراهة أو بدونها عند جمهور الفقهاء، خلافا للمالكية حيث صرحوا بعدم جوازها مطلقا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۶، ص۲۰۳، وص۲۰۴، تحت المادة: الذكورة)

۲؎ اعلم أنه وقع الاختلاف فی أنه هل جماعة النساء وحدهن مشروعة أم غير مشروعة:فذهب الشافعی إلى استحبابها، وهو قول الأوزاعی والثوری وأحمد، وحكاه ابن المنذر عن عائشة وأم سلمة.وقال النخعی والشعبی: تؤمهن فی النفل دون الفرض وشذ أبو ثوروالمزنی ومحمد بن جرير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۳۲...... نابینا شخص کی اقتداء میں نمازِ تراویح پڑھنا جائز ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض نابینا صحابۂ کرام کو مختلف موقعوں پر امامت کا حکم فرمانا ثابت ہے؛ تاہم اگر نابینا شخص کے مقابلہ میں دوسرا کوئی بہتر امام میسر ہو، تو اُس کو امام مقرر کرنا بہتر ہے، مگر ضروری پھر بھی نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الطبری فأجازوا إمامة النساء على الإطلاق للرجال وللنساء. وعند الحسن البصری ومالک: لا تؤم المرأة أحدا لا فی فرض ولا فی نفل، كذا ذكره العينی فی (البناية)
والمشهور من مذاهب أصحابنا: أن جماعة النساء وحدهن مكروهة، وهو المذكور فی كثير من الكتب الفقهية لأصحابنا الحنفية، وعللوا الكراهة بتعليلات متفرقة، وأجابوا عن الأخبار المذكورة بجوابات غير شافية (تحفة النبلاء فی جماعة النساء للإمام اللكنوی، ج۵، ص۸، المرصد الثانی، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، مطبوعة ادارة القرآن، كراتشی)
وخلاصة الكلام فی هذا المقام أن ما عللوا به كراهة جماعة النّساء وحدهنّ من استلزامها أحد المحظورين: التقدم، والتوسط، مخدوشٌ بعدم تسليم محظوری التّقدم، وعدم تسليم استلزام للكشف المحظور، وعدم تسليم كراهة التّوسط مطلقاً، لا سيما فی حقِّ النّساء، وبالنقض بجماعتهنَّ فی صلاةِ الجنازةِ (تحفة النبلاء فی جماعة النساء للإمام اللكنوی، ج۵، ص۱۵، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، مطبوعة ادارة القرآن، كراتشی)
أن الجمعة فی حقِّ الرجال سنة مؤكدة بل واجبة على ما هو مختار محقِّقی علماء الملة ودلَّت عليه الأخبار النبوية، وهی فی حقِّهم من شعائر الملة، فلذلك شاعتْ شيوعاً تاماً ولا كذلك جماعة النساء، فإنها ليست بسنة مؤكدة ولا واجبة فإن دلّ عدم شيوعها دل على عدم استنانها، بعدم وجوبها لا على عدم استحبابها وعدم مشروعها (تحفة النبلاء فی جماعة النساء للإمام اللكنوی، ج۵، ص۱۷، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، مطبوعة ادارة القرآن، كراتشی)
والذی يظهر أن الحكم بالكراهة، لا سيما بالتَّحريمية من تخريجات المشايخ على حسب أفهامهم ومزعوماتهم، لا من كلام أئمتهم، ولعل لكلامهم وجهاً لم نطَّلع عليه، وما اطَّلعنا عليه قد بينا حاله، وفوق كُلّ ذی علم عليم، وهو ذو الفضل، وذلك فضل الله يؤتيه مَن يشاء (تحفة النبلاء فی جماعة النساء للإمام اللكنوی، ج۵، ص۲۳، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، مطبوعة ادارة القرآن، كراتشی)
فلعلها أمت النساء أحياناً لبيان الجواز، أو لتعليم النساء صفة الصلاة، ونحن لا ننفی الجواز فی المسئلة حتى قلنا بصحة صلا تهن لو صلين جماعة وكم من مكروه يوتیٰ به لضرورة التعليم (اعلاء السنن ج ۴ ص ۲۴۲، و۲۴۳، باب كراهة جماعة النساء)

[1] عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ أَعْمَى (ابوداوٗد، رقم الحديث ۵۹۵، بَابُ إِمَامَةِ الْأَعْمَى)
ولا بأس بأن يؤم الأعمى، لما روی أن النبی عليه السلام أمر ابن أم مكتوم على المدينة مرة وعتبان بن مالک وكانا أعميين والبصير أولی؛ لأن الأعمى لا يتوقى النجاسات (المحيط البرهانی، ج۱ ص۴۰۶، كتاب الصلاة، فصل فی بيان من هو أحق بالإمامة)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۴...... جو شخص کبیرہ گناہ کا مُرتکب وعادی ہونے کی وجہ سے فاسق ہو، اور اسی طرح جو شخص بدعات کا مُرتکب ہو، اُس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۱

خاص طور پر تراویح میں ایسے لوگوں کی امامت اور ان کی اقتداء سے بچنا زیادہ ضروری ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر۵......شرعی دلائل کی رُو سے کم از کم ایک مٹھی کے برابر ڈاڑھی بڑھانا واجب ہے، اور بالکل منڈا دینا یا ایک مٹھی سے کم کرادینا (مثلاً خشخشی یا فرینچ کٹ ڈاڑھی رکھنا) گناہ ہے۔ ۳

اور ایسے شخص کی اقتداء میں تراویح پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

یہی حکم ان لوگوں کا بھی ہے جو دوسرے گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے فسق کے درجہ تک

---

۱ وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعا، ولا يخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لا تزول العلة، فإنه لا يؤمن أن يصلى بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلا عند مالك ورواية عن أحمد، فلذا حاول الشارح فى عبارة المصنف وحمل الاستثناء على غير الفاسق، والله أعلم. مطلب البدعة خمسة أقسام (قوله أى صاحب بدعة) أى محرمة، وإلا فقد تكون واجبة، كنصب الأدلة للرد على أهل الفرق الضالة، وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كإحداث نحو رباط ومدرسة وكل إحسان لم يكن فى الصدر الأول، ومكروهة كزخرفة المساجد. ومباحة كالتوسع بلذيذ المآكل والمشارب والثياب كما فى شرح الجامع الصغير للمناوى عن تهذيب النووى، وبمثله فى الطريقة المحمدية للبركلى (قوله وهى اعتقاد إلخ) عزاه هذا التعريف فى هامش الخزائن إلى الحافظ ابن حجر فى شرح النخبة، ولا يخفى أن الاعتقاد يشمل ما كان معه عمل أو لا، فإن من تدين بعمل لا بد أن يعتقده كمسح الشيعة على الرجلين وإنكارهم المسح على الخفين وذلك، وحينئذ فيساوى تعريف الشمنى لها بأنها ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله - صلى الله عليه وسلم -من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما اهـ فافهم (ردالمحتار، ج ا، ص ٥٦٠، وص ٥٦١، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

۲ الفاسق إذا كان يؤم ويعجز القوم عن منعه تكلموا: قال بعضهم: فى صلاة الجمعة يقتدى به، ولا تترك الجمعة بإمامته أما فى غير الجمعة من المكتوبات لا بأس أن يتحول إلى مسجد آخر، فلا يصلى خلفه، ولا يأثم بذلك؛ لأن قصده الصلاة خلف تقى، ومن أم قوم وهم له كارهون، إن كانت الكراهة لفساد فيه، أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك، وإن كان هو أحق بالإمامة لم يكره: لأن الفاسق والجاهل يكره العالم والصالح (المحيط البرهانى، ج ا، ص٤٠٧، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر فى التغنى والألحان)

۳ وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ، وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ أَحَدٌ (ردالمحتار، ج٢، ص٤١٨، كتاب الصوم، بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ وَمَا لَا يُفْسِدُهُ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پہنچے ہوئے ہوں۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۶ ...... ایسے حافظ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں جس کو نماز کے ضروری مسائل بھی معلوم نہ ہوں کہ کن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور کن چیزوں سے سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے، تفصیل تحقیقی مسائل میں آتی ہے۔ ۲؎

مسئلہ نمبر۷ ...... ایسے شخص کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز نہیں جس کے قرآن مجید کا تلفظ صحیح نہ ہو اور قرآن مجید کو غلط پڑھتا ہو یا وہ قرآن مجید کو بہت تیز پڑھتا ہو کہ جس سے حروف کٹ جاتے ہوں اور سوائے "یَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ" کے کچھ سمجھ نہ آتا ہو یا نماز کے افعال اتنی جلدی ادا کرتا ہو کہ نماز کے فرائض یا واجبات بھی پورے نہ ہوتے ہوں۔

۱؎ (قَوْلُهُ وَفَاسِقٌ) مِنْ الْفِسْقِ :وَهُوَ الْخُرُوجُ عَنْ الِاسْتِقَامَةِ، وَلَعَلَّ الْمُرَادَ بِهِ مَنْ يَرْتَكِبُ الْكَبَائِرَ كَشَارِبِ الْخَمْرِ، وَالزَّانِي وَآكِلِ الرِّبَا وَنَحْوِ ذَلِكَ، كَذَا فِي الْبُرْجَنْدِيِّ إسْمَاعِيلُ (ردالمحتار، ج۱، ص۵۶۰، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ)

وَأَمَّا الْفَاسِقُ فَقَدْ عَلَّلُوا كَرَاهَةَ تَقْدِيمِهِ بِأَنَّهُ لَا يُهْتَمُّ لِأَمْرِ دِينِهِ، وَبِأَنَّ فِي تَقْدِيمِهِ لِلْإِمَامَةِ تَعْظِيمَهُ، وَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِمْ إهَانَتُهُ شَرْعًا، وَلَا يَخْفَى أَنَّهُ إذَا كَانَ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهِ لَا تَزُولُ الْعِلَّةُ، فَإِنَّهُ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِمْ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ فَهُوَ كَالْمُبْتَدِعِ تُكْرَهُ إمَامَتُهُ بِكُلِّ حَالٍ، بَلْ مَشَى فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ عَلَى أَنَّ كَرَاهَةَ تَقْدِيمِهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيمٍ لِمَا ذَكَرْنَا قَالَ :وَلِذَا لَمْ تَجُزْ الصَّلَاةُ خَلْفَهُ أَصْلًا عِنْدَ مَالِكٍ وَرِوَايَةٌ عَنْ أَحْمَدَ (ردالمحتار، ج۱، ص۵۶۰، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ)

۲؎ (وَالْأَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ) تَقْدِيمًا بَلْ نَصْبًا مَجْمَعُ الْأَنْهُرِ (الْأَعْلَمُ بِأَحْكَامِ الصَّلَاةِ) فَقَطْ صِحَّةً وَفَسَادًا بِشَرْطِ اجْتِنَابِهِ لِلْفَوَاحِشِ الظَّاهِرَةِ، وَحِفْظِهِ قَدْرَ فَرْضٍ، وَقِيلَ وَاجِبٍ، وَقِيلَ سُنَّةٍ (الدرالمختار)

(قَوْلُهُ تَقْدِيمًا) أَيْ عَلَى مَنْ حَضَرَ مَعَهُ (قَوْلُهُ بَلْ نَصْبًا) أَيْ لِلْإِمَامِ الرَّاتِبِ (قَوْلُهُ بِأَحْكَامِ الصَّلَاةِ فَقَطْ) أَيْ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ مُتَبَحِّرٍ فِي بَقِيَّةِ الْعُلُومِ، وَهُوَ أَوْلَى مِنْ الْمُتَبَحِّرِ، كَذَا فِي زَادِ الْفَقِيرِ عَنْ شَرْحِ الْإِرْشَادِ (قَوْلُهُ بِشَرْطِ اجْتِنَابِهِ إلَخْ) كَذَا فِي الدِّرَايَةِ عَنْ الْمُجْتَبَى .وَعِبَارَةُ الْكَافِي وَغَيْرِهِ :الْأَعْلَمُ بِالسُّنَّةِ أَوْلَى، إلَّا أَنْ يُطْعَنَ عَلَيْهِ فِي دِينِهِ لِأَنَّ النَّاسَ لَا يَرْغَبُونَ فِي الِاقْتِدَاءِ بِهِ (قَوْلُهُ قَدْرَ فَرْضٍ) أَخَذَهُ تَبَعًا لِلْبَحْرِ مِنْ قَوْلِ الْكَافِي قَدْرَ مَا تَجُوزُ بِهِ الصَّلَاةُ، بِنَاءً عَلَى أَنْ تَجُوزَ بِمَعْنَى تَصِحُّ لَا بِمَعْنَى تَحِلُّ.

(قَوْلُهُ وَقِيلَ وَاجِبٌ) ذَكَرَهُ فِي الْبَحْرِ بَحْثًا لَكِنْ يُمْكِنُ أَخْذُهُ مِنْ كَلَامِ الْكَافِي لِأَنَّ الْجَوَازَ يُطْلَقُ بِمَعْنَى الْحِلِّ؛ بَلْ قَالَ الشَّيْخُ إسْمَاعِيلُ :يَنْبَغِي حَمْلُ الْجَوَازِ الْمَذْكُورِ عَلَى مَا يَشْمَلُ عَدَمَ الْكَرَاهَةِ، وَحِينَئِذٍ فَيَرْجِعُ إلَى الْقَوْلِ الثَّالِثِ (قَوْلُهُ وَقِيلَ سُنَّةٌ) قَائِلُهُ الزَّيْلَعِيُّ، وَهُوَ ظَاهِرُ الْمَبْسُوطِ كَمَا فِي النَّهْرِ؛ وَمَشَى عَلَيْهِ فِي الْفَتْحِ .قَالَ :وَهُوَ الْأَظْهَرُ لِأَنَّ هَذَا التَّقْدِيمُ عَلَى سَبِيلِ الْأَوْلَوِيَّةِ؛ فَالْأَنْسَبُ لَهُ مُرَاعَاةُ السُّنَّةِ (ردالمحتار، ج۱، ص۵۵۷، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جہاں ان مذکورہ شرائط کے مطابق حافظ نہ ملے وہاں غیر حافظ کے پیچھے سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھ لی جائیں، اس لئے تراویح شروع کرنے سے پہلے امام کے متعلق اچھی طرح غور وفکر کر لینا چاہئے۔ [1]

مسئلہ نمبر۸...... قرآن مجید سنانے پر کسی قسم کی اجرت یا معاوضہ لینا دینا گناہ ہے خواہ معاوضہ باقاعدہ طے کر کے لیا دیا جائے، یا رواج کے طور پر ہو کہ کچھ نہ کچھ لینا دینا لازمی سمجھا جاتا ہو اور خواہ اس کو معاوضہ کہا جائے یا تحفہ، ہدیہ، اعانت وغیرہ اور نقدی کی شکل میں دیا جائے یا

---

[1] وَإِنَّمَا الَّذِى يُكْرَهُ الْهَذُّ وَهُوَ الْإِسْرَاعُ الْمُفْرِطُ بِحَيْثُ يَخْفَى كَثِيرٌ مِنَ الْحُرُوفِ أَوْ لَا تَخْرُجُ مِنْ مخارجها (فتح البارى لابن حجر، ج۹، ص ۸۹، قَوْلُهُ بَابُ التَّرْتِيلِ فِى الْقِرَاءَةِ)

(وَمِنْهَا اللَّحْنُ فِى الْإِعْرَابِ) إذَا لَحَنَ فِى الْإِعْرَابِ لَحْنًا لَا يُغَيِّرُ الْمَعْنَى بِأَنْ قَرَأَ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتُكُمْ بِرَفْعِ التَّاءِ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ بِالْإِجْمَاعِ وَإِنْ غَيَّرَ الْمَعْنَى تَغْيِيرًا فَاحِشًا بِأَنْ قَرَأَ وَعَصَى آدَمَ رَبُّهُ بِنَصْبِ الْمِيمِ وَرَفْعِ الرَّبِّ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ مِمَّا لَوْ تَعَمَّدَ بِهِ يَكْفُرُ .إذَا قَرَأَ خَطَأً فَسَدَتْ صَلَاتُهُ فِى قَوْلِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَاخْتَلَفَ الْمُتَأَخِّرُونَ :قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ وَأَبُو نَصْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ وَأَبُو بَكْرٍ بْنُ سَعِيدٍ الْبَلْخِيّ وَالْفَقِيهُ أَبُو جَعْفَرٍ الْهِنْدُوَانِيُّ وَأَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ وَالشَّيْخُ الْإِمَامُ الزَّاهِدُ وَشَمْسُ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَانِيُّ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ .وَمَا قَالَهُ الْمُتَقَدِّمُونَ أَحْوَطُ؛ لِأَنَّهُ لَوْ تَعَمَّدَ يَكُونُ كُفْرًا وَمَا يَكُونُ كُفْرًا لَا يَكُونُ مِنْ الْقُرْآنِ وَمَا قَالَهُ الْمُتَأَخِّرُونَ أَوْسَعُ؛ لِأَنَّ النَّاسَ لَا يُمَيِّزُونَ بَيْنَ إعْرَابٍ وَإِعْرَابٍ .كَذَا فِى فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَهُوَ الْأَشْبَهُ .كَذَا فِى الْمُحِيطِ وَبِهِ يُفْتَى .كَذَا فِى الْعَتَّابِيَّةِ وَهَكَذَا فِى الظَّهِيرِيَّةِ

(وَمِنْهَا تَرْكُ التَّشْدِيدِ وَالْمَدِّ فِى مَوْضِعِهِمَا) لَوْ تَرَكَ التَّشْدِيدَ فِى قَوْلِهِ إيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ أَوْ قَرَأَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَأَسْقَطَ التَّشْدِيدَ عَلَى الْبَاءِ .الْمُخْتَارُ أَنَّهَا لَا تَفْسُدُ وَكَذَا فِى جَمِيعِ الْمَوَاضِعِ وَإِنْ كَانَ قَوْلُ عَامَّةِ الْمَشَايِخِ أَنَّهَا تَفْسُدُ وَأَمَّا تَرْكُ الْمَدِّ إنْ كَانَ لَا يُغَيِّرُ الْمَعْنَى بِأَنْ قَرَأَ أُولَئِكَ بِلَا مَدٍّ وَإِنَّا أَعْطَيْنَاكَ بِدُونِ الْمَدِّ لَا تَفْسُدُ وَإِنْ كَانَ يُغَيِّرُ بِأَنْ قَرَأَ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ بِتَرْكِ الْمَدِّ وَكَذَا فِى قَوْلِهِ دُعَاءً وَنِدَاءً الْمُخْتَارُ أَنَّهَا لَا تَفْسُدُ كَمَا فِى تَرْكِ التَّشْدِيدِ .هَكَذَا فِى الْخُلَاصَةِ وَإِنْ شَدَّدَ فِى (فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ)قَالَ بَعْضُهُمْ :لَا تَفْسُدُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى .كَذَا فِى الْعَتَّابِيَّةِ.

(وَمِنْهَا تَرْكُ الْإِدْغَامِ وَالْإِتْيَانُ بِهِ) إذَا أَتَى بِالْإِدْغَامِ فِى مَوْضِعٍ لَمْ يُدْغِمْهُ أَحَدٌ مِنْ النَّاسِ وَيُقَبِّحُ الْعِبَارَةَ وَيُخْرِجُهَا عَنْ مَعْرِفَةِ مَعْنَى الْكَلِمَةِ نَحْوُ أَنْ يَقْرَأَ (قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ)بِإِدْغَامِ الْغَيْنِ فِى اللَّامِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ وَإِنْ أَتَى بِالْإِدْغَامِ فِى مَوْضِعٍ لَمْ يُدْغِمْهُ أَحَدٌ إلَّا أَنَّ الْمَعْنَى لَا يَتَغَيَّرُ بِهِ وَيُفْهِمُ مَا يُفْهَمُ مَعَ الْإِظْهَارِ نَحْوُ أَنْ يَقْرَأَ (قُلْ سِيرُوا)بِإِدْغَامِ اللَّامِ فِى السِّينِ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ وَإِذَا تَرَكَ الْإِدْغَامَ نَحْوُ أَنْ يَقْرَأَ (أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ)بِفَكِّ الْإِدْغَامِ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ، وَإِنْ فَحُشَ مِنْ حَيْثُ الْعِبَارَةُ . هَكَذَا فِى الْمُحِيطِ .(وَمِنْهَا الْإِمَالَةُ فِى غَيْرِ مَوْضِعِهَا) إذَا قَرَأَ (بِسْمِ اللَّهِ)بِالْإِمَالَةِ أَوْ قَرَأَ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ)بِالْإِمَالَةِ وَمَا شَاكَلَ ذَلِكَ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ .كَذَا فِى الْمُحِيطِ (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۸۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفصل الخامس)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جوڑے کی صورت میں، اس لئے معاوضہ کے طور پر تراویح میں قرآن مجید سُنانے والے امام کی اقتداء میں تراویح پڑھنا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۹...... اگر کسی شخص نے تنہا یا جماعت کے ساتھ مقتدی یا امام بن کر بیس رکعات تراویح کی ادا کرلی ہیں، تو اُسے اسی رات میں تراویح پڑھنے والوں کی امامت کرانا درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں امام کی نماز نفل واقع ہوگی، اور مقتدیوں کی نماز سنت ہوگی، جس کا درجہ نفل نماز سے زیادہ ہے؛ اور تراویح پڑھنے والے کو تراویح کے علاوہ دوسری نفل نماز پڑھنے والے کی اقتداء کرنا درست نہیں ہے۔ [2]

---

[1] وَيُكْرَهُ لِلرِّجَالِ أَنْ يَسْتَأْجِرُوا رَجُلًا يَؤُمُّهُمْ فِي بَيْتِهِمْ؛ لِأَنَّ اسْتِئْجَارَ الْإِمَامِ فَاسِدٌ (الفتاوى الهندية، ج ا، ص ۱۱۶، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فى التراويح)

وَيَجْعَلُ مُعْظَمَ وَصِيَّتِهِ لِقِرَاءَةِ الْخَتَمَاتِ وَالتَّهَالِيلِ الَّتِي نَصَّ عُلَمَاؤُنَا عَلَى عَدَمِ صِحَّةِ الْوَصِيَّةِ بِهَا، وَأَنَّ الْقِرَاءَةَ لِشَيْءٍ مِنْ الدُّنْيَا لَا تَجُوزُ، وَأَنَّ الْآخِذَ وَالْمُعْطِيَ آثِمَانِ لِأَنَّ ذَلِكَ يُشْبِهُ الِاسْتِئْجَارَ عَلَى الْقِرَاءَةِ، وَنَفْسُ الِاسْتِئْجَارِ عَلَيْهَا لَا يَجُوزُ، فَكَذَا مَا أَشْبَهَهُ كَمَا صَرَّحَ بِذَلِكَ فِي عِدَّةِ كُتُبٍ مِنْ مَشَاهِيرِ كُتُبِ الْمَذْهَبِ؛ وَإِنَّمَا أَفْتَى الْمُتَأَخِّرُونَ بِجَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ لَا عَلَى التِّلَاوَةِ وَعَلَّلُوهُ بِالضَّرُورَةِ وَهِيَ خَوْفُ ضَيَاعِ الْقُرْآنِ، وَلَا ضَرُورَةَ فِي جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ عَلَى التِّلَاوَةِ (ردالمحتار، ج ۲، ص ۷۳، كتاب الصلاة، بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ)

[2] اور ایک قول جواز کا بھی ہے، مگر وہ دلائل کے لحاظ سے کمزور معلوم ہوا۔

وَلَا يُصَلِّي إمَامٌ وَاحِدٌ التَّرَاوِيحَ فِي مَسْجِدَيْنِ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ عَلَى الْكَمَالِ وَلَا لَهُ فِعْلٌ وَلَا يُحْتَسَبُ التَّالِي مِنْ التَّرَاوِيحِ، وَعَلَى الْقَوْمِ أَنْ يُعِيدُوا؛ لِأَنَّ صَلَاةَ إمَامِهِمْ نَافِلَةٌ، وَصَلَاتُهُمْ سُنَّةٌ وَالسُّنَّةُ أَقْوَى فَلَمْ يَصِحَّ الِاقْتِدَاءُ؛ لِأَنَّ السُّنَّةَ لَا تَتَكَرَّرُ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ، وَمَا صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ الْأَوَّلِ مَحْسُوبٌ، وَلَيْسَ عَلَى الْقَوْمِ أَنْ يُعِيدُوا (بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۸۹، كتاب الصلاة، فَصْلٌ فِي سُنَنِ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ)

إمَامٌ يُصَلِّي التَّرَاوِيحَ فِي مَسْجِدَيْنِ كُلَّ مَسْجِدٍ عَلَى وَجْهِ الْكَمَالِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ لَا يَتَكَرَّرُ (البحرالرائق، ج ۲، ص ۷۴، باب الوتر والنوافل، صلاة التراويح)

إمَامٌ يُصَلِّي التَّرَاوِيحَ فِي مَسْجِدَيْنِ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ عَلَى الْكَمَالِ لَا يَجُوزُ، كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ وَالْفَتْوَى عَلَى ذَلِكَ، كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ (الفتاوى الهندية، ج ا، ص ۱۱۶، كتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل فى التراويح)

الإمامة فى التراويح مرتين تكره لأنه لم يشرع مكرراً (الفتاوى البزازية، ج ا، ص ۱۴)

وكذلك فى صلاة التراويح إذا كان مقتدياً يحتاج إلى نية الاقتداء مع نية التراويح (المحيط البرهانى، ج ا، ص ۲۸۷، كتاب الصلاة، الفصل الرابع فى كيفيتها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۰......تراویح کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے، اور نابالغ کی نماز نفل واقع ہوتی ہے، اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكره أن يؤم في التراويح مرتين في ليلة واحدة وعليه الفتوى لأن السنة لا تتكرر في الوقت الواحد فتقع الثانية نفلا مضمرات بخلاف ما لو صلاها مأموما مرتين حيث لا يكره كما لو أم فيها ثم اقتدى بآخر في تلك الصلاة وكما لو صلى العشاء إماما أو مقتديا ثم أقيمت ثانيا فإنه لا يكره له أن يدخل فيها ثانيا بل يستحل له ذلك كما حققه العمدة ابن أميرحاج (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ج ۱، ص ۴۱۲، فصل في صلاة التراويح)

ولو صلى إمام واحد التراويح في مسجدين كل مسجد على وجه الكمال اختلف المشايخ فيه حكي عن أبي بكر الإسكاف رحمه الله تعالى أنه لا يجوز قال أبو بكر سمعت أبا نصر أنه قال لا يجوز لأهل المسجدين جميعاً كما لو أذن المؤذن وأقام وصلى ثم أتى مسجداً آخر فأذن وأقام وصلى معهم فإنه لا يكره وإنما يكره إذا أذن وأقام ولا يصلي معهم كذلك في التراويح. ولو صلى التراويح مرتين في مسجد واحد يكره كما لو أذن وأقام مرتين في مسجد واحد واختار الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى قول أبي بكر رحمه الله تعالى وهذا إذا أم للناس مرتين فإن لم يكن إماماً وصلى التراويح في مسجد بجماعة ثم أدرك جماعة في مسجد آخر فدخل معهم وصلى لا بأس به كما لو صلى المكتوبة ثم أدرك الجماعة جاز أن يصلي معهم إلا الفجر والعصر (فتاویٰ قاضي خان، ج ۱، ص۱۶۷ وص ۱۶۸)

علامہ شامی کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک مذکورہ صورت میں مقتدیوں کی تراویح ادا ہوجائے گی، کیونکہ تراویح بنیتِ تطوع بھی جائز ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَا يَخْفَى أَنَّ الْإِمَامَ حَيْثُ كَانَ مُفْتَرِضًا أَوْ مُتَنَفِّلًا نَفْلًا آخَرَ لَمْ تُوجَدْ مِنْهُ نِيَّةُ التَّرَاوِيحِ فَلَا تَتَأَدَّى بِنِيَّتِهِ وَإِنْ عَيَّنَهَا الْمُقْتَدِي كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ فِي فَتَاوَاهُ. وَعَلَى هَذَا بَاقِي سُنَنِ الرَّوَاتِبِ لَا يَصِحُّ الِاقْتِدَاءُ بِهَا بِمُفْتَرِضٍ أَوْ بِمُتَنَفِّلٍ نَفْلًا آخَرَ، فَالظَّاهِرُ أَنَّ تَخْصِيصَ التَّرَاوِيحِ بِالذِّكْرِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ، وَإِنَّمَا خَصَّصَهَا فِي الْخَاصِّيَّةِ لِكَوْنِ الْبَابِ مَعْقُودًا لَهَا تَأَمَّلْ. ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ مَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ هُنَا مُخَالِفٌ لِمَا قَدَّمَهُ فِي شُرُوطِ الصَّلَاةِ بِقَوْلِهِ وَكَفَى مُطْلَقُ نِيَّةِ الصَّلَاةِ لِنَفْلٍ وَسُنَّةٍ وَتَرَاوِيحَ، وَذَكَرَ الشَّارِحُ هُنَاكَ أَنَّهُ الْمُعْتَمَدُ، وَنَقَلْنَا هُنَاكَ عَنْ الْبَحْرِ أَنَّهُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَقَوْلُ عَامَّةِ الْمَشَايِخِ وَصَحَّحَهُ فِي الْهِدَايَةِ وَغَيْرِهَا، وَرَجَّحَهُ فِي الْفَتْحِ. وَنَسَبَهُ إلَى الْمُحَقِّقِينَ. قُلْت: فَعَلَى هَذَا يَصِحُّ الِاقْتِدَاءُ فِي التَّرَاوِيحِ وَغَيْرِهَا بِمُفْتَرِضٍ وَغَيْرِهِ، وَمِثْلُهَا سَائِرُ السُّنَنِ الرَّوَاتِبِ كَمَا تُفِيدُهُ عِبَارَةُ الْخَانِيَّةِ تَأَمَّلْ (ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۹۰، كتاب الصلاة، باب الامامة)

مگر ہم نیت کی بحث میں پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ تراویح کے بنیتِ تطوع جائز ہونے میں اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک بنیتِ تطوع بھی جائز ہے، لیکن یہ خلافِ احتیاط ہے، پھر بنیتِ تطوع جواز کی اصل وجہ یہ ہے کہ تراویح فرض سے نیچے ہونے کی وجہ سے تطوع کے عام مفہوم میں داخل ہے، جس کا بعض احادیث میں اطلاق بھی کیا گیا ہے، اور سنت کے معنیٰ ایسے نفل وتطوع کا ہونا ہے، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے فرائض کے بعد مواظبت فرمائی ہو۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اُصول کے پیشِ نظر حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ بالغ شخص یا اشخاص کو نابالغ بچے کی اقتداء میں تراویح پڑھنا جائز نہیں۔ ۱

البتہ اگر نابالغ لڑکے کی اقتداء میں نابالغ بچے نماز پڑھیں تو پھر حرج نہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور بیس رکعات سے زائد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی مواظبت ثابت نہیں، لہٰذا اس حیثیت سے بیس سے زائد کا عدد تطوعِ مسنون میں داخل نہیں ہے، اور اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک بیس تراویح کے بعد مزید تطوع کی رکعات میں جماعت مکروہ ہے، نیز صبی کی اقتداء میں تراویح کے مانعین نے بھی ایک وجہ یہی بیان کی ہے کہ صبی کی نماز تطوع ہے، اور مقتدی کی سنت ہے، جس کا درجہ تطوع سے زیادہ ہے؛ اس لئے صبی کی اقتداء میں تراویح درست نہیں، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کے مذکورُ الصدر موقف پر مذکورہ اور ان جیسے مسائل میں اختلاف وتعارض لازم آتا ہے۔

۱ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ (مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ۳۸۴۷)

عَنْ عَطَاء، وَعُمَر بْنُ عَبْدِ الْعَزِيز، قَالَا: لَا يَؤُمُّ الْغُلامُ قَبْلَ أَنْ يَحْتَلِمَ فِي الْفَرِيضَةِ وَلَا غَيْرِهَا (مصنف ابن ابي شيبة، رقم الرواية ۳۵۲۴، فی إمامة الْغُلامِ قَبْلَ أَنْ يَحْتَلِمَ)

عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: لا يَؤُمُّ الْغُلامُ حَتَّى يَحْتَلِمَ (ايضاً، رقم الرواية ۳۵۲۵)

عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: لا يَؤُمُّ غُلامٌ حَتَّى يَحْتَلِمَ (ايضاً، رقم الرواية ۳۵۲۶)

وأما اقتداء البالغ بالصبی فی التطوع، فقد جوزه محمد بن مقاتل .....إليه خصوصا فی ليالی رمضان فی التراويح، وبه قال مشايخ بلخ والأصح عندنا أنه لا يجوز؛ لأن نفل الصبی دون نفل البالغ حتى لا يلزم الصبی القضاء بالإفساد بخلاف البالغ، وبناء القوی على الضعيف لا يجوز، كيف وقد قال النبی: عليه السلام؛ الإمام ضامن والصبی لا يصح منه ضمان فلس، فكيف يصح منه ضمان صلاة المقتدی(المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج ا ص ۴۰۷، فصل فی بيان من هو أحق بالإمامة وفی بيان من يصح إماما لغيره، ومن لا يصح)

وأما الصبی فلأن صلاته تقع نفلا فلا يجوز الاقتداء به، وقيل: يجوز فی التراويح لأنها ليست بفرض، والصحيح الأول لأن نفله أضعف من نفل البالغ فلا يبتنی عليه (الاختيار لتعليل المختار، ج ا، ص ۵۸، باب صلاة الجماعة)

وأما الصبی فلأنه متنفل فلا يجوز اقتداء المفترض به وفی التراويح والسنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ رحمهم الله ولم يجوزه مشايخنا رحمهم الله ومنهم من حقق الخلاف فی النفل المطلق بين أبی يوسف ومحمد رحمهما الله والمختار أنه لا يجوز فی الصلوات كلها لأن نفل الصبی دون نفل البالغ حيث لا يلزمه القضاء بالإفساد بالإجماع ولا يبنی القوی على الضعيف بخلاف المظنون لأنه مجتهد فيه فاعتبر العارض عدما (الهداية، ج ا، ص ۵۷، كتاب الصلاة، باب الامامة)

۲ وَأَمَّا غَيْرُ الْبَالِغِ؛ فَإِنْ كَانَ ذَكَرًا تَصِحُّ إمَامَتُهُ لِمِثْلِهِ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَخُنْثَى (ردالمحتار، ج ا، ص ۵۷۷، كتاب الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بارہ سال سے پہلے لڑکا بالغ نہیں ہوتا البتہ بارہ سال ہونے کے بعد اگر بالغ ہونے کی کوئی علامت (ونشانی) ظاہر ہوجائے مثلاً احتلام یا انزال ہونے کی وجہ سے غسل کی ضرورت پیش آجائے تو بالغ شمار کیا جائے گا اور اگر بالغ ہونے کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوتو پھر پندرہ سال مکمل ہونے پر بالغ کہلائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَكَذَا اقْتِدَاءُ الصَّبِيِّ بِالصَّبِيِّ صَحِيحٌ (البحر الرائق، ج ۱، ص ۳۸۱، کتاب الصلاة، باب الامامة)

اگر کوئی بچہ نابالغ حافظِ قرآن ہے، اور اس کو قرآن مجید یاد رکھنے یا تجربہ کرانے کی خاطر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی ضرورت پیش آئے، تو اس کی اقتداء میں نابالغ بچوں کو شریک کرنا چاہیے۔

[1] عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: عُرِضْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَيْشٍ وَأَنَا ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يَقْبَلْنِي، فَعُرِضْتُ عَلَيْهِ مِنْ قَابِلٍ فِي جَيْشٍ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَقَبِلَنِي قَالَ نَافِعٌ: وَحَدَّثْتُ بِهَذَا الحَدِيثِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ العَزِيزِ، فَقَالَ: هَذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ، ثُمَّ كَتَبَ أَنْ يُفْرَضَ لِمَنْ يَبْلُغُ الخَمْسَ عَشْرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ العَزِيزِ كَتَبَ أَنَّ هَذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ وَذَكَرَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِ: حَدَّثْتُ بِهِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ العَزِيزِ، فَقَالَ: هَذَا حَدُّ مَا بَيْنَ الذُّرِّيَّةِ وَالمُقَاتِلَةِ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ المُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ يَرَوْنَ أَنَّ الغُلَامَ إِذَا اسْتَكْمَلَ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَحُكْمُهُ حُكْمُ الرِّجَالِ، وَإِنِ احْتَلَمَ قَبْلَ خَمْسَ عَشْرَةَ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الرِّجَالِ وقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: البُلُوغُ ثَلَاثَةُ مَنَازِلَ بُلُوغُ خَمْسَ عَشْرَةَ، أَوِ الِاحْتِلَامُ فَإِنْ لَمْ يُعْرَفْ سِنُّهُ وَلَا احْتِلَامُهُ فَالإِنْبَاتُ يَعْنِي العَانَةَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۳۶۱)

(بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال (والجارية بالاحتلام والحيض والحبل) ولم يذكر الإنزال صريحا لأنه قلما يعلم منها (فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى) (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۶، ص ۱۵۳، کتاب الحجر)

(بُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْإِحْبَالِ وَالْإِنْزَالِ) وَالْأَصْلُ هُوَ الْإِنْزَالُ (وَالْجَارِيَةِ بِالِاحْتِلَامِ وَالْحَيْضِ وَالْحَبَلِ) وَلَمْ يَذْكُرْ الْإِنْزَالَ صَرِيحًا لِأَنَّهُ قَلَّمَا يُعْلَمُ مِنْهَا (فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ فِيهِمَا) شَيْءٌ (فَحَتَّى يَتِمَّ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً بِهِ يُفْتَى) (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۶، ص ۱۵۳، کتاب الحجر، فصل بُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ)

(قَوْلُهُ: فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ فِيهِمَا) أَيْ فِي الْغُلَامِ وَالْجَارِيَةِ شَيْءٌ مِمَّا ذُكِرَ إلَخْ مُفَادُهُ: أَنَّهُ لَا اعْتِبَارَ لِنَبَاتِ الْعَانَةِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، وَرِوَايَةٍ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، وَلَا اللِّحْيَةِ، وَأَمَّا نُهُودُ الثَّدْيِ فَذَكَرَ الْحَمَوِيُّ أَنَّهُ لَا يُحْكَمُ بِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَكَذَا ثِقَلُ الصَّوْتِ كَمَا فِي شَرْحِ النَّظْمِ الْهَامِلِيِّ أَبُو السُّعُودِ وَكَذَا شَعْرُ السَّاقِ وَالْإِبِطِ وَالشَّارِبِ .(قَوْلُهُ: بِهِ يُفْتَى) هَذَا عِنْدَهُمَا وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ الْإِمَامِ وَبِهِ قَالَتْ الْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ، وَعِنْدَ الْإِمَامِ حَتَّى يَتِمَّ لَهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً وَلَهَا سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً (ردالمحتار، ج۶، ص ۱۵۳، کتاب الحجر، فصل بُلُوغُ الْغُلَامِ بِالِاحْتِلَامِ)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور بالغ ہونے میں قمری یعنی چاند کی تاریخوں اور سال کا اعتبار ہوتا ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر کوئی لڑکا بالغ ہوگیا، لیکن اُس کے ابھی ڈاڑھی برآمد نہیں ہوئی، تو اُس کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھنا درست ہے، لیکن اگر وہ خوبصورت ہو تو بعض فقہائے کرام نے فتنہ کی وجہ سے اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کو بہتر قرار دیا ہے؛ تاہم اگر پھر بھی کوئی اس کی اقتداء میں نماز پڑھے، بالخصوص جبکہ اُس کے مقابلہ میں دوسرا بہتر امام میسر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ۱؎

۱؎ وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ والضمير لكل واحد اى قدر مسير كل واحد منهما منازل -او قدر كل واحد منهما ذا منازل -او للقمر وتخصيصه بالذكر لمعائنة منازله واناطة احكام الشرع من الصوم والزكوة والحج به -ولذلك علله بقوله لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ يعدّ الأشهر المنوطة بسير القمر وَالْحِسَابَ اى حساب الأوقات من الأشهر والأيام فى معاملاتكم وتصرفاتكمَ (التفسير المظهرى، ج۵، ص ۹، سورة يونس، تحت آية ۵)

لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ التى يتعلق بها غرض علمى لإقامة مصالحكم الدينية والدنيوية وَالْحِسَابَ أى ولتعلموا الحساب بالأوقات من الأشهر والأيام وغير ذلك مما نيط به شيء من المصالح المذكورة (روح المعانى، ج۶، ص۶۷، سورة يونس، تحت آية ۵)

وقوله تعالى :وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا الآية، وقوله فِي هَذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ :وَقَدَّرَهُ أَيِ الْقَمَرَ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ فَبِالشَّمْسِ تُعْرَفُ الْأَيَّامُ وَبِسَيْرِ الْقَمَرِ تُعْرَفُ الشُّهُورُ وَالْأَعْوَامُ (تفسير ابنِ كثير، ج۴، ص۲۱۷، سورة يونس، تحت آية ۵)

قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ مطابقا مبينا للحكمة الظاهرة اللائقة بشأن التبليغ العام المذكرة لنعمة الله تعالى ومزيد رأفته سبحانه وهى أن يكون معالم للناس يوقتون بها أمورهم الدنيوية ويعلمون أوقات زروعهم ومتاجرهم ومعالم للعبادات الموقتة يعرف بها أوقاتها كالصيام والإفطار وخصوصا الحج، فإن الوقت مراعى فيه أداء وقضاء (روح المعانى، ج ۱، ص۴۶۷، سورة البقرة، تحت آية ۱۸۹)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ) ، فَأَعْلَمَنَا عزّ وجلّ أَنَّ الْأَهِلَّةَ مَوَاقِيتُ لَنَا وَلِحَجِّنَا، ولِمَا سوى ذَلِكَ مِمَّا نحتاج إِلَى الأوقات فِيه من أمور ديننا من الصيام، والعدد، والإيلاء ات، ومَا أشبه ذَلِكَ (احكام القرآن للطحاوى، ج ۱، ص ۴۴۱، كتاب الصيام)

۱؎ اور آج کل جو بعض لوگ بالغ بے ریش لڑکے کی اقتداء میں نماز کو بالکل ناجائز اور غلط سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔

وكذا تكره خلف أمرد وسفيه ومفلوج، وأبرص شاع برصه، وشارب الخمر وآكل الربا ونمام، ومراء ومتصنع(الدر المختار)

مطلب فى إمامة الأمرد(قوله وكذا تكره خلف أمرد) الظاهر أنها تنزيهية أيضا .والظاهر أيضا كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۲...... اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھائے اور مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھیں تو بھی جائز ہے اور اس صورت میں مقتدیوں کو کھڑے ہوکر پڑھنا بہتر ہے، اور بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، کیونکہ تراویح کی نماز میں قیام فرض نہیں، خواہ امام ہو یا مقتدی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الرحمتي أن المراد به الصبيح الوجه لأنه محل الفتنة، وهل يقال هنا أيضا :إذا كان أعلم القوم تنتفى الكراهة :فإن كانت علة الكراهة خشية الشهوة وهو الأظهر فلا، وإن كانت غلبة الجهل أو نفرة الناس من الصلاة خلفه فنعم فتأمل .والظاهر أن ذا العذار الصبيح المشتهى كالأمرد تأمل هذا، وفى حاشية المدنى عن الفتاوى العفيفية :سئل العلامة الشيخ عبد الرحمن بن عيسى المرشدى عن شخص بلغ من السن عشرين سنة وتجاوز حد الإنبات ولم ينبت عذاره، فهل يخرج بذلک عن حد الأمردية، وخصوصا وقد نبت له شعرات فى ذقنه تؤذن بأنه ليس من مستديرى اللحى، فهل حكمه فى الإمامة كالرجال الكاملين أم لا أجاب :سئل العلامة الشيخ أحمد بن يونس المعروف بابن الشلبى من متأخرى علماء الحنفية عن هذه المسألة.فأجاب بالجواز من غير كراهة، وناهيک به قدوة، والله أعلم .وكذلک عنها المفتى محمد تاج الدين القلعى فأجاب كذلک .اهـ.(رد المحتار على الدر المختار، ج ۱، ص ۵۶۲، كتاب الصلاة،باب الإمامة)

[1] فإن صلى الإمام التراويح قاعداً بعذر أو بغير عذر واقتدى به قوم قياما اختلف المشايخ فيه قال بعضهم لا يصح اقتداء القائم بالقاعد فى التراويح فى قول محمد رحمه الله تعالى ويصح فى قول أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالى كما فى المكتوبة وقال بعضهم يصح اقتداء القائم بالقاعد فى التراويح عند الكل وهو الصحيح لأنهم لو قعدوا صح اقتداؤهم فإذا قاموا كان أولى بالجواز وإذا صح اقتداء القائم بالقاعد اختلفوا فيما يستحب القوم قال بعضهم المستحب للقوم أن يقعدوا احترازا عن صورة المخالفة وقال القاضى الإمام أبو على النسفى رحمه الله تعالى الحاصل أن الإمام إذا كان قاعداً يستحب القيام للقوم فى قول أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالى إلا من عذر وقال محمد رحمه الله تعالى يستحب لهم القعود (فتاوىٰ قاضى خان، ج ۱، ص ۱۷۲، و۱۷۳،فصل فى السهو)

وَاخْتُلِفَ فِي اقْتِدَاءِ الْقَائِمِ بِالْقَاعِدِ فِي التَّرَاوِيحِ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ جَائِزٌ عِنْدَ الْكُلِّ كَمَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ (البحرالرائق، ج ۱، ص۳۸۷، باب الامامة)

اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ أَدَاءَ التَّرَاوِيحِ قَاعِدًا لَا يُسْتَحَبُّ بِغَيْرِ عُذْرٍ وَاخْتَلَفُوا فِي الْجَوَازِ قَالَ بَعْضُهُمْ :يَجُوزُ وَهُوَ الصَّحِيحُ إلَّا أَنَّ ثَوَابَهُ يَكُونُ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ فَإِنْ صَلَّى الْإِمَامُ التَّرَاوِيحَ قَاعِدًا بِعُذْرٍ أَوْ بِغَيْرِ عُذْرٍ وَاقْتَدَى بِهِ قَوْمٌ قِيَامٌ قَالَ بَعْضُهُمْ :يَصِحُّ عِنْدَ الْكُلِّ وَهُوَ الصَّحِيحُ .وَإِذَا صَحَّ اقْتِدَاءُ الْقَائِمِ بِالْقَاعِدِ اخْتَلَفُوا فِيمَا يُسْتَحَبُّ لِلْقَوْمِ قَالَ بَعْضُهُمْ :الْمُسْتَحَبُّ أَنْ يَقْعُدُوا احْتِرَازًا عَنْ صُورَةِ الْمُخَالَفَةِ، كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ فِي فَصْلِ أَدَاءِ التَّرَاوِيحِ قَاعِدًا (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۱۱۸، كتاب الصلاة، الباب التاسع)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۱۳...... جو امام تراویح کی نماز پڑھائے، تو اُسے تکبیرِ تحریمہ کے بعد ثناء، اور تعوّذ (یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) اور تسمیہ (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) بھی پڑھنی چاہیئے، اور اسی طرح رکوع وسجدوں کی تسبیحات کو بھی پڑھنا چاہیئے، اور نماز کے ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے، اور قرآن مجید کی تلاوت وقرائت بھی درست طریقہ پر کرنی چاہیئے، البتہ اگر لوگوں پر بار اور بوجھ گزرتا ہو، تو تشہّد اور مختصر درود (مثلاً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ) پر اکتفاء کرکے سلام پھیرنا اور درود کے بعد والی دعاؤں کو ترک کردینا جائز ہے۔

اور امام کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ سے شرکت کرنے والے مقتدی کو بھی پہلی رکعت میں نیت باندھنے کے بعد امام کی قرائت شروع کرنے سے پہلے ثناء پڑھنی چاہیئے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَأَمَّا أَدَاءُ التَّرَاوِيحِ قَاعِدًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ فَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ لَا يُسْتَحَبُّ لِغَيْرِ عُذْرٍ وَاخْتَلَفُوا فِي الْجَوَازِ قَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَجُوزُ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ اعْتِبَارًا بِسُنَّةِ الْفَجْرِ إذْ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَجُوزُ وَهُوَ الصَّحِيحُ بِخِلَافِ سُنَّةِ الْفَجْرِ فَإِنَّهُ قَدْ قِيلَ إنَّهَا وَاجِبَةٌ، وَلَوْ صَلَّى الْإِمَامُ التَّرَاوِيحَ قَاعِدًا لِغَيْرِ عُذْرٍ فَاقْتَدَى بِهِ قَوْمٌ قِيَامًا قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَجُوزُ عَلَى أَصْلِهِ أَنَّ اقْتِدَاءَ الْقَائِمِ بِالْقَاعِدِ لَا يَجُوزُ وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ وَقِيلَ يَجُوزُ عِنْدَ الْكُلِّ وَهُوَ الصَّحِيحُ كَذَا فِي الْفَتَاوَى، وَإِذَا صَحَّ اقْتِدَاءُ الْقَائِمِ بِالْقَاعِدِ فِيهَا فَمَا الْأَفْضَلُ لِلْمُقْتَدِينَ؟ قَالَ بَعْضُهُمْ الْأَفْضَلُ أَنْ يَقْعُدُوا احْتِرَازًا عَنْ صُورَةِ الْمُخَالَفَةِ.وَقَالَ أَبُو عَلِيٍّ النَّسَفِيُّ الْأَفْضَلُ الْقِيَامُ عِنْدَهُمَا .وَقَالَ مُحَمَّدٌ الْقُعُودُ لِمُوَافَقَةِ الْإِمَامِ (الجوهرة النيرة، ج ا، ص ۹۹، بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ)

؎ وَمِنْهَا أَنَّ الْإِمَامَ بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ يَأْتِي بِالثَّنَاءِ وَالتَّعَوُّذِ وَالتَّسْمِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى، وَالْمُقْتَدِي أَيْضًا يَأْتِي بِالثَّنَاءِ، وَفِي التَّعَوُّذِ خِلَافٌ مَعْرُوفٌ بِنَاءً عَلَى أَنَّ التَّعَوُّذَ تَبَعُ الثَّنَاءِ، أَوْ تَبَعُ الْقِرَاءَةِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فِي مَوْضِعِهِ وَلَا يَزِيدُ الْإِمَامُ عَلَى قَدْرِ التَّشَهُّدِ إنْ عَلِمَ أَنَّهُ يَثْقُلُ عَلَى الْقَوْمِ، وَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَثْقُلُ عَلَى الْقَوْمِ يَزِيدُ عَلَيْهِ وَيَأْتِي بِالدَّعَوَاتِ الْمَشْهُورَةِ (بدائع الصنائع، ج ا ص۲۸۸، ص ۲۸۹، فَصْلٌ فِي سُنَنِ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ)

ولا يزيد الإمام فى التراويح على التشهد، وإن علم أنه لا يثقل على الجماعة يزيد، ويأتى بالدعاء ويأتى بالثناء عقيب تكبيرة الافتتاح (الاختيار لتعليل المختار، ج ا، ص ۶۹، كتاب الصلاة، باب صلاة التراويح)

وَيَأْتِي الْإِمَامُ وَالْقَوْمُ بِالثَّنَاءِ فِي كُلِّ شَفْعٍ (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲، ص۴۷، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ولا يترك الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم فى كل تشهد منها "لأنها سنة مؤكدة عندنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

البتہ جو مقتدی ایسے وقت جماعت میں شریک ہوا کہ امام قراءت شروع کر چکا تھا تو اب اس کو ثناء نہیں پڑھنی چاہئے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۱۴...... اگر کسی مسجد کا مقرر امام حافظِ قرآن ہو اور وہ قرآن مجید کو صحیح پڑھتا ہو، تو اس کو تراویح پڑھانے کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ حق ہے۔ ۲؎

مسئلہ نمبر۱۵...... اگر ایک امام عشاء کے فرض اور وتر یا صرف عشاء کے فرض پڑھائے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفرض على قول بعض المجتهدين فلا تصح بدونها ويحذر من الهذرمة وترك الترتيل وترك تعديل الأركان وغيرها كما يفعله من لا خشية له "ولو مل القوم "بذلك "على المختار "لأنه عين الكسل منهم فلا يلتفت إليهم فيه و "كذا "لا يترك الثناء "في افتتاح كل شفع "و "كذا "تسبيح الركوع والسجود "لا يترك لافتراضه عند البعض وتأكيد سنيته عندنا "ولا يأتي "الإمام "بالدعاء "عند السلام "إن مل القوم "به ولا يتركه بالمرة فيدعو بما قصر تحصيلا للسنة (مراقي الفلاح) قوله" :ولا بترك الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم "ويكتفي باللهم صل على محمد لأنه الفرض عند الشافعي در قوله " :وفرض على قول بعض المجتهدين "منهم مولانا الإمام الشافعي رضي الله عنه. قوله" :ويحذر من الهذرمة "الموجود في النسخ التي بأيدينا بالدال المهملة والذي في الدر بالذال المعجمة وفسرها في القاموس بسرعة الكلام والقراء ة قوله" :وترك الترتيل "في القاموس رتل الكلام ترتيلا أحسن تأليفه اهـ والمراد أن لا يعطي التلاوة وحقها قوله" :وغيرها" كترك التعوذ والتسمية وترك الإستراحة فيما بين كل ترويحتين والكراهة في الثلاثة المذكورة في كلامه تحريمية وفي غيرها تنزيهية لأنها في مقابلة ترك السنن قوله" :وكذا لا يترك الثناء " سواء كان إماما أو مقتديا أو منفردا وعلله في الفتح بأن السنن لا تترك للجماعات قوله: "لافتراضه عند البعض "هو أبو مطيع البلخي تلميذ الإمام الأعظم رضي الله عنه وقيل بوجوبه قوله : "ولا يأتي الإمام بالدعاء "أي الدعاء الطويل لقوله فيدعو بما قصر (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ج ۱، ص ۴۱۵، ۴۱۶، فصل في صلاة التراويح)

۱؎ قَوْلُهُ وَقِيلَ إلَخْ أَفَادَ أَنَّ مَا قَالَهُ الْمُؤَلِّفُ أَنَّهُ يُمْنَعُ عَنْ الثَّنَاءِ فِي صُورَةِ الْجَهْرِ فَقَطْ ضَعِيفٌ وَأَنَّ الْمُعْتَمَدَ أَنَّهُ يُمْنَعُ عَنْ الثَّنَاءِ مَتَى شَرَعَ الْإِمَامُ فِي الْقِرَاءَةِ سِرًّا أَوْ جَهْرًا، وَحَاصِلُهُ :أَنَّ الْخِلَافَ فِيمَا إذَا شَرَعَ الْإِمَامُ فِي الْقِرَاءَةِ سِرًّا، فَالْمَفْهُومُ مِنْ الْبَحْرِ أَنَّهُ يُثْنِي وَعَبَّرَ عَنْهُ فِي الصُّغْرَى بِقِيلَ فَأَفَادَ ضَعْفَهُ، وَأَمَّا فِي قِرَاءَةِ الْجَهْرِ فَأَنَّهُ يُمْنَعُ مِنْ الثَّنَاءِ بِلَا خِلَافٍ لَكِنَّ مُقْتَضَى قَوْلِهِ وَصَحَّحَهُ فِي الذَّخِيرَةِ أَنَّ فِيهِ خِلَافًا أَيْضًا، وَكَذَا قَالَ فِي التَّتَارْخَانِيَّةِ عَنْ الْخُلَاصَةِ وَيَسْكُتُ الْمُؤْتَمُّ عَنْ الثَّنَاءِ إذَا جَهَرَ الْإِمَامُ هُوَ الصَّحِيحُ اهـ (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۱، ص ۳۲۷، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة)

۲؎ (و) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولى بالإمامة من غيره) مطلقا (إلا أن يكون معه سلطان أو قاض فيقدم عليه) لعموم ولايتهما، وصرح الحدادي بتقديم الوالي على الراتب (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۱ ص ۵۵۹، كتاب الصلاة، باب الامامة)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دوسرا امام تراویح اور وتر یا صرف تراویح پڑھائے، تو اس میں حرج نہیں۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۱۶...... اگر دو امام اس طرح تراویح پڑھائیں کہ دو رکعت ایک امام پڑھائے، اور اگلی دو رکعتیں دوسرا امام پڑھائے، یا دس دس رکعتیں دو امام پڑھائیں، تو اس طرح بھی تراویح کی نماز درست ہے۔

کیونکہ اصل مقصود بیس تراویح کا پڑھنا ہے خواہ امام ہونے کی حیثیت سے یہ مقصود حاصل ہوجائے یا مقتدی ہونے کی حیثیت سے۔ اور یہ مقصود مذکورہ صورت میں پورا ہورہا ہے۔

لیکن پھر بھی بہتر یہ ہے کہ کم از کم چار رکعت ایک امام پڑھائے، اور پھر چار رکعتیں دوسرا امام پڑھائے، یا مثلاً آٹھ رکعت ایک امام اور بارہ رکعتیں دوسرا امام پڑھائے۔ ۲؎

مسئلہ نمبر ۱۷...... اگر ایک حافظ ایک سے زیادہ جگہ اس طرح تراویح پڑھائے کہ مثلاً ایک جگہ دس رکعت تراویح میں ایک پارہ پڑھے اور پھر دوسری جگہ دس رکعتوں میں یہی پارہ پڑھے، یا ایک روز ایک جگہ اور دوسرے روز دوسری جگہ پڑھائے، تو اس طرح تراویح پڑھانا بھی جائز ہے۔

۱؎ وَإِذَا جَازَتُ التَّرَاوِيحُ بِإِمَامَيُنِ عَلَى هَذَا الُوَجُهِ جَازَ أَنُ يُصَلِّىَ الُفَرِيضَةَ أَحَدُهُمَا وَيُصَلِّىَ التَّرَاوِيحَ الُآخَرُ وَقَدُ كَانَ عُمَرُ -رَضِىَ اللَّهُ تَعَالَى عَنُهُ- يَؤُمُّهُمُ فِى الُفَرِيضَةِ وَالُوِتُرِ وَكَانَ أُبَىٌّ يَؤُمُّهُمُ فِى التَّرَاوِيحِ، كَذَا فِى السِّرَاجِ الُوَهَّاجِ (الفتاوى الهندية، ج ۱، ص ۱۱۶، كِتَابُ الصَّلَاةِ، الُبَابُ التَّاسِعُ، فَصُلٌ فِى التَّرَاوِيحِ)

يجوز أن يصلي الفريضة أحدهما والآخر التراويح (فتاویٰ قاضی خان، ج ۱، ص ۱۶۷)

۲؎ وَمِنُهَا أَنُ يُصَلِّىَ كُلَّ تَرُوِيحَةٍ إمَامٌ وَاحِدٌ، وَعَلَيُهِ عَمَلُ أَهُلِ الُحَرَمَيُنِ، وَعَمَلُ السَّلَفِ وَلَا يُصَلِّى التَّرُوِيحَةَ الُوَاحِدَةَ إمَامَانِ؛ لِأَنَّهُ خِلَافُ عَمَلِ السَّلَفِ، وَيَكُونُ تَبُدِيلُ الُإِمَامِ بِمَنُزِلَةِ الِانُتِظَارِ بَيُنَ التَّرُوِيحَتَيُنِ، وَأَنَّهُ غَيُرُ مُسُتَحَبٍّ (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۸۹، كتاب الصلاة، فَصُلٌ فِى سُنَنِ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ)

ولو أقاموا التراويح بإمامين فصلى كل إمام تسليمة بعضهم جوزوا ذلك والصحيح أنه لا يستحب وإنما يستحب أن يصلى كل إمام ترويحة ليكون موافقاً عمل أهل الحرمين فلما جاز التراويح بإمامين على هذا الوجه يجوز أن يصلى الفريضة أحدهما والآخر التراويح (فتاویٰ قاضی خان، ج ۱، ص ۱۶۷)

وَالُأَفُضَلُ أَنُ يُصَلِّىَ التَّرَاوِيحَ بِإِمَامٍ وَاحِدٍ فَإِنُ صَلَّوُهَا بِإِمَامَيُنِ فَالُمُسُتَحَبُّ أَنُ يَكُونَ انُصِرَافُ كُلِّ وَاحِدٍ عَلَى كَمَالِ التَّرُوِيحَةِ فَإِنُ انُصَرَفَ عَلَى تَسُلِيمَةٍ لَا يُسُتَحَبُّ ذَلِكَ فِى الصَّحِيحِ (الفتاوى الهندية، ج ۱، ص ۱۱۶، كتابُ الصَّلَاةِ، الُبَابُ التَّاسِعُ، فَصُلٌ فِى التَّرَاوِيحِ)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نمازِ وتر سے متعلق احکام

وتر کی نماز کے تفصیلی فضائل واحکام ہم نے اپنی دوسری مستقل کتاب ''نمازِ وتر کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردیے ہیں، یہاں مختصراً نمازِ وتر کے احکام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱...... وتر کی نماز کا درجہ اگرچہ فرائض سے کم ہے، مگر سنت نمازوں سے زیادہ ہے۔

اور وتر کی نماز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے آخری قول کے مطابق واجب ہے، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک سنتِ تاکیدی ہے۔ [1]

---

[1] صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمہما اللہ کے نزدیک بھی وتر سنت ہیں، مگر ان کی تاکید دوسری سنت نمازوں سے زیادہ ہے۔

(قوله الوتر واجب) وهذا آخر أقوال أبي حنيفة وهو الصحيح كذا في المحيط والأصح كما في الخانية وهو الظاهر من مذهبه كذا في المبسوط وروى عنه أنه فرض وعنه أنه سنة ووفق المشايخ بينهما بأنه فرض عملا واجب اعتقادا سنة ثبوتا ودليلا وأما عندهما فسنة عملا واعتقادا ودليلا لكن سنة مؤكدة آكد من سائر السنن المؤقتة كما في البدائع لظهور أثر السنن فيه حيث لا يؤذن له ولم يثبت عندهما دليل الوجوب فنفياه(البحرالرائق، ج۲ص۴۰، باب الوتر والنوافل)

(قوله بين الروايات) أى الثلاث المروية عن أبي حنيفة فإنه روى عنه أنه فرض وأنه واجب وأنه سنة، والتوفيق أولى من التفريق، فرجع الكل إلى الوجوب الذى مشى عليه في الكنز وغيره .قال في البحر :وهو آخر أقوال الإمام، وهو الصحيح محيط والأصح خانية، وهو الظاهر من مذهبه مبسوط. اهـ .ثم قال :وأما عندهما فسنة عملا واعتقادا ودليلا، لكنها آكد سائر السنن المؤقتة (ردالمحتار، ج۲ص۴، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

وقال شيخنا فى تعليقاته :لم يجعله احد جائز الترك فسمه ماشئت اهـ، قال الراقم:فاتفقوا على ان تاركه آثم او على عدم جواز تركه وكذا اتفقوا على عدم تكفير منكره فاذن الخلاف قريب من الخلاف الصورى نظير خلافهم مسألة بساطة الايمان وتركيبه او زيادته ونقصه من مسائل الاصول فليس من النصفة توسيع ساحة الخلاف على ان اصطلاح ابى حنيفة فى الفرق بين الواجب والفرض مشهور متقرر فى محله (معارف السنن ج۴ص ۱۷۱، ۱۷۲،ابواب الوتر، باب ماجاء فى فضل الوتر)

اجتمعت عدة امور افادت الوجوب فى نظر فقيه الامة وفقيه الملة وهى (۱)المواظبة مع عدم الترك اصلا(۲) عدم جواز الترك والاجماع عليه (۳)تخصيصه بوقت (۴)قضاؤه اذا نسيه (۵) قول عدة من سلف الامة على الوجوب (۶) اهتمام ذكره بمثل هذه الكلمات وما الى ذلك من وجوه فى الباب (معارف السنن ج۴ص ۱۷۳،ابواب الوتر، باب ماجاء فى فضل الوتر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ وتر کی نماز واجب ہے، جس کا درجہ فرض نماز کے قریب ہے، اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی معذور و بیمار ہو، تو بیٹھ کر پڑھنے میں حرج نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر۳...... وتر کی نماز کا وقت وہی ہے جو عشاء کی نماز کا ہے، پس عشاء کی نماز کے ادا وقت میں طلوعِ فجر سے پہلے پہلے جب بھی وتر پڑھ لئے جائیں، تو وہ اپنے وقت میں ادا پڑھنا کہلائیں گے۔ [۲]

مسئلہ نمبر۴...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پہلے عشاء کی نماز اور اس کے بعد وتر کی نماز میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے، یعنی وتر کی نماز عشاء کی نماز ادا کر لینے کے بعد ہی پڑھنی چاہئے، اور عشاء کی نماز سے پہلے نہیں پڑھنی چاہئے۔

البتہ بعض اعذار کی صورت میں یہ ترتیب معاف ہوجاتی ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ [۳]

---

[۱] جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک وتروں کا بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے "لان الوتر عندهم ليست بفرض عملا"

ولا يجوز أن يوتر قاعدا مع القدرة على القيام وعلى راحلته من غير عذر هكذا فى محيط السرخسى (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۱۱، كتاب الصلاة، الباب الثامن فى صلاة الوتر)

وأما صلاة الوتر على الراحلة حيث توجهت به، فإن الجمهور على جواز ذلك لثبوت ذلك من فعله عليه الصلاة والسلام أعنى أنه كان يوتر على الراحلة، وهو ما يعتمدونه فى الحجة على أنها ليست بفرض، إذ كان قد صح عنه عليه الصلاة والسلام :أنه كان يتنفل على الراحلة ولم يصح عنه أنه صلى قط مفروضة على الراحلة(بداية المجتهد، كتاب الصلاة، الباب الاول القول فى الوتر)

ولأنه يجوز فعله على الراحلة من غير ضرورة، فلم يكن واجبا، كالسنن، وقد روى ابن عمر، أن النبى -صلى الله عليه وسلم -كان يوتر على بعيره .متفق عليه، وقال : كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يسبح على الراحلة قبل أى وجه توجه، ويوتر عليها، غير أنه لا يصلى عليها المكتوبة . رواه مسلم وغيره .وأحاديثهم قد تكلم فيها(المغنى لابنِ قدامة، ج ۲ ص ۱۱۸، فصل ترك الوتر عمدا)

[۲] وأما بيان أوقات الصلوات الواجبة وما هو شبيه بها فمنها وقت الوتر وهو على قول أبى حنيفة وقت صلاة العشاء(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ۱ ص ۱۰۳، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

[۳] إلا أنه شرع مرتبا عليها كوقت قضاء الفائتة هو وقت أداء الوقتية لكنه شرع مرتبا عليه فلا يجوز أداؤه قبل صلاة العشاء مع أنه وقته لفوت شرطه وهو الترتيب(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ۱ ص ۱۰۳، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۵...... اگر کسی نے عشاء کی نماز پڑھ لی، اور اس کے بعد مثلاً رات کے کسی حصہ میں دوبارہ وضو کر کے وتر کی نماز پڑھ لی، پھر اسے بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی عشاء کی نماز صحیح نہیں ہوئی تھی، مثلاً یہ کہ کوئی فرض رہ گیا تھا، یا اس کا وضو صحیح نہ تھا، تو اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عشاء کی نماز لوٹانا تو ضروری ہوگا، لیکن وتر کی نماز لوٹانا ضروری نہ ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما أصل الوقت فوقت العشاء عند أبي حنيفة إلا أنه شرع مرتبا عليه حتى لا يجوز أداؤه قبل صلاة العشاء مع أنه وقته لعدم شرطه وهو الترتيب إلا إذا كان ناسيا كوقت أداء الوقتية وهو وقت الفائتة لكنه شرع مرتبا عليه، وعند أبي يوسف ومحمد والشافعي وقته بعد أداء صلاة العشاء وهذا بناء على ما ذكرنا أن الوتر واجب عند أبي حنيفة وعندهم، سنة (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ا ص ۲۷۲، فصل بيان وقت الوتر)

[1] البتہ صاحبین کے نزدیک وتر کی نماز بھی لوٹانے کا حکم ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی نماز سنت ہے، مستقل نماز نہیں۔

اور اسی طرح اگر کسی صاحبِ ترتیب نے وتر پڑھے بغیر فجر کی نماز پڑھ لی، اور ابھی فجر کی نماز کے ادا وقت میں گنجائش ہے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسے وتر پڑھ کر دوبارہ فجر کی نماز پڑھنے کا حکم ہوگا۔

قلت أَرَأَيْت رجلا صلى الْعشَاء وَهُوَ على غير وضوء فَنَامَ ثمَّ اسْتَيْقَظَ سحرًا فأوتر وَهُوَ لَا يعلم أَنه حَيْثُ صلى الْعشَاء كَانَ على غير وضوء فَقَامَ وأوتر فَلَمَّا فرغ من الْوتر وَسلم ذكر أَنه كَانَ قد صلى الْعشَاء وَهُوَ على غير وضوء فَقَامَ وَصلى الْعشَاء أيجزيه وتره ذَلِك أم يُعِيد قَالَ يجْزِيه وَلَا يُعِيد فِي قَول أبي حنيفَة وَقَالَ أَبُو يُوسُف وَمُحَمّد يُعِيد الْوتر (الاصل لمحمد بن الحسن الشيباني، ج ا ص ۱۴۸، باب مواقيت الصلاة)

ويبنى على هذا الأصل من صلى العشاء على غير وضوء وهو لا يعلم ثم توضأ فأوتر ثم تذكر أعاد صلاة العشاء بالاتفاق ولا يعيد الوتر فى قول أبي حنيفة، وعندهما يعيد ووجه البناء على هذا الأصل أنه لما كان واجبا عند أبي حنيفة كان أصلا بنفسه فى حق الوقت لا تبعا للعشاء ......وعلى هذا الاختلاف إذا صلى الوتر على ظن أنه صلى العشاء ثم تبين أنه لم يصل العشاء يصلى العشاء بالإجماع ولا يعيد الوتر عنده، وعندهما يعيد.

والمسألة الثانية مسألة الجامع الصغير وهو أن من صلى الفجر وهو ذاكر أنه لم يوتر وفى الوقت سعة لا يجوز عنده؛ لأن الواجب ملحق بالفرض فى العمل فيجب مراعاة الترتيب بينه وبين الفرض وعندهما يجوز؛ لأن مراعاة الترتيب بين السنة والمكتوبة غير واجبة(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ا ص ۲۷۲، فصل بيان وقت الوتر)

قال -رحمه الله- (ولا يقدم على العشاء للترتيب) أى لا يقدم الوتر على العشاء لأجل وجوب الترتيب لا لأن وقت الوتر لم يدخل حتى لو نسى العشاء وصلى الوتر جاز لسقوط الترتيب به وهذا عند أبي حنيفة ؛ لأنه فرض عنده فصارا كفرضين اجتمعا فى وقت واحد كالقضاء ين أو القضاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۶ ...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کیونکہ وتر کی نماز واجب ہے، اس لئے اگر وتر کی نماز کا ادا وقت نکل جائے، تب بھی وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی، خواہ کتنا ہی وقت گزر جائے، اس لئے اس کی قضا پڑھنا واجب رہتا ہے۔

اور وتروں کی قضا کو فجر کی نماز کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنا بھی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷ ...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سفر میں بھی وتر کی نماز پڑھنا ضروری ہے، اور سواری پر بلا عذر بیٹھ کر وتر کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والأداء وعندهما لا يجوز ؛ لأن الوتر سنة العشاء فيكون تبعا لها فلا يدخل وقته حتى يصلى العشاء كسنة العشاء لا يعتد بها قبل أداء العشاء لعدم دخول وقتها لا للترتيب ، وثمرة الخلاف تظهر فى موضعين :أحدهما :أنه لو صلى الوتر قبل العشاء ناسيا أو صلاهما وظهر فساد العشاء دون الوتر فإنه يصح الوتر ويعيد العشاء وحدها عنده ؛ لأن الترتيب يسقط بمثل هذا العذر وعندهما يعيد الوتر أيضا ؛ لأنه تبع لها فلا يصح قبلها .والثاني :أن الترتيب واجب بينه وبين غيره من الفرائض حتى لا تجوز صلاة الفجر ما لم يصل الوتر عنده وعندهما يجوز ؛ لأنه لا ترتيب بين الفرائض والسنن(تبيين الحقائق، ج ١ ص ١٨١، كتاب الصلاة، مواقيت الصلاة)

[1] الوتر يقضى إذا فات عن وقته (المحيط البرهانى، ج٣ص ٢٥٦، كتاب الطلاق، الفصل الخامس :فى الكنايات)

وإذا ترك الوتر عن وقته حتى طلع الفجر يجب عليه القضاء عند أصحابنا وعلى قول الشافعى لا يجب لأنه سنة ،وأما على قول أبى حنيفة فلا يشكل لأنه واجب وإنما المشكل على قولهما فإنه سنة عندهما فكان ينبغى أن لا يقضى ولكن هذا هو القياس عندهما وكذا روى عنهما فى غير رواية الأصول،وجواب ظاهر الرواية هو الاستحسان وتركا القياس بالأثر وهو ما روى عن النبى عليه السلام أنه قال من نام عن وتر أو نسيه فليصله إذا ذكره ولم يفصل بين ما إذا تذكر فى الوقت أو بعده(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ١ ص ١٠٤، باب مواقيت الصلاة)

وفى قضائه بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس قال فى التجنيس عند أبى حنيفة يقضيه بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس وبعد صلاة العصر لأنه واجب عنده فيجوز قضاؤه فيه كقضاء سائر الفرائض(البحرالرائق، ج٢ ص ١٤١، باب الوتر والنوافل)

[2] قوله :(ويوتر على راحلته) ، وقد احتج عطاء بن أبى رباح والحسن البصرى وسالم بن عبد الله ونافع مولى ابن عمر بهذا الحديث وأمثاله على أن المسافر يجوز له أن يصلى الوتر على راحلته، وبه قال مالك والشافعي وإسحاق، ويروى ذلك عن على وابن عباس، رضى الله تعالى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۸...... عام دنوں میں وتر کی نماز کورات کی آخری نماز بنانا افضل ہے، لہٰذا جو شخص رات کے آخری حصہ میں بیدار رہ کر تہجد ادا کر کے بعد میں طلوعِ فجر سے پہلے پہلے وتر پڑھ لے، یہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عنهم، وكان مالك يقول :لا يصلى على الراحلة إلا في سفر تقصر فيه الصلاة .وقال الأوزاعي والشافعي :قصير السفر وطويله سواء في ذلك، يصلي على راحلته .وقال ابن حزم :يوتر المرء قائما وقاعدا لغير عذر إن شاء وعلى دابته، وقال أصحابنا :لا يجوز الوتر على الراحلة، ولا يجوز إلا على الأرض كما في الفرائض، وبه قال محمد بن سيرين وعروة ابن الزبير وإبراهيم النخعي، ويروى ذلك عن عمر بن الخطاب وابنه عبد الله في رواية، واحتجوا في ذلك بما رواه الطحاوي :حدثنا يزيد بن سنان، قال :حدثنا أبو عاصم :قال :حدثنا حنظلة بن أبي سفيان عن نافع (عن ابن عمر :أنه كان يصلي على راحلته ويوتر بالأرض، ويزعم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كذلك كان يفعل) وإسناده صحيح، ويزيد بن سنان شيخ النسائي أيضا، وأبو عاصم النبيل شيخ البخاري، وحنظلة روى له الجماعة، فهذا يعارض حديث الباب وأمثاله، ويؤيد هذا ما روى عن ابن عمر من غير هذا الوجه من فعله، رواه الطحاوي :حدثنا أبو بكرة قال حدثنا عثمان بن عمر وبكر بن بكار، قالا :حدثنا عمر بن ذر (عن مجاهد :أن ابن عمر كان يصلي في السفر على بعيره أينما توجه به، فإذا كان في السحر نزل فأوتر) ، وإسناده صحيح .وأخرجه أحمد أيضا في (مسنده) من حديث سعيد بن جبير :(ان ابن عمر كان يصلي على راحلته تطوعا، فإذا أراد أن يوتر نزل فأوتر على الأرض. .) ، فإذا كان الأمر كذلك لا يبقى لأهل المقالة الأولى حجة، ولا سيما الراوي، إذا فعل بخلاف ما روى، فإنه يدل على سقوط ما روى. فإن قلت :صلاة ابن عمر الوتر على الأرض لا تستلزم عدم جوازه عنده على الراحلة .لأنه يجوز له أن يفعل ذلك، وله أن يوتر على الراحلة. قلت :يجوز أن يكون ما رواه ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم من وتره على الراحلة قبل أن يحكم أمر الوتر ويغلظ شأنه، لأنه كان أولا كسائر التطوعات، ثم أكد بعد ذلك فنسخ .قال الطحاوي :فمن هذه الجهة ثبت نسخ الوتر على الراحلة، وكان ما فعله ابن عمر من وتره على الراحلة قبل علمه بالنسخ، ثم لما علمه رجع إليه وترك الوتر على الراحلة، ويجوز أن يكون الوتر عنده كالتطوع، فله أن يصلي على الراحلة وعلى الأرض .فإن قلت :ما وجه هذا النسخ؟ قلت : بدلالة التاريخ، وهو أن يكون أحد النصين معارضا للآخر بأن يكون أحدهما موجبا للحظر والآخر للإباحة، وينتفي هذا التعارض بالمصير إلى دلالة التاريخ، وهو أن النص الموجب للحظر يكون متأخرا عن الموجب للإباحة، فكان الأخذ به أولى وأحق .وقال الكرماني :فإن قيل :فمذهبكم أنه واجب على النبي صلى الله عليه وسلم، يعني :الوتر؟ قلنا :وإن كان واجبا عليه، فقد صح فعله على الراحلة، ولو كان واجبا على العموم لم يصح على الراحلة كالظهر .فإن قالوا :الظهر فرض والوتر واجب، وبينهما فرق؟ قلنا :هذا الفرق اصطلاح لكم لا يسلمه الجمهور ولا يقتضيه الشرع ولا اللغة، ولو سلم لم يحصل غرضكم ههنا .انتهى(عمدة القاري، ج۷ص۱۳۹،۱۴۰، كتاب الكسوف، باب صلاة التطوع على الدواب حيثما توجهت به)

Idara Ghufran

لیکن اگر رات کو بیدار ہونے پر اطمینان نہ ہو، جس کی وجہ سے وتر کی نماز قضا ہوجانے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں سونے سے پہلے ہی کچھ حسبِ توفیق نوافل کے بعد وتر پڑھ لینے میں احتیاط ہے، پھر اگر رات کے آخری حصہ میں بھی توفیق ہوجائے، تو حسبِ استطاعت نوافل پڑھ لئے جائیں۔

اور عامۃُ الناس کے لئے رمضان کے علاوہ عام دنوں میں یہی طریقہ زیادہ احتیاط کا باعث ہے، اور رمضان میں وتر پڑھنے کا حکم آگے آتا ہے۔ [1]

---

[1] (و) تأخير (الوتر إلى آخر الليل لواثق بالانتباه) وإلا فقبل النوم، فإن فاق وصلى نوافل والحال أنه صلى الوتر أول الليل فإنه الأفضل(الدرالمختار)

(قوله :وتأخير الوتر إلخ) أى يستحب تأخيره، لقوله -صلى الله عليه وسلم -من خاف أن لا يوتر من آخر الليل فليوتر أوله ومن طمع أن يقوم آخره فليوتر آخر الليل، فإن صلاة آخر الليل مشهودة وذلك أفضل) رواه مسلم والترمذى وغيرهما وتمامه فى الحلية .وفى الصحيحين اجعلوا آخر صلاتكم وترا والأمر للندب بدليل ما قبله بحر.(قوله :فإن فاق إلخ) أى إذا أوتر قبل النوم ثم استيقظ يصلى ما كتب له، ولا كراهة فيه بل هو مندوب، ولا يعيد الوتر، لكن فاته الأفضل المفاد بحديث الصحيحين إمداد.ولا يقال :إن من لا يثق بالانتباه فالتعجيل فى حقه أفضل كما فى الخانية، فإذا انتبه بعدما عجل يتنفل ولا تفوته الأفضلية؛ لأنا نقول :المراد بالأفضلية فى الحديث السابق هى المترتبة على ختم الصلاة بالوتر وقد فاتت، والتى حصلها هى أفضلية التعجيل عند خوف الفوات على التأخير فافهم وتأمل (ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۶۹، كتاب الصلاة)

وأما الوقت المستحب للوتر فهو آخر الليل لما روى عن عائشة -رضى الله عنها -أنها سئلت عن وتر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فقالت تارة كان يوتر فى أول الليل وتارة فى وسط الليل وتارة فى آخر الليل ثم صار وتره فى آخر عمره فى آخر الليل ، وقال النبى -صلى الله عليه وسلم - صلاة الليل مثنى فإذا خشيت الصبح فأوتر بركعة وهذا إذا كان لا يخاف فوته فإن كان يخاف فوته يجب أن لا ينام إلا عن وتر ، وأبو بكر -رضى الله عنه -كان يوتر فى أول الليل، وعمر كان يوتر فى آخر الليل فقال النبى -صلى الله عليه وسلم -لأبى بكر :أخذت بالثقة وقال لعمر :أخذت بفضل القوة(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ۱ ص ۲۷۳،فصل بيان وقت الوتر)

(ويستحب فى الوتر لمن يألف صلاة الليل) ش :أى لمن له إلفة وعادة بالصلاة فى الليل أن يؤخر الوتر إلى :م :(آخر الليل) ش :فى غالب النسخ، ويستحب فى الوتر لمن يألف الصلاة آخر الليل فعلى هذا يجوز فى لفظ آخر النصب على الظرفية، والتقدير، يوتر فى آخر الليل وهذا روى، ويجوز الرفع أيضا بأن يكون مفعولا أقيم مقام فاعل يستحب، وهذا روى أيضا .وقال الأترازى وغيره: عندى الأول هو الأولى لأن فى الثانى يحتاج إلى التأويل والأصل عدم التأويل.قلت :أراد بالأول :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۹ ...... رات کو سونے سے پہلے وتروں کے بعد نوافل پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن افضل ومستحب طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد جتنے نوافل پڑھنا چاہیں، وتر سے پہلے پڑھ لیں، اور وتر آخر میں پڑھیں، اس کے بعد نوافل نہ پڑھیں، اگر پڑھ لیں، تو جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۰ ...... وتروں کے بعد نوافل کا بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن اگر کھڑے ہونے میں کوئی عذر نہ ہو، تو احادیث کی رُو سے بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ہے۔

اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے میں زیادہ ثواب سمجھنا دلائل کے لحاظ سے راجح نہیں ہے۔

پس آج کل جو بعض لوگ بغیر کسی عذر کے وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنے کو سنت یا مستحب وافضل سمجھتے ہیں، یہ دلائل کے لحاظ سے راجح نہیں ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الرفع، وبالثانی :النصب ونحوہ من کلامه بأن الإسناد فی الأول علی وجه المجاز، فلا یخرج عن التأویل .م :(وإن لم یثق بالانتباہ أوتر قبل النوم) ش :لأن من لیس له إلفة بصلاۃ اللیل آناء آخر الوقت لا بأس من الفوات لغلبة النوم(البنایة شرح الهدایة، ج۲ ص ۱۵، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت، وقت صلاۃ الوتر)

[1] وقد اختلف أهل العلم فی الصلاۃ بعد الوتر فکان قیس بن عباد یقول : أقرأ وأنا جالس أحب إلی من أن أصلی بعدما أوتر ، وکان مالک بن أنس لا یعرف الرکعتین بعد الوتر ، وقال الأوزاعی : إن شاء رکعة ، وقال أحمد بن حنبل : أرجو إن فعله إنسان لا یضیق علیه ، وقال أحمد : لا أفعله . قال أبو بکر :الصلاۃ فی کل وقت جائزۃ إلا وقتا نهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن الصلاۃ فیه ، والأوقات التی نهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن الصلاۃ فیها وقت طلوع الشمس ، ووقت الزوال ، ووقت غروب الشمس ، والصلاۃ فی سائر الأوقات طلق مباح ، لیس لأحد أن یمنع فیها إلا بحجة ، ولا حجة مع من کرہ الصلاۃ بعد الوتر ، فدل فعله هذا علی أن قوله : اجعلوا آخر صلاتکم وترا علی الاختیار لا علی الإیجاب ، فنحن نستحب أن یجعل المرء آخر صلاته وترا ، ولا نکرہ الصلاۃ بعد الوتر ، وقائل هذا قائل بالخبرین جمیعا(الاوسط لابن المنذر، تحت حدیث رقم ۲۶۴۰)

[2] وَذٰلِکَ عِنْدَنَا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ عَلَی الْمُصَلِّی تَطَوُّعًا قَاعِدًا وَهُوَ یُطِیقُ أَنْ یُصَلِّیَ قَائِمًا، فَیَکُونُ لَهُ بِذٰلِکَ نِصْفُ مَا یَکُونُ لَهُ لَوْ صَلَّی قَائِمًا ,وَلَیْسَ هُوَ عَلَی صَلَاتِهِ قَاعِدًا، وَهُوَ لَا یُطِیقُ الْقِیَامَ، ذٰلِکَ صَلَاتُهُ قَاعِدًا فِیمَا یُکْتَبُ لَهُ مِنَ الثَّوَابِ بِهَا کَصَلَاتِهِ إِیَّاهَا قَائِمًا ;لِأَنَّهُ هَاهُنَا قَدْ قَصَدَ إِلَی الْقِیَامِ وَقَصَّرَ بِهِ عَنْهُ فَاسْتَحَقَّ مِنَ الثَّوَابِ مَا یَسْتَحِقُّهُ لَوْ صَلَّاهَا قَائِمًا ,فَکَانَ إِذَا کَانَ یُطِیقُ الْقِیَامَ فَصَلَّی قَاعِدًا قَدْ تَرَکَ الْقِیَامَ اخْتِیَارًا فَلَمْ یُکْتَبْ لَهُ ثَوَابُهُ ,وَکُتِبَ لَهُ ثَوَابُ الْمُصَلِّی قَاعِدًا عَلَی صَلَاتِهِ کَذٰلِکَ (شرح مشکل الآثار للطحاوی، تحت رقم حدیث ۱۶۹۴، بَابٌ بَیَانُ مُشْکِلِ مَا رُوِیَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ فِی کَیْفِیَّةِ الصَّلَاةِ الخ)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۱...... جو شخص رات کے اول حصہ میں وتر پڑھ کر سو جائے، پھر وہ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو، تو اس کو دوبارہ وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۲...... رمضانُ المبارک میں مَرد حضرات کے لئے تراویح کی جماعت کے بعد وتر باجماعت پڑھنا افضل و مستحب ہے۔

اور رات کو آخری حصہ میں بیدار ہو کر تہجد پڑھنے والے شخص کے لئے بھی رمضان میں افضل یہی ہے کہ وتر باجماعت ادا کرے۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۳...... وتر کی نماز باجماعت پڑھنے کا افضل و مستحب ہونا رمضان کے ساتھ خاص ہے، اور رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں وتروں کو باجماعت پڑھنا افضل و مستحب نہیں، بلکہ عام حالات میں باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ [3]

---

[1] قال ثنا يوسف بن ابى يوسف عن ابيه عن ابى حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان ابن عمر رضى الله عنهما كان يوتر من اول الليل فإذا قام سحرا اضاف الى وتره ركعة فبلغ ذلك عائشة رضى الله عنها فقالت يرحم الله ابا عبدالرحمن انه ليلعب بوتره ما عليه لو اوتر اول الليل فإذا قام سحرا صلى ركعتين ركعتين فإنه يصبح على وتر(الآثار لابى يوسف، ص۶۸، رقم الحديث ۳۳۹، باب فى الاضحى)

[2] يستحب أن يجتمع الناس فى شهر رمضان بعد العشاء فيصلى بهم إمامهم خمس ترويحات كل ترويحه بتسليمتين ويجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة ثم يوتر بهم والسنة فيها الجماعة ولا يصلى الوتر بجماعة فى غير رمضان(متن بداية المبتدى، كتاب الصلاة، باب النوافل)

(ولا يصلى) أى الوتر (بجماعة إلا فى شهر رمضان) والمراد أنه يكره بالجماعة خارج رمضان لا أنه لا يجوز وفى رمضان قيل الافضل الانفراد والصحيح أن الجماعة فيه أفضل إلا أن سنيتها ليست كسنية جماعة التروايح(منية المصلى وغنية المبتدى، كتاب الصلاة)

(قوله تصحيحان) رجح الكمال الجماعة بأنه -صلى الله عليه وسلم -كان أوتر بهم ثم بين العذر فى تأخره مثل ما صنع فى التراويح فالوتر كالتراويح؛ فكما أن الجماعة فيها سنة فكذلك الوتر بحر .وفى شرح المنية :والصحيح أن الجماعة فيها أفضل إلا أن سنيتها ليست كسنية جماعة التراويح .اهـ .قال الخير الرملى :وهذا الذى عليه عامة الناس اليوم اهـ وقواه المحشى أيضا بأنه مقتضى ما مر من أن كل ما شرع بجماعة فالمسجد أفضل فيه(رد المحتار على الدر المختار، ج۲ ص ۴۹، ۵۰، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

[3] ولا يصلى الوتر بجماعة إلا فى شهر رمضان) وعليه الإجماع(الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصلاة، فصل فى التراويح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۴...... اگر عشاء کی نماز تو باجماعت پڑھی گئی لیکن تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ حاضرین میں سے کسی نے بھی نہیں پڑھی تو وتر باجماعت پڑھنے کے مستحب ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ اس صورت میں وتر کی نماز باجماعت مستحب نہیں ہے، کیونکہ شرعاً وتر کی جماعت، تراویح کی جماعت کے تابع ہو کر ثابت ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ولا يصلى الوتر و) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أى يكره ذلك على سبيل التداعى، بأن يقتدى أربعة بواحد كما فى الدرر، ولا خلاف فى صحة الاقتداء إذ لا مانع نهر(الدر المختار)

(قوله أى يكره ذلك) أشار إلى ما قالوا من أن المراد من قول القدورى فى مختصره لا يجوز الكراهة لا عدم أصل الجواز، لكن فى الخلاصة عن القدورى أنه لا يكره، وأيده فى الحلية بما أخرجه الطحاوى عن المسور بن مخرمة، قال :دفنا أبا بكر -رضى الله تعالى عنه -ليلا فقال عمر -رضى الله عنه :-إنى لم أوتر، فقام وصفنا وراء ه فصلى بنا ثلاث ركعات لم يسلم إلا فى آخرهن. ثم قال :ويمكن أن يقال :الظاهر أن الجماعة فيه غير مستحبة، ثم إن كان ذلك أحيانا كما فعل عمر كان مباحا غير مكروه، وإن كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لأنه خلاف المتوارث، وعليه يحمل ما ذكره القدورى فى مختصره، وما ذكره فى غير مختصره يحمل على الأول، والله أعلم اهـ .قلت :ويؤيده أيضا ما فى البدائع من قوله :إن الجماعة فى التطوع ليست بسنة إلا فى قيام رمضان اهـ فإن نفى السنية لا يستلزم الكراهة، نعم إن كان مع المواظبة كان بدعة فيكره .وفى حاشية البحر للخير الرملى :علل الكراهة فى الضياء والنهاية بأن الوتر نفل من وجه حتى وجبت القراء ة فى جميعها، وتؤدى بغير أذان وإقامة، والنفل بالجماعة غير مستحب لأنه لم تفعله الصحابة فى غير رمضان اهـ وهو كالصريح فى أنها كراهة تنزيه تأمل .اهـ.(قوله على سبيل التداعى) هو أن يدعو بعضهم بعضا كما فى المغرب، وفسره الوانى بالكثرة وهو لازم معناه.(قوله أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا يكره، وثلاثة بواحد فيه خلاف بحر عن الكافى وهل يحصل بهذا الاقتداء فضيلة الجماعة؟ ظاهر ما قدمناه من أن الجماعة فى التطوع ليست بسنة يفيد عدمه تأمل .بقى لو اقتدى به واحد أو اثنان ثم جاء ت جماعة اقتدوا به .قال الرحمتى :ينبغى أن تكون الكراهة على المتأخرين .اهـ.قلت :وهذا كله لو كان الكل متنفلين، أما لو اقتدى متنفلون بمفترض فلا كراهة كما نذكره فى الباب الآتى(رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۴۸، ۴۹، كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل)

[۱] (ولو لم يصلها) أى التراويح (بالإمام) أو صلاها مع غيره (له أن يصلى الوتر معه) بقى لو تركها الكل هل يصلون الوتر بجماعة؟ فليراجع(الدرالمختار)

(قوله بقى إلخ) الذى يظهر أن جماعة الوتر تبع لجماعة التراويح وإن كان الوتر نفسه أصلا فى ذاته لأن سنة الجماعة فى الوتر إنما عرفت بالأثر تابعة للتراويح، على أنهم اختلفوا فى أفضلية صلاتها بالجماعة بعد التراويح كما يأتى(ردالمحتار، ج ۲ ص ۴۸، باب الوتر والنوافل)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۵...... اگر کوئی عشاء کے فرض پڑھ چکا ہے، مگر اس نے تراویح کی نماز امام کے ساتھ باجماعت نہیں پڑھی، یا اس کی کچھ یا سب تراویح کی رکعتیں رہ گئی ہیں، تو اس کو امام کے ساتھ وتروں کی جماعت میں شامل ہونا جائز ہے، ایسی صورت میں چھوٹی ہوئی تمام تراویح یا چھوٹی ہوئی تراویح کی کچھ رکعات بعد میں پڑھ لے۔ ؎۱

مسئلہ نمبر ۱۶...... وتر کی نماز مغرب کی طرح تین رکعات ہیں، یعنی وتر کی دوسری اور تیسری رکعت میں قعدہ اور تشہد اور تیسری رکعت کے آخر میں ہی سلام ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کئی صحابۂ کرام سے اس طرح وتر کی تین رکعتیں پڑھنا صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ ؎۲

؎۱ ولو لم يصل التراويح جماعة مع الإمام فله أن يصلي الوتر معه ثم ذكر بعده أنه لو صلى التراويح مع غيره له أن يصلي الوتر معه هو الصحيح اهـ(البحر الرائق، ج۲ص۷۵، كتاب الصلاة، صلاة التراويح)

ولو لم يصل التراويح مع الجماعة فله أن يصلي الوتر معه(البناية، ج۲ص۵۶۰، فصل في قيام شهر رمضان)

؎۲ قال ابو حنيفة رحمه الله في الوتر ثلاث ركعات كثلاث المغرب لا تفصيل بينهن بسلام ولا غيره يقرا في كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورة وقال بعض اهل المدينة لا باس بان يوتر بركعة وذكروا ذلك عن عثمان بن عفان رضي الله عنه انه صلى العشاء ثم قام خلف المقام فصلى ركعة واحدة قرا فيها القران وذكروا ايضا عن سعد بن ابي وقاص انه كان يوتر بركعة وقال بعضهم وممن قال ذلك مالك بن انس ومن قال بقوله ليس ينبغي ان يوتر بركعة ليس معها غيرها ولكنه يوتر بثلاث الا انه يفصل بين الركعتين بين الشفع وبين الركعة بسلام واحب الينا ان لا يزاد في الفصل من الوتر والشفع قبله على السلام (الحجة، ج۱ص۱۹۰، باب عددالوتر)

اما من جهة الرواية فظاهر، لان العدد الكثير اولى من الواحد، ولان عائشة رضي الله عنها كانت ترى وتره صلى الله عليه وسلم اكثر مما يراه ابن عمر، لانه صلى الله عليه وسلم كان يوتر في بيته دائما وفي آخر الليل غالبا، ولايحضره ابن عمر في مثل هذا الوقت ولا في بيته بعد العشاء، وكذا انس رضي الله عنه كان يحضر منه صلى الله عليه وسلم مالايحضره غيره من الرجال لكونه من خواص خدمه، واما دراية: فلان الفصل بين الشفع والوتر مما لانظيره له في المكتوبة ولا في التطوع، فما رواه الجماعة موافق للقياس دون مارواه ابن عمر(اعلاء السنن، ج۶ص۳۱، باب الايتار بثلاث)

قلت: وليس مرادنا الا ترجيح الوتر بثلاث على الايتار بواحدة، ولانقول: ان الوتر بواحدة لااصل له في الشريعة رأسا، كيف؟ وقد نعلم ان بعض الصحابة قد اوتر بها، لكن ذلك لم يكن متعارفا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۷...... وتر کی نماز میں افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورہ کافرون اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی جائے۔

لیکن ان کو ضروری نہ سمجھا جائے، اور ان کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۱۸...... حنفیہ کے نزدیک رمضان میں وتروں کی نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں امام کے لئے تینوں رکعتوں میں بلند آواز سے قرائت کرنا واجب ہے۔ ۲؎

اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک وتر کی نماز باجماعت میں امام کے لئے جہری قرائت مسنون، جبکہ مالکیہ کے نزدیک مندوب ومستحب ہے۔ ۳؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بينهم كما يشعر به هذا الاثر، ولم يذهب اليه الا قليل منهم كماستعرف (اعلاء السنن، ج٦ ص ٤١، باب الايتار بثلاث)

وبالجملة فقد تبين ان كون الوتر بثلاث لايسلم الا في آخرهن كان متعارفا متقررا عند المسلمين والصحابة منهم والتابعين (اعلاء السنن، ج٦ ص ٥٠، باب الايتار بثلاث)

وبالجملة قد جاء ت رواياتها من وجوه عديدة واتفقت في المعنى والمرفوع يجب ان يكون متوافقا البتة والوصل هو عمل اكثر الصحابة والسلف في وتر رمضان(معارف السنن ج٤ص ١٩٩)

۱؎ والسور الثلاث فيه سنة لكن ذكر في النهاية أنه لا ينبغي أن يقرأ سورة متعينة على الدوام لأن الفرض هو مطلق القراء ة بقوله تعالى (فاقرء وا ما تيسر من القرآن)(المزمل:٢٠) والتعيين على الدوام يفضي إلى أن يعتقد بعض الناس أنه واجب وأنه لا يجوز غيره لكن لو قرأ بما ورد به الآثار أحيانا يكون حسنا ولكن لا يواظب لما ذكرنا اهـ(البحرالرائق، ج٢ ص ٤٦، ٤٧، باب الوتر والنوافل)

۲؎ وفي اليتيمة إذا ترك الجهر في الوتر وفي التراويح يلزمه السهو كذا في التتارخانية (الفتاوىٰ الهندية، ج ١ ص ١٣٠، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر، فصل سهو الإمام يوجب عليه الخ)

۳؎ مواطن الجهر والإسرار في القراء ة :اتفق الفقهاء على أنه يسن الجهر في الصبح والمغرب والعشاء والجمعة والعيدين والتراويح ووتر رمضان، ويسر في الظهر والعصر .وللفقهاء في النوافل كالوتر وغيره تفصيل :فقال الحنفية: يجب الجهر على الإمام في كل ركعات الوتر في رمضان، وصلاة العيدين، والتراويح .ويجب الإسرار على الإمام والمنفرد في صلاة الكسوف والاستسقاء والنوافل النهارية .وأما النوافل الليلية فهو مخير فيها.ويخير المنفرد بين الجهر والإسرار في الصلاة الجهرية أداء ، أو قضاء في وقتها أو غيروقتها، إلا أن الجهر أفضل في الجهرية ليلاً .أما الصلاة السرية فيجب عليه أن يسر بها على الصحيح.ويجب على المأموم الإنصات في كل حال.وقال المالكية :يندب الجهر في جميع النوافل الليلية، والسر في جميع النوافل النهارية إلا النافلة التي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۹...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کی تینوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورتیں ملانا ثابت ہے۔

اور اسی لئے حنفیہ کے نزدیک وتر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد سورت ملانا واجب ہے، ان میں سے کسی ایک کے بھول کر چھوٹنے سے سجدۂ سہو کا حکم ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲۰...... کسی نے بھولے سے وتر کی نماز میں دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا اور تیسری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لها خطبة كالعيد والاستسقاء ، فيندب الجهر فيها .ويندب للمأموم الإسرار .وقال الشافعية :يسن الجهر في العيدين وخسوف القمر والاستسقاء والتراويح ووتر رمضان وركعتي الطواف ليلاً أو وقت الصبح، والإسرار في غير ذلك إلا نوافل الليل المطلقة فيتوسط فيها بين الجهر والإسرار، والتوسط :أن يجهر تارة، ويسر أخرى، اتباعاً للسنة، إن لم يشوش على نائم أو مصل أو نحوه . والعبرة في قضاء الفريضة بوقته أي وقت القضاء على المعتمد .وجهر المرأة دون جهر الرجل . ومحل جهرها إن لم تكن بحضرة أجانب .وقال الحنابلة :يسن الجهر في صلاة العيد والاستسقاء والكسوف والتواويح والوتر إذا وقع بعد التراويح، ويسر فيما عدا ذلك .ويخير المنفرد بين الجهر والإسرار في الصلاة الجهرية، كما قال الحنفية(الفقه الاسلامي وادلته، ج٢ ص ٨٨٣، ٨٨٤، القسم الاول، الباب الثاني، الفصل الاول، المبحث الاول)

[۱] (ويقرأ في كل ركعة من الوتر فاتحة الكتاب) ش :قراءة الفاتحة في كل ركعة من الوتر واجبة بالإجماع، أما عند أبي يوسف ومحمد وعند الشافعي ومن معهم فلأنه نفل، وأما عند أبي حنيفة وإن كان واجبا لثبوته بخبر الواحد وفيه شبهة فيقرأها في كله للاحتياط(البناية شرح الهداية، ج٢ ص ١٩٤، باب صلاة الوتر، القراءة في صلاة الوتر)

اعتبروا المؤكدة صلاة واحدة في حق القراءة فقط احتياطا كما في الوتر فإنهم أوجبوا القراءة في جميع ركعاته احتياطا كما مر لاحتمال كونه سنة مؤكدة(البحرالرائق، ج٢ ص ١٦، باب الوتر والنوافل)

(قوله وقرأ في كل ركعة منه فاتحة الكتاب وسورة) بيان لمخالفته للفرائض فيقرأ في كل ركعة منه حتما ونقل في الهداية أنه بالإجماع وفي التجنيس لو ترك القراءة في الركعة الثالثة منه لم يجز في قولهم جميعا اهـ .أما عندهما فلأنه نفل وفي النفل تجب القراءة في الكل وكذا على قول أبي حنيفة لأن الوتر عنده واجب يحتمل أنه نفل ولكن يترجح جهة الفرضية بدليل فيه شبهة فكان الاحتياط فيه وجوب القراءة في الكل وقدمنا من فعله -صلى الله عليه وسلم -أنه كان يقرأ في الركعة الأولى (سبح اسم ربك الأعلى) (الأعلى: ١) وفي الثانية (قل يا أيها الكافرون) (الكافرون: ١) وفي الثالثة (قل هو الله أحد) (الإخلاص: ١) فالحاصل أن قراءة آية في كل ركعة منه فرض وتعيين الفاتحة مع قراءة ثلاث آيات في كل ركعة واجب والسور الثلاث فيه سنة(البحر الرائق، ج٢ ص ٤٦، باب الوتر والنوافل)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا تو حنفیہ کے نزدیک آخر میں سجدۂ سہو کرنے کا حکم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۱...... وتر کی نماز چونکہ اکثر حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، جو کہ عملاً فرض کا درجہ رکھتی ہے، اس اصول کے پیشِ نظر فرض پر قیاس کرتے ہوئے اہلِ علم حضرات نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی بھولے سے وتر کی تیسری رکعت پڑھ کر چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا، تو اگر اس نے تیسری رکعت پر بالکل قعدہ نہیں کیا، تو اس کو واپس لوٹ آنا چاہئے، اور آخر میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے۔

اور اگر وہ واپس لوٹ کر نہیں آیا، یہاں تک کہ اس نے چوتھی رکعت کا سجدہ بھی کرلیا، تو اب اس کو چار رکعتیں مکمل کرلینی چاہئیں، اور اس صورت میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں، مگر اس صورت میں اس کے وتر ادا نہ ہوں گے، بلکہ وتر دوبارہ پڑھنے ہوں گے۔

اور اگر وتر کی تیسری رکعت میں قعدۂ اخیرہ میں بیٹھ کر کوئی شخص بھولے سے چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا تھا، تو اس کے وتر درست ہوجائیں گے، اور اس صورت میں اگر چوتھی رکعت کے سجدہ سے پہلے یاد آجائے تو واپس بیٹھ جائے ورنہ ایک رکعت اور ملالے تاکہ دو رکعت نفل ہوجائیں، مگر ان دونوں صورتوں میں سلام میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو کا حکم ہوگا (کذا فی: احسن الفتاویٰ، ج۳ص۴۶۴) [2]

---

[1] وفی المجتبی ولا تجب القعدة الأولی فی الوتر وفی الامتحان صلی الوتر ولم یقعد فی الثانية ناسیا ثم تذکر فی الرکوع لا یعود وإن عاد لا ینتقض رکوعه اهـ ولا یخفی ما فیه لأن القعدة الأولی واجبة فی الفرض والنفل والوتر ذو شبه لهما فوجبت القعدة الأولی فیه وقد تقدم أنه یرفع یدیه عند تکبیرة القنوت کما یرفعهما عند الافتتاح(البحرالرائق ، ج۲ص۴۷، باب الوتر والنوافل)

[2] (ولو سها عن القعود الأخیر) کله أو بعضه (عاد) ویکفی کون کلا الجلستین قدر التشهد (ما لم یقیدها بسجدة) لأن ما دون الرکعة محل الرفض وسجد للسهو لتأخیر القعود (وإن قیدها) بسجدة عامدا أو ناسیا أو ساهیا أو مخطئا (تحول فرضه نفلا برفعه) الجبهة عند محمد،وبه یفتی لأن تمام الشیء بآخره، فلو سبقه الحدث قبل رفعه توضأ وبنی خلافا لأبی یوسف، حتی قال: زِهُ، صلاة فسدت أصلحها الحدث، والعبرة للإمام، حتی لو عاد ولم یعلم به القوم حتی سجدوا لم تفسد صلاتهم ما لم یتعمدوا السجود.وفیه یلغز: أی مصل ترک القعود الأخیر وقید الخامسة بسجدة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۲ ...... اگر کوئی امام وتروں کی نماز کے سنت ہونے کا قائل ہو، تو حنفی شخص کو اس کی اقتداء میں وتر پڑھنے کی گنجائش ہے۔ لے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ولم يبطل فرضه؟ (وضم سادسة) ولو في العصر والفجر (إن شاء) لاختصاص الكراهة والإتمام بالقصد (ولا يسجد للسهو على الأصح) لأن النقصان بالفساد لا ينجبر (وإن قعد في الرابعة) مثلا قدر التشهد (ثم قام عاد وسلم) ولو سلم قائما صح؛ ثم الأصح أن القوم ينتظرونه، فإن عاد تبعوه (وإن سجد للخامسة سلموا) لأنه تم فرضه، إذ لم يبق عليه إلا السلام (وضم إليها سادسة) لو في العصر، وخامسة في المغرب :ورابعة في الفجر به يفتى (لتصير الركعتان له نفلا) والضم هنا آكد، ولا عهدة لو قطع، ولا بأس بإتمامه في وقت كراهة على المعتمد (وسجد للسهو) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

لے اور بعض نے عدمِ جواز کو ترجیح دی ہے، لیکن چونکہ جمہور یہاں تک کہ صاحبین بھی وتر کے مسنون ہونے کے قائل ہیں، اور وتر کے وجوب کی دلیل اشتباہ سے خالی نہیں، اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے آخری قول میں احتیاطاً وجوب کو ترجیح دی ہے۔

نیز حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ، تُوتِرُ لَکَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ (بخاری، رقم الحدیث ۴۷۳)

کے بارے میں محدثینِ احناف نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے پڑھی ہوئی دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر وتر بنا لئے جائیں۔

يحتمل ما ذهبوا إليه، ويحتمل أن يكون ركعة مع شفع تقدمها، وذلک كله وتر، فتكون تلک الركعة توتر الشفع المتقدم لها، وقد بين ذلک آخر حديث الباب الذى احتج به هؤلاء ، وهو قوله : (فأوترت له ما صلى) ، وكذلک قوله في الحديث الثاني من هذا الباب :(فأوتر بواحدة توتر لک ما قد صليت) ، وآخر حديثهم حجة عليهم (عمدة القاري، ج۴ ص ۲۵۲، كتاب الصلاة، باب الحلق والجلوس في المسجد)

قوله :(توتر لک ما صليت) ، يدل على أنه يوصلها بالركعتين اللتين قبلها حتى يكون ما صلاه وترا ثلاث ركعات، لأن المراد من قوله :(ما صليت) ، هو الذي صلاه قبل هذه الركعة، ولا يكون هذا وترا إلا إذا انضمت إليه هذه الركعة الواحدة من غير فصل (عمدة القاري، ج۷ص۷، كتاب الوتر)

اور ظاہر ہے کہ پہلی دو رکعتیں صلاۃُ اللیل (تطوع) ہیں، جن کے ساتھ ایک رکعت ملانے سے وتر کو درست قرار دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا غور کرنے سے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ سنت کے قائل کی اقتداء میں وتر کی نماز جائز ہو، بشرطیکہ دیگر شرائطِ صحتِ اقتداء کا لحاظ ہو، اور اس سے قبل جو بندہ نے بعض مقامات پر عدمِ جواز کو ترجیح دی تھی، اس کا غور کرنے سے مرجوح ہونا معلوم ہوا۔ اس لئے بندہ اب اس سے رجوع کرتا ہے۔ محمد رضوان۔

ولو اقتدى الحنفي بمن يرى الوتر سنة يجوز لضعف دليل وجوبه ذكره في "مختصر المحيط (البناية شرح الهداية، ج۲ ص ۵۰۲، القنوت في الوتر) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کیونکہ وتر کا درجہ بہرحال فرض سے کم اور سنتِ مؤکدہ کے قریب ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال صاحب الإرشاد لا يجوز الاقتداء بالشافعية فى الوتر بإجماع أصحابنا ؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل والأول أصح لأن اعتقاد الوجوب ليس بواجب على الحنفى (تبيين الحقائق، ج ا ص ١٧١، باب الوتر والنوافل)

ولو اقتدى من يرى وجوب الوتر فيه بمن يرى سنيته صح للاتحاد ولا يختلف باختلاف الاعتقاد (البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ا ص ٣٨٣،باب الامامة، شرائط صحة الامامة)

وما فى الفتاوى عن ابن الفضل وليس فيما ذكره دليل عليه لأن ما فى التجنيس وغيره إنما هو فى الفرض القطعى والوتر ليس بفرض قطعى إنما هو واجب ظنى ثبت بالسنة فلا يلزم اعتقاد وجوبه للاختلاف فيه فلم يلزم فى صحته تعيين وجوبه بل تعيين كونه وترا بل صرح فى المحيط والبدائع بأنه ينوى صلاة الوتر والعيدين فقط وصرح بعض المشايخ كما فى شرح منية المصلى بأنه لا ينوى فى الوتر أنه واجب للاختلاف فى وجوبه فظهر بهذا أن المذهب الصحيح صحة الاقتداء بالشافعى فى الوتر إن لم يسلم على رأس الركعتين وعدمها إن سلم(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج٢ ص ٤٢، باب الوتر والنوافل)

ليس منه ما لو اقتدى من يرى وجوب الوتر بمن يرى سنيته فإن ذلك صحيح للإتحاد ولا يختلف باختلاف الإعتقاد(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ٢٩١،باب الإمامة)

(فروع)صح اقتداء متنفل بمتنفل، ومن يرى الوتر واجبا بمن يراه سنة(الدرالمختار)

(فروع اقتداء متنفل بمتنفل ومن يرى الوتر واجبا بمن يراه سنة)(قوله بمن يراه سنة) أى بشرط أن يصليه بسلام واحد، لأن الصحيح اعتبار رأى المقتدى، وعلى مقابله يصح مطلقا .وبقى قول ثالث، وهو أنه لا يصح مطلقا وتمامه في ح (ردالمحتار،ج ا ص ٥٩٠، ٥٩١،باب الامامة)

(وَصَحَّ الِاقْتِدَاءُ فِيهِ) فَفِي غَيْرِهِ أَوْلَى إنْ لَمْ يَتَحَقَّقْ مِنْهُ مَا يُفْسِدُهَا فِي الْأَصَحِّ كَمَا بَسَطَهُ فِي الْبَحْرِ (بِشَافِعِيٍّ) مَثَلًا (لَمْ يَفْصِلْهُ بِسَلَامٍ) لَا إنْ فَصَلَهُ (عَلَى الْأَصَحِّ) فِيهِمَا لِلِاتِّحَادِ وَإِنْ اخْتَلَفَ الِاعْتِقَادُ (وَ) لِذَا (يَنْوِي الْوِتْرَ لَا الْوِتْرَ الْوَاجِبَ كَمَا فِي الْعِيدَيْنِ) لِلِاخْتِلَافِ(الدرالمختار)

(قَوْلُهُ فَفِي غَيْرِهِ أَوْلَى) وَجْهُ الْأَوْلَوِيَّةِ أَنَّ النِّيَّةَ مُتَّحِدَةٌ فِي الْفَرْضِ وَالنَّفْلِ، بِخِلَافِ الْوِتْرِ، فَهِيَ فِيهِ مُخْتَلِفَةٌ ط أَيْ لِأَنَّ إمَامَهُ يَنْوِيهِ سُنَّةً......(قَوْلُ عَلَى الْأَصَحِّ فِيهِمَا) أَيْ فِي جَوَازِ أَصْلِ الِاقْتِدَاءِ فِيهِ بِشَافِعِيٍّ وَفِي اشْتِرَاطِ عَدَمِ فَصْلِهِ، خِلَافًا لِمَا فِي الْإِرْشَادِ مِنْ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَصْلًا بِإِجْمَاعِ أَصْحَابِنَا لِأَنَّهُ اقْتِدَاءُ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ، وَخِلَافًا لِمَا قَالَهُ الرَّازِيّ مِنْ أَنَّهُ يَصِحُّ وَإِنْ فَصَلَهُ وَيُصَلِّي مَعَهُ بَقِيَّةَ الْوِتْرِ لِأَنَّ إمَامَهُ لَمْ يَخْرُجْ بِسَلَامِهِ عِنْدَهُ وَهُوَ مُجْتَهِدٌ فِيهِ كَمَا لَوْ اقْتَدَى بِإِمَامٍ قَدْ رَعَفَ.قُلْت :وَمَعْنَى كَوْنِهِ لَمْ يَخْرُجْ بِسَلَامِهِ أَنَّ سَلَامَهُ لَمْ يُفْسِدْ وِتْرَهُ لِأَنَّ مَا بَعْدَهُ يُحْسَبُ مِنْ الْوِتْرِ، فَكَأَنَّهُ لَمْ يَخْرُجْ مِنْهُ، وَهَذَا بِنَاءٌ عَلَى قَوْلِ الْهِنْدُوَانِيِّ بِقَرِينَةِ قَوْلِهِ كَمَا لَوْ اقْتَدَى إلَخْ، وَمُقْتَضَاهُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ رَأْيُ الْإِمَامِ فَقَطْ، وَهَذَا يُخَالِفُ مَا قَدَّمْنَاهُ آنِفًا عَنْ نُوحٍ أَفَنْدِي.(قَوْلُهُ لِلِاتِّحَادِ إلَخْ) عِلَّةٌ لِصِحَّةِ الِاقْتِدَاءِ .وَرَدٌّ عَلَى مَا مَرَّ عَنْ الْإِرْشَادِ بِمَا نَقَلَهُ أَصْحَابُ الْفَتَاوَى عَنْ ابْنِ الْفَضْلِ أَنَّهُ يَصِحُّ الِاقْتِدَاءُ لِأَنَّ كُلًّا يَحْتَاجُ إلَى نِيَّةِ الْوِتْرِ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۴...... جو امام وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھے، تو اس کی اقتداء میں بھی وتر پڑھنے کی گنجائش ہے، اور ایسی صورت میں مقتدی کو رکوع کے بعد قنوت پڑھ لینا درست ہے۔

پھر اگر وہ امام جہراً (یعنی بآوازِ بلند) قنوت پڑھے، تو مقتدی کو امام کی دعا کے ساتھ ساتھ آمین کہنے پر اکتفاء کرنا چاہیئے۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فَأُهْدِرَ اخْتِلَافُ الِاعْتِقَادِ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ، وَاعْتُبِرَ مُجَرَّدُ اتِّحَادِ النِّيَّةِ .اهـ.وَاسْتَشْكَلَهُ فِي الْفَتْحِ بِأَنَّهُ اقْتِدَاءُ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ وَإِنْ لَمْ يَخْطِرْ بِخَاطِرِهِ عِنْدَ النِّيَّةِ صِفَةُ السُّنِّيَّةِ أَوْ غَيْرُهَا، بَلْ مُجَرَّدُ الْوِتْرِ كَمَا هُوَ ظَاهِرُ إطْلَاقِ التَّجْنِيسِ لِتَقَرُّرِ النَّفْلِيَّةِ فِي اعْتِقَادِهِ .وَرَدَّهُ فِي الْبَحْرِ بِمَا صَرَّحَ بِهِ فِي التَّجْنِيسِ أَيْضًا مِنْ أَنَّ الْإِمَامَ إنْ نَوَى الْوِتْرَ وَهُوَ يَرَاهُ سُنَّةً جَازَ الِاقْتِدَاءُ كَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ خَلْفَ مَنْ يَرَى أَنَّ الرُّكُوعَ سُنَّةٌ، وَإِنْ نَوَاهُ بِنِيَّةِ التَّطَوُّعِ لَا يَصِحُّ الِاقْتِدَاءُ لِأَنَّهُ يَصِيرُ اقْتِدَاءَ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ اهـ وَلَمْ يَذْكُرْ الشَّارِحُ تَعْلِيلَ اشْتِرَاطِ عَدَمِ الْفَصْلِ بِسَلَامٍ اكْتِفَاءً بِمَا أَشَارَ إلَيْهِ قَبْلَهُ مِنْ أَنَّ الْأَصَحَّ اعْتِبَارُ اعْتِقَادِ الْمُقْتَدِي، وَالسَّلَامُ قَاطِعٌ فِي اعْتِقَادِهِ فَيَفْسُدُ اقْتِدَاؤُهُ وَإِنْ صَحَّ شُرُوعُهُ مَعَهُ إذْ لَا مَانِعَ مِنْهُ فِي الِابْتِدَاءِ كَمَا أَفَادَهُ ح .(قَوْلُهُ وَلِذَا يَنْوِي) أَيْ لِأَجْلِ الِاخْتِلَافِ الْمَفْهُومِ مِنْ قَوْلِهِ وَإِنْ اخْتَلَفَ الِاعْتِقَادُ ط.(قَوْلُهُ لَا الْوِتْرُ الْوَاجِبُ) الَّذِي يَنْبَغِي أَنْ يُفْهَمَ مِنْ قَوْلِهِمْ إنَّهُ لَا يَنْوِي أَنَّهُ وَاجِبٌ أَنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ تَعْيِينُ الْوُجُوبِ لَا مَنْعُهُ مِنْ ذَلِكَ لِأَنَّهُ إنْ كَانَ حَنَفِيًّا يَنْبَغِي أَنْ يَنْوِيَهُ لِيُطَابِقَ اعْتِقَادَهُ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَهُ فَلَا تَضُرُّهُ تِلْكَ النِّيَّةُ بَحْرٌ.(قَوْلُهُ لِلِاخْتِلَافِ) أَيْ فِي الْوُجُوبِ وَالسُّنِّيَّةِ، وَهُوَ عِلَّةٌ لِلْعِيدَيْنِ فَقَطْ، وَعِلَّةُ الْوِتْرِ قَدَّمَهَا بِقَوْلِهِ وَلِذَا لَوْ حَذَفَ هَذَا مَا ضَرَّ لِفَهْمِهِ مِنْ الْكَافِ ط(ردالمحتار، ج ۲ ص۷، ۸،بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

[1] ولو صلى الوتر خلف من يقنت في الوتر بعد الركوع تابع فيه(المحيط البرهاني، ج ۱ ص ۴۷۳، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر مسائل التراويح)

(ويأتي المأموم بقنوت الوتر) ولو بشافعي، يقنت بعد الركوع لانه مجتهد فيه(الدر المختار شرح تنوير الابصار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(قول المصنف ويتبع المؤتم قانت الوتر) أي ولو كان الإمام شافعيا يقنت بعد الركوع لأن اختلافهم في الفجر مع كونه منسوخا دليل على أنه يتابعه في قنوت الوتر لكونه ثابتا بيقين كذا في الدرر وصدر الشريعة وفي الشرنبلالية لا يخفى أن الشافعي يقنت باللهم اهدنا والحنفي باللهم إنا نستعينك فما يفعله فلينظر اهـ.

قال في حواشي مسكين والظاهر أن المتابعة في مطلق القنوت لا في خصوص ما قنت به ثم رأيت الشيخ عبد الحي ذكر طبق ما فهمته اهـ.على أنه قدم المؤلف أن ظاهر الرواية أنه لا توقيت فيه (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج۲ ص۴۸، باب الوتر والنوافل)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۴...... جو امام وتروں میں دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ سے پڑھائے، بہت سے حنفیہ کے نزدیک اس کی اقتداء میں نمازِ وتر کا پڑھنا جائز نہیں۔ [1] البتہ بعض حنفیہ کے نزدیک اس کی گنجائش ہے، جس کے پیشِ نظر مذکورہ طریقہ کے مطابق وتر پڑھانے والے امام کی اقتداء میں نمازِ وتر کا پڑھنا درست ہے۔ اور ہم نے اس کے دلائل اپنے رسالہ ''غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم'' کے جدید ایڈیشن میں ذکر کر دیئے ہیں، اور اسی کی ساتھ پہلے قول کی بھی وضاحت کر دی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولو صلى الوتر بمن يقنت فى الوتر بعد الركوع فى القومة والمقتدى لا يرى ذلك تابعه فيه هكذا فى فتاوى قاضيخان(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ١١١، كتاب الصلاة، الباب الثامن فى صلاة الوتر)

(وَيَتبَعُ الْمُؤْتَمُّ) الْحَنَفِيُّ فِي الْقُنُوتِ إمَامًا شَافِعِيًّا (قَانِتَ الْوِتْرِ وَلَوْ بَعْدَ الرُّكُوعِ)(مجمع الانهر، ج ا ص ١٢٩، باب الوتر والنوافل)

وَلَمَّا تَرَجَّحَ ذَلِكَ خَرَجَ مَا بَعْدَ الرُّكُوعِ مَعَ كَوْنِهِ مَحَلًّا لِلْقُنُوتِ، فَلِذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَوْ سَهَا عَنْ الْقُنُوتِ فَتَذَكَّرَهُ بَعْدَ الِاعْتِدَالِ لَا يَقْنُتُ، وَلَوْ تَذَكَّرَ فِي الرُّكُوعِ فَعَنْهُ رِوَايَتَانِ :إحْدَاهُمَا لَا يَقْنُتُ، وَالْأُخْرَى يَعُودُ إلَى الْقِيَامِ فَيَقْنُتُ .وَالَّذِي فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَقْنُتُ فِي الرُّكُوعِ وَلَا يَعُودُ إلَى الْقِيَامِ، فَإِنْ عَادَ إلَى الْقِيَامِ وَقَنَتَ وَلَمْ يُعِدْ الرُّكُوعَ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ لِأَنَّ رُكُوعَهُ قَائِمٌ لَمْ يَرْتَفِضْ .وَفِي الْخُلَاصَةِ بَعْدَمَا ذَكَرَ فِي الرِّوَايَتَيْنِ قَالَ فِي رِوَايَةٍ :يَعُودُ وَيَقْنُتُ وَلَا يُعِيدُ الرُّكُوعَ وَعَلَيْهِ السَّهْوُ قَنَتَ أَوْ لَمْ يَقْنُتْ، وَهَذَا يُحَقِّقُ خُرُوجَ الْقَوْمَةِ عَنْ الْمَحَلِّيَّةِ بِالْكُلِّيَّةِ إلَّا إذَا اقْتَدَى بِمَنْ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَإِنَّهُ يُتَابِعُهُ اتِّفَاقًا(فتح القدير، ج ا ص ٤٢٩، باب صلاة الوتر)

(ويتبع قانت الوتر) أى يتبع فى قراء ة القنوت حنفى شافعيا يقنت بعد الركوع ؛ لأن اختلافهم فى الفجر كما سيأتى مع كونه منسوخا دليل على أنه يتابعه فى قنوت الوتر لكونه ثابتا بيقين فصار كالثناء والتشهد والدعاء بعده وتسبيحات الركوع والسجود(درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ا ص ١١٤، باب الوتر والنوافل)

والذى يظهر لى أن المقتدى يتابع إمامه إلا إذا جهر فيؤمن(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

[1] ولم يذكر الشارح تعليل اشتراط عدم الفصل بسلام اكتفاء بما أشار إليه قبله من أن الأصح اعتبار اعتقاد المقتدى، والسلام قاطع فى اعتقاده فيفسد اقتداؤه وإن صح شروعه معه إذ لا مانع منه فى الابتداء كما أفاده ح (رد المحتار على الدر المختار، ج ٢ ص ٨، باب الوتر والنوافل)

وقال فى "المحيط ":"ولا يقطع وتره .وقال أبو بكر الرازى :يجوز اقتداء الحنفى بمن يسلم على الركعتين فى الوتر ويصلى معه بقية الوتر؛ لأن إمامه لا يجزئه سلامه عنده لأنه مجتهد فيه، كما لو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۵...... وتر کی نماز میں دعائے قنوت ہمیشہ پڑھنی چاہیے (نہ کہ صرف رمضان میں) جس کا طریقہ یہ ہے کہ وتروں کی تیسری رکعت میں قرائت سے فارغ ہوکر تکبیر کہے، اور تکبیر کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ (تکبیرِ تحریمہ کی طرح) کانوں تک اٹھائے، پھر ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھے، اور پھر دعائے قنوت سے فارغ ہوکر تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔ لے

مسئلہ نمبر۲۶...... وتر کی نماز میں کئی فقہاء کے نزدیک دعائے قنوت سنت ہے، اور اکثر حنفیہ کے نزدیک اگرچہ واجب ہے، مگر کسی مخصوص دعا کا پڑھنا واجب نہیں، بلکہ کسی بھی دعا کے پڑھ لینے سے یہ واجب ادا ہوجاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اقتدی بإمام قد رعف وهو يعتقد أن طهارته باقية؛ لأنه مجتهد فيه فطهارته باقية في حقه. وقيل لا يصح الاقتداء في الرعاف والحجامة وبه قال الأكثرون (البناية شرح الهداية، ج ۲ ص ۵۰۲، كتاب الصلاة، القنوت في الوتر)

دراصل یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ امام ومقتدی کا زعم مختلف ہونے کی صورت میں مقتدی کے زعم کا اعتبار ہوگا یا امام کے زعم کا، مقتدی کے زعم معتبر ہونے کا قول حنفیہ کی کتب میں اصح قرار دیا گیا ہے، اور اکابر کے فتاویٰ بھی اسی کے مطابق ہیں۔

ملاحظہ ہو: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد۳ صفحہ۱۴۵، ۱۵۴، ۲۲۳، ۲۳۷، ۲۵۴، ۲۶۹، ۲۷۰- امداد الاحکام جلد اصفحہ ۵۳۷ و صفحہ ۵۹۲- امداد المفتیین صفحہ ۳۱۷- احسن الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۲- وفتاویٰ محمودیہ جلد اصفحہ ۲۶۱، جلد ۲ صفحہ ۷۱ وصفحہ ۹۵ و جلد ۵ صفحہ ۲۹۴ وجلد ۹ صفحہ ۶۲ وجلد ۱۶ صفحہ ۳۴۹- آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ وصفحہ ۲۵۸ و ۲۵۹- فتاویٰ حقانیہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۴- فتاویٰ عثمانی جلد اصفحہ ۵۱۷، وصفحہ ۵۱۹۔

اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ’’غیر حنفی کی اقتداء میں نماز کا حکم‘‘ میں بیان کردی ہے۔ محمد رضوان

لے وقال أبو حنيفة رحمه الله القنوت في الوتر قبل الركعة الثالثة إذا فرغ من السورة كبر ورفع يديه ثم خفضهما ثم دعا ثم كبر فلم يرفع يديه ثم ركع (الحجة على أهل المدينة، ج ۱ ص ۱۹۹، باب عدد الوتر)

وَاخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي القُنُوتِ فِي الوِتْرِ. فَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ القُنُوتَ فِي الوِتْرِ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا، وَاخْتَارَ القُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ المُبَارَكِ، وَإِسْحَاقُ، وَأَهْلُ الكُوفَةِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ إِلَّا فِي النِّصْفِ الآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَكَانَ يَقْنُتُ بَعْدَ الرُّكُوعِ. وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ إِلَى هَذَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ (سنن الترمذي، تحت حديث رقم ۴۶۴، ابواب الوتر، باب ما جاء في القنوت في الوتر)

Idara Ghufran

اور مشہور دعا جو "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ" آخر تک پڑھی جاتی ہے، خاص اس کا پڑھنا سنت ومستحب ہے، لہٰذا کسی دوسری دعا کے پڑھ لینے سے بھی واجب ادا ہو جاتا ہے۔ ل

ل أما الأول فالقنوت واجب عند أبي حنيفة وعندهما سنة، والكلام فيه كالكلام فى أصل الوتر(بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۷۳،فصل فى القنوت)

قوله :وقنوتُ الوتر؛ القنوت لغة؛ مطلقُ الدعاء ، وهو المرادُ هاهنا لا خصوصُ الدعاء الذى تقرأه أكثرُ الحنفيَّة من :اللهم إنّا نستعينكُ ونستغفرك الخ؛ فإنّ الواجبَ هو قراءةُ مطلقِ الدعاءِ فى الركعةِ الآخرةِ من الوتر .كذا فى غنية المستملى وغيره، وفى الاكتفاءِ عليه إشارةٌ إلى أنَّ رفعَ اليدين عند القنوتِ والتكبيرُ عند ابتدائهِ ليس بواجب، وهو الصحيح، كما حقَّقه صاحب البحر وغيره(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية،كتابُ الصَّلاة)

(قوله وقراءة قنوت الوتر) أقحم لفظ (قراءة) إشارة إلى أن المراد بالقنوت الدعاء لا طول القيام كما قيل، وحكاهما فى المجتبى، وسيجىء فى محله .ابن عبد الرزاق :ثم وجوب القنوت مبنى على قول الإمام :وأما عندهما فسنة، فالخلاف فيه كالخلاف فى الوتر كما سيأتى فى بابه (قوله وهو مطلق الدعاء) أى القنوت الواجب يحصل بأى دعاء كان فى النهر، وأما خصوص :اللهم إنا نستعينك فسنة فقط، حتى لو أتى بغيره جاز إجماعا (رد المحتار على الدر المختار ج ا ص۴۶۸، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

واختلف المشايخ فى حقيقة القنوت الذى هو واجب عنده؛ فنقل فى المجتبى أنه طول القيام دون الدعاء ، وفى الفتاوى الصغرى العكس، وينبغى تصحيحه بحر .قال فى المغرب :وهو المشهور، وقولهم دعاء القنوت إضافة بيان اهـ ومثله فى الإمداد .ثم القنوت واجب عنده سنة عندهما كالخلاف فى الوتر كما فى البحر والبدائع، لكن ظاهر ما فى غرر الأفكار عدم الخلاف فى وجوبه عندنا، فإنه قال :القنوت عندنا واجب .وعند مالك مستحب .وعند الشافعى من الأبعاض .وعند أحمد سنة تأمل . (قوله ويسن الدعاء المشهور) قدمنا فى بحث الواجبات التصريح بذلك عن النهر .وذكر فى البحر عن الكرخى أن القنوت ليس فيه دعاء مؤقت لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب .وذكر الإسبيجابى أنه ظاهر الرواية .وقال بعضهم :المراد ليس فيه دعاء مؤقت ما سوى :اللهم إنا نستعينك .وقال بعضهم :الأفضل التوقيت ورجحه فى شرح المنية تبركا بالمأثور اهـ. والظاهر أن القول الثانى والثالث متحدان، وحاصلهما تقييد ظاهر الرواية بغير المأثور كما يفيده قول الزيلعى .وقال فى المحيط والذخيرة : يعنى من غير قوله اللهم إنا نستعينك إلخ واللهم اهدنا إلخ اهـ فلفظ يعنى بيان لمراد محمد فى ظاهر الرواية، فلا يكون هذا القول خارجا عنها، ولذا قال فى شرح المنية :والصحيح أن عدم التوقيت فيما عدا المأثور لأن الصحابة اتفقوا عليه ولأنه ربما يجرى على اللسان ما يشبه كلام الناس إذا لم يؤقت ثم ذكر اختلاف الألفاظ الواردة فى اللهم إنا نستعينك إلخ .ثم ذكر أن الأولى أن يضم إليه اللهم اهدنى إلخ وأن ما عدا هذين فلا توقيت فيه، ومنه ما عن ابن عمر "أنه كان يقول بعد عذابك الجد بالكفار ملحق :اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی وجہ سے اگر کسی نے دعائے قنوت کا کچھ حصہ یا پوری دعائے قنوت ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھ لی تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۷...... اگر کسی کو مشہور دعائے قنوت پوری یاد نہیں ہے تو جتنی یاد ہے اتنی پڑھ لے اور اگر بالکل یاد نہیں تو اس کی جگہ

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھ لے

یا " اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" تین بار پڑھ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وألف بين قلوبهم، وأصلح ذات بينهم، وانصرهم على عدوك وعدوهم .اللهم العن كفرة الكتاب الذين يكذبون رسلك ويقاتلون أولياءك .اللهم خالف بين كلمتهم، وزلزل أقدامهم، وأنزل عليهم بأسك الذى لا يرد عن القوم المجرمين "ومنه ما أخرجه الأربعة وحسنه الترمذى أنه - عليه الصلاة والسلام - كان يقول فى آخر وتره :اللهم إنى أعوذ برضاك من سخطك، وبمعافاتك، من عقوبتك، وأعوذ بك منك، لا أحصى ثناء عليك، أنت كما أثنيت على نفسك وغير ذلك من الأدعية التى لا تشبه كلام الناس .ومن لا يحسن القنوت يقول (ربنا آتنا فى الدنيا حسنة) (البقرة: ۲۰۱) الآية .وقال أبو الليث يقول :اللهم اغفر لى يكررها ثلاثا، وقيل يقول :يا رب ثلاثا، ذكره فى الذخيرة .اهـ.أقول :هذا يفيد أن ما فى البحر من قوله ذكر الكرخى أن مقدار القيام فى القنوت مقدار سورة (إذا السماء انشقت)وكذا ذكر فى الأصل اهـ بيان للأفضل، أو هو مبنى على القول بأن القنوت الواجب هو طول القيام لا الدعاء تأمل .هذا، وذكر فى الحلية أن ما مر من أنه -صلى الله عليه وسلم -كان يقول فى آخر وتره اللهم إنى أعوذ برضاك من سخطك إلخ .جاء فى بعض روايات النسائى أنه كان يقوله إذا فرغ من صلاته وتبوأ مضجعه(ردالمحتار، ج۲ ص۶،۷، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(ثُمَّ يَقْنُتُ فِيهِ) أى فى الوتر وجوباً .لِمَا روى الدَّارَقُطْنِيّ عن سُوَيد بن غَفَلة قال :سمعت أبا بكر وعمر وعلياً۔رَضِيَ الله عنهم۔يقولون :قَنَتَ رسول الله صلى الله عليه وسلم فى آخر الوتر، وكانوا يفعلون ذلك .والمواظبة دليل الوجوب، إلَّا أنْ يقوم دليل على عدمه .وقال بعض المحققين :ولم نقف بعد على دليل نقلى فى رفع اليدين والتكبير، ولا على ما يقتضى وجوب القنوت.وأما (قول صاحب الهداية :لقوله عليه الصلاة والسلام للحسن حين علمه دعاء القنوت): اجعل هذا فى وترك .فلم يوجد فيه لفظ الأمر .وعلى تقدير وجوده لا يدل على الوجوب، لعدم بلوغ الحسن حينئذٍ، فإذا لم يجب على المأمور، لا يجب على غيره .وكذا قوله عليه الصلاة والسلام :لا تُرفع الأيدى إلا فى سبع مواطن لم يَعُدَّ الوتر منها فى الحديث (شرح النقاية،فصلٌ فى الوِتْرِ والنَّوَافِلِ)

وعندى الْقُنُوت والتكبير ثابت كما مر فى الدلائل ولكن كون سنتهما راجح، كماهو قول الصاحبين رحمهما الله .م.ر.ن.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

یا پھر ’’یَارَبِّ‘‘ تین مرتبہ کہہ لے۔

لیکن جلد از جلد اسے مسنون وماثور دعائے قنوت یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲۸...... مشہور دعائے قنوت یعنی ’’اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ الخ‘‘ کے ساتھ اگر احادیث میں مذکور دوسری مسنون دعا بھی ملا کر پڑھ لی جائے، تو کوئی حرج نہیں، بلکہ بعض کے نزدیک بہتر ہے۔

اور اگر احادیث میں مذکور کسی دوسری مسنون دعائے قنوت (مثلاً حضرت علی یا حضرت حسن سے مروی دعائے قنوت) کے پڑھنے پر اکتفاء کرے تو بھی کوئی گناہ نہیں، بلکہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک دیگر مسنون دعائیں ہی افضل ہیں۔ [۲]

---

[۱] من لا يحسن القنوت يقول (ربنا آتنا فى الدنيا حسنة) الآية وقال أبو الليث يقول : اللهم اغفر لى يكررها ثلاثا، وقيل يقول :يا رب ثلاثا، ذكره فى الذخيرة اهـ (ردالمحتار، ج۲ص۷، باب الوتر والنوافل)

ومن لا يحسن القنوت بالعربية أو لا يحفظه ففيه ثلاثة أقوال مختارة قيل يقول يا رب ثلاث مرات ثم يركع وقيل يقول اللهم اغفر لى ثلاث مرات وقيل اللهم ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة وقنا عذاب النار والظاهر أن الاختلاف فى الأفضلية لا فى الجواز وأن الأخير أفضل لشموله وأن التقييد بمن لا يحسن العربية ليس بشرط بل يجوز لمن يعرف الدعاء المعروف أن يقتصر على واحد مما ذكر لما علمت أن ظاهر الرواية عدم توقيته (البحرالرائق، ج۲ص۴۵، باب الوتر والنوافل)

وَمَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَى هَذَا يَقُولُ :اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ثَلَاثًا وَهُوَ اخْتِيَارُ الْإِمَامِ أَبِي اللَّيْثِ أَوْ يَقُولُ :اللَّهُمَّ (رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) (البقرة: ۲۰۱) كَمَا فِي مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۱۲۹، باب الوتر والنوافل)

ومن لا يحسن دعاء القنوت قال المرغيناني :يقول على وجه الاستحباب اللهم اغفر لى ثلاثا .وفى " الواقعات " و "الذخيرة" :"اللهم اغفر لنا ثلاثا أو أكثر، وقيل :يقول يا رب ثلاثا ذكره فى " الذخيرة "، وقيل :يقول ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة، وهو اختيار بعض المشايخ (البناية شرح الهداية، ج۲ص۵۰۴، باب صلاة الوتر)

ومن لا يحسن القنوت يقول ربنا آتنا فى الدنيا حسنة إلخ قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى يقول اللهم اغفر لى ويكرر ثلاثاً(فتاوىٰ قاضیخان، كتاب الصلاة)

[۲] وقال بعض مشايخنا :المراد من قوله ليس فى القنوت دعاء موقت ما سوى قوله اللهم إنا نستعينك؛ لأن الصحابة -رضى الله عنهم -اتفقوا على هذا فى القنوت فالأولى أن يقرأه .ولو قرأ غيره جاز ولو قرأ معه غيره كان حسنا، والأولى أن يقرأ بعده ما علم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -الحسن بن على -رضى الله عنهما -فى قنوته اللهم اهدنا فيمن هديت إلى آخره، وقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چنانچہ احادیث میں ایک دعائے قنوت اس طرح آئی ہے کہ:

"اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ، وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ، لَا أُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ، أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ"

ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں، آپ کی رضا کے ذریعہ سے، آپ کی ناراضگی سے، اور آپ کی معافی کے ذریعہ سے آپ کے عذاب سے، اور میں پناہ چاہتا ہوں، آپ کے ذریعہ سے آپ سے، میں شمار نہیں کرسکتا آپ کی تعریف کو، آپ ویسے ہی ہیں، جیسی کہ آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے (سنن نسائی) [1]

اور ایک دعائے قنوت اس طرح آئی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعضهم :الأفضل فى الوتر أن يكون فيه دعاء موقت؛ لأن الإمام ربما يكون جاهلا فيأتى بدعاء يشبه كلام الناس فيفسد الصلاة، وما روى عن محمد أن التوقيت فى الدعاء يذهب رقة القلب محمول على أدعية المناسك دون الصلاة لما ذكرنا(بدائع الصنائع، ج ١ ص ٢٧٣،فصل فى القنوت)

ولو قرأ غيره جاز ولو قرأ معه غيره كان حسنا والأولى أن يقرأ بعده ما علمه رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن بن على فى قنوته اللهم اهدنى فيمن هديت إلى آخره(البحر الرائق، ج٢ ص ٤٥، باب الوتر و النوافل)

واختلف الفقهاء فيما يقنت به من الدعاء . فقال الكوفيون ومالك ليس فى القنوت دعاء موقت ولكنهم يستحبون ألا يقنت إلا بقولهم اللهم إنا نستعينك ونستهديك ونستغفرك ونؤمن بك ونخنع لك ونخلع ونترك من يكفرك اللهم إياك نعبد ولك نصلى ونسجد وإليك نسعى ونحفد نرجوا رحمتك ونخشى عذابك الجد إن عذابك بالكافرين ملحق ، وهذا يسميه العراقيون السورتين ويرون أنها فى مصحف أبى بن كعب وقال الحسن بن حى والشافعى وإسحاق بن راهويه يقنت باللهم اهدنى فيمن هديت وعافنى فيمن عافيت وتولنى فيمن توليت اللهم قنى شر ما قضيت وبارك لى فيما أعطيت فإنك تقضى بالحق ولا يقضى عليك وأنه لا يذل من واليت تباركت ربنا وتعاليت ، وهذا يرويه الحسن بن على من طرق ثابتة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمه هذا الدعاء يقنت به فى الصلاة ، وقال عبد الله بن داود من لم يقنت بالسورتين فلا تصل خلفه ، قال أبو عمر هذا خطأ بين وخلاف للجمهور وللأصول(الاستذكار، باب القنوت فى الصبح)

[1] رقم الحديث ١٧٤٧،كتاب قيام الليل وتطوع النهار،باب الدعاء فى الوتر، ابوداوٗد، رقم الحديث ١٤٢٧، سنن ترمذى، رقم الحديث ٣٥٦٦، باب فى دعاء الوتر ، مسند احمد، رقم الحديث ٧٥١.

Idara Ghufran

”اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَ، وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ، إِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ، وَإِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ“

ترجمہ: یااللہ! مجھے ہدایت دیجیے اُن لوگوں میں جن کو آپ نے ہدایت عطا فرمائی، اور عافیت دیجیے مجھے ان لوگوں میں جن لوگوں کو آپ نے عافیت عطا فرمائی، اور کارسازی فرمائیے، میری اُن لوگوں میں جن کی آپ نے کارسازی فرمائی، اور برکت عطا فرمائیے مجھے اُن چیزوں میں جو آپ نے مجھے عطا فرمائیں، اور حفاظت فرمائیے میری اُن چیزوں کے شر سے جن کا آپ نے فیصلہ فرمایا، بے شک آپ ہی فیصلہ کرنے والے ہیں، اور آپ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، بے شک جس کی آپ مدد فرمائیں، وہ ذلیل نہیں ہوسکتا، اور جس سے آپ بیزاری فرمائیں، وہ کبھی عزت نہیں پاسکتا، آپ بابرکت ہیں، ہمارے رب ہیں، اور بلند وبالا ہیں (ابوداؤد) [1]

مسئلہ نمبر ۲۹...... وتر کی نماز میں دعائے قنوت سے پہلے، تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہنے کے واجب یا سنت ہونے میں حنفیہ کا اختلاف ہے۔

لہٰذا اگر یہ تکبیر بھولے سے چھوٹ جائے، تو سجدۂ سہو نہ کرنے کی بھی گنجائش ہے، اور اگر کوئی کرلے، تو احتیاط ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۲۵، باب القنوت فی الوتر، واللفظ لہٗ، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۲۷۰۱، سنن البیھقی، رقم الحدیث ۳۱۳۸، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، رقم الحدیث ۱۷۶۱، مسنداحمد، رقم الحدیث ۱۷۱۸، ترمذی، رقم الحدیث ۴۶۴، سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۷۴۵.

[2] (قولہ وکذا تکبیر قنوتہ) أی الوتر. قال فی البحر فی باب سجود السھو: ومما ألحق بہ: أی بالقنوت تکبیرہ؛ وجزم الزیلعی بوجوب السجود بترکہ: وذکر فی الظھیریۃ أنہ لو ترکہ لا روایۃ فیہ، وقیل یجب السجود اعتبارا بتکبیرات العید، وقیل لا. اھـ. وینبغی ترجیح عدم الوجوب لأنہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۰...... رکوع سے پہلے دعائے قنوت کے وقت میں جو تکبیر کہی جاتی ہے، حنفیہ کے نزدیک وہ تکبیر دعائے قنوت کے افتتاح کے لئے ہے، اس لئے اس تکبیر کے وقت میں ہاتھ اٹھانے کی وہی کیفیت ہوگی، جو تکبیرِ تحریمہ کے وقت میں ہوتی ہے۔

بعض لوگ دعائے قنوت کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت پہلے دونوں ہاتھ نیچے چھوڑتے ہیں پھر اَللّٰہُ اَکْبَر کے لئے کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

شرعاً اس کی ضرورت نہیں بلکہ نیچے لے جائے بغیر اٹھالینا کافی ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الأصل، ولا دليل عليه، بخلاف تكبيرات العيد اھ (قوله وتكبيره ركوع الثالثة زيلعي) كذا عزاه إلى الزيلعي في النهر، وتبعه الشارح. قال السيد أبو السعود في حواشي مسكين في باب سجود السهو: قال شيخنا: هذا سهو لعدم وجوده في الزيلعي، لا في الصلاة ولا في السهو، ولعله سبق نظره إلى ما ذكره الزيلعي بقوله ولو ترك التكبيرة التي بعد القراء ة قبل القنوت سجد للسهو، فتوهم أن هذه تكبيرة الثالثة من الوتر وليس كذلك. وإنما هي تكبيرة القنوت اھ وكذا نبه الرحمتي على أنه لم يجده فيه (رد المحتار على الدر المختار، ج ا ص ۴۶۸، ۴۶۹، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

ولو ترك التكبيرة التي بعد القراء ة قبل القنوت سجد للسهو ولأنها بمنزلة تكبيرات العيد كذا في التبيين (الفتاوى الهندية، ج ا ص ۱۲۸، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو)

وكذلك يجب سجود السهو في ترك التكبير الأولى، في القنوت (وعليه المحققون من أصحابنا (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ا ص ۵۰۱، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع في بيان ما يجب به سجود السهو وما لا يجب)

قوله: وقنوتُ الوترِ؛ القنوت لغة؛ مطلقُ الدعاء، وهو المرادُ هاهنا لا خصوصُ الدعاء الذي تقرأه أكثرُ الحنفيَّة من: اللهم إنّا نستعينكُ ونستغفرك الخ؛ فإنّ الواجبَ هو قراءةُ مطلقِ الدعاءِ في الركعةِ الآخرةِ من الوتر. كذا في غنية المستملي وغيره، وفي الاكتفاءِ عليه إشارةٌ إلى أنَّ رفعَ اليدين عند القنوتِ والتكبيرُ عند ابتدائهِ ليس بواجب، وهو الصحيح، كما حقَّقه صاحب البحر وغيره (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، كتابُ الصَّلاة)

وقَبلَ رُكُوعِ الثَّالِثَةِ يُكَبِّرُ) أى استحباباً (رَافِعَاً يَدَيْهِ) أى حِذَاء أذنيه، لأن الحالة قد اختلفت (شرح النقاية، فصلٌ في الوترِ والنَّوافلِ)

[۲] حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ سُلَيْمَانَ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ, عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ ": تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ, وَفِي التَّكْبِيرِ لِلْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ, وَفِي الْعِيدَيْنِ, وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ, وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ, وَبِجُمْعٍ وَعَرَفَاتٍ, وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ" قَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ: فَأَمَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدَيْنِ, وَفِي الْوِتْرِ, وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ, فَيَجْعَلُ ظَهْرَ كَفَّيْهِ إِلَى وَجْهِهِ, وَأَمَّا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۳۱...... وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے وقت مناسب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ آگے باندھ کر رکھے جائیں، اور اگر کوئی چھوڑ کر رکھے، تو بھی گناہ نہیں۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فِي الثَّلَاثِ الْأُخَرِ ,فَيَسْتَقْبِلُ بِبَاطِنِ كَفَّيْهِ وَجْهَهُ فَأَمَّا مَا ذَكَرْنَا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ,فَقَدِ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى ذَلِكَ جَمِيعًا وَأَمَّا التَّكْبِيرَةُ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ ,فَإِنَّهَا تَكْبِيرَةٌ زَائِدَةٌ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ ,وَقَدْ أَجْمَعَ الَّذِينَ يَقْنُتُونَ قَبْلَ الرُّكُوعِ عَلَى الرَّفْعِ مَعَهَا فَالنَّظَرُ عَلَى ذَلِكَ ,أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ كُلُّ تَكْبِيرَةٍ زَائِدَةٍ فِي كُلِّ صَلَاةٍ ,فَتَكْبِيرُ الْعِيدَيْنِ الزَّائِدُ فِيهَا عَلَى سَائِرِ الصَّلَاةِ ,كَذَلِكَ أَيْضًا وَأَمَّا عِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ ,فَإِنَّ ذَلِكَ جُعِلَ تَكْبِيرًا يُفْتَتَحُ بِهِ الطَّوَافُ ,كَمَا يُفْتَتَحُ بِالتَّكْبِيرِ الصَّلَاةُ وَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا(شرح معانی الآثار،تحت حديث رقم ۳۸۲۵،بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ)

(وإذا أراد أن يقنت كبر) ش :يعني مصلى الوتر إذا فرغ من القراء ة في الركعة الثالثة كبر، خلافا لبعض أصحاب الشافعي .وقال أحمد :إذا قنت قبل الركوع كبر ثم أخذ في القنوت .قال في " المغني "لابن قدامة، وقد روى عن عمر -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -أنه كان إذا فرغ من القراء ة كبر، ومن يقنت بعد الركوع يكبر حين يركع، ونقل عن المزني أنه قال :زاد أبو حنيفة تكبيرة في القنوت لم تثبت في السنة ولا دل عليها قياسه، وقال أبو نصر الأقطع :هذا خطأ منه، فإن ذلك روى عن علي وابن عمر والبراء بن عازب -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ -والقياس يدل عليه أيضا، وأشار إليه المصنف بقوله م :(لأن الحالة قد اختلفت) ش :أي لأن حالة المصلي قد اختلفت؛ لأنه كان في حالة قراء ة القرآن ثم ينتقل إلى حالة قراء ة القنوت والحالتان مختلفتان، والتكبير في الصلاة عند اختلاف الحالة مشروع كما في حال الانتقال من القيام إلى الركوع ومن القومة إلى السجود.فإن قلت :كان ينبغي أن يكبر بين الثناء والقراء ة لاختلاف الحالة .قلت :الثناء مكمل للتكبير؛ لأنه يجانسه لكونه ثناء، وأما القنوت فواجب فيفرد بحكم على حدة، ولأن رفع اليد ثبت بالحديث الذي يأتي الآن وأنه غير مشروع بلا تكبير كما في تكبيرة الافتتاح وتكبيرات العيدين(البناية شرح الهداية، ج۲ص۴۹۲، باب صلاة الوتر)

والثالث رفع اليدين عند القنوت ففي قول ابي حنيفة واحدى الروايتين عن ابي يوسف ومحمد يرفع في الوتر اليدين كما يرفع في الافتتاح.وفي قول ابي عبد الله واحدى الروايتين عن ابي يوسف وقول مالك لا يرفع ولكن يقلبها للدعاء القنوت قبل الركوع او بعده(النتف في الفتاوىٰ، ج ا ص۱۰۳،۱۰۴، كتاب الصلاة،رفع اليدين عند القنوت)

ل والأصل أن كل قيام فيه ذكر مسنون يعتمد فيه وما لا فلا هو الصحيح، فيعتمد في حالة القنوت وصلاة الجنازة، ويرسل في القومة وبين تكبيرات الاعياد(الهداية شرح البداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

والصحيح ما قاله شمس الأئمة الحلواني وهو الذي أشار إليه في الكتاب أن كل قيام فيه ذكر مسنون، فالسنة فيه الاعتماد كما في حالة الثناء والقنوت وصلاة الجنازة، وكل قيام ليس فيه ذكر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۳۲...... وتر کی نماز تنہا بغیر جماعت کے پڑھنے والے شخص کو بلند آواز سے سورہ فاتحہ اور دوسری سورت کی قرائت کرنا جائز ہے، اور جہاں تک دعائے قنوت کا مسئلہ ہے، تو افضل یہ ہے کہ دعائے قنوت آہستہ آواز میں پڑھے، اور اگر کبھی اونچی آواز میں پڑھ لے، تو بھی گناہ نہیں۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مسنون فالسنة فيه الإرسال فيرسل فى القومة عن الركوع وبين تكبيرات الأعياد، وبه كان يفتى شمس الأئمة السرخسى وبرهان الأئمة والصدر الشهيد. وذكر فى فتاوى قاضى خان: وكلما فرغ من التكبير يضع يده اليمنى على اليسرى تحت السرة، وكذا فى تكبيرات العيد وتكبيرات الجنازة والقنوت ويرسل فى القومة(العناية، ج ا ص ۲۸۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

(ووقت) قراء ة (الثناء) فى سائر الصلوات (و) وقت قراء ة (القنوت) فى الوتر (يأخذ اليد باليد على قول أكثر المشايخ) اختيارا منهم لقول أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله وعند أبى حفص الفضلى يرسل فى جميع ذلك اختيارا منه لقول محمد رحمه الله(منية المصلى، كتاب الصلاة)

واختلفوا أنه يرسل يديه فى القنوت أم يعتمد والمختار أنه يعتمد. هكذا فى فتاوى قاضى خان (الفتاوى الهندية، ج ا ص ١١١، كتاب الصلاة، الباب الثامن فى الوتر)

يضع يديه فى القنوت وصلاة الجنازة عندهما؛ لأن فيهما ذكرا مسنونا (خلافا له) أى لمحمد فيرسل فيهما عنده لعدم القراء ة(مجمع الانهر، ج ا ص ۹۴، باب صفة الشروع فى الصلاة)

؎ اقول: الوتر داخل فى صلاة الليل، ويجوز فى صلاة الليل الجهر فى القراء ة. محمد رضوان.

(وخير المنفرد) بين الجهر والإخفاء (فى نفل الليل) ؛ لأن النوافل أتباع الفرائض لكونها مكملات لها فيخير فيها كما يخير فى الفرائض، وإن كان إماما جهر لما ذكر من أنها أتباع الفرائض؛ ولهذا يخفى فى نوافل النهار، ولو كان إماما .(وفى الفرض الجهرى إن كان فى وقته) أى إذا أراد المنفرد أداء الجهرى خير إن شاء جهر لكونه إمام نفسه، وإن شاء خافت؛ إذ ليس خلفه من يسمعه.(وفضل الجهر) ليكون الأداء على هيئة الجماعة وروى أن من صلى على تلك الهيئة صلت بصلاته صفوف من الملائكة(مجمع الانهر، ج ا ص ۱۰۳، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فى احكام القراء ة فى الصلاة)

والمنفرد إن شاء جهر ، وإن شاء خفت(الاختيار لتعليل المختار، كتاب الصلاة، فصل فى التراويح)

وأما صفة دعاء القنوت من الجهر والمخافتة فقد ذكر القاضى فى شرحه مختصر الطحاوى أنه إن كان منفردا فهو بالخيار إن شاء جهر وأسمع غيره وإن شاء جهر وأسمع نفسه وإن شاء أسر كما فى القراء ة وإن كان إماما يجهر بالقنوت لكن دون الجهر بالقراء ة فى الصلاة والقوم يتابعونه هكذا إلى قوله إن عذابك بالكفار ملحق، وإذا دعا الإمام بعد ذلك هل يتابعه القوم؟ ذكر فى الفتاوى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۳...... جماعت سے وتر پڑھے جانے کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز میں دعائے قنوت پڑھیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اختلافا بين أبي يوسف ومحمد، في قول أبي يوسف يتابعونه ويقرء ون وفي قول محمد لا يقرء ون ولكن يؤمنون، وقال بعضهم إن شاء القوم سكتوا (بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۷۴،فصل في القنوت)

وأما الثاني فعن محمد يقنت الإمام ويسكت المقتدى، وهذا كقول بعضهم في القنوت يتحمله الإمام عن المقتدى كالقراء ة ويجهر به، والأصح أنه يقنت كالإمام، ثم هل يجهر به الإمام؟ اختاره أبو يوسف في رواية ويتابعونه إلى بالكفار ملحق، وإذا دعا الإمام :يعني اللهم اهدني فيمن هديت أو غيره بعد ذلك هل يتابعونه؟ ذكر في الفتاوى خلافا بين أبي يوسف ومحمد في قول محمد لا ولكن يؤمنون، وقال بعضهم :إن شاء وا سكتوا، وقال الشيخ أبو بكر محمد بن الفضل :عندى يخفى الإمام، وكذا المقتدى لأنه ذكر كسائر الأذكار وثناء الافتتاح............وأما المنفرد ففي البدائع نقلا عن شرح مختصر الطحاوي للقاضي أنه مخير فيه بين الجهر والإخفاء كالقراء ة، والذي يقتضيه اختيار من اختار الإخفاء ، واختار المصنف تبعا لابن الفضل -رحمه الله- الإخفاء وهو الأولى، وفي الحديث خير الذكر الخفي ولأنه المتوارث في مسجد أبي حفص الكبير وهو من أصحاب محمد فهو ظاهر في أنه علمه من محمد في القنوت(فتح القدير ج ا ص ۴۳۸، كتاب الصلاة، باب صلاة الوتر)

السادس :إنه يجهر بالقنوت أو يخافت به وقع في بعض الكتب أن على قول محمد رحمه الله يخافت؛ لأنه دعاء والسبيل في الدعاء الإخفاء ، على قول أبي يوسف رحمه الله يجهر به لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلّمأنه كان يجهر به، حتى روى أن الصحابة رضى الله عنهم تعلموا القنوت في قراء ة رسول الله عليه السلام، ووقع في بعض الكتب الخلاف على عكس هذا على قول أبي يوسف رحمه الله (كانت) به، وعلى قوله محمد رحمه الله يجهر به وذكر القاضي الإمام علاء الدين المعروف ....رحمه الله في شرح المختلفات :أن المنفرد يخافت بالقنوت، والإمام يخافت عند بعض المشايخ .منهم :الشيخ الإمام أبو بكر بن محمد الفضل، والشيخ الإمام أبو حفص الكبير رحمه الله فلولا علم في إشارة محمد بن الحسن رحمة الله عليه :أنه من سنّته المخافتة وإلا لما خالف أستاذه، وهذا لأنه دعاء على الحقيقة وخير الدعاء الخفي قال رحمه الله، وقد كانوا يستحسنون الجهر في بلاد العجم، ليتعلموا كما جهر عمر رضى الله عنه إلينا حين قدم وفد العراق، وقال بعض مشايخ زماننا إن كان الغالب في الفقه أنهم لا يعلمون دعاء القنوت،فالإمام يجهر به ليتعلموا منه .وقد صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلّمجهر به، والصحابة تعلموا القنوت في قراء ته، وإن كان الغالب فيهم أنهم يعلمون يخفى به، لأنه دعاء ، والسبيل في الدعاء الخفية، وقال بعض المشايخ :يجب أن يجهر به، لأن له شبهاً بالقرآن، فإن الصحابة رضوان الله عليهم اختلفوا فيه، قال بعضهم هما سورتان من القرآن ويجهر بما هو فرض على الحقيقة، فكذا بما له نسبة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور اگر کوئی امام جہری آواز میں دعائے قنوت پڑھے، تاکہ مقتدیوں کو بھی دعائے قنوت یاد ہوجائے، تو بھی بعض کے نزدیک گنجائش ہے، اس صورت میں مقتدی کو دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ امام کی دعا کے ساتھ آہستہ آواز میں آمین کہتا رہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالقرآن، وقال صاحب شرح الطحاوی :الإمام یجهر بالقنوت، ویکون ذلک الجهر دون الجهر بالقراء ة فی الصلاة.السابع :فی بیان المقتدی هل یقرأ القنوت؟ذکر القاضی الإمام عز الدین فی شرح المختلفات :إن علی قول أبی یوسف رحمه الله :یقرأ، وعلی قول محمد رحمه الله :لا یقرأ، وهکذا ذکر فی الفتاوی ، وذکر فی موضع آخر أن القوم یُؤمنون عند محمد رحمه الله ویسکتون، عند أبی یوسف رحمه الله القوم بالخیار إن شاؤوا قرأوا، وإن شاؤوا سکتوا .وقال محمد رحمه الله: إن شاؤوا قرؤوا وإن شاؤوا أمنوا لدعائه، وذکر الطحاوی رحمه الله :أن القوم یتابعونه إلی قوله؛ إن عذابک بالکفار ملحق، فإذا دعا الإمام، فعند أبی یوسف رحمه الله یتابعونه، وعند محمد رحمه الله یؤمنون(المحیط البرهانی، ج ا ص ۴۷۱، ۴۷۲، الفصل الثالث عشر فی التراویح والوتر)

[1] قال أبو یوسف :إذا قنت فی الوتر لا یجهر ، ویقنت المقتدی أیضا لأنه دعاء ، والأفضل فیه الإخفاء .وقال محمد :یجهر الإمام ویؤمن المأموم ، ولا یقرأ لشبهه بالقرآن ، واختلاف الصحابة هل هو منه أم لا ؟والمنفرد إن شاء جهر ، وإن شاء خفت(الاختیار لتعلیل المختار،کتاب الصلاة،فصل فی التراویح)

والمختار فی القنوت الإخفاء فی حق الإمام والقوم،هکذا فی النهایة ویخافته المنفرد وهو المختار: کذا فی شرح مجمع البحرین لابن ملک(الفتاوی الهندیة، ج ا ص ۱۱۱،کتاب الصلاة، الباب الثامن فی الوتر)

(قوله ویتبع المؤتم قانت الوتر) وقال محمد لا یأتی به المأموم بل یؤمن لأن للقنوت شبهة القرآن لاختلاف الصحابة فی قوله اللهم إنا نستعینک أنه من القرآن أو لا فأورث شبهة وهو لا یقرأ حقیقة القرآن فکذا ما له شبهة والمختار ما فی الکتاب کما فی المحیط وغیره وصححوه لأنه دعاء حقیقة کسائر الأدعیة والثناء والتشهد والتسبیحات وظاهر الروایة أنه لا یکره قراء ته للجنب لأنه لیس بقرآن وعلیه الفتوی کما فی الولوالجیة(البحر الرائق شرح کنز الدقائق،ج۲ص۴۸،باب الوتر والنوافل، القنوت فی غیر الوتر)

ولم یقید المصنف القنوت بالمخافتة للاختلاف فیه قال فی الذخیرة استحسنوا الجهر فی بلاد العجم للإمام لیتعلموا کما جهر عمر -رضی الله عنه -بالثناء حین قدم علیه وفد العراق ونص فی الهدایة علی أن المختار المخافتة وفی المحیط علی أنه الأصح وفی البدائع واختار مشایخنا بما وراء النهر الإخفاء فی دعاء القنوت فی حق الإمام والقوم جمیعا لقوله تعالی (ادعوا ربکم تضرعا وخفیة) (الأعراف:۵۵) وقول النبی -صلی الله علیه وسلم -خیر الدعاء الخفی وهو مروی فی صحیح ابن حبان وفصل بعضهم بین أن یکون القوم لا یعلمونه فالأفضل للامام الجهر لیتعلموا وإلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۴...... اگر کسی نے امام کی اقتداء میں وتر کی نماز پڑھی، اور مقتدی نے دعائے قنوت نہیں پڑھی، تو اس مقتدی کی نماز درست ہوجائے گی، اور سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۵...... اگر کوئی وتر میں دعائے قنوت بھول جائے، اور رکوع میں چلا جائے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر سجدۂ سہو واجب ہے، اگرچہ وہ رکوع سے اٹھ کر دوبارہ دعائے قنوت پڑھ لے (کیونکہ رکوع میں چلے جانے سے اس کا محلِ وجوب فوت ہوجاتا ہے) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فالإخفاء أفضل كما فى الذخيرة ومن اختار الجهر به أن يكون دون جهر القراء ة كما فى منية المصلي(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲ ص۴۶،باب الوتر والنوافل)

واختلفوا أنه هل يجهر فى القنوت أم يخافت ويتحمله الإمام عن المقتدى أو لا يتحمل لم يذكر هذا فى ظاهر الرواية وعن أبى يوسف رحمه الله تعالى أن الإمام يجهر بالقنوت ويتخير المؤتم إن شاء قرأ وإن شاء خافت الشيخ وقال أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى عندى أن يخفى الإمام وكذا المقتدى لأنه ذكر كسائر الأذكار وثناء الافتتاح وتكبيرات الركوع والسجود وبعضهم جعل القنوت بمنزلة القراء ة يتحمله الإمام عن المقتدى (فتاوى قاضيخان، كتاب الصلاة)

(ويتبع المؤتم قانت الوتر) أى يتبع المقتدى الإمام القانت فى الوتر فى قنوته ويخفى هو والقوم؛ لأنه دعاء وقيل يجهر الإمام، ذكره فى المفيد وقيل عند محمد يقنت الإمام دون المؤتم كما لا يقرأ والصحيح الأول لأن اختلافهم فى الفجر مع كونه منسوخا دليل على أنه يتابعه فى قنوت الوتر لكونه ثابتا بيقين فصار كالثناء والتشهد والدعاء بعده وتسبيحات الركوع والسجود وفى نوادر ابن رستم رفع الإمام والمأموم صوتهما فى قنوت الوتر أحب إلى (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج۱ ص۱۷۱،باب الوتر والنوافل)

[1] (قوله ويأتى المأموم إلخ) هذا من المسائل الخمس الآتية التى يفعلها المؤتم إن فعلها الإمام، وما مشى عليه المصنف تبعا للكنز هو المختار كما فى البحر عن المحيط. وعبارة المحيط كما فى الحلية قال أبو يوسف: يسن أن يقرأ المقتدى أيضا، وهو المختار، لأنه دعاء كسائر الأدعية. وقال محمد: لا يقرأ بل يؤمن لأن له شبهة القرآن احتياطا اهـ. وهو صريح فى أنه سنة للمقتدى لا واجب، إلا أن يكون مبنيا على ما مر عن البحر من أن القنوت سنة عندهما(ردالمحتار، ج۲ ص۸، باب الوتر والنوافل)

[2] اگر کوئی شخص وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت بھول گیا تو اس کی چار صورتیں ہیں:

(۱)......رکوع میں دعائے قنوت پڑھ لی (۲)......رکوع چھوڑ کر کھڑا ہوگیا اور دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا (۳)......دوبارہ رکوع نہیں کیا (۴)......دعائے قنوت نہ رکوع میں پڑھی اور نہ رکوع کے بعد کھڑے ہوکر پڑھی۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۳۶ ...... اگر وتر کی تیسری رکعت میں امام دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلا گیا، تو اسے چاہئے کہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ کر نہ آئے، اور نماز جاری رکھے، اور آخر میں سجدۂ سہو کرے، لیکن اگر (خود سے یا مقتدیوں کی طرف سے یاددھیانی کرانے پر) قیام کی طرف

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ان چاروں صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہے، لیکن دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے تو دوبارہ کھڑے ہو کر قنوت نہیں پڑھنی چاہئے بلکہ اسی طرح سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کر لینی چاہئے۔

اور یہ تفصیل قنوت کے واجب قرار دینے کی صورت میں ہے، اور جو حضرات قنوت کو واجب قرار نہیں دیتے، بلکہ سنت قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک ترکِ قنوت سے سجدۂ سہو واجب نہیں۔

قلت أَرَأَيْت رجلا نسى الْقُنُوت فِي الْوتر وَذكر ذَلِك بعد مَا رفع رَأسه من الرُّكُوع هَل يقنت قَالَ لَا لَيْسَ عَلَيْهِ قنوت بعد الرُّكُوع .قلت فَهَل عَلَيْهِ سجدتا السَّهْو قَالَ نعم قلت فَإِن قنت بعد مَا رفع رَأسه من الرُّكُوع هَل يسْقط عَنهُ سجدتا السَّهْو قَالَ لَا قلت لم جعلت عَلَيْهِ سَجْدَتى السَّهْو فِي ترك الْقُنُوت وَلَا تجعلهما عَلَيْهِ فِي ترك التَّكْبِير فِي أَيَّام التَّشْرِيق قَالَ لِأَن الْقُنُوت عِنْدِى بِمَنْزِلَة التَّشَهُّد قلت فَمَا لَك لم تجْعَل عَلَيْهِ أَن يقنت بعد الرُّكُوع قَالَ لِأَن مَوضِع الْقُنُوت قبل الرُّكُوع فَإِذا لم يقنت فِي مَوْضِعه لم يكن عَلَيْهِ إِعَادَة وَكَانَ عَلَيْهِ سجدتا السَّهْو إِذا فعل ذَلِك نَاسِيا قلت فَإِن فعل ذَلِك مُتَعَمدا قَالَ قد أَسَاء وَلَا شَيْء عَلَيْهِ(الأصل المعروف بالمبسوط، ج ا ص ۲۵۴،فِي الإِمَام يحدث فَيقدم من فَاتَتْهُ رَكْعَة)

ومنها إذا نسى القنوت حتى ركع ثم تذكر فى الركوع فإنه يمضى على ركوعه ولا يعود إلى القيام ليقنت ،وروى عن أبى يوسف أنه يعود إلى القيام ويقنت كما إذا ترك الفاتحة أو السورة ناسيا وركع فله أن يعود إلى القيام ويقرأها،والصحيح هو الأول(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ص ۲۰۵، باب صلاة الوتر)

وأما حكم القنوت إذا فات عن محله فنقول :إذا نسى القنوت حتى ركع ثم تذكر بعد ما رفع رأسه من الركوع لا يعود ويسقط عنه القنوت وإن كان فى الركوع فكذلك فى ظاهر الرواية.

وروى عن أبى يوسف فى غير رواية الأصول أنه يعود إلى القنوت؛ لأنه له شبها بالقراءة فيعود كما لو ترك الفاتحة أو السورة(بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۷۴، كتاب الصلاة، فصل فى القنوت)

إذا نسى القنوت حتى ركع فذكر فى الركوع، ففى أصحابنا عنه روايتان نسى القنوت، وتذكر فى الركوع فى رواية يعود إلى القيام ويقنت؛ لأن الركوع له حكم القيام الأولى أنه لو أدرك الإمام فى الركوع كان مدركاً للركعة، وهى رواية أخرى يمضى على ركوعه، ولا يرفع رأسه للقنوت؛ لأنها شيء فائت عن وقتها فتسقط بخلاف تكبيرات العيد إذا تذكرها فى الركوع، فإنها لا تسقط.

والفرق :أن محل القنوت القيام المحض، فكذا محل القنوت، ولا يمكن أن يأتى به فى الركوع؛ لأن الركوع ليس بمحله ولا يمكن نقض الركوع لأجله؛ لأن الركوع فرض والقنوت سنّة، ولا يجوز نقض الفرض لأداء السنّة(المحيط البرهانى، ج ا ص ۴۷۱، الفصل الثالث عشر فى التراويح والوتر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لوٹ کر آ گیا، اور اس نے دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا، تو بھی نماز ہو جائے گی، اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کرے گا، مگر اس صورت میں جو نیا مقتدی امام کے ساتھ دوسرے رکوع میں آ کر شریک ہوا، اس کی یہ رکعت معتبر نہیں ہوگی اور اُسے بعد میں تینوں رکعتیں پڑھنی پڑیں گی، کیونکہ امام کے رکوع کا فریضہ پہلی دفعہ کے رکوع سے ادا ہو چکا تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما حكمه إذا فات محله فنقول إذا نسى القنوت حتى ركع ثم تذكر فإن كان بعد رفع الرأس من الركوع لا يعود وسقط عنه القنوت وإن تذكره فى الركوع فكذلك فى ظاهر الرواية كما فى البدائع وصححه فى الخانية وعن أبى يوسف أنه يعود إلى القنوت لشبهه بالقرآن كما لو ترك الفاتحة أو السورة فتذكرها فى الركوع أو بعد رفع الرأس منه فإنه يعود وينتقض ركوعه والفرق على ظاهر الرواية أن نقض الركوع فى المقيس عليه لا كماله لأنه يتكامل بقراء ة الفاتحة والسورة لكونه لا يعتبر بدون القراء ة أصلا وفى المقيس ليس نقضه لا كماله لأنه لا قنوت فى سائر الصلوات والركوع معتبر بدونه فلو نقض لكان نقض الفرض للواجب كذا فى البدائع فإن عاد إلى القيام وقنت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته لأن ركوعه قائم لم يرتفض بخلاف المقيس عليه لأن بعوده صارت قراء ة الكل فرضا والترتيب بين القراء ة والركوع فرض فارتفض ركوعه فلو لم يركع بطلت فلو ركع وأدركه رجل فى الركوع الثانى كان مدركا لتلك الركعة وإنما لم يشرع القنوت فى الركوع مثل تكبيرات العيد إذا تذكرها فى حال الركوع حيث يكبر فيه لأنه لم يشرع إلا فى محض القيام غير معقول المعنى فلا يتعدى إلى ما هو قيام من وجه دون وجه وهو الركوع وأما تكبيرات العيد فلم تختص بمحض القيام لأن تكبيرة الركوع يؤتى بها فى حال الانحطاط وهى محسوبة من تكبيرات العيد بإجماع الصحابة(البحرالرائق، ج۲ ص۴۵، ۴۶، باب الوتر والنوافل)

ولو نسى القنوت فتذكر فى الركوع فالصحيح أنه لا يقنت فى الركوع ولا يعود إلى القيام .هكذا فى التتارخانية فإن عاد إلى القيام وقنت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته .كذا فى البحر الرائق أما إذا رفع رأسه من الركوع ثم تذكر فإنه لا يعود إلى قراء ة ما نسى بالاتفاق .كذا فى المضمرات(الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۱۱، الباب الثامن فى صلاة الوتر)

[1] ولو نسى القنوت فتذكر فى الركوع فيه روايتان والصحيح أنه لا يقنت فى الركوع ولا يعود إلى القيام فإن عاد إلى القيام وقنت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته لأن ركوعه قائم لم يرتفض (فتاویٰ قاضیخان، كتاب الصلاة)

وهذا كله بخلاف ما لو تذكر القنوت فى الركوع فالصحيح أنه لا يعود، ولو عاد وقنت لا يرتفض ركوعه وعليه السهو لأن القنوت إذا أعيد يقع واجبا لا فرضا كما فى شرح المنية، وأما إذا عاد لقراء ة سورة أخرى فلا يرتفض ركوعه كما قدمناه لأنه وقع بعد قراء ة تامة فكان فى موقعه وكان عوده إلى القراء ة غير مشروع كما إذا عاد إلى القنوت بل أولى، والله أعلم (ردالمحتار، ج۲، ص ۸۱، باب سجود السهو)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۷...... امام نے وتر کی تیسری رکعت میں بھولے سے دعائے قنوت پڑھنے کے بجائے رکوع کر دیا اور امام رکوع سے واپس لوٹ کر نہیں آیا جس پر بعض مقتدیوں نے امام کے ساتھ رکوع کیا بعض نے کچھ دیر بعد (خواہ امام کے رکوع سے اُٹھنے کے بعد) رکوع کیا اور بعض نے بالکل رکوع نہیں کیا، اور امام نے بعد میں سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کی، تو اس صورت میں امام اور ان مقتدیوں کی نماز تو صحیح ہو جائے گی جنھوں نے امام کے ساتھ یا امام کے رکوع کے بعد رکوع کر لیا، لیکن ایسے مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوگی جنھوں نے بالکل سرے سے رکوع نہیں کیا (نہ امام کے ساتھ اور نہ امام کے رکوع کے بعد) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لو تذكر الفاتحة أو السورة حيث يعود وينتقض ركوعه لأن بعوده صارت قراء ة الكل فرضا والترتيب بين القراء ة والركوع فرض فارتفض ركوعه، فلو لم يركع بطلت، ولو ركع وأدركه رجل في الركوع الثاني كان مدركا لتلك الركعة بحر ملخصا :أي لأن الركوع الثاني هو المعتبر لارتفاض الأول بالعود إلى القراء ة بخلاف العود إلى القنوت؛ حتى لو عاد وقنت ثم ركع فاقتدى به رجل لم يدرك الركعة لأن هذا الركوع لغو؛ وما نقله ح عن البحر وتبعه ط فيه اختصار مخل فافهم وقدمنا في فصل القراء ة بيان كون القراء ة تقع فرضا بالعود فراجعه.(فرع) ترك السورة دون الفاتحة وقنت ثم تذكر يعود ويقرأ السورة ويعيد القنوت والركوع معراج وخانية وغيرهما (ردالمحتار، ج٢، ص١٠، باب الوتر والنوافل)

[1] (قَوْلُهُ وَمُتَابَعَتُهُ لِإِمَامِهِ فِي الْفُرُوضِ) أَيْ بِأَنْ يَأْتِيَ بِهَا مَعَهُ أَوْ بَعْدَهُ، حَتَّى لَوْ رَكَعَ إمَامُهُ وَرَفَعَ فَرَكَعَ هُوَ بَعْدَهُ صَحَّ (ردالمحتار، ج١، ص٤٥٠، كتاب الصلاة، فرائض الصلاة)

وَفِي الْخُلَاصَةِ الْمُقْتَدِي إذَا أَتَى بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ قَبْلَ الْإِمَامِ هَذِهِ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ :إمَّا إذَا أَتَى بِهِمَا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ أَوْ بِالرُّكُوعِ مَعَهُ وَسَجَدَ قَبْلَهُ أَوْ بِالرُّكُوعِ قَبْلَهُ وَسَجَدَ مَعَهُ أَوْ أَتَى بِهِمَا قَبْلَهُ وَيُدْرِكُهُ الْإِمَامُ فِي آخِرِ رَكَعَاتِهِ فَإِنْ أَتَى بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ قَبْلَ الْإِمَامِ فِي كُلِّهَا يَجِبُ عَلَيْهِ قَضَاءُ رَكْعَتَيْنِ وَإِذَا رَكَعَ قَبْلَهُ وَسَجَدَ مَعَهُ يَقْضِي أَرْبَعًا بِلَا قِرَاءَةٍ وَإِنْ رَكَعَ بَعْدَ الْإِمَامِ وَسَجَدَ بَعْدَهُ جَازَتْ صَلَاتُهُ .اهـ .(حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، ج١، ص١١٩، كتاب الصلاة، فَصْلٌ الشروع فِي الصَّلَاة وَبَيَان إحرامها وأحوالها)

صاحبِ بزازیہ نے فرمایا کہ اگر امام قنوت بھول کر رکوع کر لے، اور مقتدی اس کی اتباع نہ کرے، پھر امام رکوع سے قیام کی طرف لوٹ کر قنوت پڑھے، اور پھر رکوع کرے، اور پھر مقتدی اس کے ساتھ رکوع کرے، تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ امام کا دوسرا رکوع نفل ہے، اور مقتدی کا دوسرا رکوع فرض ہے، لہٰذا امام کے دوسرے رکوع میں مفترض کا متنفل کی اقتداء کرنا پایا جاتا ہے۔

ركع ناسياً القنوت ولم يتابعه القوم فرجع وقنت وركع وتابعه القوم في الركوع الثاني فسد لأنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۸...... اگر وتر کی تیسری رکعت میں کوئی قرائت کرنا بھول گیا، یا سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا بھول گیا، مگر اس نے دعائے قنوت پڑھ لی، پھر اسے رکوع میں جانے کے بعد یاد آیا کہ اس نے قرائت نہیں کی، یا سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں پڑھی، تو اسے چاہئے کہ وہ قیام کی طرف لوٹ آئے، اور پہلے (سورہ فاتحہ اور سورت دونوں یا سورت جو بھی رہ گئی ہے کی) قرائت کرے، اور پھر دعائے قنوت پڑھے، اور پھر رکوع کرے، اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

اور اس صورت میں اگر وہ امام ہو، تو دوسری مرتبہ کے رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کے حق میں اس رکعت کا امام کے ساتھ پالینا شمار کیا جائے گا۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۳۹...... جس کی وتر کی نماز قضا ہوگئی، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اقتداء مفترض بمتنفل في الركوع الثاني،تذكر راكعاً ترك القنوت لم يعد إلى القيام وإن عاد وقنت لا يركع ثانياً وإن ركع والقوم تابعوه في الأول والثاني لا تفسد(الفتاوى البزازية،ج ۱،ص ۲۴)

مگر ہمیں راجح یہ معلوم ہوا کہ اس صورت میں مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی، کیونکہ اگر مقتدی امام کے بعد بھی رکوع کرے، تب بھی اس کا رکوع ہو جاتا ہے، جس سے متعلق فقہی عبارات اوپر گزر چکی ہیں، اور مذکورہ صورت کا مآل یہی ہے کہ جب مقتدی نے امام کے قنوت کے بعد رکوع کیا، تو اس کا اس رکوع سے فریضہ ادا ہوگیا، کیونکہ اگرچہ ظاہراً اور صورتاً وہ امام کے رکوعِ ثانی میں بشکلِ اقتداء اپنے فریضۂ رکوع کو ادا کر رہا ہے، لیکن بہر حال وہ اپنے ذمہ میں باقی سابق فریضۂ رکوع کو ہی ادا کر رہا ہے، اور متابعتِ امام، بعد ادائے فریضۂ امام کے موجود ہے۔

[۱] ولو أوتر فقرأ في الثالثة القنوت ولم يقرأ القرآن أو قرأ الفاتحة دون السورة فتذكر في الركوع فإنه يعود إلى القيام ويقرأ ويقنت ويركع لأنه لما عاد إلى القيام كما هو في حكم الفريضة فارتفض ركوعه (فتاویٰ قاضیخان، كتاب الصلاة)

ولو أوتر وقرأ في الثالثة القنوت ولم يقرأ الفاتحة ولا السورة أو قرأ الفاتحة دون السورة، وركع ثم تذكر ذلك في الركوع فإنه يعود إلى القيام ويقرأ ثم يركع؛ لأن ركوعه قد ارتفض في هذه الصورة، أما إذا لم يقرأ أصلا لأن القراء ة فرض وجاز أن يرتفض الفرض بالفرض، وأما إذا قرأ الفاتحة دون السورة؛ فلأن ضم السورة إلى الفاتحة، وإن كان من الواجبات، ولكن إذا ضم السورة إلى الفاتحة يصير الكل فرضا، فيكون هذا نقض الفرض، لأجل الفرض(المحيط البرهاني، ج ۱ ص ۴۷۱، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قضا پڑھتے وقت اسے دعائے قنوت پڑھنا بھی واجب ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر۴۰...... وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کے ساتھ درود شریف پڑھنا بعض حضرات کے نزدیک جائز، اور بعض کے نزدیک منع ہے، اور نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔
لیکن اگر کسی نے پڑھ لیا، تو اس کو سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ۲

مسئلہ نمبر۴۱...... وتر جماعت سے پڑھنے کی صورت میں اگر امام قنوت سے فارغ ہوکر رکوع میں چلا گیا، اور مقتدی ابھی دعائے قنوت سے فارغ نہیں ہوا، تو مقتدی کو بھی اپنی دعائے

---

۱ ومن يقضي الصلاة يقضي الأوتار بقنوتها لأن قضاء الأوتار واجب ولا وتر بدون القنوت (فتاویٰ قاضیخان، کتاب الصلاة)

۲ کیونکہ بعض روایات میں دعائے قنوت کے ساتھ درود وارد ہے۔
اور اسی وجہ سے بعض اس کے استحباب کے قائل ہیں۔ ولکن اختار مشائخنا ان لایصلی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فِي الْوِتْرِ قَالَ: قُلْ: اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، وَصَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ (السنن الكبرى للنسائي، رقم الحديث ۱۴۴۷)

واختلفوا أنه هل يصلي على النبي عليه الصلاة والسلام في القنوت قال بعضهم لا يصلي (فتاویٰ قاضیخان، کتاب الصلاة)

ولا يصلي على النبي -صلى الله عليه وسلم- في القنوت وهو اختيار مشايخنا. كذا في الظهيرية (الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۱۱، كتاب الصلاة، الباب الثامن في صلاة الوتر)

ولم يذكر المصنف الصلاة على النبي -صلى الله عليه وسلم- في القنوت للاختلاف فيها واختار الفقيه أبو الليث أن الأولى الصلاة عليه -صلى الله عليه وسلم- لأن القنوت دعاء والأولى في الدعاء أن يكون مشتملا عليها وذهب أبو القاسم الصفار إلى أنه لا يصلي فيه لأنه ليس موضعها ومشى عليه في الخلاصة والحق هو الأول لما رواه النسائي بإسناد حسن أن في حديث القنوت وصلى الله على محمد ولما رواه الطبراني عن علي كل دعاء محجوب حتى يصلي على محمد وفي الواقعات. ويستحب في كل دعاء أن تكون فيه الصلاة على النبي اللهم صل على محمد وعلى آل محمد اهـ. وهو يقتضي أنه يصلي عليه في القنوت بهذه الصيغة وهو الأولى ومن الغريب ما في المجتبى لو صلى على النبي -صلى الله عليه وسلم- في القنوت لا يصلي في القعدة الأخيرة وكذا لو صلى عليه في القعدة الأولى سهوا لا يصلي عليه في القعدة الأخيرة ولا يصلي في القنوت اهـ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۴۷، باب الوتر والنوافل)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قنوت درمیان میں چھوڑ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جانا چاہئے۔ ل

ل کیونکہ مقتدی کے دعائے قنوت کا کچھ حصہ پڑھ لینے سے واجب ادا ہو گیا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پوری دعائے قنوت پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور امام کی اتباع واجب ہے۔

(ركع الإمام قبل فراغ المقتدى) من القنوت قطعه و (تابعه) ولو لم يقرأ منه شيئا تركه إن خاف فوت الركوع معه بخلاف التشهد لأن المخالفة فيما هو من الأركان أو الشرائط مفسدة لا في غيرها درر(الدر المختار)

(قوله ولو لم يقرأ إلخ) أى لو ركع الإمام ولم يقرأ المقتدى شيئا من القنوت إن خاف فوت الركوع يركع وإلا يقنت ثم يركع خانية وغيرها، وهل المراد ما يسمى قنوتا أو خصوص الدعاء؟ المشهور والظاهر الأول .(قوله بخلاف التشهد) أى فإن الإمام لو سلم أو قام للثالثة قبل إتمام المؤتم التشهد فإنه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه كما قدمه في فصل الشروع في الصلاة (قوله لأن المخالفة إلخ) هذا التعليل عليل لاقتضائه فرضية المتابعة المذكورة وقدمنا عن شرح المنية أن متابعة الإمام في الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة ما لم يعارضها واجب، فلا يفوته بل يأتى به ثم يتابعه، بخلاف ما إذا عارضها سنة لأن ترك السنة أولى من تأخير الواجب، وهذا موافق لما قدمناه آنفا، وحينئذ فوجه الفرق بين القنوت والتشهد هو أن قراء ة المقتدى القنوت سنة كما قدمنا التصريح به عن المحيط، والمتابعة في الركوع واجبة؛ فإذا خاف فوتها يترك السنة للواجب .وأما التشهد فإتمامه واجب لأن بعض التشهد ليس بتشهد فيتمه وإن فاتت المتابعة في القيام أو السلام لأنه عارضها واجب تأكد بالتلبس به قبلها فلا يفوته لأجلها وإن كانت واجبة .وقد صرح في الظهيرية بأن المقتدى يتم التشهد إذا قام الإمام إلى الثالثة وإن خاف أن تفوته معه، وإذا قلنا إن قراء ة القنوت للمقتدى واجبة، فإن كان قرأ بعضه حصل المقصود به لأن بعض القنوت قنوت، وإلا فلم يتأكد وتترجح المتابعة في الركوع للاختلاف في أن المقتدى هل يقرأ القنوت أم يسكت؟ فافهم(رد المحتار على الدر المختار، ج۲ ص۱۰، كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل)

المقتدى يتابع الإمام في القنوت في الوتر فلو ركع الإمام في الوتر قبل أن يفرغ المقتدى من القنوت فإنه يتابع الإمام.ولو ركع الإمام ولم يقرأ القنوت ولم يقرأ المقتدى من القنوت شيئا إن خاف فوت الركوع فإنه يركع وإن كان لا يخاف يقنت ثم يركع. كذا في الخلاصة ذكر الناطفي في أجناسه لو شك أنه في الأولى أو الثانية أو الثالثة فإنه يقنت في الركعة التي هو فيها ثم يقعد ثم يقوم فيصلي ركعتين بقعدتين ويقنت فيهما احتياطا، وفي قول آخر لا يقنت في الكل أصلا والأول أصح؛ لأن القنوت واجب وما تردد بين الواجب والبدعة يأتي به احتياطا .كذا في محيط السرخسي .المسبوق يقنت مع الإمام ولا يقنت بعده .كذا في المنية فإذا قنت مع الإمام لا يقنت ثانيا فيما يقضى. كذا في محيط السرخسي في قولهم جميعا .كذا في المضمرات(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۱، كتاب الصلاة، الباب الثامن في صلاة الوتر)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۴۲...... اگر کسی نے بھولے سے دعائے قنوت، وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں پڑھ لی، تو اسے وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کی ایک رائے تو یہ ہے کہ ضرورت نہیں ہوگی (لان تکرار القنوت غیر مشروع) اور ایک رائے یہ ہے کہ اسے تیسری رکعت میں بھی دعائے قنوت پڑھنی چاہئے (وہوالمختار عند البعض) [۱]

اور اگر کسی کو یہ شک ہو کہ یہ دوسری رکعت ہے، یا تیسری رکعت ہے (اور ظنِ غالب کسی طرف نہ ہو) تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ قعدہ کے ساتھ ایک رکعت اور ملالے، اور ان دونوں رکعتوں میں (جن کے دوسری، تیسری ہونے میں شک ہے) دعائے قنوت بھی پڑھے (تاکہ دعائے قنوت یقینی طور پر تیسری رکعت کے ختم ہونے سے پہلے پہلے ادا ہوجائے) اور اس صورت میں رکعتوں میں شبہ کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی کرے۔ [۲]

---

[۱] اور اگر کسی کو وتر کی تیسری رکعت میں یہ شک ہو کہ اس نے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھی ہے یا نہیں، تو اس صورت میں بالاتفاق تیسری رکعت میں قنوت پڑھنی چاہئے، کیونکہ یہاں تکرار متیقن نہیں۔

جہاں تک ان رکعتوں میں قعدہ کرنے اور اس کی وجہ سے سجدۂ سہو کا تعلق ہے، تو اس کا ذکر اگلی صورت میں اوپر متن میں ہی موجود ہے۔ محمد رضوان۔

[۲] وکذلک ان شک انه فی الاولیٰ او الثانية او فی الثالثة، فانه يقنت ويقعد فی كل ركعة. محمد رضوان.

وإذا قنت فی الركعة الأولى أو الثانية ساهياً لم يقنت فی الثالثة لأنه لا يتكرر فی الصلاة الواحدة، وإن شك أنه قنت أم لا يعنى فی الثالثة وهو فی قيام الثالثة تحرى، فإن لم يحضره شیء قنت، لأنه عسى لم يقنت.

وذكر فی الواقعات :رجل شك فی الوتر وهو فی حالة القيام أنه فی الأولى أو الثانية أو فی الثالثة فإنه يأخذ بالأقل احتياطاً إن لم يقع تحريه على شیء ويقعد فی كل ركعة، ويقرأ، وأما القنوت :فقد قال أئمة بلخ :إنه يقنت فی الركعة الأولى لا غير، وعن أبی حفص الكبير رحمه الله :إنه يقنت فی الركعة الثانية أيضاً، وبه أخذ القاضی الإمام أبو علی النسفی رحمه الله.

ولو شك فی حالة القيام أنه فی الثانية أو فی الثالثة تمت تلك الركعة، ويقنت فيها، لجواز أنها الثالثة ثم يقعد ويقوم فيضيف إليها أخرى، ويقنت فيها أيضاً على قول أبی حفص الكبير، والقاضی الإمام أبی علی النسفی، فرقا بين هذا وبين المسبوق ركعتين فی الوتر فی شهر رمضان إذا قنت مع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۴۳...... اگر کوئی بھول کر وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے یا پہلی یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد دعائے قنوت پڑھ لے، تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإمام فی الرکعة الأخیرة من صلاة الإمام حیث لا یقنت فی الرکعة الأخیرة إذا قام إلی القضاء فی قولهم جمیعاً .والفرق :أن المسبوق هو مأمور بأن یقنت مع الإمام فصار ذلک موضعاً له فما أدی به مع الإمام وقع فی موضعه فلا یقنت مرة أخری لأن تکرار القنوت لیس بمشروع.

أما فی مسألة الشک لم یتیقن بوقوع الأولی فی موضعها فیقنت مرة أخری، وعن الشیخ الإمام أبی بکر الفضل رحمه الله أن فی مسألة الشک لا یقنت مرة أخری کما هو قول أئمة بلخ فی المسألة الأولی(المحیط البرهانی، ج ا ص ۴۷۲،الفصل الثالث عشر فی التراویح والوتر)

(قنت فی) الرکعة (الأولی أو الثانیة سهوا لم یقنت فی الثالثة) ؛ لأن تکرار القنوت غیر مشروع .

الشرح:قوله قنت فی الرکعة الأولی أو الثانیة سهوا إلخ)کذا نقل فی البحر عن الذخیرة ونظر فیه بما فی المحیط معزیا إلی الأجناس لو شک أنه فی الأولی أو فی الثانیة أو فی الثالثة فإنه یقنت فی التی هو فیها ثم یقعد ثم یصلی رکعتین بقعدتین ویقنت فیهما احتیاطا وهو الأصح ، وقیل لا یقنت فی الکل أصلا ثم قال فلعل ما فی الذخیرة مبنی علی الضعیف ؛ لأنه إذا کان یأتی به فی الأصح مع الشک فمع الیقین أولی (درر الحکام شرح غرر الاحکام، ج۲ ص ۱۳ ، کتاب الصلاة، احوال الوتر)

(قنت فی أولی الوتر أو ثانیته سهوا لم یقنت فی ثالثته) أما لو شک أنه فی ثانیته أو ثالثته کرره مع القعود فی الأصح .والفرق أن الساهی قنت علی أنه موضع القنوت فلا یتکرر، بخلاف الشاک ورجح الحلبی تکراره لهما؛ وأما المسبوق فیقنت مع إمامه فقط ویصیر مدرکا بإدراک رکوع الثالثة(الدر المختار)

(قوله فی ثانیته أو ثالثته) وکذا لو شک أنه فی الأولی أو الثانیة أو الثالثة بحر.

(قوله کرره مع القعود) أی فیقنت ویقعد فی الرکعة التی حصل فیها الشک لاحتمال أنها الثالثة، ثم یفعل کذلک فی التی بعدها لاحتمال أنها هی الثالثة وتلک کانت ثانیة.

(قوله فی الأصح) وقیل لا یقنت فی الکل لأن القنوت فی الرکعة الأولی أو الثانیة بدعة .ووجه الأول أن القنوت واجب؛ وما تردد بین الواجب والبدعة یأتی به احتیاطا بحر عن المحیط.

(قوله ورجح الحلبی تکراره لهما) حیث قال :إلا أن هذا الفرق غیر مفید إذ لا عبرة بالظن الذی ظهر خطؤه، وإذا کان الشاک یعید لاحتمال أن الواجب لم یقع فی موضعه فکیف لا یعید الساهی بعدما تیقن ذلک .وقد صرح فی الخلاصة عن الصدر الشهید بأن الساهی یقنت ثانیا، فإن کان ما مر روایة فهی غیر موافقة للدرایة .اهـ .قلت :وکذا رجحه فی الحلیة والبحر بنحو ما مر.

(قوله فیقنت مع إمامه فقط) لأنه آخر صلاته، وما یقضیه أولهما حکما فی حق القراء ة وما أشبهها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر پہلی یا دوسری یا تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اور سورت سے پہلے یا دوسری یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو القنوت؛ وإذا وقع قنوته فى موضعه بيقين لا يكرر لأن تكراره غير مشروع شرح المنية(رد المحتار على الدر المختار،ج٢ص ١٠،١١،كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل)

وبقى لو قنت فى الأولى أو الثانية سهوا فقدم المصنف فى باب الوتر أنه لا يقنت فى الثالثة، ومر ترجيح خلافه(رد المحتار على الدر المختار،ج٢ص٩٥،كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

وإذا قنت فى الركعة الأولى أو الثانية ساهياً لا يقنت غير مشروع وإن شك أنه قنت فى الثالثة أم لا يتحرى فإن لم يحضره رأى يقنت لاحتمال أنه لم يقنت(فتاوى قاضى خان،كتاب الصلاة)

فهو مخالف لمسألة الشك (ولكن بينهما فرق) وهو أن الساهى قنت على أنه موضع القنوت فلا يتكرر بخلاف الشاک ، الا ان هذا الفرق غير مفيد اذ لاعبرة بالظن الذى ظهر خطاؤه ، واذا كان الشاک يعيد لاحتمال ان الواجب لم يقع فى موضعه فكيف لايعيد الساهى بعد ما تيقن ذلک، وقد صرح فى الخلاصة عن الصدر الشهيد انه قال فى المسبوق لايقنت ثانيا ، فان كان مافى الذخيرة رواية فهى غير موافقة للدراية وتعليل قاضيخان بان تكرار القنوت غير مشروع منقوض بالشاک فيه اللهم الا ان يختار فى الشاک ايضا انه يقنت فى الاولى مما شک فيه ثم لايعيد كما اختاره ائمة بلخ فح لايحتاج الى الفرق اصلا الا ان المختار ماقالها ابوحفص الكبير وابوعلى النسفى من ان الشاک يعيد فى كل ركعة يحتمل انها ثالثة وكذا الساهى على ما اختاره الصدر الشهيد ، والله سبحانهٗ اعلم (غنية المستملى فى شرح منية المصلى ، المشهور بشرح الكبير، ص ٤٢٢)

ولو شک أنها ثالثة أو خامسة فعلى ما ذكرنا فى الفجر فيعود إلى القعدة ثم يصلى ركعة أخرى ويتشهد ثم يقوم فيصلى ركعة أخرى ويقعد ويسجد للسهو ولو شک فى الوتر وهو قائم أنها ثانيته أو ثالثته يتم تلک الركعة ويقنت فيها ويقعد ثم يقوم فيصلى ركعة أخرى ويقنت فيها أيضا هو المختار إلى هنا عبارة الخلاصة ولم يذكر المصنف -رحمه الله- سجود السهو فى مسائل الشک تبعا لما فى الهداية وهو مما لا ينبغى إغفاله فإنه يجب السجود فى جميع صور الشک سواء عمل بالتحرى أو بنى على الأقل كذا فى فتح القدير وترک المحقق قيدا لا بد منه مما لا ينبغى إغفاله وهو أن يشغله الشک قدر أداء ركن ولم يشتغل حالة الشک بقراءة ولا تسبيح كما قدمناه أول الباب لكن ذكره فى السراج الوهاج أن فى فصل البناء على الأقل يسجد للسهو وفى فصل البناء على غلبة الظن أن شغله تفكره مقدار أداء الركن وجب السهو وإلا فلا اهـ.

وكأنه فى فصل البناء على الأقل حصل النقص مطلقا باحتمال الزيادة فلا بد من جابر وفى الفصل الثانى النقصان بطول التفكير لا بمطلقه(البحر الرائق، ج٢ص ١١٩،١٢٠، باب سجود السهو)

اور بعض اردو کتابوں میں جو پہلی یا دوسری رکعت میں علی الاطلاق دعائے قنوت پڑھ لینے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم مذکور ہے، یہ راجح معلوم نہ ہوسکا۔ پھر وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں بھولے سے دعائے قنوت پڑھ لینے کی صورت میں فقہائے کرام نے سجدۂ سہو کا حکم بیان نہیں کیا، اوران کا اختلاف تیسری رکعت میں دوبارہ دعائے قنوت پڑھنے نہ پڑھنے تک دائر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے پڑھ لے، تو حنفیہ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رہا، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعائے قنوت کا اگرچہ اصل محلِ مشروع عندالاحناف تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے ہے، لیکن اگر کوئی پہلی یا دوسری رکعت میں پڑھ لے، تو اس سے ان کے نزدیک قنوت کا وجوب ادا ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ل اور اس کی بنیاد اس پر ہے کہ دعائے قنوت کا حکم تشہد کی طرح ہے، مگر سجدہ سہو کا وجوب اس صورت کے ساتھ مقید ہونا چاہئے، جبکہ دعائے قنوت ایک مسنون رکن کی مقدار کے برابر یا اس سے زائد پڑھی ہو، جیسا کہ قرائت کے باب میں گزرا۔

قال ابوحنيفة رحمه الله: اَلْقُنُوت عِنْدِى بِمَنْزِلَة التَّشَهُّدِ (الأصل المعروف بالمبسوط، ج ا ص ۲۵۴، فِى الإِمَامِ يحدث فيقدم من فَاتَتْهُ رَكْعَة)

مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء أقول: وقد صرحوا بأن مفاهيم الكتب حجة، والظاهر أن المراد بالدعاء ما يشمل الثناء؛ لأن الفاتحة نصفها ثناء ونصفها الآخر دعاء (رد المحتار، ج ا، ص ۱۷۲، كتاب الطهارة، سنن الغسل)

ولو قرأالتشهد قائماً أو راكعاًأوساجداًلاسهو عليه،لأن التشهد ثناء،والقيام موضع الثناء والقراء ة. أرأيت لو افتتح فقال: السلام عليك أيها النبى إلى قوله عبده ورسوله، فإنه يكون بمنزلة الدعاء، ولا سهو عليه. وعن أبى يوسف رحمه الله: فيمن تشهد قائماً فلا سهو عليه (المحيط البرهانى، ج ا ص ۵۰۴، كتاب الصلاة،الفصل السابع عشر فى سجود السهو)

لو بدأ بالسورة ثم تذكر يبدأ بالفاتحة ثم يقرأ السورة ويسجد للسهو وإن قرأ من السورة حرفا كذا فى المجتبى وقيده فى فتح القدير بأن يكون مقدار ما يتأدى به ركن عن قراء ة الفاتحة (البحرالرائق، ج۲ ص ۱۰۱، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

(قوله وقيده فى فتح القدير إلخ) أيده العلامة ابن أمير حاج فى واجبات الصلاة بما ذكره غير واحد من المشايخ من أن الزيادة على التشهد فى القعدة الأولى الموجبة لسجود السهو بسبب تأخير القيام عن محله مقدرة بمقدار أداء ركن وهذه المسألة نظيرتها(منحة الخالق على البحر،حواله بالا)

ثم رأيت فى سهو البحر قال بعد ما مر: وقيده فى فتح القدير بأن يكون مقدار ما يتأدى به ركن. اهـ. أى لأن الظاهر أن العلة هى تأخير الابتداء بالفاتحة والتأخير اليسير، وهو ما دون ركن معفو عنه تأمل. ثم رأيت صاحب الحلية أيد ما بحثه شيخه فى الفتح من القيد المذكور بما ذكروه من الزيادة على التشهد فى القعدة الأولى الموجبة للسهو بسبب تأخير القيام عن محله، وأن غير واحد من المشايخ قدرها بمقدار أداء ركن(ردالمحتار، ج ا ص ۴۶۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

اور یہی وجہ ہے کہ بعض اہلِ علم حضرات نے دعائے قنوت کی جگہ تشہد بلکہ سورہ فاتحہ پڑھ لینے سے بھی دعائے قنوت کے وجوب کی ادائیگی کا حکم بیان کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ حمد وثناء اور تسبیح وتہلیل وغیرہ بھی دعا ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ، جلد۴، صفحہ۴۷)

اور قیام کی حالت میں بھولے سے تشہد پڑھ لینے سے حنفیہ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اگر واجب قرائت میں تاخیر لازم آئے، تو سجدۂ سہو واجب ہے، ورنہ نہیں۔

اور پہلی رکعت میں فاتحہ سے پہلے تو محلِ ثناء ہے، اس لئے یہاں پڑھنے سے واجب قرائت میں تاخیر لازم نہیں آتی، اور اسی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۴۴...... اگر کوئی امام کے ساتھ وتر کی تیسری رکعت میں شامل ہوگیا، تو اگر رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت کا وقت ہو، تو اسے دعائے قنوت پڑھ لینی چاہئے۔

لیکن اگر دعائے قنوت کا وقت نہ ہو، مثلاً مقتدی امام کے ساتھ رکوع کے اندر شامل ہوا ہو، تو امام کے ساتھ تیسری رکعت کے ملنے سے اس کی دعائے قنوت بھی ادا ہو جاتی ہے، اور اس کو باقی ماندہ رکعتوں میں دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ [1]

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم، وعلمہٗ اتم واحکم

محمد رضوان ۲۵/ جمادی الاخریٰ/۱۴۳۳ھ 17/ مئی/2012ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ طرح سورۂ فاتحہ اور بقیہ قرائت سے فارغ ہو کر بھی۔
جبکہ سورۂ فاتحہ اور سورت کے درمیان تینوں رکعتوں میں اور سورہ فاتحہ سے پہلے دوسری اور تیسری رکعت میں واجب قرائت میں تاخیر لازم آتی ہے۔

ولو تشهد في قيامه قبل قراء ة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الأصح لأن بعد الفاتحة محل قراء ة السورة فإذا تشهد فيه فقد أخر الواجب وقبلها محل الثناء كذا في التبيين ولو تشهد في الأخريين لا يلزمه السهو كذا في محيط السرخسي (الفتاوى الهندية، ج ا ص ۱۲۷، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو)

ملحوظ رہے کہ ''تشہد في الاخريين'' سے مراد فرض نماز کی آخری دو رکعتیں ہیں، کیونکہ فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرائت واجب نہیں، اس لئے ان میں مطلقاً قنوت پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اور وتروں کی تمام رکعتوں میں قرائت واجب ہے، اس لئے وتروں کی آخری دو رکعتوں کا حکم فرضوں کی دوسری رکعت کی طرح اور پہلی کا حکم فرضوں کی پہلی رکعت کی طرح ہوگا (والعلة مذكورة في العباره المذكورة في قوله "فقد اخر الواجب")

[1] وإذا أَدْرَكَهُ في الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ في الرُّكُوعِ ولم يَقْنُتْ معه لم يَقْنُتْ فِيمَا يَقْضِي كَذَا في الْمُحِيطِ (الفتاوى الهندية، ج ا ص ۱۱۱، كِتَابُ الصَّلَاةِ، الْبَابُ الثَّامِنُ في صَلَاةِ الْوِتْرِ)

وإن دخل يريد الوتر ولم يكن أوتر، وقد فاتته ركعتان مع الإمام، وهو في الركعة الأخيرة فأوتر معهم أو أدركهم ركوعا فركع معهم ثم قام فقضاهما فليس عليه أن يقنت فيما يقضي قال؛ لأنه يقضي أول صلاته، وقد بينا هذا الأصل في كتاب الصلاة أنه في حكم القنوت يجعل ما أدرك مع الإمام آخر صلاته؛ لأن القنوت لم يشرع مكررا في وتر واحد فلو جعلنا ما أتى به مع الإمام أول صلاته كأن يقنت فيما يقضي فيؤدي إلى تكرار القنوت وكذلك إن أدركهم في الركوع؛ لأنه مدرك لهذه الركعة وهي محل للقنوت فيجعل إدراكه محل القنوت مع الإمام بمنزلة قنوته مع الإمام (المبسوط، للسرخسي، ج ۲ ص ۹۸، باب نوادر الصلاة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح سے متعلق چند قابلِ اصلاح وتحقیقی مسائل

تراویح کے فضائل ومسائل کے بعد اب تراویح سے متعلق چند قابلِ اصلاح اور تحقیقی مسائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

تراویح کے سنت ہونے کی وجہ سے ترک کردینا

آج کل بغیر کسی معذوری ومجبوری کے بہت سے لوگ اور خاص کر عورتیں تراویح کی نماز نہیں پڑھتے، جو حضرات نماز، روزے کے پابند ہیں ان میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو تراویح کی نماز کا اہتمام نہیں کرتے۔

اسی لئے عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ مساجد میں عشاء کی نماز باجماعت پڑھ کر اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور گھر جا کر بھی تراویح نہیں پڑھتے اور خواتین میں تو بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو سرے سے تراویح نہیں پڑھتی، اور اس کوتاہی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ذہنوں میں تراویح کی نماز کی اہمیت نہیں ہے، عام طور پر تراویح کی نماز کو یہ کہہ کر نظر انداز کردیا جاتا ہے کہ یہ کوئی فرض یا واجب عمل نہیں ہے، بلکہ ایک سنت عمل ہے، اگر اس کو چھوڑ بھی دیا تو کون سا نقصان ہے؟

حالانکہ یہ سوچ قابلِ اصلاح ہے، یہ بات پہلے معلوم ہوچکی ہے کہ تراویح کی نماز مَردوں اورعورتوں دونوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ موکدہ کا درجہ واجب کے قریب ہے، اس کو بلاعذر چھوڑنا قابلِ ملامت ہے اور اس کی عادت بنالینا گناہ کی بات ہے، پھر تراویح جیسے اہم سنت عمل کی دل میں اہمیت نہ ہونا اور اس کو ایک ہلکا اور چھوٹا کام سمجھنا اور بھی زیادہ بری بات ہے۔

اس سوچ اور طرزِ عمل کی اصلاح کرنی چاہئے، اور رمضان کے تراویح جیسے بابرکت اور قیمتی

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تحفہ کو قبول کرنا چاہئے۔[۱]

چند دن تراویح پڑھ کر چھوڑ دینا

بعض لوگ رمضان کے چند دن تو تراویح کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن چند دن تراویح کا اہتمام کرکے پھر چھوڑ دیتے ہیں، چنانچہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مسجدوں میں رمضان کے شروع دنوں میں تراویح کی نماز کے لئے جو حاضری کی تعداد ہوتی ہے، وہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہوجاتی ہے اور آخری دنوں میں تو بہت ہی تھوڑی مقدار رہ جاتی ہے اور رمضان کی آخری رات میں تو لوگ زیادہ تر بازاروں میں گھوم پھر کر تراویح کا وقت ضائع کر دیتے ہیں، یہ طرزِ عمل بھی قابلِ اصلاح ہے۔

رمضان کے پورے مہینے میں ہر رات تراویح پڑھنے کا حکم ہے، جیسا کہ ہر دن کی نمازوں کے ساتھ سنتیں ہیں اور ایک دن سنت پڑھنے سے اگلے دن یا دوسرے دنوں کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی، اسی طرح رمضان کی ہر رات تراویح کے سنت ہونے کا معاملہ ہے، رمضان کے ایک بابرکت مہینہ میں بھی پابندی کے ساتھ تراویح کا اہتمام نہ کرنا اور چند دن تراویح پڑھ کر کسی معقول عذر کے بغیر چھوڑ دینا نقصان کی بات ہے، جس سے بچنا چاہئے۔[۲]

بیس سے کم رکعات تراویح پڑھنا

آج کل بہت سی عورتیں گھروں میں تراویح کی بیس رکعات مکمل نہیں پڑھتیں۔

---

[۱] وفی فتاوی أهل سمرقند :رجل ترک سنن الصلوات الخمس إن لم یر السنن حقاً فقد کفر، وإن رأى السنن حقاً منهم من قال لا یأثم، والصحیح أنه یأثم.
وفی النوازل إذا ترک السنن إن ترکها بعذر فهو معذور وإن ترکها بغیر عذر لا یکون معذوراً ویسأله الله تعالى عن ترکها، والله أعلم(المحیط البرهانی، ج ۱ ص ۴۴۶، کتاب الصلاة، الفصل الحادی والعشرون فی التطوع قبل الفرض وبعده وفواته عن وقته وترکه بعذر وبغیر عذر)

[۲] (وینبغی أن یجتمع الناس فی کل لیلة من شهر رمضان بعد العشاء ، فیصلی بهم إمامهم خمس ترویحات (الاختیار لتعلیل المختار، ج ۱ ، ص ۶۹ ، باب صلاة التراویح)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی طرح بہت سے لوگ مساجد میں باجماعت چند رکعات پڑھ کر گھروں کو واپس لوٹ جاتے ہیں۔

اور چند رکعتیں پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ تراویح کا مقصد پورا ہوگیا ہے۔

حالانکہ بیس رکعات تراویح پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے، اور رمضان میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن مجید تراویح میں پڑھ یا سن کر مکمل کرنا مستقل سنت ہے اور مَردوں کے لئے جماعت کے ساتھ اور مسجد میں تراویح ادا کرنے کے فضائل ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں، اور ساتھ ساتھ صرف رمضان کے مہینے میں بطورِ خاص وتر کی نماز باجماعت ادا کرنا مستحب ہے۔

لٰہذا جو عورتیں بغیر شرعی عذر کے صرف سُستی کی وجہ سے بیس رکعات سے کم تراویح پڑھتی ہیں، ان کو تراویح کی سنت کا ثواب حاصل نہیں ہوتا۔

اسی طرح جو لوگ مساجد سے آٹھ رکعات تراویح پڑھ کر یا بیس سے کم پڑھ کر چلے جاتے ہیں، وہ کئی سنتوں اور فضائل سے محروم رہتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ ایک طرف تو تراویح کی سنت سے محروم رہتے ہیں۔

کیونکہ جب تراویح کم از کم بیس رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں تو اس سے کم پڑھنے کی صورت میں یہ سنت ادا نہیں ہوگی جیسا کہ کوئی شخص ظہر کی چار سنتوں کے بجائے دو یا تین رکعات پڑھ لے تو اس کو ظہر کی سنت ادا کرنے والا شمار نہیں کیا جائے گا۔ [۱]

دوسری طرف یہ لوگ تراویح کی اہم سنت یعنی قرآن مجید مکمل طور پر پڑھنے یا سننے سے بھی محروم رہتے ہیں۔

کیونکہ جب انہوں نے کچھ رکعتیں چھوڑ دیں تو ان میں پڑھا جانے والا قرآن مجید کا حصہ بھی چھوٹ گیا۔

اسی طرح یہ لوگ تراویح مکمل ہونے سے پہلے چلے جانے کی وجہ سے وتر کی نماز باجماعت

---

[۱] فقیام رمضان بعشرین رکعة والوتر ہو السنة المؤکدة یضلل تارکھا ویلام من نقص عنھا (اعلاء السنن ج ۷ ص ۸۴)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پڑھنے سے بھی محروم رہتے ہیں۔

لہٰذا بیس رکعات سے کم تراویح پڑھ کر تراویح کے مقصد کو پورا سمجھ لینا درست نہیں۔

البتہ اگر کوئی مرد یا عورت مریض ومعذور ہو، جس کی وجہ سے اسے تراویح کی بیس رکعات پڑھنا مشکل ہو، اور وہ بیس سے کم چند رکعتیں پڑھ لے، تو ایسی صورت میں اگرچہ اس کی تراویح کی سنت تو ادا نہیں ہوگی، اور مریض ومعذور ہونے کی وجہ سے امید ہے کہ قابلِ ملامت بھی نہیں ہوگا، لیکن چند رکعت پڑھنے سے اسے رمضان کی رات میں قیام اللیل کا ثواب حاصل ہوجائے گا۔ [1]

---

[1] احادیث میں مذکور قیامِ رمضان کی مراد اکثر حضرات نے تراویح سے بیان فرمائی ہے، لیکن بعض حضرات نے فرمایا کہ تراویح سے جس طرح ایک سنت ادا ہوتی ہے، اسی طرح اس سے قیامِ لیل کی فضیلت بھی حاصل ہوجاتی ہے، اور اگر بیس تراویح کے بجائے چند رکعات پڑھے، تو اس سے فی الجملہ قیام اللیل کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے، اگرچہ تراویح کی سنت ادا نہ ہو، اور مریض ومعذور کے احکام الگ ہوا کرتے ہیں۔

(باب فضل من قام رمضان)أی قام لیالیه مصلیا والمراد من قیام اللیل ما یحصل به مطلق القیام کما قدمناه فی التهجد سواء وذکر النووی أن المراد بقیام رمضان صلاة التراویح یعنی أنه یحصل بها المطلوب من القیام لا أن قیام رمضان لا یکون إلا بها وأغرب الکرمانی فقال اتفقوا علی أن المراد بقیام رمضان صلاة التراویح (فتح الباری، ج۴،ص ۲۵۱، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان)

(باب فضل من قام رمضان)أی: هذا باب فی بیان فضل من قام رمضان. قال الکرمانی: اتفقوا علی أن المراد بقیامه صلاة التراویح. قلت: قال النووی: المراد بقیام رمضان صلاة التراویح، ولکن الاتفاق من أین أخذه؟ بل المراد من قیام اللیل ما یحصل به مطلق القیام، سواء کان قلیلا أو کثیرا(عمدة القاری،ج ۱۱،ص ۱۲۴، کتاب التراویح)

ولما شاع فی الأمصار تحدیده بعشرین رکعة غیر الشفع والوتر وکان یتوهم عدم حصول ذلک الثواب بأقل منها دفعه بقوله: (وإن قمت فیه) أی فی رمضان (بما تیسر) من الصلاة ولو أقل من عشرین رکعة (فذلک) الذی تیسر لک (مرجو فضله) أی ثوابه لاشتمال کل رکعة علی قیام وسجود وقراءة: والله یضاعف لمن یشاء) ورجاء الفضل من القیام القلیل لا ینافی أن الکثیر أکثر ثوابا (و) مرجو (تکفیر الذنوب به) وإنما قال: مرجو فضله ولم یجزم بحصوله لما تقرر من أن الإثابة علی الأعمال الصالحة غیر مقطوع بها، إذ الإثابة علیها متوقفة علی الإخلاص والقبول(الفواکه الدوانی علی رسالة ابن أبی زید القیروانی،ج ۱ ص ۳۱۷،لأحمد بن غانم شهاب الدین المالکی ،باب فی الصیام،حکم التراویح فی رمضان)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح میں قرآن سنانے پر معاوضہ واُجرت

تراویح اوراس میں قرآن مجید سننے سنانے کا عمل بڑی فضیلت اوراجروثواب کا باعث ہے۔ اس کا کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن ساتھ ہی یہ اصول بھی اپنی جگہ مقرر ہے کہ کسی بھی بڑے سے بڑے عمل کی قبولیت اخلاص پر موقوف ہے، دکھلاوا شہرت یا کسی دنیوی غرض سے کیا جانے والا عمل بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں بلکہ باعثِ وبال ہے، خواہ وہ عمل کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، قرآن مجید کی قرائت وتلاوت کا بھی یہی معاملہ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا (سورہ بقرۃ آیت ۲۶)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ) اس (قرآن کے) ذریعہ سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتے ہیں (سورہ بقرہ)

اورایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۲ پ ۱۵)

ترجمہ: ہم قرآن کی وہ چیزیں نازل کرتے ہیں جو شفاء ہیں، اور رحمت ہیں مؤمنین کے لئے، اور ظالم لوگوں کی خسارہ میں ہی زیادتی ہوتی ہے (سورہ بنی اسرائیل)

اورایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ (مسلم) [1]

ترجمہ: اللہ اس کتاب (یعنی قرآن) کے ذریعہ سے کچھ لوگوں کو بلند فرماتے ہیں، اوراس کے ذریعہ سے دوسرے لوگوں کو پست اور (ذلیل) فرماتے ہیں (مسلم)

---

[1] رقم الحدیث ۸۱۷ ”۲۶۹“ کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه.

Idara Ghufran

ان آیات اور حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ذریعہ سے لوگ اپنی شامتِ اعمال کی بدولت گمراہی اور خسارہ بھی پاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (بخاری)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان (کی رات) میں قیام کیا (اور تراویح پڑھیں) ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ تو یہ عمل اس کے سابقہ (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے قیام اور تراویح کی اصل فضیلت اخلاص کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُن کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمَحْوُ عَشْرِ سَيِّئَاتٍ (مصنف ابن أبی شیبة) [3]

ترجمہ: جس نے قرآن کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (یعنی اخلاص کے ساتھ) پڑھا، تو اُس کو ہر حرف پر دس نیکیاں حاصل ہوں گی، اور دس گناہ مٹا دیے جائیں گے (ابنِ ابی شیبہ)

---

[1] رقم الحدیث ۳۷، کتاب الایمان، باب تطوع قیام رمضان من الإیمان.

[2] قوله صلى الله عليه وسلم من قام رمضان إيمانا واحتسابا معنى إيمانا تصديقا بأنه حق مقتصد فضيلته ومعنى احتسابا أن يريد الله تعالى وحده لا يقصد رؤية الناس ولا غير ذلك مما يخالف الإخلاص والمراد بقيام رمضان صلاة التراويح (شرح النووى على مسلم، ج٦ ص ٣٩، باب الترغيب فى قيام رمضان)

[3] رقم الحديث ۳۰۵۵۵، كتاب فضائل القرآن، باب ثواب من قرأ حروف القرآن.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت پر عظیم اجر وثواب کا وعدہ اخلاص کے ساتھ تلاوت وقرائت کرنے پر ہے۔

اور اسی وجہ سے احادیث وروایات میں قرآن مجید پڑھنے پر اجرت ومعاوضہ لینے؛ یا اس کو دنیا کی غرض سے پڑھنے کی بُرائی آئی ہے۔

چنانچہ حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى قَارِءٍ يَقْرَأُ، ثُمَّ سَأَلَ فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ، فَإِنَّهُ سَيَجِيْءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک قاری کے پاس سے گزرے جو قرائت کررہا تھا، پھر اُس نے لوگوں سے مانگنا شروع کیا، تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھا، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے قرآن پڑھا، اُسے چاہیے کہ قرآن کے ذریعے اللہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو پڑھ کر اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے (مسند احمد)

اس قسم کا مضمون اور احادیث میں بھی آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِقْرَءُوْا الْقُرْآنَ، وَلَا تَغْلُوْا فِيْهِ، وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ، وَلَا تَأْكُلُوْا بِهٖ، وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهٖ (مسند

---

[1] رقم الحديث ۲۹۱۷، ابواب فضائل القرآن، مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۸۸۵.
قَالَ الترمذی. هذا حديث حسن ليس إسناده بذاک.
وفی حاشية مسند احمد: حسن لغيره.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

أحمد، رقم الحديث ۱۵۵۲۹) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ تم قرآن کی قرائت کرو، اور اُس میں غلو نہ کرو، اور اس کی تلاوت سے غفلت اختیار نہ کرو، اور اُس کے ذریعے سے نہ کھاؤ، اور نہ اُس کے ذریعے سے مال بڑھاؤ (مسنداحمد)

حضرت ولید بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ (فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ) فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، ثُمَّ يَكُوْنُ خَلْفٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يَعْدُوْ تَرَاقِيَهُمْ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةٌ مُؤْمِنٌ وَمُنَافِقٌ وَفَاجِرٌ قَالَ بَشِيْرٌ: فَقُلْتُ لِلْوَلِيْدِ: مَا هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ: اَلْمُنَافِقُ كَافِرٌ، وَالْفَاجِرُ يَتَأَكَّلُ بِهِ، وَالْمُؤْمِنُ يُؤْمِنُ بِهِ (مستدرك حاكم) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے (سورہ مریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے ناخلف آئیں گے، کہ جو نماز کو ضائع

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد قوی، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير أبی راشد الحُبرانی، فقد روی له البخاری فی "الأدب المفرد"، وأبو داود، والترمذی، وابن ماجه، وروی عنه جمع، ووثقه العجلی، وابن حبان، والحافظ ابن حجر فی "التقريب".

[2] رقم الحديث ۳۴۱۶، كتاب التفسير، تفسير سورة مريم، ج۲ ص۴۰۶، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۳۴۰.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح رواته حجازيون وشاميون أثبات ولم يخرجاه .

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

فی حاشية مسند احمد: إسناده حسن.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کریں گے، اور اپنی خواہشوں کی اتباع کریں گے، سو یہ لوگ عنقریب شر (وہلاکت) میں مبتلا ہوں گے، پھر اس کے بعد ایسے ناخلف لوگ آئیں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے، جو ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا، اور قرآن کو تین قسم کے لوگ پڑھتے ہیں، ایک مومن، دوسرے کافر، تیسر فاجر۔

بشیر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے ولید (راوی) سے عرض کیا کہ یہ تین قسم کے لوگ کون سے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ منافق تو کافر ہے (کہ اس کا دل سے قرآن پر ایمان نہیں ہوتا، اگرچہ وہ زبان سے الفاظ تلاوت کرے) اور فاجر قرآن کے ذریعے سے کھاتا ہے، اور مومن اس پر ایمان لاتا ہے (حاکم)

حضرت ایاس بن عامر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

إِنَّکَ إِنْ بَقِيتَ سَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةُ أَصْنَافٍ: فَصِنفٌ لِلّٰهِ، وَصِنفٌ لِلْجِدَالِ، وَصِنفٌ لِلدُّنْيَا، وَمَنْ طَلَبَ بِهٖ أَدْرَکَ (سنن الدارمی)[1]

ترجمہ: بے شک آپ اگر زندہ رہے، تو عنقریب تین قسم کے لوگ قرآن کی قرائت کریں گے، ایک قسم کے لوگ تو اللہ کے لئے، اور دوسری قسم کے لوگ جھگڑا (وبحث مباحثہ) کرنے کے لئے، اور تیسری قسم کے لوگ دنیا کے لئے، اور جو اس کے ذریعہ سے (دنیا کو) طلب کرے گا، تو اسے حاصل ہوجائے گی (لیکن وہ ثواب سے محروم ہوگا) (دارمی)

امام ابنِ ابی شیبہ نے تو باقاعدہ رمضان میں قرآن مجید پڑھنے پر اجرت ومعاوضہ لینے کے سلسلہ میں مستقل باب قائم کیا ہے، اور اس کے ذیل میں مختلف روایات ذکر کی ہیں۔

چنانچہ ایک روایت ابوایاس معاویہ بن قرہ سے یہ ذکر کی ہے؛ کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

كُنْتُ نَازِلًا عَلٰى عَمْرِو بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ ، فَلَمَّا حَضَرَ رَمَضَانُ

---

[1] رقم الحديث ٣٣٧٢، كتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن.
قال حسين سليم :إسناده صحيح(تعليق سنن دارمی)

Idara Ghufran

جَاءَہٗ رَجُلٌ بِأَلْفَیْ دِرْھَمٍ مِنْ قِبَلِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَیْرِ ، فَقَالَ: إِنَّ الْأَمِیْرَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ إِنَّا لَمْ نَدَعْ قَارِئًا شَرِیْفًا إِلَّا قَدْ وَصَلَ إِلَیْہِ مِنَّا مَعْرُوْفٌ فَاسْتَعِنْ بِھٰذَیْنِ عَلٰی نَفَقَۃِ شَھْرِکَ ھٰذَا ، فَقَالَ: عَمْرٌو اِقْرَأْ عَلَی الْأَمِیْرِ السَّلَامَ وَقُلْ وَاللہِ مَا قَرَأْنَا الْقُرْآنَ نُرِیْدُ بِہِ الدُّنْیَا وَرَدَّہٗ عَلَیْہِ(مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [1]

ترجمہ: میں عمرو بن نعمان بن مقرن (جلیل القدر تابعی) کی خدمت میں حاضر تھا، جب رمضان آیا، تو ایک شخص ان کے پاس مصعب بن زبیر کی طرف سے دو ہزار درہم لے کر آیا، اور اس نے کہا کہ امیر (گورنر) آپ کو سلام کہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے ہر معزز قاری کو انعام دیا گیا ہے، تو آپ اپنے اس مہینے کے خرچے میں مدد کے لئے یہ لے لیجئے، تو حضرت عمرو بن نعمان نے فرمایا کہ امیر کو میرا سلام کہہ دیجئے، اور یہ کہہ دیجئے کہ اللہ کی قسم ہم نے قرآن کو دنیا کی غرض سے نہیں پڑھا، اور اس رقم کو واپس کر دیا (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عمرو بن نعمان بن مقرن عظیم تابعی اور بصرۃ کے عظیم قاری ہیں، اور آپ کا انتقال حضرت مصعب بن زبیر سے پہلے ہوا۔ [2]

اگرچہ حکومت کی طرف سے یہ رقم ملنے کی وجہ سے یہ بات کہی جاسکتی تھی کہ وہ بطور وظیفہ کے

---

[1] رقم الحدیث ۷۸۲۰، کتاب الصلاۃ، باب فی الرجل یقوم بالناس فی رمضان فیعطی.

[2] عمرو بن النعمان بن مقرن المزنی من سادات التابعین وقراء أھل البصرۃ مات قبل مصعب بن الزبیر(مشاھیر علماء الأمصار تحت ترجمۃ رقم ۶۷۲)

عمرو بن النعمان بن مقرن المزنی یروی عن جماعۃ من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدادہ فی أھل البصرۃ وکان من قرائھم روی عنہ معاویۃ بن قرۃ ثنا الحسن بن سفیان قال ثناہ أبو بکر بن أبی شیبۃ قال ثنا محمد بن بشر قال ثنا عبد اللہ بن الولید قال ثنا یحیی عن أیوب قال ثنا معاویۃ بن قرۃ قال کنت نازلا علی عمرو بن النعمان بن مقرن فلما حضر رمضان جاء رجل بألفی درھم من قبل مصعب بن الزبیر فقال إن الامیر یقرئک السلام ویقول إنا لم ندع قارئا شریفا إلا وقد وصل إلیہ منا معروف فاستعن بھذین علی بقیۃ شھرک فقال عمرو اقرأ علی الامیر السلام وقل واللہ ما قرأنا القرآن نرید بہ الدنیا وردھا علیہ(ثقات ابن حبان ج۵ص ۱۷۰)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دی جارہی ہو، اور خاص قرآن مجید پڑھنے کے عوض میں نہ ہو، لیکن حضرت عمرو بن نعمان نے اس کو گوارہ نہیں کیا اور اپنی نیت کی بھی وضاحت فرمادی۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت میں یہ واقعہ آتا ہے کہ:

أَنَّهُ صَلّٰى بِالنَّاسِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ بَعَثَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ بِحُلَّةٍ وَبِخَمْسِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَرَدَّهَا ، وَقَالَ: إِنَّا لَا نَأْخُذُ عَلَى الْقُرْآنِ أَجْرًا (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: انہوں نے لوگوں کو رمضان میں نماز پڑھائی، پس جب عید الفطر کا دن ہوا تو عبداللہ بن زیاد نے ان کو ایک کپڑے کا جوڑا اور پانچ سو درہم بھیجے، تو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کردیا، اور فرمایا کہ ہم قرآن پر اجرت نہیں لیتے (ابنِ ابی شیبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مغفل نے رمضان میں تراویح میں قرآن مجید سنایا تھا، جیسا کہ شروع روایت میں رمضان میں نماز پڑھانے کے الفاظ ہیں، اسی لئے انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم قرآن پر اجرت نہیں لیتے۔

اور حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لَا يُؤْخَذُ عَلَى الْقُرْآنِ أَجْرٌ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: قرآن مجید پر اجرت نہیں لی جائے گی (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت زاذان (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَأْكُلُ بِهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

---

[1] رقم الحديث ۷۸۲۱، كتاب الصلاة، باب فی الرجل يقوم بالناس فی رمضان فيعطی.

[2] رقم الحديث ۷۸۲۲، كتاب الصلاة، باب فی الرجل يقوم بالناس فی رمضان فيعطی.

[3] رقم الحديث ۷۸۲۴، كتاب الصلاة، باب فی الرجل يقوم بالناس فی رمضان فيعطی.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے (مال) کھائے، تو قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ صرف ہڈی والا (بھیانک شکل میں) ہوگا، اس پر گوشت نہ ہوگا (ابنِ ابی شیبہ) ۱

ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے، جو سند کے لحاظ سے قابلِ اطمینان نہیں ہے۔ ۲
جو لوگ قرآن شریف کو دنیا طلب کرنے کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، چہرے پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اشرف الاشیاء (سب چیزوں میں اشرف اور عظیم چیز یعنی قرآن مجید) کو اس کے مقابلہ میں ذلیل چیز (یعنی دنیا) کمانے کا ذریعہ بنایا تو اشرف الاعضاء یعنی چہرہ کو رونق سے محروم کردیا جائے گا۔ ۳

---

۱ اور قاسم بن سلام کی فضائلِ قرآن میں یہ روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے:
حدثنا عبد الرحمن ، عن سفيان ، عن واقد مولى يزيد بن خليدة ، عن زاذان ، قال : من قرأ القرآن ليتأكل الناس جاء يوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه لحم (فضائل القرآن للقاسم بن سلام رقم الحديث ۲۹۳)

۲ أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو القاسم بن حبيب المفسر من أصل كتابه، ومحمد بن موسى بن الفضل، قالوا :حدثنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الصفار الأصبهاني، حدثنا أحمد بن ميثم بن أبي نعيم الفضل بن دكين، حدثنا على بن قادمالخزاعي، عن سفيان الثورى، عن علقمة بن مرثد، عن سليمان بن بريدة، عن أبيه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من قرأ القرآن يتأكل به الناس جاء يوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه لحم "(شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ۲۳۸۴)
قال المناوى:قال ابن أبي حاتم :لا أصل لهذا من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابن الجوزى :وفيه على بن قادم ضعفه يحيي وأحمد بن ضبير ضعفه الدارقطني اه.وأورده الذهبي في المتروكين وقال :ضعفه ابن معين وكان شيعيا غاليا.(فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۲۲۸۹)

۳ (من قرأ القرآن يتأكل به) أى يستأكل به على حد *(فمن تعجل في يومين) أى استعجل والباء للآلة ككتبت بالقلم (الناس جاء يوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه لحم) أى من جعل القرآن ذريعة ووسيلة إلى حطام الدنيا جاء يوم القيامة في أسوأ حال وأقبح صورة حيث عكس وجعل أشرف الأشياء وأعزها وصلت إلى أذل الأشياء وأحقرها وذا أبلغ من خبر لا يزال الرجل يسأل الناس حتى يأتي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

شیطان کا حربہ ہے کہ جتنا بڑا عمل ہوتا ہے، اتنا ہی اسے ضائع کرنے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ آج رمضان المبارک کے بابرکت اور مقدس مہینے میں بہت سے حفاظِ کرام چند ٹکوں کے بدلے قرآن مجید کی سودے بازی کرتے ہیں اور اس طرح یہ دنیا دار ناقدر شناس لوگ اس مبارک مہینے کے انوار وبرکات کو پیسوں کی خاطر قربان کر کے رکھ دیتے ہیں۔

اور اس پر طرہ یہ ہے کہ اس عمل کو گناہ سمجھنے کے بجائے الٹا جائز بلکہ ثواب ثابت کرنے کی بے تکی تاویلیں کرتے ہیں۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہم تو خالصتاً اللہ کی رضاء کے لئے سناتے ہیں یا ہمیں زبردستی دے دیا جاتا ہے۔

پھر بعض جگہ تو حفاظ پہلے سے قرآن سنانے کی اُجرت مقرر کر لیتے ہیں ان کا معاملہ تو بالکل صاف ہے کہ یہ صریح گناہ ہے۔

اور اکثر حفاظ ایسے ہیں اور یہی رواج بھی ہے کہ پہلے سے کچھ مقرر نہیں کیا جاتا پھر جس قدر مل جائے وصول کر لیتے ہیں۔

مگر یاد رکھئے کہ متعین نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو اجرت میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ جو بات لوگوں کے درمیان پہلے سے معروف ومشہور اور رائج ہو وہ مشروط چیز کا حکم رکھتی ہے خواہ لفظوں میں اس شرط کی وضاحت نہ کی جائے (ہماری روزمرہ کی زندگی میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یوم القیامة ولیس فی وجهه مزعة لحم لأنه أخبر عن وجهه أنه عظم صرف ثم أكده بقوله ولیس علیه لحم قال الأفضلی :من استجر الجیفة ببعض الملاهی والمعازف أهون ممن استجرها بالمصحف(فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۲۲۸۹)

[1] المعروف عرفا كالمشروط شرطا وفی الكتب الفقهیة عبارات أخرى بهذا المعنى "الثابت بالعرف كالثابت بدلیل شرعی "و "المعروف عرفا كالمشروط شرعا "و "الثابت بالعرف كالثابت بالنص "والمعروف بالعرف كالمشروط باللفظ (درر الحكام فی شرح مجلة الأحكام، ج ۱، ص ۵۱، المادة ۴۳، المعروف عرفا كالمشروط شرطا)

Idara Ghufran

لہٰذا تراویح میں قرآن مجید پڑھنے کی اجرت خواہ مشروط ہو یا معروف ہو جیسا کہ آج کل بہت سے علاقوں میں عام طور پر رواج ہے کہ کسی نہ کسی عنوان سے لینا دینا لازم سمجھا جاتا ہے اور حفاظ بھی ایسی جگہ کی تلاش میں ہوتے ہیں جہاں زیادہ ملنے کی امید ہو یہاں تک کہ اگر دوسرے شہر جانا پڑے تو اس کے لئے سفر کرتے ہیں اور اگر کسی جگہ کچھ ملنے کی امید نہ ہو تو وہاں نہیں جاتے بلانے پر بھی عذر کر دیتے ہیں اور اگر زبان سے کچھ نہ کہیں تب بھی دل میں یہی ہوتا ہے کہ یہاں سے کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا۔

تو اس صورت میں جو کچھ ہدیہ چندہ اور مدد کے نام سے نقدی یا جوڑا دیا جائے گا وہ اجرت میں داخل ہوگا، اور لینے دینے والے دونوں گنہگار ہوں گے۔ [1]

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ قاری اور حافظ اُجرت کی نیت سے نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے لئے کام کرتے ہیں اور لوگ بھی اخلاص کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں، معاوضہ مقصود نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ جب لین دین کا رواج ہو تو ظاہر پر حکم لگایا جاتا ہے اور نیت کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔

مگر درجِ ذیل قرائن سے نیت کا فساد معلوم ہوتا ہے۔

(الف)...... اگر کسی جگہ قاری کو کچھ بھی نہ ملے یا حسبِ منشاء وصولی نہ ہو یا پہلے ہی کہہ دیا جائے کہ یہاں سے آپ کو نقدی، جوتا، مٹھائی، کپڑا وغیرہ کچھ نہیں ملے گا تو اس پر ان کی طرف سے ناراضگی اور خفگی والا ردِ عمل سامنے آتا ہے، اسی وجہ سے ایسی جگہ کا آئندہ رُخ بھی نہیں کیا جاتا۔

(ب)...... اپنے علاقوں کی مسجدیں جہاں کچھ نہیں ملتا، یا بہت کم ملتا ہے، ویران چھوڑ کر دور دراز کے علاقوں میں جہاں بھاری رقم ملتی ہے، جا کر تراویح پڑھانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

---

[1] وقال العینی فی شرح الهدایة: ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان (ردالمحتار، ج ٦ ص ٥٦، کتاب الاجارة، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(ج)...... در پردہ لوگوں کو ان کی یا اپنی امداد کی ترغیب دی جاتی ہے۔

(د)...... اس قسم کے حفاظ اندرونِ خانہ بیٹھ کر لین دین کے معاملات میں گفتگو کرتے ہیں۔

(ہ)...... ایک دوسرے پر فخریہ انداز میں اپنے آپ کو ملنے والی رقم کے ذریعہ سے بڑھ چڑھ کر ظاہر کرتے ہیں، کیا یہی اخلاص اور للّٰہیت ہے؟

(و)...... مسجد والوں کا حال یہ ہے کہ اگر یہ قاری ان کی مسجد میں نہ آئیں تو یہ لوگ ان حافظ صاحب کی خدمت نہیں کرتے، اوران کا حال بھی دریافت نہیں کرتے، خواہ وہ کتنے ہی محتاج وضرورت مند ہوں۔

اس قسم کی باتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جانبین کی نیت معاوضے اور اُجرت کے لین دین کی ہوتی ہے (ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ، جلد ۳، صفحہ ۵۱۴، فصل فی التراویح)

اسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہو گیا کہ تراویح میں قرآن مجید سُنانے والے حافظ کو دینے کی غرض سے چندہ کرنا اور تعاون کرنا بھی جائز نہیں۔ [۱]

بعض لوگ شبہ کیا کرتے ہیں کہ اگر تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ کے لئے کچھ لینا دینا ناجائز ہے تو مدرسوں میں قرآن مجید کی تعلیم دینے والوں کو تنخواہ لینا کیوں جائز ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم اور قرآن مجید کی تلاوت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، قرآن مجید کی تعلیم پر لینا دینا جائز ہے اور تلاوت پر (خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر) جائز نہیں۔ [۲]

---

[۱] لقولہٖ تعالی "ولا تعاونوا علی الا ثم والعدوان (سورة المائدة، آیت ۲)

[۲] (تنبیه) قال فی البحر :ولم أر حکم من أخذ شیئا من الدنیا لیجعل شیئا من عبادته للمعطی، وینبغی أن لا یصح ذلک اھ أی لأنه إن کان أخذه علی عبادة سابقة یکون ذلک بیعا لها، وذلک باطل قطعا، وإن کان أخذه لیعمل یکون إجارة علی الطاعة وهی باطلة أیضا کما نص علیه فی المتون والشروح والفتاوی، إلا فیما استثناه المتأخرون من جواز الاستئجار علی التعلیم والأذان والإمامة وعللوه بالضرورة وخوف ضیاع الدین فی زماننا لانقطاع ما کان یعطی من بیت المال .وبه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اگر تراویح میں قرآن مجید سُنانے والے کے ذمہ کچھ نمازیں لگادی جائیں، یا پہلے سے اس کے ذمہ کچھ نمازیں مقرر ہوں، تو پھر ایسی صورت میں اس کو جو کچھ دیا جائے، تو اگر وہ امامت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علم أنه لا يجوز الاستئجار على الحج عن الميت لعدم الضرورة كما يأتي بيانه في هذا الباب، ولا على التلاوة والذكر لعدم الضرورة أيضا، وتمام الكلام على ذلك في رسالتنا (شفاء العليل وبل الغليل، في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل) فافهم(رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٥٩٦، كتاب الحج،باب الحج عن الغير)

قوله :وتعليم القرآن؛ قال تاج الشريعةِ -رضي الله عنه -في شرح الهداية:إن القرآنَ بالأجرةِ لا يستحقُّ الثوابَ لا للميِّت ولا للقارء، وقال العَيْنِيُّ في شرح الهداية:ويمنعُ القارء للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان، فالحاصل أنَّ ما شاعَ في زماننا من قراءةِ الأجزاءِ بالأجرةِ لا يجوز؛ لأنَّ فيه الأمرَ بالقراءة، وإعطاءُ الثواب للآمر، والقراءةُ لأجلِ المال، فإذا لم يمكن للقارء ثوابٌ لعدمِ النيّة الصحيحةِ فأين يصلُ الثوابُ إلى المستأجر، ولولا الأجرةُ ما قرأ أحدٌ لأحدٍ في هذا الزمان، بل جعلوا القرآنَ العظيم مكسباً ووسيلةً إلى جمع الدنيا، إنّا لله وإنّا إليه راجعون .انتهى.

وقال الشيخ خيرُ الدين الرمليُّ في حاشية البحر في كتاب الوقف :أقول :المفتى به جوازُ الأخذِ استحساناً على تعليمِ القرآن لا على القراءةِ المجرَّدة .كما صرَّح به في التاتارخانية حيث قال :لا معنى لهذه الوصيّة، ولصلة القارء بقراء ته؛ لأنَّ هذا بمنزلةِ الأجرة، والإجارةُ في ذلك باطلة، وهي بدعة، ولم يفعلها أحدٌ من الخلفاء ، وقد ذكرنا مسألة تعليمِ القرآنِ على استحسان؛ أي للضرورة، ولا ضرورةَ في الاستئجار على القراءةِ على القبر .انتهى.

وفيه ردٌّ صاحب البحر حيث علَّلَ البطلانَ بأنّه مبنيٌّ على القولِ بكراهةِ القرآن على القبر وليس كذلك، بل لما فيه من شبهةِ الاستئجارِ على القبر، وقال في الولوالجيّة: لو زارَ قبرَ صديقٍ أو قريبٍ له وقرأ عنده شيئاً من القرآن فهو حسن، أمّا الوصيّة بذلك فلا معنى لها، ولا معنى أيضاً لصلةِ القارء؛ لأنَّ ذلك يشبهُ استئجاره على قراءةِ القرآن وذلك باطل، ولم يفعل ذلك أحدٌ من الخلفاء .انتهى.

فلو كانت العلّة ما قاله صاحب البحر لم يصحّ قوله هنا، فهو حسن، ونقل العلامةُ الخلوتيّ في حاشية المنتهى الحنبلي عن شيخِ الإسلام تقيّ الدين -رضي الله عنه -ما نصّه :ولا يصحُّ الاستئجارُ على القراءة وإهدائها إلى الميّت؛ لأنّه لم ينقلُ عن أحدٍ من الأئمّة الإذن في ذلك، وقد قال العلماء :إنّ القارء إذا قرأ لأجلِ المالِ فلا ثواب له، فأيُّ شيء يهديه إلى الميّت، وإنّما يصلُ إلى الميّت العمل، والاستئجارُ على مجرّد التلاوةِ لم يقلْ به أحد من الأئمّة، وإنّما تنازعوا في الاستئجار على التعليم .انتهى هذا ما التقطته من رد المحتار(٣/٣٥)

وقال في الفتاوى العالمكيرية :واختلفوا في الاستئجارِ على قراءة القرآن على القبر مدّة معلومة، قال بعضهم :تجوزُ وهو المختار، كذا في السراج الوهّاج.انتهى .وقال العلامةُ الطحطاويّ في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے معروف معاوضہ سے زیادہ ہو، تو بھی اتنا حصہ اجرت میں داخل ہو کر منع ہوگا۔ [1]

اگر کسی امام وخطیب یا مدرس کو معاشی تنگی کا سامنا ہے اور تنخواہ سے اس کا گزارہ مشکل ہے تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حاشيته على الدرّ المختار(۴/۳۰)والمختارُ جوازُ الاستئجار على قراءةِ القرآنِ على القبورِ مدّة معلومة، وفى الحَمَوىّ ما نصّه :ونقل العلامةُ المقدسيّ من هامش نسخة من القنية:ما نصّه وفى الكواشى:المستأجر للختمِ ليس له أن يأخذ الأجر أقلّ من خمسةٍ وأربعين درهماً شرعيّاً، هذا إذا لم يسمِّ شيئاً من الأجر .كما ذكره فى الأصل :أى المبسوط فى رجلٍ قال للقارء :اختم القرآن ولم يسمِّ شيئاً من الأجر وختمه، ليس له أن يأخذَ أقلَّ من خمسة وأربعين درهماً بعد العقد عليه، أو شرطَ أن يكون ثواب ما فوق لنفسه فلا يأثم، وعلى هذا لو قال القارء :اقرأ ختماً بقدرِ ما قدّرتَ من الأجرِ حين أمره المستأجر بالختم بأقلّ من خمسةٍ وأربعين فقرأ من القرآن ذلک المقدار من الثلث أو الربعِ أو النصف أو نحوها فلا يأثم .انتهى ملخّصاً.

وقال العلامةُ الشاميُّ فى رد المحتار(۵/۳۶)وما نقل عن بعض الهوامش، وعزى حاوى الزاهدى من أنّه لا يجوز الاستئجار على الختمِ من خمسةٍ وأربعين فخارجٌ عمّا اتّفقَ عليه أهل المذهبِ قاطبة. انتهى .فتفكّر وتدبّر ليظهرَ عليک قوّة دليلِ عدمِ جواز الاستئجارِ على قراءةِ القرآن لاتصال الثوابِ إلى الميت سواء كان على القبر أو لا، والاستئجار على ختمِ القرآنِ فى التراويح كما اعتادَه الحفّاظُ فى زماننا فإنّهم يعيّنون الأجر من قبل، ويجبرونَ المستأجر عليه، والحالُ أنّ الختمَ فى التراويحِ سنة لا واجبة، والقياس على حجّ البدلِ قياسٌ مع الفارق، وحاله ما ذكرنا فتذكّر(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية،كتابُ الهبة)

[1] چنانچہ امدادُالفتاویٰ میں ہے کہ:

یہ جواز کا فتویٰ اُس وقت ہے جب امامت ہی مقصود ہو، حالانکہ یہاں مقصود ختمِ تراویح ہے، اور یہ محض ایک حیلہ۔

دیانات میں جو کہ معاملہ فیما بین العبد وبین اللہ ہے، حیل مفید جوازِ واقعہ کو نہیں ہوتے، لہٰذا یہ ناجائز ہوگا (امدادُ الفتاویٰ، ج۱، ص۳۲۲، فصل فی التراویح)

ملحوظ رہے کہ بعض حضرات نے سامع کو معلم کا درجہ دیتے ہوئے لین دین کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ احسنُ الفتاویٰ میں اس سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ:

صحیح یہ ہے کہ یہ تعلیم نہیں بلکہ تذکیر ہے، ثانیاً اگر تعلیم ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ اس قسم کی ضروری تعلیم نہیں، جس پر جوازِ اُجرت کا فتویٰ ہے، جب تراویح میں ختمِ قرآن ہی ضروری نہیں، اسی لئے اس پر اُجرت لینا جائز نہیں، تو قاری کو تعلیم یا تذکیر ایسی ضروری کیونکر ہو سکتی ہے کہ اس پر اُجرت لینا جائز ہو، لہٰذا قاری کی طرح سامع کو بھی اُجرت لینا جائز نہیں، خواہ اُجرت متعین ہو، یا بلاتعیین بنام امداد وخدمت ہو؛ بہر حال ناجائز ہے، بلکہ بدون تعیین میں مزید قباحت یہ ہے کہ اس میں اُجرت مجہول ہے، اس لئے یہ اور بھی زیادہ شدید گناہ ہے

(احسن الفتاویٰ ج۳، ص۵۱۶، فصل فی التراویح)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اہل محلّہ کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی تنخواہ میں بقدرِ ضرورت اضافہ کریں تا کہ وہ فراغت اور دلجمعی سے دینی خدمات سرانجام دے سکے۔

یہ مسلمانوں کی دنیاوی اورجسمانی ضروریات سے زیادہ بڑی اوراہم ضرورت ہے کہ علماء وائمہ اورحفاظ وقراء کو(تراویح میں قرآن مجید سنانے سے ہٹ کر) ویسے ہی ان کو معاشی ضرورتوں سے بےفکر کرکے انہیں خدماتِ دینیہ کے لئے فارغ رکھیں،اسی میں عوام اوران کی آئندہ نسلوں کے دین کی حفاظت ہے۔

علماء وائمہ کوبھی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے پرقناعت کریں اوراخلاص واستغناء سے اصولِ شرعیہ کے مطابق خدمتِ دین میں مشغول رہیں،اللہ تعالیٰ خودان کی ہرضرورت کے پورا ہونے کا غیب سے انتظام فرمائیں گے اورعزت سے کھلائیں گے،اوریہ بھی سوچیں کہ رمضان سال میں صرف ایک مرتبہ آتا ہے اورگیارہ مہینہ کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش تو ہوتا ہی ہے توجس طرح گیارہ مہینے گزربسر ہوجاتا ہے یہ مہینہ بھی گزارنا کوئی مشکل نہیں۔

ملحوظ رہے کہ تراویح میں قرآن مجید سنانے پرلین دین کے ناجائز ہونے کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ لینادینا طے کرلیا جائے یا زبانی صراحت ہوجائے،یالین دین کی نیت سے پڑھایاسنا جائے یالین دین کارواج ہو(جیسا کہ عام طورپرآج کل ہے)اوراگران میں سے کوئی بات نہ ہوتوپھربطورہدیہ کے لینادیناجائز ہوگا(لیکن اس صورت کاوجودآج کل مشکل ہے)

تراویح میں مسائل سے ناواقف کوامام بنانا

حضرت ابومسعودانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ، فَإِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَ ۃِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ (مسلم) [1]

---

[1] رقم الحدیث ۶۷۳ ”۲۹۰“کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب من احق بالامامۃ.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو اُن میں کتابُ اللہ کی قرائت کو زیادہ جانتا ہو، اگر لوگ قرائت میں برابر ہوں تو جو سنت کو زیادہ جاننے والا ہو (وہ امامت کرے) (مسلم)

شریعتِ مطہرہ میں امامت کے لئے کچھ شرائط اور اوصاف ضروری قرار دیئے گئے ہیں جن کا پایا جانا امام کے لئے ضروری ہے خواہ امام فرض نماز کا ہو یا تراویح کا، حکم سب نمازوں کی امامت کا برابر ہے۔

مثلاً امامت کے لئے ضروری ہے کہ نماز کے فرائض، واجبات وغیرہ کا علم ہو، کیونکہ اگر نماز کے ضروری مسائل کا بھی علم نہ ہوگا کہ نماز کن چیزوں سے فاسد ہوجاتی ہے اور کن چیزوں سے نماز میں سجدہ سہو لازم آجاتا ہے تو نماز کے ضائع یا واجبُ الاعادہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

آج کل تراویح کی امامت کے سلسلہ میں اس سے بہت غفلت برتی جاتی ہے اور صرف حافظِ قرآن ہونا یا قرائت کا اچھا ہونا کافی سمجھا جاتا ہے، جبکہ امامت کے مستحق ہونے میں قرائت کا اچھا ہونا اور حافظِ قرآن ہونے کا درجہ ضروری مسائل کے علم کے بعد کا ہے کیونکہ اگر نماز ہی صحیح نہ ہو یا واجبُ الاعادہ ہوجائے تو ایسی قرائت اور ایسی تراویح میں قرآن مجید پڑھنے کا کیا فائدہ، اس سے بہتر تھا کہ ایسے شخص کے پیچھے سورتوں سے تراویح پڑھ لی جاتی جو کم از کم نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہوتا کیونکہ اس میں اگرچہ ایک سنت ''تراویح میں قرآن مجید سننے'' کی تو رہ جاتی مگر تراویح کے صحیح ہونے کی ذمہ داری سے تو بری ہوجاتے، اور اگر نماز ہی ناقص یا ضائع ہوگئی تو نہ تراویح کی سنت ادا ہوگی اور اس کے نتیجہ میں نہ ہی قرآن مجید پڑھنے یا سننے کی سنت ادا ہوگی۔ [1]

---

[1] أما الكلام فى بيان من هو أحق بالإمامة، نقول :الأولى بالتقديم الأعلم بالسنّة إذا كان يحسن من القراء ة ما يجوز بها الصلاة؛ لأن القراء ة يحتاج إليها فى ركن واحد والعلم بالسُنّة يحتاج إليه من أول الصلاة إلى آخرها؛ فكان الأعلم بالسنّة أولى، والذى روى أن النبى عليه السلام قال :يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله تعالى، فإن كانوا سواء ، فأعلمهم بالسنّة فإنما قال ذلك فى ذلك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لہٰذا اس لاپرواہی کو دور کرنا چاہئے اور تراویح کے لئے ایسے حافظ کو متعین کرنا چاہئے جو دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ نماز کے ضروری اور اہم مسائل واحکام سے بھی واقف ہو اور اگر ایسا کوئی حافظ نہ ملے تو نماز کے ضروری مسائل سے واقف پابندِ شریعت شخص کے پیچھے سورتوں سے تراویح پڑھ لی جائے۔

ڈاڑھی کٹوانے والے کی تراویح میں امامت

ہمارے یہاں الحمدللہ دین کی محنت اور علمائے کرام کی جدوجہد کی بدولت عموماً فرض نمازوں میں تو شرعی ڈاڑھی والے امام کا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن رمضانُ المبارک کے مقدس مہینہ میں بہت سی جگہ تراویح کے لئے صرف حافظِ قرآن ہونے یا خوش الحانی کی وجہ سے یا کسی اور دنیوی غرض کی خاطر ایسے حافظوں کو تراویح پڑھانے کے لئے مصلے پر کھڑا کردیا جاتا ہے جن کی شرعی (یعنی پوری ایک مٹھی) ڈاڑھی نہیں ہوتی۔

بعض حافظ ایسے بھی ہیں کہ سارے سال تو شرعی احکام سے آزاد اور بے باک نظر آتے ہیں لیکن ماہِ مبارک کی آمد سن کر چندروز پہلے خشخشی ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں اور جوں ہی مبارک مہینہ گزرتا ہے، یا تراویح میں قرآن سنا کر فارغ ہوتے ہیں فوراً اپنی پہلی حالت پر لوٹ آتے ہیں اور صرف اسی پر بس نہیں کہ ڈاڑھی کٹانا شروع کردیتے ہوں، بلکہ فرض نماز روزوں کو بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوقت؛ لأنهم كانوا يتلقنون القرآن بأحكامه فالأقرأ فيهم كان أعلم، فأما فى زماننا فيكون الرجل ماهراً فى القراءة ولا حظ له من العلم، فالعلم بالسنّة أولى، قال :فإذا تساووا فأكثرهم ورعاً للحديث (المحيط البرهانى، ج ا ، ص ۴۰۵، كتاب الصلاة، الفصل السادس، فصل فى بيان من هو أحق بالإمامة)

(قوله والأعلم أحق بالإمامة) أى أولى بها ولم يبين المعلوم وفسره فى المضمرات بأحكام الصلاة، وفى السراج الوهاج بما يصلح الصلاة ويفسدها، وفى غاية البيان بالفقه وأحكام الشريعة والظاهر هو الأول ويقرب منه الثانى، وأما الثالث فمحمول على الأول لظهور أنه ليس المراد من الفقه غير أحكام الصلاة ولهذا وقع فى عبارة أكثرهم الأعلم بالسنة باعتبار أن أحكام الصلاة لم تستفد إلا من السنة(البحر الرائق، ج ا ، ص۳٦٧، باب الامامة، صفة الإمامة فى الصلاة)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خیر باد کہہ دیتے ہیں بعض حفاظ سرِ عام کھاتے پیتے اور سگریٹوں کے کش لگاتے پھرتے ہیں، غیر شرعی لباس پہن کر اکڑتے پھرتے ہیں۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ ویسے تو کبھی اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ پھٹکیں اور چند ٹکوں، یا شہرت کی خاطر یا کسی بھی دنیاوی غرض سے چند دنوں کے لئے اس حالت کو اپنا لیں۔

کیا اس گناہ سے بچنا سارے سال اور ہمیشہ کے لئے ضروری نہیں ہے؟

یاد رکھئے کہ ڈاڑھی رکھنے اور بڑھانے کی سخت اہمیت اور تاکید ہے، اور کم از کم ایک مٹھی تک ڈاڑھی بڑھانا واجب ہے، اور اس کا منڈانا یا شرعی مقدار پوری ہونے سے پہلے کاٹنا سخت گناہ ہے۔

بلکہ اس عمل میں کئی گناہ پائے جاتے ہیں، مثلاً:

(۱)...... سب سے پہلا گناہ تو یہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت پائی جاتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے۔ [1]

(۲)...... دوسرا گناہ یہ ہے کہ یہ گناہ علانیہ اور کھلے عام ہوتا ہے، جو لوگوں کی نظروں سے مخفی نہیں رہتا، اور گناہ کو ظاہر کرنا بھی مستقل گناہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافِي إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ (بخاری) [2]

ترجمہ: میری سب امت کی بخشش کردی جائے گی، سوائے علانیہ گناہ کرنے

---

[1] والأمر بهذا يفيد وجوب المأمور به ، بحيث يثاب فاعله ، ويعاقب تاركه ، و ليست هناك قرينة تصرفه إلى الندب ، ومنه يعلم أن حلق اللحية مخالفة صريحة لأمر رسول اللّٰه -صلى الله عليه وسلم (ففروا إلى الله :لأبى ذر القلمونى، الباب الثالث عشر :الدين النصيحة،القرآن واللحية)

[2] رقم الحديث ٦٠٦٩ ،كتاب الادب، باب ستر المؤمن على نفسه؛ مسلم،رقم الحديث ٢٩٩٠ "٥٢" باب النهى عن هتك الإنسان ستر نفسه.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

والوں کے (بخاری، مسلم)

(۳)...... تیسرا گناہ یہ ہے کہ اس عمل میں اپنی شکل بگاڑنا اور تغییر خلق اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی فطرت وخلقت کو بدلنا) پایا جاتا ہے، اور اس گناہ کا شیطان نے وعدہ کیا تھا۔ [1]

(۴)...... چوتھا گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے میں کافروں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، جس پر سخت وعید آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہوگا (ابوداؤد)

(۵)...... پانچواں گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے میں خواتین کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، کیونکہ ڈاڑھی کو اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کے درمیان امتیازی شرف کی چیز بنایا ہے۔ [3]

اور جس عمل میں عورتوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہو، ایسے عمل کو اختیار کرنا

---

[1] ولآمرنهم فليغيرن خلق الله (سورة النساء، آية ۱۱۹)

[2] رقم الحديث ۴۰۳۱، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة.

[3] قوله عز وجل (وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ) روى عن ابن عباس أنه قال :هو أنهم يأكلون بالأيدى وغير الآدمي يأكل بفيه من الأرض وروى عنه أنه قال :بالعقل.
وقال الضحاک :بالنطق وقال عطاء :بتعديل القامة وامتدادها والدواب منكبة على وجوهها وقيل: بحسن الصورة وقيل :الرجال باللحى والنساء بالذوائب وقيل :بأن سخر لهم سائر الأشياء وقيل : بأن منهم خير أمة أخرجت للناس (تفسير البغوى، ج۳ص۱۴۵، تحت آيت ۷۰من سورة الاسراء)
وقيل أكرم الرجال باللحى والنساء بالذوائب(تفسير القرطبى.ج۱۰ ص۲۹۴ تحت آيت ۷۰من سورة الاسراء)

Iqra Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

احادیث کی رُو سے باعثِ لعنت عمل ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَشَبِّهِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مَردوں اور مَردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے (بخاری)

(۶)......چھٹا گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے میں ہیجڑوں کے ساتھ بھی مشابہت پائی جاتی ہے، اور یہ بھی مستقل گناہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

لَعَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث (یعنی ہیجڑہ وزنخہ) بننے والے مَردوں پر اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے (بخاری)

(۷)......ساتواں گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈا کر یا ایک مٹھی سے کم کرا کر جب تک انسان اس عمل کا مرتکب رہتا ہے، اس وقت تک اس کا گناہ برابر ہوتا رہتا ہے (احسن الفتاویٰ ج۸ ص۷۴) [3]

---

[1] رقم الحديث ۵۸۸۵، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال.

[2] رقم الحديث ۵۸۸۶، كتاب اللباس، باب إخراج المتشبهين بالنساء من البيوت.

[3] أحدهما: أن تحريم حلق اللحية دلت عليه السنة بخصوصه............

الثانی: أن حالق اللحية مجاهر بمعصيته, وأثارها بادية عليه باستمرار فی حالة نومه, ويقظته, وعبادته, وفراغه............ .

الوجه الثالث: أن حلق اللحية تغيير للمظهر الإسلامی فی الفرد والجماعة, وعدول به عن مظهر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

(۸)...... آٹھواں گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنا اسلام کا شعار یا کم از کم نیک اور دیندار لوگوں کا شعار ہے، جس کی حفاظت واجب ہے، اوراس کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہے (کذا فی کفایت المفتی ج۹ص ۱۷۱، واغلاط العوام بتبویبِ جدید ص ۹۰)

ملحوظ رہے کہ اگر ڈاڑھی پوری طرح منڈائی نہ جائے بلکہ کاٹ کر ایک مٹھی سے کم کردی جائے تو بھی گناہ ہے، کیونکہ اس میں بھی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور کافروں کی مشابہت پائی جاتی ہے، اور ایک درجہ میں تغییرِ خلق اللہ اور اپنے آپ کو مثلہ بنانے کا گناہ بھی پایا جاتا ہے۔

البتہ اس میں عورتوں اور ہیجڑوں کے ساتھ پوری طرح مشابہت کا گناہ نہیں پایا جاتا، اس لئے باوجودیکہ ڈاڑھی کا ایک مٹھی سے کم کرنا بھی گناہ ہے، مگر اس کا گناہ پوری طرح ڈاڑھی منڈوانے کے گناہ سے کسی قدر کم ضرور ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأنبياء والمرسلين,والذين اتبعوهم بإحسان,وهذا أمر زائد على كونه مجرد معصية.

الوجه الرابع :أن حلق اللحية تشبه بأعداء الله تعالى من المجوس,والمشركين,وتحويل للمظهر الإسلامي إلى مظهر شرك ومجوسية ,فهو معصية لرسول الله صلى الله عليه وسلم ,وتشبه بأعداء الله عز وجل,وهاتان مفسدتان:المعصية,و التشبه.

الوجه الخامس :أن في حلق اللحية تغييرا لخلق الله تعالى وهو من أوامر الشيطان كما قال تعالى عنه) ومن يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد خسر خسرانا مبينا يعدهم ويمنيهم وما يعدهم الشيطان إلا غرورا أولئك مأواهم جهنم ولا يجدون عنها محيصا(النساء،الآيات ۱۱۹ تا ۱۲۱)

(مجموع فتاویٰ ورسائل للعثيمين، ج۱۵ ص ۱۳۱، ۱۳۲، تحت رقم السؤال ۹۹۰)

[۱] چنانچہ کفایتُ المفتی میں ہے کہ:

منڈانے اور ایک مشت سے کم رکھنے میں حکم متفاوت ہوگا، یعنی منڈانے والا زیادہ مؤاخذہ دار ہے، اور کتروانے والا اس سے کم (کفایت المفتی مدلل ومکمل ج۹ص ۱۷۸)

مندرجہ بالا تفصیل سے بعض حضرات کے اس شبہ کا بھی جواب ہوگیا کہ ڈاڑھی کا مقصد تو مرد اور عورت میں امتیاز ہے، لہٰذا یہ امتیاز جتنی مقدار ڈاڑھی کے رکھنے سے پورا ہوجائے، وہ کافی ہے، اور ایک مٹھی کی مقدار ضروری نہیں۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس صورت میں مذکورہ گناہ سے تو کسی درجہ میں بچت ہوجاتی ہے، مگر دوسرے گناہ پھر بھی موجود رہتے ہیں، جو اس فعل کے گناہ ہونے کے لئے کافی ہیں، اور ڈاڑھی کے حکم کا دارومدار صرف مذکورہ مقصد کی تکمیل پر نہیں۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خلاصہ یہ کہ داڑھی مونڈنے یا ایک مٹھی سے کم داڑھی رکھنے والا حافظ اس عمل کی وجہ سے سخت گناہ گار ہے۔ [1]

جس کی امامت مکروہ ہے۔ [2]

اور بطورِ خاص تراویح میں ایسے شخص کی امامت میں زیادہ شدید کراہت ہے، کیونکہ تراویح کی جماعت کی اہمیت فرض نماز باجماعت کی اہمیت سے کم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کسی جگہ ایسے حافظ کے علاوہ تراویح کی جماعت میسر نہ ہو تو اس کا حل یہ ہے کہ اس کے بجائے کسی نیک اور شریعت کے متبع شخص کی اقتداء میں سورتوں سے تراویح پڑھ لی جائے، اور یہ بھی میسر نہ ہو تو تنہا بغیر جماعت کے تراویح پڑھ لی جائے۔ [3]

---

[1] وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد اهـ (ردالمحتار، ج۲، ص۴۱۸، کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

[2] وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعا، ولا يخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لا تزول العلة، فإنه لا يؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال :ولذا لم تجز الصلاة خلفه أصلا عند مالك ورواية عن أحمد، فلذا حاول الشارح في عبارة المصنف وحمل الاستثناء على غير الفاسق، والله أعلم (ردالمحتار، ج۱، ص۵۶۰، وص۵۶۱، کتاب الصلاة، باب الإمامة)

[3] وإن تخلف واحد من الناس وصلاها في بيته فقد ترك الفضيلة ولا يكون مسيئا ولا تاركا للسنة (الفتاویٰ الهندية، ج۱، ص۱۱۶، کتاب الصلاة، الباب التاسع، فصل في التراويح)

وقال الصدر الشهيد الجماعة سنة كفاية فيها حتى لو أقامها البعض في المسجد بجماعة وباقي أهل المحلة منفردا في بيته لا يكون تاركا للسنة لأنه يروى عن أفراد الصحابة للتخلف .وقال في المبسوط لو صلى إنسان في بيته لا يأثم فقد فعله ابن عمر وعروة وسالم والقاسم وإبراهيم ونافع فدل فعل هؤلاء أن الجماعة في المسجد سنة على سبيل الكفاية إذ لا يظن بابن عمر ومن تبعه ترك السنة اهـ .وإن صلاها بجماعة في بيته فالصحيح أنه نال إحدى الفضيلتين فإن الأداء في المسجد له فضيلة ليس للأداء في البيت ذلك وكذا الحكم في الفرائض (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص۱۵۷، کتاب الصلاة، باب في النوافل، فصل في التراويح)

(لكن على وجه الكفاية) ش :يعني إذا قام بها البعض بالجماعة سقطت عن الباقين حضور الجماعة، لأن الجماعة فيها سنة على الكفاية م :(حتى لو امتنع أهل المسجد عن إقامتها كانوا مسيئين) ش: هذه نتيجة كون الجماعة في التراويح سنة، على الكفاية م :(ولو أقامها البعض فالمتخلف عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح میں نماز کے ارکان میں جلد بازی کرنا

یہ مرض بھی آج کل تراویح پڑھانے اور پڑھنے والوں میں کچھ عام ہوگیا ہے کہ تراویح میں جہاں ایک طرف قرآن مجید بہت تیز اور جلدی پڑھتے ہیں۔

دوسری طرف نماز کے ارکان رکوع، سجود، قومہ، جلسہ وغیرہ میں جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں بہت سی سنتیں اور واجبات رہ جاتے ہیں، بعض صورتوں میں نماز مکروہ ہوجاتی ہے اور بعض صورتوں میں واجب الاعادہ ہوجاتی ہے۔

نماز کو ٹھیک ٹھیک پڑھنے پر اگر بے شمار فضائل ہیں تو نماز کو خراب کرنے اور اس کے ارکان کو پوری طرح ادا نہ کرنے پر اسی درجہ کی وعیدیں بھی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجماعة تارک للفضيلة) ش :يعني لو أقام بعض أهل المسجد التراويح فالذى يتخلف عنهم لا يكون مسيئا بل يكون تاركا للفضيلة، لأن سنتها بالجماعة على الكفاية والفرض على الكفاية إذا قام به بعض سقط عن الباقي، ففي السنة على الكفاية بالطريق الأولى.

وعلل المصنف ذلک بقوله م :(لأن أفراد الصحابة -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ -يروى عنهم التخلف) ش: أي عن الجماعة في صلاة التراويح، منهم عبد الله بن عمر -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا -رواه الطحاوی عن نافع عن ابن عمر أنه كان لا يصلي خلف الإمام في شهر رمضان، وروى أيضا عن مجاهد قال :قال رجل لابن عمر -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا :-أصلي خلف الإمام في رمضان؟ قال أتقرأ القرآن؟ قال :نعم قال :صل في بيتک.

وأخرج ابن أبي شيبة أيضا في "مصنفه "عن ابن عمر أنه كان لا يقوم مع الناس في شهر رمضان قال وكان القاسم وسالم لا يقومان مع الناس .وروى البيهقي في "سننه "عن ابن عمر أنه قال له رجل أصلي خلف الإمام في رمضان؟ قال ابن عمر أليس تقرأ القرآن؟ قال :نعم، قال انتصب كأنک حمار، صل في بيتک .وروى الطحاوي عن الأشعث بن سليم قال :أتيت مكة وذاک في رمضان في زمان ابن الزبير -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -فكان الإمام يصلي بالناس في المسجد وقوم يصلون على حدة المسجد .وروى أيضا عن إبراهيم قال :لو لم يكن معي إلا سورة واحدة لكنت أرددها أحب إلي من أن أقوم خلف الإمام في رمضان، وروى أيضا عن عروة وسعيد بن جبير ونافع أنهم كانوا ينصرفون من العشاء في رمضان ولا يقومون مع الناس (البناية شرح الهداية، ج۲، ص۵۵۴، حکم صلاة التراويح وكيفيته)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى ثُمَّ سَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ فَأَعْلِمْنِيْ قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا (بخاری) [1]

ترجمہ: ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے، وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور سلام کیا، آپ نے فرمایا واپس جاؤ، اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ واپس گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھ کر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کے طریقہ کی) تعلیم دے دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو، اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو، پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ،

---

[1] رقم الحدیث ۶۶۶۷، کتاب الایمان والنذور، باب إذا حنث ناسیا فی الأیمان، واللفظ لہٗ، مسلم، رقم الحدیث ۳۹۷ "۴۵"، ابوداؤد رقم الحدیث ۸۵۶.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراسی طرح ساری نماز میں کرو (بخاری، مسلم)

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فَإِذَا رَكَعْتَ، فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ، وَامْدُدْ ظَهْرَكَ وَمَكِّنْ لِرُكُوعِكَ، فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَأَقِمْ صُلْبَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ إِلٰى مَفَاصِلِهَا، وَإِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ، فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ، فَاجْلِسْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى، ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ وَسَجْدَةٍ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٨٩٩٥) [1]

ترجمہ: پس جب آپ رکوع کریں، تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھیں، اور اپنی پشت کو پھیلا لیں، اور اپنے رکوع کو اطمینان سے کریں، پھر جب آپ رکوع سے سر اٹھائیں تو اپنی پشت کو سیدھا کرلیں، یہاں تک کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں پر لوٹ آئیں، اور جب آپ سجدہ کریں تو اپنے سجدے کو اطمینان سے کریں، پھر جب آپ سجدے سے اپنا سر اٹھائیں تو اپنی بائیں ران پر بیٹھ جائیں، پھر یہ ہر (رکعت کے) رکوع اور سجدہ میں کریں (مسند احمد)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَسْوَأَ النَّاسِ سَرِقَةً، الَّذِي يَسْرِقُ صَلَاتَهُ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُهَا؟ قَالَ: لَا يُتِمُّ رُكُوعَهَا وَلَا سُجُودَهَا (مسند احمد، رقم الحديث ١١٥٣٢) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں چوری کے اعتبار سے سب سے بُرا شخص وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے، صحابۂ کرام نے عرض کیا

---

[1] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

[2] في حاشية مسند احمد: حديث حسن.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کہ اے اللہ کے رسول! نماز کی کیسے چوری کرے گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس کے رکوع اور سجدوں کو مکمل (طریقہ پر ادا) نہیں کرتا (مسند احمد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ الرَّجُلُ الصَّلَاةَ فَأَتَمَّ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا قَالَتِ الصَّلَاةُ: حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِيْ فَتُرْفَعُ، وَإِذَا أَسَاءَ الصَّلَاةَ فَلَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا قَالَتِ الصَّلَاةُ: ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ فَتُلَفُّ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ فَيُضْرَبُ بِهَا وَجْهُهُ (مسند ابی داؤد الطیالسی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ اچھی طرح نماز پڑھتا ہے، اور اس کے رکوع اور سجدوں کو پورا پورا ادا کرتا ہے، تو نماز کہتی ہے کہ اللہ تیری بھی ایسی ہی حفاظت فرمائے جیسی تو نے میری حفاظت کی، پھر اس نماز کو

---

[1] رقم الحديث ۵۸۶، ج ۱ ص ۴۷۹، احاديث عبادة بن الصامت؛ مسند الشاميين للطبرانى رقم الحديث ۴۲۷؛ شعب الايمان، رقم الحديث ۲۸۷۱؛ مسند البزار، رقم الحديث ۲۶۹۱.

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير والبزار بنحوه وفيه الاحوص بن حكيم وثقه ابن المدينى والعجلى وضعفه جماعة وبقية رجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۷۳۴، ج۲ ص ۱۲۲، باب فيمن لايتم صلاته ونسى ركوعها وسجودها)

اقول: روى هذاالمعنىٰ بوجه آخر.

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى الصلاة لوقتها، وأسبغ لها وضوء ها، وأتم لها قيامها وخشوعها وركوعها وسجودها خرجت وهى بيضاء مسفرة، تقول: حفظك الله كما حفظتنى، ومن صلى الصلاة لغير وقتها فلم يسبغ لها وضوء ها، ولم يتم لها خشوعها ولا ركوعها ولا سجودها خرجت وهى سوداء مظلمة، تقول: ضيعك الله كما ضيعتنى، حتى إذا كانت حيث شاء الله لفت كما يلف الثوب الخلق، ثم ضرب بها وجهه.

لم يرو هذا الحديث عن حميد الطويل، عن أنس إلا عباد بن كثير، تفرد به عبد الرحمن بن سليمان، وأبو عبيدة هو حميد الطويل (المعجم الاوسط، رقم الحديث ۳۰۹۵)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(آسمان کی طرف) اُٹھالیا جاتا ہے، اور جب بندہ نماز کو بُرا کر کے پڑھتا ہے، اور اس کے رکوع اور سجدوں کو پورا ادا نہیں کرتا، تو نماز کہتی ہے کہ اللہ تجھے بھی ایسا ہی ضائع کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا، پھر اس نماز کو پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دیا جاتا ہے (ابوداؤد طیالسی)

حضرت ابوعبداللہ اشعری سے روایت ہے کہ:

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصْحَابِهٖ، ثُمَّ جَلَسَ فِيْ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَقَامَ يُصَلِّيْ، فَجَعَلَ يَرْكَعُ وَيَنْقُرُ فِيْ سُجُوْدِهٖ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَرَوْنَ هٰذَا، مَنْ مَّاتَ عَلٰى هٰذَا مَاتَ عَلٰى غَيْرِ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ، يَنْقُرُ صَلَاتَهٗ كَمَا يَنْقُرُ الْغُرَابُ الدَّمَ، إِنَّمَا مَثَلُ الَّذِيْ يَرْكَعُ وَيَنْقُرُ فِيْ سُجُوْدِهٖ كَالْجَائِعِ لَا يَأْكُلُ إِلَّا التَّمْرَةَ وَالتَّمْرَتَيْنِ، فَمَاذَا تُغْنِيَانِ عَنْهُ، فَأَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ، وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، أَتِمُّوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ (صحيح ابن خزيمة)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی، پھر بعض صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے، اور ایک آدمی آیا، اور کھڑا ہوا، اور نماز پڑھی، وہ شخص رکوع مکمل نہیں کر رہا تھا، اور اپنے سجدوں میں بھی ٹھونگ لگا رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ اسی حالت پر فوت ہوگیا، تو ملتِ

---

[1] رقم الحديث ٦٦٥، كتاب الصلاة، باب إتمام السجود والزجر عن انتقاصه الخ؛ الآحاد والمثانى لابن أبى عاصم، رقم الحديث ۴۹۴؛ المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۳۸۴۰.

قال ابن خزيمة:

قال أبو صالح :فقلت لأبى عبد الله الأشعرى :من حدثك بهذا الحديث؟ فقال :أمراء الأجناد :عمرو بن العاص، وخالد بن الوليد، ويزيد بن أبى سفيان، وشرحبيل بن حسنة، كل هؤلاء سمعوه من النبى صلى الله عليه وسلم(حواله بالا)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير وأبو يعلى وإسناده حسن(مجمع الزوائد،باب فيمن لايتم صلاته ونسى ركوعها وسجودها)

Idara Ghufran

اسلام کے علاوہ پر فوت ہوگا، اپنی نماز میں اس طرح ٹھونگ مارتا ہے، جس طرح سے کہ کوّا خون پر ٹھونگ مارتا ہے، بس اس شخص کی مثال جو کہ نماز پڑھتا ہے، اور پورا رکوع نہیں کرتا، اور اپنے سجدوں میں (کوّے کی طرح) ٹھونگیں مارتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور پیٹ نہیں بھرتا، سوائے ایک دو کھجوروں کے، پس یہ ایک دو کھجوریں اس کی کیا ضرورت پوری کریں گی، لہٰذا تم اچھی طرح وضو کیا کرو، اور (وضو کرتے وقت) ایڑیاں خشک رہ جانے والوں کے لئے آگ کی ہلاکت ہے، تم رکوع اور سجدوں کو پورا کیا کرو (ابنِ خزیمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص رکوع اور سجدوں کو پورا نہیں کر رہا تھا، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تنبیہ فرمائی، اور رکوع اور سجدوں کو پورا کرنے کا حکم فرمایا۔

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی جان بوجھ کر قومہ (یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا) اور جلسہ (یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا) کو بالکل چھوڑ دے، یا قومہ اور جلسہ اور رکوع وسجدے کو اطمینان سے ادا نہ کرے، تو اس نماز کا لوٹانا واجب ہے، اور اگر بھولے سے چھوٹ جائے، تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ [1]

---

[1] ولو ترک تعدیل الارکان، ساهیا، أو القومة التی بین الرکوع والسجود، یجب علیه السهو، لانه غیر الفرض، وترک الواجب.(تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۲۱۰، کتاب الصلاة، باب السهو، دارالکتب العلمیة، بیروت)

وفی شرح الزاهدی ما یدل علی وجوبها عندهما کوجوبها فی الأرکان فإنه قال وذکر صدر القضاة :وإتمام الرکوع وإکمال کل رکن واجب عند أبی حنیفة ومحمد وعند أبی یوسف والشافعی فرض ، وکذا رفع الرأس من الرکوع والانتصاب والقیام والطمأنینة فیه فیجب أن یکمل الرکوع حتی یطمئن کل عضو منه ویرفع رأسه من الرکوع حتی ینتصب قائما ویطمئن کل عضو منه ، وکذا فی السجود ، ولو ترک شیئا من ذلک ناسیا یلزمه سجدتا السهو ولو ترکها عمدا یکره أشد الکراهة ویلزمه أن یعید الصلاة .ا هـ .وهو یدل علی وجوب القومة والجلسة وسیأتی التصریح بسنیتهما ومقتضی الدلیل وجوب الطمأنینة فی الأربعة ووجوب نفس الرفع من الرکوع والجلوس بین السجدتین للمواظبة علی ذلک کله وللأمر فی حدیث المسیء صلاته ، وفی فتاوی قاضی خان فی فصل ما یوجب السهو قال :المصلی إذا رکع ولم یرفع رأسه من الرکوع حتی خر ساجدا ساهیا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

رکوع وسجدے اور قومہ اور جلسہ میں اتنا ٹھہراؤ اور سکون ضروری ہے کہ جتنی دیر میں ایک مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' یا ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہا جاسکے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تجوز صلاته فی قول أبی حنیفة ومحمد وعلیه السهو ۔ا هـ ۔وفی المحیط لو ترک تعدیل الأرکان أو القومة التی بین الرکوع والسجود ساهیا لزمه سجود السهو ا هـ ۔فیکون حکم الجلسة بین السجدتین کذلک ؛ لأن الکلام فیهما واحد والقول بوجوب الکل هو مختار المحقق ابن الهمام وتلمیذه ابن أمیر حاج حتی قال إنه الصواب والله الموفق للصواب(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ا ص ٣١٧، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دارالکتاب الاسلامی)

ولو ترک القومة ساهیا بأن انحط من الرکوع ساجدا ففی فتاوی قاضی خان أن علیه السجود عند أبی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالی هکذا فی فتح القدیر(الفتاوی الهندیة، ج ا ص ١٢٦ ، کتاب الصلاة،الباب الثانی عشر فی سجود السهو)

فیمکث فی الرکوع والسجود وفی القومة بینهما حتی یطمئن کل عضو منه ، هذا هو الواجب عند أبی حنیفة ومحمد ، حتی لو ترکها أو شیئا منها ساهیا یلزمه السهو ولو عمدا یکره أشد الکراهة ، ویلزمه أن یعید الصلاة وتکون معتبرة فی حق سقوط الترتیب ونحوه کمن طاف جنبا تلزمه الإعادة والمعتبر هو الأول کذا هذا ۔ا هـ ۔والحاصل أن الأصح روایة ودرایة وجوب تعدیل الأرکان ، وأما القومة والجلسة وتعدیلهما فالمشهور فی المذهب السنیة ، وروی وجوبها ، وهو الموافق للأدلة ، وعلیه الکمال ومن بعده من المتأخرین وقد علمت قول تلمیذه إنه الصواب ۔وقال أبو یوسف بفرضیة الکل ....وللعلامة البرکلی رسالة سماها معدل الصلاة أوضح المسألة فیها غایة الإیضاح ، وبسط فیها أدلة الوجوب ، وذکر ما یترتب علی ترک ذلک من الآفات وأوصلها إلی ثلاثین آفة ومن المکروهات الحاصلة فی صلاة یوم ولیلة ، وأوصلها إلی أکثر من ثلثمائة وخمسین مکروها ، فینبغی مراجعتها ومطالعتها (رد المحتار ج ا ص ٤٦٤، ٤٦٥،کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،واجبات الصلات، دارالفکر ،بیروت)

ثم الصحیح من هذه المذاهب والروایات وجوب الاربعة اعنی طمانینة الرکوع والسجود ورفع الرأس عنهما والقومة والجلسة والطمانینة فیهمالو ترک شیئا منها عمدا اثم ووجب اعادتها وان سهوا فعلیه سجدتاالسهو (رسالة''معدل الصلاة''للبرکلی، صفحه ١٤)

ل وهو الاطمئنان فی الرُّکوع، وکذا فی السُّجود، وقُدِّرَبمقدارِ تسبیحة، وکذاالاطمئنان بین الرُّکوع والسُّجود، وبین السَّجدتین(شرح الوقایة ،کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

قوله: وقدر بتسبیحة ای قدر الاطمینان بتسبیحة واحدة فی الرکوع سبحان ربی العظیم وفی السجود سبحان ربی الاعلیٰ (السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة ، ج٢ص ١٤٤)

ومقدار الطمأنینة بمقدار تسبیحة(العنایة شرح الهدایة، ج ا ص ٣٣٠، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دارالفکر ،بیروت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح میں قرآن مجید غیر معمولی تیز پڑھنا

بہت سے حفاظ تراویح میں اتنا تیز قرآن مجید پڑھتے ہیں کہ قرآن مجید کے حروف اچھی طرح ادا نہیں کرتے، قریب ہونے کے باوجود پورے حروف اور کلمات صاف سمجھ نہیں آتے اور سننے والے کو پتہ نہیں چلتا کہ کیا پڑھا، بس ''یَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ'' اور اس طرح کی دوسری آوازیں کانوں میں پڑتی رہتی ہیں۔

اور بعض حفاظ کچھ حصہ صاف پڑھتے ہیں اور کچھ حصہ گُن، گنا کر کے جلدی سے پڑھ دیتے ہیں، ان حفاظ کا یہ طرزِ عمل نہایت خطرناک اور گناہ ہے۔

اور مقتدیوں کا بھی یہی حال ہے، اول تو ان کو بیس رکعتیں پڑھنا ہی بھاری گزرتا ہے اور پہلے سے سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ لو اب کم بختی آئی بیس رکعتیں پڑھنی پڑیں گی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(وتعديل الاركان) أى تسكين الجوارح قدر تسبيحة فى الركوع والسجود، وكذا فى الرفع منهما على ما اختاره الكمال(الدر المختار مع رد المحتار،ج ا ص ۴۶۴،كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة،واجبات الصلات، دارالفكر،بيروت)

(وتعديل الأركان) وهو تسكين الجوارح فى الركوع والسجود حتى تطمئن مفاصله وأدناه مقدار تسبيحة (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ا ص ۱۰۶، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، المطبعة الكبرىٰ الاميرية، قاهرة)

(قوله وتعديل الأركان) ، وهو تسكين الجوارح فى الركوع والسجود حتى تطمئن مفاصله وأدناه مقدار تسبيحة ، وهو واجب على تخريج الكرخى ، وهو الصحيح كما فى شرح المنية وسنة على تخريج الجرجانى وفرض على ما نقله الطحاوى عن الثلاثة ، والذى نقله الجم الغفير أنه واجب عند أبى حنيفة ومحمد ، فرض عند أبى يوسف(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ا ص ۳۱۶، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، دارالكتاب الاسلامى)

وتعديل الأركان هو تسكين الجوارح حتى تطمئن مفاصله وأدناه قدر تسبيحة كذا فى العينى شرح الكنز والنهر الفائق(الفتاوى الهندية ، ج ا ص ۷۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع،الفصل الثانى فى واجبات الصلاة)

اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ جتنی دیر میں ایک مرتبہ تسبیح کہی جاسکتی ہے، اعضاء کا استقرار بھی اتنی ہی دیر میں مکمل ہوتا ہے، جس کا بعض روایات میں ذکر پایا جاتا ہے۔

Idara Ghufran

دوسرے اگر اتفاق سے کوئی حافظ صاحب تجوید کے ساتھ پڑھنے والے ہوں پھر تو مقتدیوں کو گویا عذاب معلوم ہوتا ہے، تجوید سے پڑھنے والے حافظوں کو اول تو ویسے ہی منتخب نہیں کیا جاتا اور اگر کبھی ایسے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنی پڑ جائے تو جلدی جلدی پڑھنے کی فرمائش کر کے اسے ایسا تنگ کرتے ہیں کہ آئندہ کے لئے وہ توبہ ہی کر لیتا ہے کہ انہیں تو اب کبھی تراویح میں قرآن مجید نہیں سناؤں گا، یہ لوگ تو بس چاہتے ہیں کہ صرف اُٹھک بیٹھک ہو اور کسی طرح سے جان چھوٹے۔

خوب سمجھ لیجئے! کہ قرآن مجید پڑھنے میں ''صحت'' کا لحاظ بہت ضروری ہے، حروف بدل جانے سے (مثلاً سؔ کی جگہ صؔ یا ثؔ کی جگہ سؔ یا ثؔ۔ یا ضؔ کی جگہ زؔ یا ذؔ کی جگہ ضؔ یا زؔ یا ط کی جگہ تؔ وغیرہ پڑھنے سے) لحنِ جلی (بڑی اور واضح غلطی) لازم آتی ہے، جو کہ گناہ ہے۔

اس کے علاوہ بعض غلطیاں ایسی ہیں کہ وہ لحنِ خفی (چھوٹی غلطی) کہلاتی ہیں (مثلاً مد، غنہ، اخفاء اور اظہار وغیرہ کے اصولوں کی خلاف ورزی) اس قسم کی غلطیوں سے اگرچہ گناہ لازم نہیں آتا لیکن فضیلتوں سے محرومی ہو جاتی ہے۔

غور فرمایئے کہ سال میں صرف ایک مرتبہ اللہ اللہ کر کے مسجد میں با جماعت نماز کے ساتھ پورا قرآن مجید پڑھنے اور سننے کی سعادت حاصل ہوتی ہے مگر وہ بھی اپنی سُستی اور کم ہمتی کی وجہ سے ضائع کر دی جائے تو کتنی محرومی کی بات ہے، پھر یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ تراویح یا اس میں قرآن مجید پڑھنا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ قرآن مجید پڑھتے ہوئے اس کا صحیح پڑھنا ضروری ہے۔ ایک سنت عمل ادا کرنے چلے ہیں اور پورے قرآن مجید کے حقوق ضائع کر کے فرائض کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

جو امام تیز پڑھ کر ایسی غلطیاں قراءت میں کرتا ہے کہ جس سے لحنِ جلی لازم آئے یا معنٰی میں تبدیلی آ جائے تو ایسی صورت میں تراویح میں قرآن مجید ختم کرنے کی سنت وفضیلت حاصل نہ ہوگی، گناہ علیحدہ ہوگا۔

Idara Ghufran

اور بعض صورتوں میں نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ ؎۱

؎۱ فصل كيفيات القراء ة ثلاث:
أحدها :التحقيق وهو إعطاء كل حرف حقه من إشباع المد وتحقيق الهمزة وإتمام الحركات واعتماد الإظهار والتشديدات وبيان الحروف وتفكيكها وإخراج بعضها من بعض بالسكت والترتيل والتؤدة وملاحظة الجائز من الوقوف بلا قصر ولا اختلاس ولا إسكان محرك ولا إدغامه وهو يكون لرياضة الألسن وتقويم الألفاظ ويستحب الأخذ به على المتعلمين من غير أن يتجاوز فيه إلى حد الإفراط بتوليد الحروف من الحركات وتكرير الراء ات وتحريك السواكن وتطنين النونات بالمبالغة في الغنات، كما قال حمزة لبعض من سمعه يبالغ في ذلك أما علمت أن ما فوق البياض برص وما فوق الجعودة قطط وما فوق القراء ة ليس بقراء ة ؟
وكذا يحترز من الفصل بين حروف الكلمة كمن يقف على التاء من :(نستعين) وقفة لطيفة مدعيا أنه يرتل وهذا النوع من القراءة مذهب حمزة وورش وقد أخرج فيه الداني حديثا في كتاب التجويد مسلسلا إلى أبي بن كعب أنه قرأ على رسول الله صلى الله عليه وسلم التحقيق وقال :إنه غريب مستقيم الإسناد.
الثانية :الحدر بفتح الحاء وسكون الدال المهملتين وهو إدراج القراء ة وسرعتها وتخفيفها بالقصر والتسكين والاختلاس والبدل والإدغام الكبير وتخفيف الهمزة ونحو ذلك مما صحت به الرواية مع مراعاة إقامة الإعراب وتقويم اللفظ وتمكن الحروف بدون بتر حروف المد واختلاس أكثر الحركات وذهاب صوت الغنة والتفريط إلى غاية لا تصح بها القراء ة ولا توصف بها التلاوة وهذا النوع مذهب ابن كثير وأبي جعفر .ومن قصر المنفصل كأبي عمرو ويعقوب.
الثالثة :التدوير :وهو التوسط بين المقامين من التحقيق والحدر وهو الذي ورد عن أكثر الأئمة ممن مد المنفصل ولم يبلغ فيه الإشباع وهو مذهب سائر القراء وهو المختار عند أكثر أهل الأداء .
تنبيه:
سيأتي في النوع الذي يلي هذا استحباب الترتيل في القراء ة والفرق بينه وبين التحقيق -فيما ذكره بعضهم -أن التحقيق يكون للرياضة والتعليم والتمرين والترتيل يكون للتدبر والتفكر والاستنباط فكل تحقيق ترتيل وليس كل ترتيل تحقيقا(الإتقان في علوم القرآن،للسيوطي، ج ۱ ص ۳۴۴ تا ۳۴۶،النوع الرابع والثلاثون :في كيفية تحمله، فصل كيفيات القراء ة ثلاث)
ما يخل بالتجويد، وحكمه:
يقع الإخلال بالتجويد إما في أداء الحروف، وإما فيما يلابس القراء ة من التغييرات الصوتية المخالفة لكيفية النطق المأثورة.
فالنوع الأول يسمى (اللحن) أي الخطأ والميل عن الصواب، وهو نوعان :جلي وخفي.
واللحن الجلي :خطأ يطرأ على الألفاظ فيخل بعرف القراء ة، سواء أخل بالمعنى أم لم يخل .وسمي جليا لأنه يخل إخلالا ظاهرا يشترك في معرفته علماء القرآن وغيرهم، وهو يكون في مبنى الكلمة كتبديل حرف بآخر، أو في حركتها بتبديلها إلى حركة أخرى أو سكون، سواء أتغير المعنى بالخطأ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور یہ بات بھی یاد رکھئے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا لازم ہوجاتا ہے اور اگر کسی وجہ سے وہ فاسد ہوجائے تو اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔

یہاں سے اندازہ لگالینا چاہئے کہ تراویح اصل میں سنتِ مؤکدہ ہیں، لیکن شروع کردینے کے بعد اگر ایسی غلطی ہوجائے جس کی وجہ سے نماز فاسد ہوجاتی ہے تو اس کو لوٹانا واجب ہوجائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فيها أم لم يتغير.

وهذا النوع يحرم على من هو قادر على تلافيه، سواء أوهم خلل المعنى أو اقتضى تغيير الإعراب.

وأما اللحن الخفى :فهو خطأ يطرأ على اللفظ، فيخل بعرف القراء ة ولا يخل بالمعنى .وسمى خفيا لأنه يختص بمعرفته علماء القرآن وأهل التجويد .وهو يكون فى صفات الحروف 1)) ، وهذا اللحن الخفى قسمان:

أحدهما :لا يعرفه إلا علماء القراء ة كترك الإخفاء ، وهو ليس بفرض عين يترتب عليه عقاب كما سبق، بل فيه خوف العتاب والتهديد.

والثانى :لا يعرفه إلا مهرة القراء كتكرير الراء ات وتغليظ اللامات فى غير محلها، ومراعاة مثل هذا مستحبة تحسن فى حال الأداء .

وأما النوع الثانى من الإخلال فهو ما يحصل من الزيادة والنقص عن الحد المنقول من أوضاع التلاوة، سواء فى أداء الحرف أو الحركة عند القراء ة، وسبب الإخلال القراء ة بالألحان المطربة المرجعة كترجيع الغناء ، وهو ممنوع لما فيه من إخراج التلاوة عن أوضاعها الصحيحة، وتشبيه القرآن بالأغانى التى يقصد بها الطرب.

واستدلوا لمنع ذلك بحديث عابس رضى الله عنه قال :إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :بادروا بالموت ستا :إمرة السفهاء ، وكثرة الشرط، وبيع الحكم، واستخفافا بالدم، وقطيعة الرحم، ونشئا يتخذون القرآن مزامير يقدمونه يغنيهم، وإن كان أقل منهم فقها.

قال الشيخ زكريا الأنصارى :والمراد بلحون العرب :القراء ة بالطبع والسليقة كما جبلوا عليه من غير زيادة ولا نقص، والمراد بلحون أهل الفسق والكبائر :الأنغام المستفادة من علم الموسيقى، والأمر فى الخبر محمول على الندب، والنهى على الكراهة إن حصلت المحافظة على صحة ألفاظ الحروف، وإلا فعلى التحريم.

قال الرافعى :المكروه أن يفرط فى المد وفى إشباع الحركات، حتى يتولد من الفتحة ألف ومن الضمة واو . . .إلخ قال النووى :الصحيح أن الإفراط على الوجه المذكور حرام يفسق به القارء ويأثم به المستمع، لأنه عدل به عن منهجه القويم، وهذا مراد الشافعى بالكراهة.

وقد أورد علماء التجويد نماذج من ذلك، فمنها ما يسمى بالترقيص، والتحزين، والترعيد،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

اور اگر نماز فاسد نہ ہو لیکن مکروہ تحریمی کے درجہ تک پہنچ جائے تب بھی اس کا نقصان اور قباحت سنتِ مؤکدہ کے درجہ سے زیادہ ہے۔

بعض اس لئے تیز پڑھتے ہیں کہ غلطی نہ آئے یا سامع زبر زیر وغیرہ کی غلطی نہ پکڑ سکے اور اس طرح گول مول ہو جائے، یہ بھی دھوکا ہے، جبکہ غلطی آنا گناہ نہیں اور غلط پڑھنا یقیناً گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِ اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْآنَ مَھْجُوْرًا (سورۃ الفرقان آیت ۳۰)

ترجمہ: اور (قیامت کے دن) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے شکایت کے طور پر) کہیں گے کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا (سورہ فرقان)

قرآن مجید کی تصدیق نہ کرنا، اس میں غور نہ کرنا، اس پر عمل نہ کرنا، اس کی تلاوت نہ کرنا، اس کی قراءت صحیح کرنے کی طرف توجہ نہ کرنا، اس سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ قرآن مجید کو چھوڑنے اور نظر انداز کرنے کے اندر داخل ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والتحريف، والقراء ة باللين والرخاوة فى الحروف، والنقر بالحروف وتقطيعها . . .إلخ.
وتفصيل المراد بذلک فى مراجعه، ومنها شروح الجزرية، ونهاية القول المفيد، وقد أورد أبياتا فى ذلک من منظومة للإمام علم الدين السخاوى، ثم نقل عن شرحها قوله :فكل حرف له ميزان يعرف به مقدار حقيقته، وذلک الميزان هو مخرجه وصفته، وإذا خرج عن مخرجه معطى ما له من الصفات على وجه العدل فى ذلک من غير إفراط ولا تفريط فقد وزن بميزانه، وهذا هو حقيقة التجويد وسبيل ذلک التلقى من أفواه القراء المتقنين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص ١٨١ تا ١٨٣ ،مادة تجويد)

[1] يقول تعالى مخبرا عن رسوله ونبيه محمد صلى الله عليه وسلم أنه قال يا رب إن قومى اتخذوا هذا القرآن مهجورا وذلک أن المشركين كانوا لا يصغون للقرآن ولا يستمعونه، كما قال تعالى :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آوازسازی کو اچھی قرأت پر ترجیح دینا

بعض لوگ تراویح پڑھانے میں ایسے حافظوں کو ترجیح دیتے ہیں، جن کی آواز تو خوبصورت اور پُرکشش ہوتی ہے لیکن قرأت درست نہیں ہوتی، یہ طرزِ عمل بھی درست نہیں ہے۔

حضرت عابس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِهٖ سِتَّ خِصَالٍ: إِمْرَةُ الصِّبْيَانِ، وَكَثْرَةُ الشُّرَطِ، وَالرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَقَطِيْعَةُ الرَّحِمِ، واسْتِخْفَافٌ بِالدَّمِ، وَنَشْوٌ يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَ الرَّجُلَ لَيْسَ بِأَفْقَهِهِمْ وَلَا أَفْضَلِهِمْ يُغَنِّيْهِمْ غِنَاءً (المعجم الكبير للطبراني) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ اپنی امت پر چھ خصلتوں کا خوف کررہے تھے، ایک تو بچوں کی امارت کا (کہ بچے لوگوں کے امیر وحکمران ہونگے) دوسرے پولیس کی کثرت کا (یعنی پولیس کثرت سے ہوگی، جو لوگوں پر ظلم بھی کرے گی، اور فتنے وفسادات پر قابو نہیں پاسکے گی، بلکہ فتنوں میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الذين كفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه الآية، فكانوا إذا تلي عليهم القرآن أكثروا اللغط والكلام في غيره حتى لا يسمعوه .فهذا من هجرانه وترك الإيمان به وترك تصديقه من هجرانه، وترك تدبره وتفهمه من هجرانه، وترك العمل به وامتثال أوامره واجتناب زواجره من هجرانه، والعدول عنه إلى غيره من شعر أو قول أو غناء أو لهو أو كلام أو طريقة مأخوذة من غيره، من هجرانه، فنسأل الله الكريم المنان القادر على ما يشاء، أن يخلصنا مما يسخطه، ويستعملنا فيما يرضيه من حفظ كتابه وفهمه، والقيام بمقتضاه آناء الليل وأطراف النهار على الوجه الذي يحبه ويرضاه، إنه كريم وهاب (تفسير ابن كثير، ج٦، ص ٩٩، سورة الفرقان)

[1] رقم الحديث ٦٢، ج١٨ ص٣٧، واللفظ لهٗ؛ المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٦٨٥؛ مسند احمد، رقم الحديث ١٦٠٤٠.
في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

Idara Ghufran

اضافے کا ذریعہ ہوگی) تیسرے فیصلوں میں رشوت کا (کہ مقدمات میں فیصلے رشوت کی بنیاد پر ہونے لگیں گے) چوتھے (رشتہ داروں سے) قطع رحمی کا، پانچویں خون (یعنی قتل) کو ہلکا سمجھنے کا (یعنی کسی کو ناحق قتل کرنا بہت ہلکی چیز سمجھ لی جائے گی) چھٹے ایسے لوگوں کے پیدا ہوجانے کا جو قرآن کو موسیقی کا ذریعہ بنالیں گے، اپنے میں سے ایک ایسے شخص کو آگے کریں گے جو ان میں دین کی سمجھ رکھنے والا اور افضل شخص نہیں ہوگا، وہ ان کے سامنے (قرآن مجید کو) گانے کے طور پر گائے گا (یعنی گانوں کی طرز پر قرآن مجید کی تلاوت کرے گا) (طبرانی)

اسی قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حالانکہ قرآن مجید کی قرأت مخارج کے ساتھ ادائیگی ضروری ہے، اور آواز کا اچھا اور خوبصورت ہونا ضروری نہیں، البتہ آواز کا اچھا ہونا مستحب درجے کی چیز ہے، فرض درجے کی چیز نہیں؛ بشرطیکہ غنا اور گانے کا انداز نہ ہو ورنہ پھر مستحب بھی نہیں۔ [2]

لہٰذا صرف آواز سازی کو مقصود بنالینا اور اصل قرأت اور مخارج سے ادائیگی کو نظرانداز کر دینا درست نہیں۔

---

[1] عن شداد أبي عمار الشامي، قال: قال عوف بن مالك: يا طاعون خذني إليك قال: فقالوا: أليس قد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " ما عمر المسلم كان خيرا له؟ "قال: بلى ولكني أخاف ستا إمارة السفهاء، وبيع الحكم، وكثرة الشرط، وقطيعة الرحم، ونشء ينشئون يتخذون القرآن مزامير، وسفك الدم " (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٩٧٠، حديث عوف بن مالك الأشجعي الأنصاري)

في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

[2] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''تلاوتِ قرآن میں حُسنِ صوت اور اچھا لہجہ جس سے دل کشی پیدا ہو ایک درجہ میں مطلوب محبوب ہے، بشرطیکہ آج کل کے قرّاء کی طرح اس میں غلو نہ ہو کہ صرف آواز ہی سنوارنے اور لوگوں کو لبھانے کی فکر رہ جائے، تلاوت کا اصل مقصد ہی غائب ہوجائے'' (معارف القرآن جلد ٦ صفحہ ٢١١)

معلوم ہوا کہ آواز کا اچھا ہونا اور دل کش لہجہ ایک درجہ میں مطلوب ومحمود ہے، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ غلو نہ کیا جاتا ہو اور اسی کو مقصود نہ بنالیا جاتا ہو، اور آج کل کم علم اور نا اہلوں کی دنیا میں قراءت صرف آواز سازی کا نام رہ گیا ہے۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لاؤڈ سپیکر کا بے جا استعمال

آج کل بہت سی جگہ تراویح کے لئے مسجد کا بیرونی سپیکر استعمال کیا جاتا ہے۔

جبکہ لاؤڈ سپیکر بذاتِ خود کوئی فرض یا واجب چیز نہیں اور نہ ہی بذاتِ خود یہ کوئی ثواب کی چیز ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک انتظامی ضرورت یا سہولت کی چیز ہے۔

لہٰذا اس کو بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت ہی استعمال کرنا چاہیئے۔ [1]

کوئی مسلمان یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ نماز کے لئے لاؤڈ سپیکر کا استعمال ضروری ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اور نہ کوئی مسلمان اس کی جرأت کرے گا کہ تیرہ سو سال کے مسلمانوں کی نماز کو (جبکہ یہ آلہ ایجاد نہیں ہوا تھا) فاسد اور غلط قرار دے، نہ ہی کوئی سمجھدار مسلمان اس بات کی جرأت کرسکتا ہے کہ یہ دعویٰ کرے کہ بذاتِ خود اسپیکر کے استعمال سے نماز میں زیادہ ثواب یا زیادہ فضیلت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اس دعوے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور گذشتہ امت کی نمازیں اس فضیلت اور ثواب سے خالی تھیں اور پھر لاؤڈ سپیکر ایجاد کرنے والوں نے یہ احسان کیا کہ تیرہ سو سال کے بعد نماز کا ثواب مکمل کیا (آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام ص۴۳ بتغیر، از مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

پس زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ لاؤڈ سپیکر دراصل ایک سہولت یا انتظامی ضرورت کے لئے ہے، اس کا استعمال بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت ہونا چاہیئے۔

فقہائے کرام نے بغیر لاؤڈ سپیکر کے بھی امام کو اپنی آواز میں اعتدال رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ [2]

لہٰذا جب نمازیوں کی تعداد مسجد کی اندرونی حدود تک محدود ہو تو بلاضرورت اوپر کا بڑا اور بیرونی سپیکر استعمال کر کے بلاضرورت دور دراز اور غیر متعلقہ لوگوں تک آواز پہنچانا دراصل حد سے

---

[1] لقولہٖ تعالیٰ: ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها (سورة الإسراء، رقم الآية ١١٠)

[2] قالوا: ولا يجهد الإمام نفسه بالجهر، وفى السراج الوهاج: الإمام إذا جهر فوق حاجة الناس فقد أساء (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ١، ص ٣٥٥، كتاب الصلاة، آداب الصلاة)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تجاوز کرنا ہے اور اس میں کئی خرابیاں اور مفاسد پائے جاتے ہیں، مثلاً:

(۱)...... جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کا ادب واحترام ضروری ہے اور ہر ایسے کام سے پرہیز کرنے کا حکم ہے جس سے قرآن مجید کی بے ادبی یا بے احترامی لازم آتی ہو۔

اب اوپر کے بیرونی سپیکر پر تراویح پڑھنے کی صورت میں اگرچہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا جس جگہ تلاوت کر رہا ہے وہاں کوئی چیز قرآن مجید کے احترام کے خلاف نہ ہو۔

لیکن جہاں جہاں اس کی آواز پہنچتی ہے ان میں بہت سے ایسے مقامات ہوتے ہیں جن میں لہوولعب، شوروشغب اور مختلف قسم کے کاروبار ہوتے رہتے ہیں بلکہ فسق وفجور تک میں لوگ مبتلا ہوتے ہیں (جیسا کہ آج کل عام بازاروں، دوکانوں، ہوٹلوں، تفریح گاہوں بلکہ گھروں تک میں مختلف قسم کی خرافات ہوتی رہتی ہیں، غیبت، موسیقی اور ٹی۔ وی وغیرہ کی وباء تو جگہ جگہ عام ہے)

اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے مقامات پر قرآن پڑھنا بے ادبی اور ناجائز ہے، اور سپیکر سے ایسے مقامات تک آواز پہنچانا بھی اس میں داخل ہے۔ [1]

(۲)...... اگر لوگ فسق وفجور اور شوروشغب ولہولعب میں بھی مصروف نہ ہوں بلکہ ایسے کاموں میں مصروف ہوں جو فی نفسہ جائز ہیں (مثلاً ضروری باتیں کرنا، چلنا پھرنا، اپنی مصروفیاتِ

---

[1] چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ:

وقد يأثم به إذا فعله فى مجلس الفسق وهو يعلمه لما فيه من الاستهزاء والمخالفة لموجبه(الفتاویٰ الهندية، ج ۵ ص ۳۱۵، كتاب الكراهية،الباب الرابع)

ترجمہ: اور پڑھنے والا گنہگار ہوگا اگر اس نے (قرآن کو) کسی فسق وگناہ کی مجلس میں پڑھا جبکہ اس مجلس کا فسق ہونا معلوم ہو، کیونکہ ایسا کرنا درحقیقت قرآن مجید کا استہزاء کرنا اور قرآن مجید کے منشاء کے خلاف کرنا ہے (فتاویٰ ہندیہ)

اور ایک اور مقام پر ہے کہ:

ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ فى الأسواق، وفى موضع اللغو كذا فى القنية (الفتاویٰ الهندية ج ۵ ص ۳۲۷، كتاب الكراهية، الباب الرابع)

ترجمہ: قرآن مجید کے احترام میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کو بازاروں اور لغو مجلسوں میں نہ پڑھا جائے (فتاویٰ ہندیہ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خانہ انجام دینا، آرام کرنا، لیٹنا یا اور کوئی جائز کام کرنا)

اس وجہ سے یہ لوگ قرآن مجید سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں تب بھی ان تک آواز پہنچانا گناہ ہے کیونکہ یہ انسانی حق میں خلل اندازی کرنا اور بین الاقوامی مسلمہ انسانی اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ومما يعتنى به ويتأكد الأمر به احترام القرآن من أمور قد يتساهل فيها بعض الغافلين القارئين مجتمعين فمن ذلك اجتناب الضحك واللغط والحديث فی خلال القراءة إلا كلاما يضطر إليه......ومن ذلك العبث باليد وغيرها فإنه يناجي ربه سبحانه وتعالى فلا يعبث بين يديه ومن ذلك النظر إلى ما يلهي ويبدد الذهن (رسالة "التبيان فی آداب حملة القرآن" لشيخ الاسلام محی الدين نووی رحمه الله ص ۴۶،مطبوعه: الرحيم اكيڈمی، كراچی)

ترجمہ: ایک بات ان چیزوں میں سے (جن سے قرآن کا احترام ضروری ہے اور بہت سے غافل قاری اس میں تساہل وغفلت اختیار کرتے ہیں) یہ بھی ہے کہ تلاوت کی مجلس میں ہنسی ٹھٹھے اور فضول باتوں سے بچا جائے اور تلاوت کے درمیان بلاسخت ضرورت کے بات کرنے اور ہاتھ یا دوسری چیزوں سے کھیلنے سے پرہیز کیا جائے اور ایسی چیزوں پر نظر ڈالنے سے بچا جائے جن کی وجہ سے ذہن منتشر ہو اور توجہ قرآن کی طرف نہ رہے (التبیان فی آداب حملۃ القرآن)

اور ردالمحتار میں ہے کہ:

رجل يكتب الفقه وبجنبه رجل يقرأ القرآن فلا يمكنه استماع القرآن فالإثم على القارء وعلى هذا لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم (ردالمحتار، ج ۱ ص ۵۴۶، كتاب الصلاة، فصل في القرأة)

ترجمہ: ایک آدمی فقہ لکھ (یا پڑھ) رہا ہے اور اس کے ساتھ دوسرا آدمی بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے اس لکھنے والے کو قرآن کا سننا ممکن نہیں تو گناہ بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے پر ہے اور اسی طرح اگر کوئی چھت پر قرآن بلند آواز سے (رات میں) پڑھے اور لوگ سوئے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گنہگار ہے (ردالمحتار)

اور فتاویٰ بزازیہ میں بھی اسی طرح سے ہے۔

يكتب الفقه ويجنبه رجل يقرأ القرآن ولا يمكنه سماع القرآن فالأثم على القارء وكذا فی كل موضع الناس مشغولون بالعمل ولا يمكنهم الاستماع ولا أثم على من يعمل وهذا على قول من قال استماع القرآن واجب خارج الصلاة وكذا لو قرأ على السطح والناس نيام *المرأة تقرأ عند الغزل والحائک عند النسج والماشی يقرأ عند المشی إن لم يشغله العمل والمشی والقلب حاضر يجوز (الفتاوی البزازية،ص ۲۰)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530
Idara Ghufran

پس جہاں لہو ولعب ہو یا لوگ قرآن سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں اسپیکر سے تلاوت کی آواز پہنچانا گناہ اور ناجائز ہے (آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام بتغیر واضافہ ۱۶۳)

(۳)...... ایک خرابی یہ ہے کہ مسجد کے بیرونی اسپیکر سے آواز قریب ودُور کے مختلف گھروں میں بھی پہنچتی ہے جس کی وجہ سے گھروں میں خواتین، بوڑھوں اور معذوروں وغیرہ کو نماز پڑھنا اور ذکر وتلاوت اور دوسری عبادت کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور اس بات کا روزمرہ مشاہدہ ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی کی نماز یا دوسری عبادت میں خلل ڈالنا گناہ ہے اور دراصل یہ ایک طرح سے دوسرے کو عبادت سے روکنا ہے۔

(۴)...... ایک خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے محلّہ اور علاقہ کے مریضوں اور بچوں وغیرہ کو آرام کرنا اور سونا مشکل ہو جاتا ہے، اور یہ ان کے لئے تکلیف اور ایذاء کا باعث ہوتا ہے، اور کسی مسلمان کو بے جا تکلیف وایذاء پہنچانا ناجائز بلکہ حرام ہے۔

اسی وجہ سے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کی عبادت انجام دینے کے لئے بھی کسی کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں۔ [1]

بکثرت ایسے واقعات ہیں کہ بڑے اسپیکر کی آواز سے سوتے ہوئے بچے یا مریض کے دماغ کی رَگ پھٹ گئی اور موت واقع ہوگئی۔

(۵)...... ایک خرابی یہ ہے کہ جہاں دو یا زیادہ مقامات پر بڑے اسپیکروں میں قرآن مجید پڑھا جا رہا ہو وہاں عام طور پر ایک مسجد کے امام کی آواز دوسرے امام کی آواز سے ٹکراتی ہے

---

[1] أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ " :یا عمر، إنک رجل قوی، لا تزاحم علی الحجر فتؤذی الضعیف، إن وجدت خلوۃ فاستلمہ، وإلا فاستقبلہ فھلل وکبر (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۰، عن عمر بن الخطاب)

فی حاشیۃ مسند احمد: حدیث حسن رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر الشیخ بمکۃ، وقد سماہ سفیان بن عیینۃ فی "السنن المأثورۃ(۵۱۰) "عبد الرحمن بن نافع بن عبد الحارث، وھو من أولاد الصحابۃ، وأبوہ ولی مکۃ لعمر بن الخطاب، والحدیث مرسل، والمرسل - کما قال الإمام الذھبی فی "الموقظۃ "ص ۳۹ إذا صحَّ إلی تابعی کبیر، فھو حجۃ عند خلقٍ من الفقھاء .

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

اور مختلف آوازوں کے تصادم وٹکراؤ سے ایک عجیب تماشا بن جاتا ہے۔

جس کی وجہ سے یا تو خود امام اور قرآن پڑھنے والے ہی کو متشابہ لگ جاتا ہے، اور پڑھنا دشوار ہوجاتا ہے، اور یا مقتدیوں کو اپنے امام اور دوسرے کی آواز میں اشتباہ والتباس پیدا ہوجاتا ہے۔

اور پھر اس کے نتیجہ میں امام یا مقتدیوں کی نماز میں کسی نہ کسی درجہ کا خلل آجاتا ہے اور بعض اوقات نماز ہی فاسد ہوجاتی ہے، یا کم از کم کچھ نہ کچھ پریشانی اور خشوع اور یکسوئی میں کمی تو ضرور ہوتی ہے۔

اور قرآن مجید سننے کا جو مزہ اور لطف ہے اس میں بھی یقینی طور پر خلل پیدا ہوتا ہے جس میں دوسرے مسلمان کو بے جا تکلیف پہنچانے کا گناہ بھی شامل ہوجاتا ہے (آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۵ بتغیر)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا (سورة بقرة آيت ۱۱۴)

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا ذکر (اور عبادت) کئے جانے سے منع کرے اور ان کے ویران (ومعطل) ہونے (کے بارے) میں کوشش کرے (سورہ بقرہ)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ:

مسجد میں ذکر ونماز سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز ہیں، نماز کے اوقات میں جبکہ لوگ اپنی نماز وغیرہ میں مشغول ہوں بلند آواز سے (یا اسپیکر وغیرہ سے) تلاوت وغیرہ کرنا بھی نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالنے اور ایک حیثیت سے اللہ کے ذکر وعبادت سے روکنے کی صورت ہے (ملاحظہ ہو معارف القرآن

Idara Ghufran

ج ۱ ص ۲۹۹) [1]

(۶)...... جبکہ ضرورت بھی نہ ہو خوامخواہ اوپر کا اسپیکر چلا کر قرآن پڑھنے میں عموماً (قاری حضرات اور مسجد کی انتظامیہ وغیرہ کو) اپنی شہرت، نام ونمود اور دکھلاوا مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب نیتوں میں اخلاص ہی نہ رہا بلکہ نام طلبی اور جاہ طلبی آگئی تو ثواب کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟ بلکہ ایسی صورت میں تو ثواب کے بجائے اُلٹا گناہ ہونے کا اندیشہ زیادہ ہے۔ [2]

(۷)...... یہ بات کسی مسلمان پر مخفی نہیں کہ نماز میں خشوع وخضوع کی بڑی تاکید قرآن وحدیث میں آئی ہے اور درحقیقت یہی نماز کی روح ہے، اور نماز کے بہت سے آداب وسنتیں صرف خشوع حاصل کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں جبکہ بہت سی چیزیں نماز میں صرف اس لئے مکروہ ہیں کہ وہ خشوع کے خلاف ہیں، اور تجربے ومشاہدے سے یہ بات ثابت ہے کہ اوپر کا بڑا اسپیکر چلانے سے آواز ہوا اور فضاء کے ساتھ خلط ملط ہوکر مقتدیوں کی توجہ بٹنے کا ذریعہ بنتی ہے جو کہ خشوع کے خلاف ہے اور اس کے علاوہ بھی بعض دوسری چیزیں خاص کر بڑے سپیکر پر خشوع کے خلاف ہوجاتی ہیں (ملاحظہ ہو آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام ص ۴۳ و ص ۴۴)

(۸)......لاؤڈ سپیکر کی آواز حالیہ تحقیق کے مطابق کیونکہ بولنے والے کی اصلی آواز ہے اس لئے اس پر پڑھی جانے والی سجدہ کی آیت سے چاروں طرف سننے والوں پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہوگا (خواہ وہ ارادہ سے سنیں یا بغیر ارادہ کے بشرطیکہ ان کے کان میں آواز پہنچ جائے اور انہیں آیتِ سجدہ کا پتہ چل جائے، وھٰذا عند الحنفیة)

---

[1] لاشک ان فی الجھر بالقرآن احادیث کثیرة والاٰثار من الصحابة والتابعین اکثر من ان تحصٰی لکن فیما لایخاف ریاء ولااعجابا ولا غیرھما من القبائح ولایؤذی جماعة یلبس علیھم صلٰوتھم ویخلطھا علیھم فمن خاف شیئا من ذالک فلایجوزله الجھر (تفسیر مظھری ج ۳ ص ۴۵۴)

[2] حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"آواز سے تلاوت کرنے میں چند شرائط سب کے نزدیک بالاتفاق ضروری ہیں، اوّل یہ کہ نام ونمود اور ریاء (دکھلاوے) کا اندیشہ نہ ہو، دوسرے اس کی آواز سے دوسرے لوگوں کا حرج یا تکلیف نہ ہو، کسی دوسرے شخص کی نماز وتلاوت یا کام میں یا آرام میں خلل انداز نہ ہو الخ" (معارف القرآن ج ۴ ص ۱۶۸)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اب اگر یہ باہر کے لوگ اپنی غفلت یا لاپرواہی کی وجہ سے سجدۂ تلاوت نہیں کریں گے (نہ اب اور نہ ہی بعد میں)

تو وہ خود تو گناہگار ہوں گے ہی، ساتھ ہی قاری اور انتظامیہ کو بھی گناہ ہوگا کیونکہ یہی اس گناہ کا ابتداءً سبب بنے ہیں (اگر سجدۂ تلاوت کے وقت کہیں اسپیکر بند بھی کردیا جائے تب بھی گذشتہ دوسری خرابیوں سے تو حفاظت نہیں ہوسکے گی)

ضروری نہیں کہ ہر جگہ یہ مذکورہ تمام خرابیاں پائی جاتی ہوں لیکن ناجائز ہونے کے لئے ان خرابیوں میں سے چند خرابیوں یا ایک خرابی کا پایا جانا بھی کافی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ خرابیوں میں سے بعض تو وہ ہیں جن کا گناہ دوسرے لوگوں پر بھی لوٹتا ہے لیکن مجموعی طور پر قاری اور انتظامیہ بہر حال ان تمام خرابیوں کا سبب اور معاون ہونے کی وجہ سے گناہ گار ہیں۔

گزشتہ تفصیل سے کوئی یہ ہرگز نہ سمجھ لے کہ نماز میں ہر حال میں ہر قسم کے اسپیکر کا استعمال ناجائز ہے بلکہ عام طور پر چونکہ یہ خرابیاں اوپر کا بیرونی اسپیکر چلانے کی صورت میں لازم آتی ہیں جس میں غیر متعلقہ لوگوں تک آواز پہنچتی ہے۔

لہٰذا اگر کوئی بوقتِ ضرورت اندر کے اسپیکر کو چلا کر اس کی آواز کو ضرورت کی حد تک محدود رکھے تو اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں ہوگا۔

مروّجہ تسبیح تراویح کی حقیقت اور اس میں غلو

تراویح کی نماز میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر وقفہ اور انتظار کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَـانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُرَوِّحُنَا فِيْ رَمَضَانَ، يَعْنِيْ بَيْنَ

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

التَّرْوِيْحَتَيْنِ قَدْرَ مَا يَذْهَبُ الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلٰى سَلْعٍ (السنن الكبرىٰ للبيهقي) ۱

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان میں دوترویحوں کے درمیان اتنا وقفہ دیتے تھے کہ جتنی دیر میں آدمی مسجد سے سلع (مقام) تک چلا جاتا تھا(بیہقی)

جس کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ ہر چار رکعات کے بعد تراویح پڑھنے والے کو خواہ امام ہو یا مقتدی، یا تنہا نماز پڑھنے والا، کچھ دیر وقفہ کرنا مستحب ہے۔

لیکن ہر چار رکعات کے بعد یہ وقفہ مستحب ہے، لہٰذا اگر کوئی اتفاق سے یہ وقفہ نہ کرے تو بھی گناہ نہیں۔ ۲

اور باجماعت تراویح پڑھنے کی صورت میں ہر چار رکعات کے بعد اس وقفہ کے دوران کوئی اجتماعی عمل نہیں، اور نہ ہی کسی خاص عمل کی پابندی ہر ایک کے لئے یکساں طور پر ضروری ہے، بلکہ اختیار ہے کہ خاموش رہے یا کوئی ذکر کرے یا دُعا کرے۔ ۳

---

۱ رقم الحديث ۴۲۹۳،جماع أبواب صلاة التطوع، وقيام شهر رمضان،باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان

۲ والمستحب فى الجلوس بين الترويحتين مقدار الترويحة وكذا بين الخامسة والوتر لعادة أهل الحرمين، واستحب البعض الاستراحة على خمس تسليمات وليس بصحيح .وقوله :ثم يوتر بهم يشير إلى أن وقتها بعد العشاء قبل الوتر، وبه قال عامة المشايخ -رَحِمَهُمُ اللَّهُ (الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج ا ص ۷۰، كتاب الصلاة، فصل فى قيام شهر رمضان)

(قوله والمستحب الجلوس) قيل ينبغى أن يقول : والمستحب الانتظار بين الترويحتين لأنه استدل بعادة أهل الحرمين، وأهل المدينة كانوا يصلون بدل ذلك أربع ركعات فرادى، وأهل مكة يطوفون بينهما أسبوعا ويصلون ركعتى الطواف، إلا أنه روى البيهقى بإسناد صحيح أنهم كانوا يقومون على عهد عمر، ونحن لا نمنع أحدا من التنفل ما شاء ، وإنما الكلام فى القدر المستحب بجماعة وأهل كل بلدة بالخيار يسبحون أو يهللون أو ينتظرون سكوتا أو يصلون أربعا فرادى، وإنما استحب الانتظار لأن التراويح مأخوذ من الراحة فيفعل ذلك تحقيقا لمعنى الاسم وكذا هو متوارث (فتح القدير للكمال ابن الهمام، ج ا ، ص ۴۶۸، و ۴۶۹، فصل فى قيام شهر رمضان)

۳ وقوله :(والمستحب فى الجلوس بين الترويحتين مقدار الترويحة) كان من حقه أن يقول : والمستحب فى الانتظار بين الترويحتين؛ لأنه استدل بعادة أهل الحرمين على ذلك، وأهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ذکرواذکار یا دعا وغیرہ میں مشغول ہونا خالی اور بالکل خاموش بیٹھے رہنے سے بہتر ہے۔

بعض حضرات نے اس وقفہ کے دورانیہ میں ایک دعا پڑھنے کا بھی ذکر کیا ہے جو کہ عوام الناس میں تسبیح تراویح کے نام سے مشہور ہے، اور جس کے شروع کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ" [۱]

اس لئے بعض حضرات کا اس دعاء کو پڑھنے کا بھی معمول رہا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحرمين لا يجلسون، فإن أهل مكة يطوفون بين كل ترويحتين أسبوعا، وأهل المدينة يصلون بدل ذلك أربع ركعات، وأهل كل بلدة بالخيار يسبحون أو يهللون أو ينتظرون سكوتا، وإنما يستحب الانتظار بين كل ترويحتين؛ لأن التراويح مأخوذ من الراحة فيفعل ما قلنا تحقيقا للمسمى (واستحسن البعض الاستراحة على خمس تسليمات وهو نصف التراويح وليس بصحيح) أى مستحب (العناية شرح الهداية، ج ۱، ص ۴۶۸، ۴۶۹، فصل فی قیام شهر رمضان)

(قوله :ويجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة) وذلك مستحب وهم بالخيار فى ذلك الجلوس إن شاء وا يسبحون أو يهللون أو ينتظرون سكوتا وهل يصلون اختلف فيه المشايخ منهم من كرهه ومنهم من استحسنه (الجوهرة النيرة، ج ۱، ص ۹۷، كتاب الصلاة، بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ)

ويستحب الجلوس بعد "صلاة "كل أربع "ركعات "بقدرها وكذا "يستحب الجلوس يقدرها "بين الترويحة الخامسة والوتر "لأن المتوارث عن السلف وهذا روى عن أبى حنيفة رحمه الله ولأن اسم التراويح ينبء عن ذلك وهم مخيرون فى الجلوس بين التسبيح والقراء ة والصلاة فرادى والسكوت (مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، ص ۱۵۸، فصل :فی صلاة التراويح)

ومنها أن الإمام كلما صلى ترويحة قعد بين الترويحتين قدر ترويحة يسبح، ويهلل ويكبر، ويصلى على النبى -صلى الله عليه وسلم -ويدعو وينتظر أيضا بعد الخامسة قدر ترويحة؛ لأنه متوارث من السلف(بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۹۰، فصل فى قدر صلاة التراويح)

[۱] (يجلس) ندبا (بين كل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح وقراء ة وسكوت وصلاة فرادى (الدرالمختار)

(قوله بين تسبيح) قال القهستانى :فيقال ثلاث مرات سبحان ذى الملك والملكوت، سبحان ذى العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحى الذى لا يموت، سبوح قدوس رب الملائكة والروح، لا إله إلا الله نستغفر الله، نسألك الجنة ونعوذ بك من النار كما فى منهج العباد .اهـ (ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۶، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

Idara Ghufran

لیکن یاد رہے کہ اس تسبیح کا حدیث سے ثبوت نہیں لہٰذا یہ تسبیح سنت نہیں اور فقہائے کرام نے بھی اس کو سنت قرار نہیں دیا، بلکہ جن حضرات نے اس تسبیح کے پڑھنے کا ذکر فرمایا ہے خود انہوں نے بھی اس تسبیح کو تراویح کے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ ہی اس تسبیح کو تسبیح تراویح کا نام دیا ہے۔

لہٰذا دوسرے اوقات میں (بلکہ رمضان المبارک کے علاوہ بھی) اس تسبیح کو پڑھا جاسکتا ہے۔

لیکن آج کل عوام میں اس تسبیح سے متعلق کئی خرابیاں شامل ہوگئی ہیں، جن سے ہر ایک کو بچنا چاہئے، مثلاً:

(۱)......بعض لوگ اس تسبیح کو خاص تراویح کی تسبیح سمجھتے ہیں اسی وجہ سے بولنے اور لکھنے میں اس کو تسبیح تراویح کا نام دیا جانے لگا ہے، ایک عام چیز کو خاص کر لینا غلط ہے۔

(۲)......بعض لوگ اس وقفہ میں یہ تسبیح پڑھنا ضروری یا کم از کم سنت سمجھنے لگے ہیں۔ جبکہ یہ تسبیح نہ ضروری ہے اور نہ ہی سنت۔

(۳)......بعض لوگ اس تسبیح کو تراویح کا حصہ سمجھتے ہیں اور اگر یہ تسبیح پڑھنے کا موقع نہ ملے تو تراویح کو بھی ضائع یا ناقص خیال کرتے ہیں، یہ بھی سراسر کم علمی کی بات ہے۔

(۴)......بعض لوگ اس تسبیح نہ پڑھنے والے کو معیوب سمجھتے ہیں، یہ بھی دین پر زیادتی ہے۔

(۵)...... بہت سے لوگ اس تسبیح کو بآوازِ بلند پڑھتے ہیں جس سے دوسرے حضرات اور مسبوق نمازیوں کو خلل ہوتا ہے۔

(۶)......بعض لوگ اجتماعی انداز میں آواز ملا کر اس تسبیح کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں، یہ بھی غلط طریقہ ہے۔

(۷)...... اس تسبیح کو ''تسبیح تراویح'' کا نام دے کر عوام الناس بڑے بڑے اشتہاروں اور عالیشان کارڈوں پر شائع کرنے اور خاص طور پر مسجدوں میں آویزاں یا چسپاں کرنے کا اتنا اہتمام کرنے اور ثواب سمجھنے لگے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں (جہالت کے اس دور میں)

Idara Ghufran

روزے اور رمضان کے ضروری مسائل سمجھنے اور عوام تک اس انداز میں پہنچانے کی بھی فکر واہتمام نہیں پایا جاتا۔

(۸)......اس تسبیح کو عام طور پر مسجدوں میں محرابوں اور خاص قبلہ کی طرف والی دیواروں پر اس طرح آویزاں کردیا جاتا ہے جس کی وجہ سے نماز میں بھی خلل آتا ہے اور بہت سے لوگ نماز کے دوران ہی اس کو زبان سے پڑھتے اور یاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے بعض اوقات نماز بھی فاسد ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، اور کم از کم کراہت تو لازم آہی جاتی ہے۔

ان تمام خرابیوں سے بچنا اور دوسروں کو بچانے کی فکر کرنا ضروری ہے۔

اگر یہی محنت اور سرمایہ ایمان ویقین اور نماز روزے کے بنیادی اور اہم مسائل (تحریراً وتقریراً) سمجھنے، سمجھانے پر خرچ کیا جائے تو کتنے لوگوں کی اصلاح ہوجائے اور کتنے حضرات کی نمازیں اور روزے ضائع ہونے سے بچ جائیں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین۔

تکمیلِ قرآن پر مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنے کی حیثیت

قرآن مجید کا تراویح میں پڑھنا کوئی آج کے دور کا ایجاد کردہ مسئلہ نہیں بلکہ چودہ سو سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں جاری ہو چکا تھا اور اب تک پوری امت میں متوارث چلتا آرہا ہے، پورے رمضانُ المبارک میں تراویح پڑھنا اور اس میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن مجید پڑھ یا سن کر مکمل کرنا سنت قرار دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس سنت پر بزرگانِ دین، اولیاء اللہ اور مسلمانانِ عالم عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

اور یہ بات بھی واضح ہے کہ تراویح میں مکمل قرآن پڑھنے کی سنت کی ادائیگی کا ہوجانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت اور رحمت ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم

Idara Ghufran

ہے، لیکن یادرکھئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر یا اس نعمت کی خوشی کا ہونا مٹھائی یا کوئی بھی چیز تقسیم کرنے کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ شکر کا اصل تعلق دل سے ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ عمل سے بھی اظہار کیا جائے تو یہ شکر ہی کہلائے گا لیکن آج اکثر مقامات پر ختمِ قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنے کی جو رسم جاری ہے، اس میں کئی خرابیاں لوگوں نے شامل کر لی ہیں، جن کی وجہ سے بہت سے اہلِ علم حضرات نے اس کو ناپسند قرار دیا ہے۔

جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)...... تراویح میں قرآن مجید سُننے سُنانے کا طریقہ خیرالقرون سے چلا آتا ہے، مگر مروجہ مٹھائی تقسیم کرنے کا ثبوت نہیں پایا جاتا، جس کی وجہ سے اس کو سنت قرار نہیں دیا جاسکتا، اور آج کل بہت سے لوگ اس کو سنت سمجھتے ہیں۔

(۲)...... مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنے کو آج بہت سے لوگوں نے اس قدر ضروری سمجھ رکھا ہے کہ اس رسم کو چھوڑنا کسی حال میں گوارا نہیں اور اگر کوئی اس رسم پر عمل نہ کرے تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے اور طرح طرح کے طعنے دیئے جاتے ہیں، کبھی بخیل کہا جاتا ہے کبھی کنجوس اور مکھی چوس وغیرہ کا لقب دیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے اس کا ناغہ گوارا نہیں کیا جاتا۔ جبکہ غیر ضروری چیز کو ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے کو معیوب سمجھنا یا اس پر لعن طعن کرنا جائز نہیں۔

(۳)...... بہت سے لوگ یہ عمل صرف ریاکاری اور دکھلاوے اور اپنی بڑائی کے اظہار کے طور پر کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس کی کوشش کی جاتی ہے کہ دوسرے لوگوں پر فوقیت جتلائی جائے اور کسی طرح پیچھے نہ رہا جائے، اور اسی وجہ سے ہر ایک دوسرے کے مقابلہ میں نت نئے طریقے اختیار کرتا ہے، اور اس پر زیادہ سے زیادہ رقم لگانے کی کوشش کرتا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ریاء اور دکھلاوے کے طور پر کوئی عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

(۴)...... بہت سے لوگ صرف مٹھائی حاصل کرنے کے لئے شریک ہوتے ہیں اور ایسے ایسے لوگ بھی مٹھائی وغیرہ حاصل کرنے کی غرض سے آجاتے ہیں جن کو پورے مہینہ نہ تو

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تراویح پڑھنے کی توفیق حاصل ہوتی اور نہ ہی قرآن مجید کو دل لگا کر سننے کی بلکہ خاص اسی دن بھی بہت سے لوگ تراویح اور نماز میں شریک نہیں ہوتے اور تراویح ختم ہوتے ہی آجاتے ہیں، اس سے پہلے باہر ہی انتظار کرتے رہتے ہیں۔ اس میں ایک درجہ کی قرآن مجید اور نمازِ تراویح کی بے احترامی ہے کہ نماز اور قرآن سے زیادہ مٹھائی مرغوب ہے۔

(۵)...... بہت سی جگہ یہ حالت ہے کہ اگر قرآن مجید کی تکمیل کے موقعہ پر مٹھائی وغیرہ کا اہتمام نہ کیا جائے تو شرکاء کو خوشی نہیں ہوتی اور مٹھائی وغیرہ تقسیم کردی جائے تو خوش ہوجاتے ہیں خواہ قرآن مجید صحیح پڑھا گیا ہو یا غلط، نمازوں میں خرابی کی گئی ہو یا اور کچھ؟ بہر حال خوشی کا مدار مٹھائی کے تقسیم ہونے پر رکھ دیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ مٹھائی وغیرہ کے تقسیم ہونے کو اصل درجہ دے دیا گیا ہے اور نماز وقرآن کے حقوق کو نظر انداز یا پیچھے کردیا گیا ہے۔

(۶)...... بعض جگہ مسجد کی رقم اور اجتماعی فنڈ سے مٹھائی وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے، جبکہ مٹھائی وغیرہ کی ضرورت مسجد کی عام رقم (اور فنڈ) کا مصرف نہیں کہ اس کو اس رسم کے لئے استعمال کیا جائے۔

(۷)...... بعض جگہ اس ضرورت کے لئے چندہ کیا جاتا ہے اول تو یہ ضرورت ایسی نہیں کہ اس کے لئے چندہ جمع کیا جائے اور اگر کسی ضرورت کے لئے چندہ جمع کرنے کی اجازت بھی ہو تب بھی اس میں شریعت نے کچھ اصول مقرر کئے ہیں جن میں سے ایک اصول یہ ہے کہ چندہ برضاء ورغبت حاصل کیا جائے، جبر کرکے یا بادلِ نخواستہ چندہ لینا جائز نہیں ہے۔

احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ [1]

اور یہ لوگ اس اصول کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

چنانچہ کسی نہ کسی طرح لوگوں کے پاس پہنچ کر یا ان کو کسی بھی طرح عار دلا کر شرمندہ کرکے چندہ لیا جاتا ہے، اور اگر کوئی نہ دے تو اس پر جبر کیا جاتا ہے اور اس طرح کسی کی رقم لینا جائز نہیں

---

[1] عن عمرو بن يثربى، قال :خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال " :ألا ولا يحل لامرء من مال أخيه شيء ، إلا بطيب نفس منه "(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۰۸۲)

Idara Ghufran

اور اگر بظاہر جبر بھی نہ کیا جائے تب بھی شرمندہ کیا جاتا ہے اور اس طرح بھی کسی کی رقم لینا جائز نہیں اور اگر بظاہر جبر اور شرمندہ بھی نہ کیا جائے تب بھی حالات سے پتہ چلتا ہے کہ دینے والوں کی دلی خوشی اور طیبِ خاطر ملحوظ نہیں، مثلاً عام مجمع میں اس طرح سے ترغیب دی جاتی ہے کہ حاضرین شرمندہ ہو کر حصہ لیتے ہیں بعض اوقات نام پکار کر بھی مخصوص لوگوں کو تیار کیا جاتا ہے جس سے عام مجمع میں شرمندہ ہو کر یا فخر وتفاخر کے طور پر دینے والا دیتا ہے، پھر اس کی تفصیل لکھی جاتی ہے کہ فلاں نے اتنا تعاون کیا اس میں دینے والوں کو بھی اپنی بڑائی مقصود ہوتی ہے اور بعض لوگ تو قرض تک لے کر تعاون کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔

(۸)......بعض تعاون کرنے والوں کی آمدنی حرام ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ ان کے پیسے سے لوگوں کے پیٹ بھرنا اور رمضان جیسے مقدس مہینے میں حرام غذا پیٹ میں لے جانا کتنی بڑی دلیری ہے۔ جو لوگ مالی حالات کمزور ہونے کی وجہ سے شریک نہیں ہو پاتے وہ شرمندہ ہوتے ہیں اور اپنی تحقیر وتذلیل محسوس کرتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو ایسے موقع پر اس تقریب میں ہی شریک نہیں ہوتے کہ جب چندہ نہ دیا تو کس منہ سے حاضر ہوں اور کس طرح سے مٹھائی میں شریک ہوں اور کسی مسلمان کو عار دلانا، شرمندہ کرنا یا ایسے حالات پیدا کرنا جائز نہیں۔

(۹)...... پھر مٹھائی تقسیم کرنے میں بعض اوقات انصاف کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

(۱۰)...... بہت سے لوگ مٹھائی کی غرض سے بغیر وضو اور غسل کے پاکی ناپاکی کا خیال کئے بغیر مسجد میں گھسے چلے آتے ہیں جس میں مسجد کی بے احترامی پائی جاتی ہے۔

(۱۱)......مٹھائی تقسیم کرنے اور کھانے کے وقت مسجد میں غیر ضروری شور وشغب اور بعض دفعہ چھینا جھپٹی کی نوبت آجاتی ہے جس کی وجہ سے مسجد تماشہ گاہ بن جاتی ہے اس میں بھی مسجد کی بے احترامی ہے۔

(۱۲)...... پھر اس کی وجہ سے مسجد گندی ہوتی ہے اور صفائی کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

Idara Ghufran

اس قسم کی خرابیوں کی وجہ سے ختمِ قرآن کے موقع پر مروجہ رسم ناپسندیدہ ہے۔
البتہ ان خرابیوں سے بچ کر اگر کوئی خوشدلی سے حلال مال کے ساتھ اخلاص کے ساتھ مٹھائی تقسیم کر دے اور کبھی ناغہ بھی کر دیا جایا کرے تو پھر کوئی حرج نہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو' اصلاح الرسوم' و خطباتِ حکیم الامت ج۴ بعنوان حقوق وفرائض ص ۱۸۸)

تکمیلِ قرآن پر غیر ضروری روشنی اور دوسرے منکرات

آج کل بہت سی جگہ تکمیلِ قرآن کے موقع پر ضرورت سے زیادہ روشنی (لائٹنگ) کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے جس میں کئی گناہ لازم آ جاتے ہیں، مثلاً:

(۱)...... بجلی ایک ضرورت کی چیز ہے جس کو بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت استعمال کرنا چاہئے، بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا اسراف اور فضول خرچی میں داخل ہے اور فضول خرچی قرآن وحدیث کی رو سے گناہ ہے۔

(۲)...... اس رسم میں ہندوؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ اپنے مخصوص اوقات میں (مثلاً دیوالی وغیرہ کے موقعہ پر) ضرورت سے زیادہ روشنیوں کا انتظام کرتے ہیں۔ اور غیر مسلموں کی مشابہت گناہ ہے۔

(۳)...... عام طور پر اس روشنی کا انتظام مسجد کے فنڈ سے کیا جاتا ہے (یعنی بجلی اور مخصوص لائٹنگ کا بل مسجد کے فنڈ سے ادا کیا جاتا ہے) اور مسجد کی رقم کا اس میں استعمال ناجائز ہے، یہ لوگوں کے چندہ کو بے موقع اور بے محل استعمال کرنا ہے جس میں انتظامیہ پر گناہ کے علاوہ تاوان بھی لازم ہوسکتا ہے۔

(۴)...... بعض جگہ سرکاری یا غیر سرکاری چوری کی بجلی سے یہ رسم پوری کی جاتی ہے اور چوری کا گناہ ہونا واضح ہے۔

(۵)...... عام طور پر اس سے مقصد اپنا نام اونچا کرنا اور شہرت ہوتی ہے اور اس غرض کے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530
Idara Ghufran

لئے کوئی کام کرنا گناہ ہے۔

(۶)......سب سے بڑھ کر خرابی یہ ہے کہ یہ سب کچھ قرآن مجید کے نام پر ہوتا ہے، قرآن مجید کی طرف نسبت کر کے اور قرآن مجید کے سہارے پر گناہ کرنا کتنی بڑی جراءت کی بات ہے۔

(۷)......بعض جگہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے باقاعدہ چندہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس غرض کے لئے چندہ کرنا اور لوگوں سے پیسے مانگنا جائز نہیں۔ اور بطورِ خود اس رسم میں تعاون کرنا بھی جائز نہیں پھر چندہ میں بھی خوشدلی کا لحاظ نہیں ہوتا۔

(۸)......ایک گناہ یہ ہے کہ اس رسم کو ثواب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ گناہ ہے اس کو ثواب سمجھنا دوہرا جرم ہے۔

پس ان خرابیوں کی وجہ سے اس رسم سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

آج کل تکمیلِ قرآن کے موقع پر اور بھی کئی منکرات پیدا ہو گئے ہیں، مثلاً:

(۹)......تصویر سازی کرنا، جس میں مسجد کی بے حرمتی کا بھی گناہ ہے۔

(۱۰)......بعض جگہ ختم قرآن کی رات میں حفاظ کو مختلف قسم کے ہار پہنائے جاتے ہیں، یہ رواج قابلِ ترک ہے اور یہ طریقہ سلف سے ثابت نہیں اور اس میں عموماً فضول خرچی اور دکھلاوے کا گناہ بھی شامل ہوتا ہے، بعض اوقات اس کی وجہ سے مسجد کی بے ادبی بھی ہوتی ہے کہ مسجد گندی ہوجاتی ہے، اگر حافظ کی عزت افزائی مقصود ہے تو اس کے دوسرے جائز طریقے بھی موجود ہیں (کذافی فتاویٰ رحیمیہ مبوب ج۶ ص۲۵۸ بتغیر)

(۱۱)......بعض لوگ اس موقع پر مسجد کی بے جا زیبائش اور نمائش بھی کرتے ہیں اس میں فضول خرچی کے ساتھ ہندوؤں کے دیوالی کے تہوار سے مشابہت ہوتی ہے اور مسجد تماشہ گاہ بن جاتی ہے، خلاف شرع کاموں سے مسجد کی رونق نہیں بڑھتی بلکہ بے حرمتی ہوتی ہے، مسجد کی زینت اور رونق اس کی صفائی، خوشبو، نیز نمازیوں کی زیادتی، اچھی پوشاک پہن کر خوشبو

Idara Ghufran

لگا کر، خشوع خضوع سے نماز پڑھنے اور باادب بیٹھنے میں ہے (کذا فی فتاویٰ رحیمیہ مبوب ج ۹ ص ۷۰، ۷۱، بتغیر)

آخر میں یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ تکمیلِ قرآن کے موقع پر کسی مقرر کی تقریر لازم اور ضروری نہیں، اس کو ضروری سمجھنا بھی حد سے تجاوز ہے، البتہ اس موقع پر اگر موقع کی مناسبت سے فضائل واحکام اور منکرات پر روشنی ڈالی جائے تو بہت بہتر ہے۔

مروَّجہ شبینہ کا حکم

قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا، سننا سنانا، بڑے اجر وثواب کا باعث ہے اور تراویح کی نماز میں قرآن مجید کے پڑھنے اور سننے کے عظیم فضائل ہیں، جن کا تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنے مقام پر تذکرہ کر دیا ہے، اور یہ بات بھی پہلے گذر چکی ہے کہ بیس تراویح پڑھنے کے بعد مزید نفل نمازوں کو باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، آج کل رمضان کے مہینے میں اور خاص کر رمضان کی آخری راتوں میں بعض مقامات پر ''شبینہ'' کے نام سے مخصوص نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے، جس میں لمبا قیام کیا جاتا ہے، اور چند راتوں میں قرآن مجید مکمل کیا جاتا ہے، آج کل چونکہ ان مروجہ شبینوں میں متعدد خرابیاں پائی جاتی ہیں اور اس قسم کے شبینوں کا صحابہ، تابعین ائمۂ دین اور سلفِ صالحین سے ثبوت نہیں ملتا، اس لئے علمائے کرام نے مروّجہ طریقوں پر شبینوں کو مکروہ وناپسند قرار دیا ہے، اور ان سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، اس لیے کسی کو نفلی عبادت کا شوق ہو تو اسے چاہیے کہ سنت کے مطابق خلوت وتنہائی میں اپنے مقام پر رہتے ہوئے، جتنی چاہے عبادت کرے، اور جتنی چاہے نوافل ادا کرے۔

اگر ہر قسم کی مروجہ خرابیوں سے بچ کر شبینہ پڑھا جائے تو پھر کوئی حرج نہ ہوگا، ذیل میں ایسی شرائط کا ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کا لحاظ کرنے سے خرابیوں سے بچا جا سکتا ہے۔

(۱)......قرآن مجید کو جلدی ختم کرنے کی خاطر بہت تیز نہ پڑھا جائے بلکہ تجوید کے قواعد

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ملحوظ رکھے جائیں اور مکمل حروف ادا کیے جائیں۔

(۲)......نماز پڑھانے والا امام عاقل بالغ ہو اور نابالغ وفاسق نہ ہو۔

(۳)......رضائے الٰہی اور اخلاص مقصود ہو دکھلاوا، نام ونمود اور شہرت ملحوظ نہ ہو۔

(۴)......قرآن مجید سنانے پر شرط لگا کر یا رواج ہوتے ہوئے بغیر شرط لگائے بھی کسی قسم کی اجرت اور معاوضہ نہ لیا دیا جائے۔

(۵)......تمام شرکاء شوق اور ذوق کے ساتھ اس میں شرکت کریں۔

(۶)......نماز، قرآن مجید اور مسجد کا احترام ملحوظ رکھیں، بعض لوگوں کا جماعت میں کھڑے ہونا اور بقیہ کا بیٹھے یا لیٹے رہنا یا بات چیت کرنا یا چائے قہوہ وغیرہ کے دور میں مشغول رہنا بھی جماعت اور قرآن مجید کے ادب کے خلاف ہے خواہ رکوع میں شامل ہو جائیں۔

(۷)......اوپر کا بڑا (یعنی بیرونی) لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کیا جائے بلکہ آواز کو نمازیوں تک محدود رکھا جائے۔

(۸)......ضرورت سے زیادہ لائٹنگ (Lighting) چراغاں اور ہر طرح کے اسراف وفضول خرچی سے پرہیز کیا جائے (چوری کی بجلی کا اس طرح استعمال دوہرا جرم ہے)

(۹)......تکمیلِ قرآن کے انتظامات وغیرہ کے لیے مروَّجہ طریقہ پر رسمی چندہ کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

(۱۰)......اختتام پر بغیر چندہ کے بھی مٹھائی وغیرہ کو لازم نہ سمجھا جائے۔

(۱۱)......نوافل کے بجائے تراویح میں قرآن مجید پڑھا جائے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اس طرح نوافل کی جماعت مکروہ ہے، جس میں لوگوں کو دعوت دے کر جمع کیا جائے، یا نوافل کی امامت کرنے والے کے ساتھ تین افراد سے زیادہ مقتدی نفل کی نیت سے شامل ہوں۔ [۱]

---

[۱] فقہ حنفی میں نفل کی جماعت مکروہ ہے، البتہ اگر مقتدی زیادہ سے زیادہ تین ہوں تو کراہت میں اختلاف ہے اور ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ نفل کی جماعت بالاتفاق جائز ہے، اور نفل نماز کا یہ حکم رمضان اور غیر رمضان کے لئے عام ہے، رسول اللہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اگر امام تراویح پڑھ رہا ہو، اور اس کے تمام یا اکثر مقتدی نفل کی نیت سے اس کی اقتداء کر رہے ہوں، تو تب بھی اکثر کو کل کا حکم دیتے ہوئے بعض علمائے کرام نے اس کو نفل کی جماعت کا حکم ہی دیا ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے عموماً رمضان میں بھی تراویح کے علاوہ دوسرے نوافل کی جماعت ثابت نہیں۔

جبکہ یہ حضرات یقیناً ہم سے اور آج کل کے مسلمانوں سے زیادہ عبادت وریاضت کرنے والے اور زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کے حریص تھے اور جن کتابوں میں رمضان میں جماعت کے ساتھ تطوع، نفل اور قیام کے الفاظ ہیں ان سے تراویح کی نماز مراد ہے، اور جن حضرات کی طرف نفل با جماعت پڑھنے کی نسبت کی گئی ہے وہ بھی تداعی کے بغیر کبھی اتفاقاً ایک دو یا تین مقتدیوں کی صورت میں ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ''رمضان میں نفل کی جماعت'' از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم، مشمولہ فقہی مقالات ج ۲، واحسن الفتاویٰ ج ۳ از ص ۴۶۸، از مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ)

اگر کبھی اتفاق سے ایک یا دو آدمی امام کے ساتھ نفل کی جماعت میں شریک تھے مگر بعد میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے تو اس صورت میں جو مقتدی (دو یا تین) پہلے تھے ان پر کوئی کراہت نہیں اس کے بعد جو لوگ شریک ہوں گے وہ کراہت کے مرتکب شمار کیے جائیں گے (کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۹۳)

وتطوعه فمكروهة فيهما على سبيل التداعى قال شمس الأئمة الحلوانى إن اقتدى به ثلاثة لا يكون تداعيا فلا يكره إتفاقا وإن اقتدى به أربعة فالأصح الكراهة(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،ص ٢٨٦،باب الإمامة)

إذا كان على سبيل التداعى أى طريق يدعو الناس للإجتماع عليهم(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،ص ٣٨٦،باب الوتر وأحكامه)

وكان على سبيل التداعى بأن يجتمع جمع كثر فوق الثلاثة حتى لو اقتدى واحد أو اثنان لايكره فى الثلاثة اختلاف وفى الأربعة يكره اتفاقا ذكره فى الكافى (منية المصلى،فصل فى النوافل)

ل کوئی شخص تراویح کی چند رکعتیں چھوڑ دے، اور بعد میں باقی ماندہ رکعتوں میں امامت کرائے، اور پیچھے مقتدی ایسے ہوں کہ جو پہلے تراویح کی اپنی بیس رکعات پڑھ چکے تھے، اس قسم کے سوال کے جواب میں امداد الاحکام میں ہے کہ:

الجواب: قال الطحطاوى فى حاشيته على مراقى الفلاح:

وكره أن يؤم فى التراويح مرتين فى ليلة واحدة وعليه الفتوى لأن السنة لا تتكرر فى الوقت الواحد فتقع الثانية نفلا مضمرات بخلاف ما لو صلاها مأموما مرتين حيث لا يكره كما لو أم فيها ثم اقتدى بآخر فى تلك الصلاة وكما لو صلى العشاء إماما أو مقتديا ثم أقيمت ثانيا فإنه لا يكره له أن يدخل فيها ثانيا بل يستحل له (حاشية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۱۲)...... ہر قسم کی خرافات اور رسم ورواج سے بچا جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الطحطاوی علی مراقي، ج ۱، ص ۴۱۲، فصل فی صلاۃ التراویح)

یہ صورتِ عمل فی نفسہ تو جائز تھی، جیسا کہ عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوا مگر ان مفاسد کے انضمام سے جو سوال میں ہیں کہ عوام اس کو جماعتِ تراویح نہیں بلکہ جماعتِ تہجد سمجھتے ہیں، اور دوسرے لوگوں نے اس کو دیکھ کر جماعتِ نوافلِ محضہ بھی شروع کردی، یہ قابلِ ترک بلکہ واجب الترک ہے، فان المباح والمستحب اذا ادی الٰی مفسدة یجب ترکہ صرح بہ الفقہاء قاطبۃ، واللہ اعلم۔ غرہ رمضان ۴۵ھ۔ (امداد الاحکام، ج۱، ص ۶۳۶، فصل فی التراویح)

اور مولانا مفتی محمد مجاہد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بعض مساجد میں شبینہ کا یہ انداز اختیار کیا جاتا ہے کہ قاری صاحب جنہوں نے قرآن پاک سنانا ہوتا ہے، وہ تراویح کو چھوڑ کر آتے ہیں، اور شبینہ میں تراویح کی نیت سے قرآن پاک پڑھتے ہیں، اور پیچھے کھڑے ہونے والے تمام یا اکثر مقتدی نفل کی نیت سے شریک ہوتے ہیں، یہ صورت بھی درست معلوم نہیں ہوتی، اس کو بھی ترک کردینا چاہیے، اس کی وجوہ درجِ ذیل ہیں:

(۱)......ان شبینوں میں اصل مقصود نوافل کی جماعت ہے، اور صرف امام کا تراویح کی نیت کرنا محض ایک حیلہ ہے، اور نوافل کی اہتمام کے ساتھ اجتماعی شکل ہی مزاجِ شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا اس حیلے کے باوجود اس کی قباحت برقرار رہے گی۔

(۲)......صرف امام تراویح پڑھ رہا ہو، اور تمام مقتدی یا اکثر نفل پڑھ رہے ہوں، اس کو تراویح کی جماعت نہیں کہا جائے گا، بلکہ اکثریت کا اعتبار کرتے ہوئے نوافل کی جماعت ہی شمار کیا جائے گا، البتہ اگر امام اور اکثر مقتدی تراویح پڑھ رہے ہوں، اور اتفاقاً بعض لوگ آ کر نفل کی نیت سے شریک ہوجائیں، تو اس کی واقعی گنجائش ہوگی، اور یہی کہا جائے گا کہ تراویح کی جماعت میں چند نفل پڑھنے والے شریک ہوگئے ہیں، لیکن مذکورہ بالا مروجہ شکل کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے۔

(۳)......فقہائے حنفیہ نے مسجدِ محلّہ میں ایک بار فرض نماز کی جماعت ہوجانے کے بعد دوسری بار فرض کی جماعت کو مکروہ قرار دیا ہے، جیسا کہ ابھی گزرا ہے، لیکن ایک صورت کی فقہاء نے بھی اجازت دی ہے، اور حدیث شریف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک شخص مسجد میں پہنچا، تو جماعت ہوچکی تھی، وہ اکیلا نماز پڑھنے کے بجائے جنہوں نے نماز با جماعت ادا کرلی ہے، ان میں سے کسی کو نفل کی نیت سے شریک کرکے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ لے، تو یہ جائز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صرف امام فرض پڑھ رہا ہو، اور مقتدی نفل پڑھ رہے ہوں، تو اس کو فرض جماعت شمار نہیں کیا گیا، ورنہ مسجد میں اس کی اجازت نہ ہوتی، اس پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ صرف امام تراویح پڑھ رہا ہو، اور تمام مقتدی نفل پڑھ رہے ہوں، تو اس کو تراویح کی جماعت نہیں کہا جائے گا (احکام ومسائل ص ۱۱۰، وص ۱۱۱، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: اکتوبر 1998ء، مکتبۃ العارفی، فیصل آباد)

Idara Ghufran

تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ ان تمام شرائط کا آج کل عام طور مروجہ شبینوں میں لحاظ نہیں کیا جاتا۔ ۱؎ بڑی بڑی کمیٹیاں جو عام طور پر شبینوں کا انتظام کرتی ہیں ان کے یہاں بھی اکثر یہ شرطیں ملحوظ نہیں ہوتیں۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ آج کل کے شبینے منعقد کرنے کا اصل مقصد عام طور پر رمضان کے آخری عشرہ کی مبارک راتوں میں جاگنا اور عبادت کرنا بیان کیا جاتا ہے اور ان راتوں میں بطورِ خاص مسجدوں میں جمع ہو کر جاگنے کا رسول اللہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین سے ثبوت نہیں، اور اسی وجہ سے فقہائے کرام نے مبارک راتوں میں عبادت کی غرض سے مسجد میں جمع ہو کر جاگنے اور مبارک راتوں میں عبادت کی غرض سے مسجد میں جمع ہونے کو مکروہ و ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ ۲؎

جہاں تک آخری عشرے میں اعتکاف کا تعلق ہے، تو وہ بھی انفرادی عبادت ہے، تفصیل کے لیے ہماری دوسری کتاب ''اعتکاف کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

۱؎ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

جماعت میں اکثر افراد تراویح پڑھ رہے ہوں، نوافل پڑھنے والے کم ہوں، تو یہ صورت جائز ہے، مگر متعارف شبینہ میں دیگر قبائح بہر حال ہوتے ہیں، لہٰذا اس سے بھی احتراز لازم ہے (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۲، فصل فی التراویح)

۲؎ ویکره الاجتماع على احياء ليلة من هذه الليالي في المساجد (البحرالرائق ج ۲ ص ۵۶، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(ويكره الاجتماع على احياء ليلة من هذه الليالي) المتقدم ذكرها (في المساجد) وغيرها لانه لم يفعله النبي صلى الله عليه وسلم ولاصحابه فانكره اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابي مليكة وفقهاء اهل المدينة واصحاب مالك وغيرهم وقالوا ذالك كله بدعة (مراقي الفلاح شرح نورالايضاح، ص ۱۵۱، كتاب الصلاة، باب في النوافل)

والثاني انه يكره الاجتماع فيها في المساجد للصلوٰة والقصص والدعاء ولايكره ان يصلي الرجل فيها لخاصة نفسه وهذا قول الاوزاعي امام اهل الشام وفقيههم وعالمهم وهذاهو الاقرب ان شاء الله تعالىٰ (لطائف المعارف ص ۱۳۷، وظائف شهر شعبان، المجلس الثاني في نصف شعبان)

ويحصل القيام بالصلاة نفلا فرادى من غير عدد مخصوص، وبقراءة القرآن، والأحاديث وسماعها، وبالتسبيح والثناء، والصلاة والسلام على النبي -صلى الله عليه وسلم- الحاصل ذلك في معظم الليل وقيل بساعة منه (ردالمحتار، ج۲ ص ۲۶، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آج کل ملکی سطح پر بڑے پیمانے پر شبینے منعقد کئے جاتے ہیں، جن کو ذرائعِ ابلاغ کے ذریعے سے براہِ راست نشر بھی کیا جاتا ہے، اور لوگ دلچسپی کے ساتھ ان کو دیکھتے ہیں، حالانکہ اس طرح دیکھنا ثواب کی چیز نہیں، اصل ثواب تو اس میں ہے کہ خود اخلاص وصدق کے ساتھ عبادت کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۲۹/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۳ھ 21/ مئی/ 2012ء بروز پیر

عورتوں کا مَرد امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا

سوال

عورتوں کی نماز سے متعلق پہلا سوال یہ ہے کہ:

آج کل ہمارے سلسلہ کی بعض مساجد میں عورتوں کے لئے نماز باجماعت میں شمولیت کا انتظام کیا جاتا ہے، عورتوں کے لئے باپردہ طریقہ پر مَرد حضرات سے الگ تھلگ مخصوص جگہیں نماز کے لئے مقرر کی جاتی ہیں، جہاں خواتین نماز باجماعت میں شامل ہوتی ہیں، خاص طور پر جمعہ اور دیگر دینی اجتماعات کے مواقع پر خواتین شرکت کرتی ہیں، اور نماز پڑھنے کے علاوہ دینی بیانات بھی سنتی ہیں، اس کے علاوہ عیدین کے اجتماعات میں بھی شرکت کرتی ہیں، اور رمضان کے مہینہ میں تراویح کی نماز میں قرآن مجید بھی سنتی ہیں۔

اور اس طرح کا سلسلہ کراچی، لاہور وغیرہ جیسے شہروں میں اور ہندوستان میں بھی بعض علاقوں میں دینی مدارس وجامعات کے تحت مساجد میں مشہور علمائے حق کی نگرانی میں جاری ہے۔

بعض علماء اس کو ناجائز اور گناہ قرار دیتے ہیں، اور وہ اس سلسلہ میں فقہی عبارات پیش کرتے ہیں، جبکہ بعض علماء اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اور اس کو خواتین کی اصلاح اور دینی فائدہ کا ذریعہ بتاتے ہیں، اور وہ اس کے متعلق احادیث اور صحابیات کے طرزِ عمل سے استدلال

کرتے ہیں۔

آپ سے درخواست ہے کہ طرفین کے دلائل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے متعلق مفصل ومدلل اور معتدل جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا وتوجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

ہم نے اس سلسلہ میں پہلے بھی اپنے بعض رسائل ومضامین میں کچھ تحریر کیا تھا، لیکن اس وقت زیادہ تحقیق وتفصیل سے غور کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، اور صرف متأخرین اور اکثر اُردو کتب کو سامنے رکھ کر حکم بیان کیا گیا تھا، اب دوبارہ توجہ دِلانے پر شرعی دلائل اور فریقین کے موقف کا بنظرِ انصاف جائزہ لیا گیا، اور معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کی پوری تفصیل معلوم نہ ہونے اور صرف بعض متأخرین مشائخ کی عبارات پر نظر مرکوز ہونے کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، لہٰذا اس مسئلہ کی تفصیل معلوم ہونا ضروری ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ فی نفسہٖ عورت کا مرد کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے، اور مرد کی اقتداء میں عورت نماز پڑھے تو اس کی نماز ادا ہو جاتی ہے، بشرطیکہ عورت مرد کے ساتھ کھڑی نہ ہو، بلکہ مرد کے پیچھے کھڑی ہو۔

اس سلسلہ میں بے شمار احادیث وروایات ہیں، جن میں سے چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ : قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ، فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِثَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَتِيْمُ مَعِيَ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا، فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(بخاری) ۱

ترجمہ: اُن کی دادی حضرت ملیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے بلایا، جو کھانا انہوں نے تیار کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے میں سے تناول فرمایا، پھر فرمایا کہ تم اٹھو، تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں، پھر میں کھڑا ہو کر اپنی ایک چٹائی لینے گیا، جو کہ زیادہ پرانی ہونے کی وجہ سے سیاہ ہوگئی تھی، پھر میں نے اس کو پانی سے دھویا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اور میرے ساتھ یتیم (ضمیرہ نام کا چھوٹا بچہ) کھڑا ہوا، اور بوڑھی خاتون (یعنی امِ سُلیم، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں (بخاری)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقُمْتُ وَيَتِيْمٌ خَلْفَهُ وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا (بخاری) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امِ سُلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز پڑھائی، تو میں اور ایک لڑکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور امِ سُلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ هُوَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمُّهُ وَخَالَتُهُ، فَصَلّٰى بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ أَنَسًا عَنْ يَّمِيْنِهِ، وَأُمَّهُ وَخَالَتَهُ خَلْفَهُمَا (صحيح ابنِ حبان) ۳

---

۱ رقم الحديث ۸٦٠، كتاب الاذان، باب وضوء الصبيان، ومتى يجب عليهم الغسل والطهور.

۲ رقم الحديث ۸٧١، كتاب الاذان، باب صلاة النساء خلف الرجال.

۳ رقم الحديث ٢٢٠٦، كتاب الصلاة، باب فرض متابعة الامام.

فی حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح على شرط مسلم.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی والدہ اور خالہ تھیں، پھر ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، انس کو اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، اور ان کی والدہ اور خالہ کو اپنے پیچھے کھڑا کیا (ابنِ حبان)

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : صَلَّيْتُ إِلٰى جَنْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِشَةُ خَلْفَنَا تُصَلِّيْ مَعَنَا، وَأَنَا إِلٰى جَنْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُصَلِّيْ مَعَهُ (نسائی) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں نماز پڑھی، اور حضرت عائشہ ہمارے پیچھے کھڑی ہوکر ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہی تھیں، اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر میں کھڑے ہوکر آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا (نسائی)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ مِنْ نَوَاحِي الْمَدِيْنَةِ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ، فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا، فَمَالَ إِلٰى مَنْزِلِهِ، فَجَمَعَ أَهْلَهُ، فَصَلّٰى بِهِمْ (المعجم الاوسط للطبرانی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے مضافات سے تشریف لائے، آپ نماز پڑھنا چاہتے تھے، آپ نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ نماز پڑھ چکے تھے، پھر آپ اپنے گھر میں تشریف لے گئے، پھر آپ نے گھر والوں کو جمع کیا، اور

---

[1] رقم الحديث ۸۰۴، كتاب الامامة، باب موقف الإمام إذا كان معه صبي وامرأة، واللفظ لهٗ، مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۳۸۷۵، باب الرجل يؤم الرجل والمرأة.

[2] رقم الحديث ۴۶۰۱، ج۵ ص ۳۵، باب العين ، من اسمه عبدان.

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير والأوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۱۷۷، باب فيمن جاء إلى المسجد فوجد الناس قد صلوا)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ان کے ساتھ نماز پڑھی (طبرانی)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ عورت کا مرد کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست اور جائز ہے۔ ۱

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ، وَقَامَتْ جَمِيلَةُ أُمُّ وَلَدِهِ خَلْفَنَا (مصنف عبد الرزاق) ۲

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، تو انہوں نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، اور ان کی اُمِّ ولد جمیلہ ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں (عبدالرزاق)

حضرت جابر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَعَطَاءٍ، قَالَا: لَا بَأْسَ بِأَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ (عبد الرزاق) ۳

ترجمہ: امام شعبی اور حضرت عطاء (دونوں جلیل القدر تابعین) نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد عورتوں کی امامت کرے (عبدالرزاق)

اور حضرت ابنِ جریج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: يَقُومُ الرَّجُلُ إِلَى رُكْنِ الْإِمَامِ، وَالْمَرْأَتَانِ وَرَاءَ هُمَا،

---

۱ (فقمت إلى حصير لنا قد اسود من طول ما لبث، فنضحته بماء ، فقام رسول الله -صلى الله عليه وسلم-، واليتيم معى) برفع اليتيم عطفا على الضمير المرفوع المتصل بلا فصل، واسمه : ضميرة، بضم الضاد المعجمة وسكون المثناة التحتية وبالراء ، ابن سعد الحميرى (والعجوز) أم سليم (من ورائنا) بكسر ميم :من على الأشهر على أنها حجارة، وجوز الفتح على أنها موصولة. (فصلى بنا) عليه الصلاة والسلام (ركعتين)

مطابقته للجزء الأخير من الترجمة فى قوله :واليتيم معى، أى فى الصف .لأن اليتيم دال على الصبى إذ لا يتم بعد الاحتلام(ارشاد السارى للقسطلانى، ج۲ص ۱۵۰ ، باب وضوء الصبيان، ومتى يجب عليهم الغسل والطهور؟ وحضورهم الجماعة والعيدين والجنائز وصفوفهم)

۲ رقم الحديث ۳۸۷۱، كتاب الصلاة، باب الرجل يؤم الرجل والمرأة.

۳ رقم الحديث ۵۱۲۳، كتاب الصلاة، باب شهود النساء الجماعة.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قُلْتُ : فَنِسْوَةٌ؟ قَالَ : وَكَذٰلِكَ أَيْضًا، اَلرَّجُلُ إِلٰى رُكْنِ الرَّجُلِ، وَالنِّسْوَةُ وَرَاءَ هُمَا (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: حضرت عطاء (جلیلُ القدر تابعی) نے فرمایا کہ مرد امام کے ساتھ کھڑا ہوگا، اور دو عورتیں ہوں تو وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوں گی، میں نے عرض کیا کہ اگر زیادہ عورتیں ہوں، تو حضرت عطاء نے فرمایا کہ تب بھی اسی طرح سے ایک مرد ہوتو مرد (امام) کے ساتھ کھڑا ہوگا، اورعورتیں ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوں گی (عبدالرزاق)

اور حضرت معمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ قَتَادَةَ فِى الرَّجُلَيْنِ يَكُوْنُ مَعَهُمَا الْمَرْأَةُ قَالَ : يَقُوْمُ الرَّجُلُ عَنْ يَّمِيْنِ صَاحِبِهٖ، وَتَقُوْمُ الْمَرْأَةُ خَلْفَهُمَا (مصنف عبد الرزاق) [2]

ترجمہ: حضرت قتادہ (جلیلُ القدر تابعی) نے ان دو آدمیوں کے بارے میں کہ جن کے ساتھ ایک عورت ہو، فرمایا کہ مرد تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو، اور عورت ان کے پیچھے کھڑی ہو (عبدالرزاق)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایک یا زیادہ عورتوں کا مرد کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے، جس میں تراویح کی نماز بھی داخل ہے، بشرطیکہ عورت مرد کے ساتھ کھڑی نہ ہو، بلکہ پیچھے کھڑی ہو۔

اس کے علاوہ خواتین کا نمازوں کے لیے مساجد اور عیدگاہ میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو مساجد وعیدگاہ میں آنے کی اجازت دینا اور اُن کو مساجد میں آنے سے منع نہ کرنا صحیح احادیث میں مذکورو موجود ہے، جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو مسجد میں آنے کی صورت میں یہ حکم فرمادیا تھا کہ وہ

---

[1] رقم الحدیث ۳۸۷۴، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یؤم الرجل والمرأۃ۔
[2] رقم الحدیث ۳۸۷۲، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یؤم الرجل والمرأۃ۔

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

باپردہ آئیں اور خوشبو لگا کر اور زیب وزینت اختیار کرکے نہ آئیں۔

مگر اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کا اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کو زیادہ فضیلت کا باعث قرار دیا تھا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کی بندیوں (یعنی عورتوں) کو اللہ کی مساجد میں آنے سے منع نہ کرو (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ عورتوں کو مساجد میں آنا منع نہیں ہے، اسی لئے انہیں منع کرنے سے روکا گیا ہے۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ، فَقِيْلَ لَهَا: لِمَ تَخْرُجِيْنَ وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيَغَارُ؟ قَالَتْ: وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَّنْهَانِيَ؟ قَالَ: يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ (بخاری) [2]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ صبح اور عشاء کی نماز کے لئے مسجد کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں، اُن سے کہا گیا کہ آپ (نماز کے لئے گھر سے) کیوں نکلتی ہیں؟ دراں حالیکہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمر اس کو مکروہ سمجھتے ہیں، اور انہیں

---

[1] رقم الحديث ۴۴۲ "۱۳۶" كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، وأنها لا تخرج مطيبة؛ مسند أبي يعلى، رقم الحديث ۱۵۴.
في حاشية مسند ابي يعلیٰ: إسناده صحيح.

[2] رقم الحديث ۹۰۰، كتاب الجمعة، باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان وغيرهم؟

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس پر غیرت آتی ہے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ پھر حضرت عمر کو کون سی چیز اس بات سے روکتی ہے کہ وہ مجھے اس سے منع کریں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منع کرتا ہے کہ تم اللہ کی بندیوں (یعنی عورتوں) کو اللہ کی مساجد سے منع نہ کرو (بخاری)

اور مسند احمد میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَأْذَنَتْ أَحَدَكُمُ امْرَأَتُهُ أَنْ تَأْتِيَ الْمَسْجِدَ، فَلَا يَمْنَعُهَا. قَالَ: وَكَانَتِ امْرَأَةُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ تُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ لَهَا: إِنَّكِ لَتَعْلَمِيْنَ مَا أُحِبُّ فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ لَا أَنْتَهِيْ حَتّٰى تَنْهَانِيْ قَالَ: فَطُعِنَ عُمَرُ وَإِنَّهَا لَفِي الْمَسْجِدِ (مسند احمد، رقم الحديث ۴۵۲۲)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو وہ اسے منع نہ کرے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی مسجد میں (جا کر) نماز پڑھتی تھیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ بے شک آپ کو وہ بات معلوم ہے، جو مجھے پسند ہے (یعنی گھر میں نماز پڑھنا) تو وہ کہنے لگیں کہ جب تک آپ مجھے منع نہیں کریں گے میں (مسجد میں) جانے سے نہیں رُکوں گی، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان کو تاحیات حضرت عمر نے منع نہیں فرمایا، یہاں تک کہ) جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر (فجر کی نماز کے وقت مسجد میں) قاتلانہ حملہ ہوا تو یہ (یعنی اُن کی اہلیہ) مسجد میں ہی (نماز کی غرض سے) موجود تھیں (مسند احمد)

حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عَنْ عَاتِكَةَ بِنْتِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، امْرَأَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ؛ أَنَّهَا كَانَتْ تَسْتَأْذِنُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ إِلَى الْمَسْجِدِ. فَيَسْكُتُ. فَتَقُولُ: وَاللّٰهِ لَأَخْرُجَنَّ، إِلَّا أَنْ تَمْنَعَنِي. فَلَا يَمْنَعُهَا (مؤطاامام مالک) [1]

ترجمہ: عاتکہ بنتِ زید بن عمرو بن نفیل جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مسجد جانے کی اجازت لیتی تھیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو جاتے تھے، پھر وہ کہتی تھیں کہ اللہ کی قسم! میں تو ضرور جاؤں گی مگر یہ کہ آپ مجھے منع کر دیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کو منع نہیں کرتے تھے (موطا مالک)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفۂ راشد اور جلیلُ القدر صحابی اگرچہ خواتین کے مسجد میں جانے کو پسند نہیں فرماتے تھے، بلکہ گھر میں نماز پڑھنے کو پسند فرماتے تھے، کیونکہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی زیادہ فضیلت بیان فرمائی تھی، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ”خواتین کو مساجد میں جانے سے منع نہ کرو“ منع نہیں فرماتے تھے، جس پر تاحیات عمل پیرا رہے۔

حضرت بلال بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ حُظُوظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ، إِذَا اسْتَأْذَنُوكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ: وَاللّٰهِ، لَنَمْنَعَهُنَّ. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ: أَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ أَنْتَ: لَنَمْنَعَهُنَّ (مسلم) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] رقم الحديث ٦٧٢، ج٢ ص٢٧٧، ما جاء في خروج النساء إلى المسجد.

[2] رقم الحديث ٤٤٢ ”١٤٠“ كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، وأنها لا تخرج مطيبة.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فرمایا کہ تم عورتوں کو مساجد سے اُن کے حقوق سے منع نہ کرو، جب وہ تم سے اجازت طلب کریں، تو بلال نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم ان کو (مساجد سے) ضرور منع کریں گے، جس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ تم عورتوں کو منع نہ کرو) اور آپ کہتے ہیں کہ ہم ضرور ان کو منع کریں گے (بیٹے کے اس طرزِ عمل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اختلاف پر ناراضگی کا اظہار کیا) (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ عورتوں کا مساجد سے حق وابستہ ہے، لہٰذا ان کو فی نفسہٖ مساجد سے منع نہیں کرنا چاہئے۔

اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تَمْنَعُوْا نِسَاءَ كُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ إِلَيْهَا قَالَ: فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ، قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ: فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ: أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ (مسلم) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم اپنی عورتوں کو مساجد سے نہ روکو جب وہ تم سے اس کی اجازت طلب کریں، حضرت سالم کہتے ہیں کہ (ان کے بھائی) بلال بن عبداللہ نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم ان کو (مساجد سے) ضرور منع کریں گے، جس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اتنا بُرا بھلا کہا کہ میں نے اس طرح کا بُرا بھلا کہنا آپ سے کسی اور کے لئے کبھی نہیں سُنا، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] رقم الحدیث ۴۴۲ "۱۳۵" کتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، وأنها لا تخرج مطيبة.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نے فرمایا کہ میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دیتا ہوں (کہ تم عورتوں کو مساجد سے منع نہ کرو) اور آپ (اس کے مقابلہ میں) کہتے ہیں کہ ہم ان کو ضرور منع کریں گے (مسلم)

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے بیٹے بھی عورتوں کو مسجد سے منع کرنے کے حق میں نہ تھے، اور فرض نماز کی طرح بعض شرائط کے ساتھ خواتین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت وحکم سے عید کی نماز اور خطبہ کے لیے عیدگاہ میں آنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى، اَلْعَوَاتِقَ، وَالْحُيَّضَ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ، وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ، وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِحْدَانَا لَا يَكُوْنُ لَهَا جِلْبَابٌ، قَالَ: لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم عورتوں کو عید الفطر و عید الاضحیٰ کے لئے نکالیں، بالغ لڑکیوں کو بھی، اور حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو بھی، جہاں تک کہ حائضہ عورتوں کا تعلق ہے، تو وہ نماز سے علیحدہ رہ کر خیر اور مسلمانوں کی دعوت (یعنی وعظ وخطبہ وغیرہ) میں حاضر ہوں، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے جس کے پاس (پردہ کرنے کے لیے بڑی) چادر نہ ہو تو؟ (وہ کیا کرے) آپ نے فرمایا کہ اس کی بہن کو چاہئے کہ اپنی (پردہ والی) چادر اس کو پہنا دے (مسلم)

---

[1] رقم الحديث ۸۹۰ ”۱۲“ كتاب صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء في العيدين إلى المصلى وشهود الخطبة، مفارقات للرجال، داراحياء التراث العربي، بيروت، واللفظ لهٗ، سنن الترمذي، رقم الحديث ۵۳۹، باب في خروج النساء في العيدين.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت حفصہ بنتِ سیرین کی سند سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [۱]

خیر اور مسلمانوں کی دعوت سے مراد خطبہ اور وعظ وتذکیر ہے۔ [۲]

یہ واقعہ کئی سندوں سے مروی ہے، اور چونکہ عیدگاہ میں عورتوں کے لئے مَردوں سے الگ باپردہ انتظام کیا جاتا تھا، اس لئے بعض اوقات عورتوں کو خطبہ کی آواز نہیں پہنچتی تھی، اس لئے ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ سے وعظ فرمایا، جس کا بعض روایات میں ذکر پایا جاتا ہے۔ [۳]

جس سے معلوم ہوا کہ خواتین کو عید کی نماز میں شریک کرنے کا ایک مقصد وعظ وتبلیغ بھی تھا، اور اس میں بوڑھی خواتین کے علاوہ نوجوان، پردہ نشین خواتین کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریک فرمایا۔

حضرت عائشہ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی سند سے بھی خواتین کے عیدگاہ میں

---

[۱] عن حفصة، قالت : كنا نمنع عواتقنا أن يخرجن فى العيدين، فقدمت امرأة، فنزلت قصر بنى خلف، فحدثت عن أختها، وكان زوج أختها غزا مع النبى صلى الله عليه وسلم ثنتى عشرة غزوة، وكانت أختى معه فى ست، قالت : كنا نداوى الكلمى، ونقوم على المرضى، فسألت أختى النبى صلى الله عليه وسلم :أعلى إحدانا بأس إذا لم يكن لها جلباب أن لا تخرج؟ قال :لتلبسها صاحبتها من جلبابها ولتشهد الخير ودعوة المسلمين، فلما قدمت أم عطية، سألتها أسمعت النبى صلى الله عليه وسلم؟ قالت :بأبى، نعم، وكانت لا تذكره إلا قالت :بأبى، سمعته يقول :يخرج العواتق وذوات الخدور، أو العواتق ذوات الخدور، والحيض، وليشهدن الخير، ودعوة المؤمنين، ويعتزل الحيض المصلى، قالت حفصة :فقلت الحيض، فقالت :أليس تشهد عرفة، وكذا وكذا (بخارى، رقم الحديث ۳۲۴)

[۲] قوله :(وليشهدن الخير) أى :وليحضرن مجالس الخير كسماع الحديث وعيادة المريض. قوله :(ودعوة المسلمين) ، كالاجتماع لصلاة الاستسقاء .وفى رواية :(ودعوة المؤمنين) ، وهى رواية الكشميهنى(عمدة القارى، ج۳ص ۳۰۴، كتاب الحيض،باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين ويعتزلن المصلى)

والمراد بالدعوة :الكلمات الدعائية التى فى خلال الخطبة(فيض البارى شرح البخارى، كتاب الحيض،باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين، ويعتزلن المصلى)

[۳] فكان النساء بعيدا من الرجال .ألا ترى أنه -عليه الصلاة والسلام -لما أن فرغ من خطبته وصلاته جاء إلى النساء فوعظهن وذكرهن، فلو كن قريبا لسمعن الخطبة ولما احتجن إلى تذكيره لهن بعد الخطبة (المدخل لابنِ الحاج، ج۲ص ۲۸۳، فصل فى خروج الإمام إلى صلاة العيدين)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آنے کی احادیث وروایات مروی ہیں۔ [1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئی جلیل القدر صحابۂ کرام (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ) اور تابعین (حضرت علقمہ، حضرت اسود وغیرہ) سے بھی خواتین کے عید کی نماز کے لیے آنے کا جواز وثبوت ملتا ہے۔ [2]

---

[1] عن ابن عباس رضی الله عنهما، شهدت العيد مع النبی صلی الله عليه وسلم فصلی قبل الخطبة قال أبو عبد الله :وزاد ابن وهب، عن ابن جريج :فأتی النساء ، فجعلن يلقين الفتخ والخواتيم فی ثوب بلال(بخاری، رقم الحديث ۵۸۸۰)

عن عائشة، قالت " :قد كانت تخرج الكعاب من خدرها لرسول الله صلی الله عليه وسلم فی العيدين "(مسند أحمد، رقم الحديث ۲۵۵۱۲)

فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره .علی :وهو الواسطی -وإن كان ضعيفاً -متابع، وباقی رجاله ثقات رجال الشيخين إلا أن أبا قلابة -وهو عبد الله بن زيد الجَرْمی -لم يسمع من عائشة.

قال الهيثمی: رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج۲ص ۲۰۰،باب الخروج إلی العيد)

عن مجاهد فی قوله :(كواعب) قال :نواهد(مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۵۸۳۹، مَنْ رَخَّصَ فِی خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَی الْعِيدَيْنِ)

عن ابن عباس، قال " :كان رسول الله صلی الله عليه وسلم، يأمر بناته ونساءه أن يخرجن فی العيدين "(مسنداحمد، رقم الحديث ۲۰۵۴)

فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره، حجاج -وهو ابن أرطاة -مدلس وقد عنعن، وباقی رجاله ثقات رجال الشيخين.

[2] عن طلحة اليامی ، قال :قال أبو بكر :حق علی كل ذات نطاق الخروج إلی العيدين(مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۵۸۳۵، من رخص فی خروج النساء إلی العيدين)

عن علی ، قال :حق علی كل ذات نطاق أن تخرج إلی العيدين ، ولم يكن يرخص لهن فی شیء من الخروج إلا إلی العيدين(ايضاً رقم الحديث ۵۸۳۶)

عن نافع ، قال :كان عبد الله بن عمر يخرج إلی العيدين من استطاع من أهله(ايضاً رقم الحديث ۵۸۳۷)

عن أبی قلابة ، قال :قالت عائشة :قد كانت الكعاب تخرج لرسول الله صلی الله عليه وسلم من خدرها فی الفطر والأضحی(ايضاً رقم الحديث ۵۸۳۸)

عن عبد الرحمن بن الأسود ؛ أن علقمة ، والأسود كانا يخرجان نساء هما فی العيدين ، ويمنعونهن من الجمعة(ايضاً رقم الحديث ۵۸۴۰)

عن أبی إسحاق ، قال :إن كانت امرأة أبی ميسرة لتخرج إلی العيد(ايضاً رقم الحديث ۵۸۴۱)

عن إبراهيم ، قال :كان لعلقمة امرأة قد خلت فی السن تخرج إلی العيدين(ايضاً رقم الحديث ۵۸۴۲)

Idara Ghufran

لیکن ایک تو احادیث میں جہاں ایک طرف خواتین کو نماز کے لئے مساجد میں آنے کی اجازت اور منع نہ کرنا ثابت ہے، اسی کے ساتھ صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین کو مساجد کے مقابلہ میں اپنے گھروں میں رہ کر نماز پڑھنے کی ترغیب دینا اور فضیلت بیان فرمانا مذکور ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوْا نِسَاءَ كُمُ الْمَسَاجِدَ، وَبُيُوْتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو مساجد سے منع نہ کرو، البتہ اُن کے گھر اُن کے لئے زیادہ بہتر ہیں (ابوداؤد؛ حاکم)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَآءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی سب سے بہترین مساجد ان کے اندرونی گھر ہیں (مسند احمد)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۵۶۷، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی خروج النساء إلى المسجد؛ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۵۵،

قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، فقد احتجا جمیعا بالعوام بن حوشب، وقد صح سماع حبیب من ابن عمر، ولم یخرجا فیه الزیادۃ وبیوتھن خیر لھن وشاھده .

وقال الذھبی فی التلخیص: علی شرطھما.

[2] رقم الحدیث ۲۶۵۴۲؛ صحیح ابنِ خزیمۃ، رقم الحدیث ۱۶۸۳؛ السنن الکبریٰ للبیھقی، رقم الحدیث ۵۳۶۰؛ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۵۶؛ مسند شھاب قضاعی، رقم الحدیث ۱۱۵۷.

فی حاشیۃ مسند احمد: حدیث حسن بشواھده.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا خَيْرٌ مِّنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ حُجْرَتِهَا خَيْرٌ مِّنْ صَلَاتِهَا فِيْ دَارِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ دَارِهَا خَيْرٌ مِّنْ صَلَاتِهَا خَارِجٌ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۹۱۰۱، ج۹ص۴۸، باب المیم) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی وہ نماز جو اس کے کمرہ میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو دالان میں ہو، اور اس کی وہ نماز جو دالان میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو گھر کے صحن میں ہو اور اس کی وہ نماز جو گھر کے صحن میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو گھر سے باہر (مسجد وغیرہ میں) ہو (طبرانی)

اسی قسم کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے بھی مروی ہے۔ ؎۲

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِّنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا (ابوداؤد) ؎۳

؎۱ قال المنذری: رواہ الطبرانی فی الأوسط بإسناد جید (الترغيب والترهيب ج ا ص ۱۴۱)

؎۲ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ": لأن تصلى المرأة فی بیتها خير من أن تصلى فی حجرتها، ولأن تصلى فی حجرتها خير من أن تصلى فی الدار، وأن تصلى فی الدار خير من أن تصلى فی المسجد" (شعب الإيمان، رقم الحديث ۷۴۳۵)

قال الألبانی: قلت : و لكنه شاهد لا بأس به لحديث عائشة ، فالحديث حسن بمجموعهما . و له شاهد آخر من حديث أم حميد امرأة أبی حميد الساعدی مرفوعا بنحوه ، و له عنها طريقان يقوى أحدهما الآخر كما بينته فی "تخريج الترغيب "، فالحديث به صحيح (السلسلة الصحيحة الكاملة، تحت رقم الحديث ۲۱۴۲)

؎۳ رقم الحديث ۵۷۰، كتاب الصلاة، باب ما جاء فی خروج النساء إلى المسجد؛ مستدرک حاكم رقم الحديث ۷۵۷؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی، رقم الحديث ۵۳۶۱؛ الاوسط لابن المنذر، رقم الحديث ۲۰۸۲ باختصار.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَقَدِ احْتَجَّا جَمِيعًا بِالْمُوَرِّقِ بْنِ مُشَمْرِجٍ الْعِجْلِيِّ (حوالہ بالا)

وقال الذهبی فی التلخيص: على شرطهما.

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: عورت کی اپنے گھر کے اندر والے حصہ میں نماز پڑھنا افضل ہے، اس کے دالان میں نماز پڑھنے سے، اور عورت کا اندر والی کوٹھری میں نماز پڑھنا اس کے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے (ابوداؤد)

اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَحَبَّ صَلَاةٍ تُصَلِّيهَا الْمَرْأَةُ إِلَى اللّٰهِ فِي أَشَدِّ مَكَانٍ فِيْ بَيْتِهَا ظُلْمَةً (صحيح ابن خزيمة) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ نماز ہے، جو وہ اپنے گھر کے زیادہ اندھیرے (اور پردہ) والے حصہ میں پڑھتی ہے (ابنِ خزیمہ)

اسی قسم کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۲]

اور حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِّنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِيْ حُجْرَتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ دَارِهَا، وَصَلَاتُهَا فِيْ دَارِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْمَا سِوَاهُ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا خَرَجَتْ تَشَرَّفَ لَهَا الشَّيْطَانُ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۹۴۸۲، ج۹ ص۲۹۵) [۳]

---

[۱] رقم الحديث ۱۶۹۱، كتاب الامامة فى الصلاة، باب اختيار صلاة المرأة فى أشد مكان من بيتها ظلمة.

قال الألباني: حسن بما بعده (حاشية ابنِ خزيمة)

[۲] عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحب صلاة تصليها المرأة إلى الله أن تصلى فى أشد مكان من بيتها ظلمة (صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ۱۶۹۲)

قال الألباني: حسن بما قبله (حاشية ابنِ خزيمة)

[۳] قال الهيثمي: رواه الطبراني فى الكبير ورجاله رجال الصحيحِ (مجمع الزوائد ج۲ ص۳۴)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت کا اپنے گھر کے اندر والے حصہ میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بنسبت گھر کے دالان میں نماز پڑھنے سے، اور عورت کا گھر کے دالان میں نماز پڑھنا افضل ہے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے، اور عورت کا اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنا افضل ہے، گھر کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے سے۔

پھر فرمایا کہ: بے شک عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا، تاکتا ہے (طبرانی)

اور حضرت ابوعمرو شیبانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

سَمِعْتُ رَبَّ هٰذِهِ الدَّارِ، يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ حَلَفَ فَبَالَغَ فِي الْيَمِيْنِ مَا صَلَّتِ امْرَأَةٌ صَلَاةً أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ صَلَاةٍ فِيْ بَيْتِهَا إِلَّا فِيْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، إِلَّا امْرَأَةٌ قَدْ أَيِسَتْ مِنَ الْبُعُوْلَةِ (مصنف ابن أبي شيبة) [1]

ترجمہ: میں نے اس گھر کے مالک یعنی ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے سُنا، جنہوں نے بہت مضبوط طریقے سے قسم اُٹھا کر فرمایا کہ کسی عورت کا نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کو اُس نماز سے زیادہ پسند نہیں ہے، جو وہ اپنے گھر میں پڑھے، سِوائے حج یا عمرہ کے، مگر وہ عورت جو کہ (عمر کی وجہ سے) زوجیت سے مایوس ہو چکی ہو (ابنِ ابی شیبہ)

یعنی بہت بوڑھی عورت کے حق میں مساجد میں نماز پڑھنے میں کوئی ناپسندیدگی والی بات نہیں پائی جاتی۔

حضرت عبداللہ بن سوید انصاری اپنی پھوپھی اُمِ حمید جو کہ ابو حمید ساعدی کی بیوی ہیں، اُن

---

[1] رقم الحديث ۷۷۰۱، كتاب الصلاة، باب من كره ذلك؛ المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۹۴۷۳.

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، ج۲ ص۳۵، باب خروج النساء إلى المساجد وغير ذلك وصلاتهن في بيوتهن وصلاتهن في المسجد)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكِ تُحِبِّينَ الصَّلَاةَ مَعِي وَصَلَاتُكِ فِي بَيْتِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِي حُجْرَتِكِ وَصَلَاتُكِ فِي حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِي دَارِكِ وَصَلَاتُكِ فِي دَارِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ وَصَلَاتُكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِي قَالَ فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَظْلَمِهِ فَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حَتّٰى لَقِيَتِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق رکھتی ہو، مگر تمہاری وہ نماز جو اندرونی کوٹھڑی میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو کمرہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز جو کمرہ میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو گھر کے احاطہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز جو گھر کے احاطہ میں ہو، اُس نماز سے بہتر ہے جو محلّہ کی مسجد میں ہو، اور تمہاری وہ نماز جو محلّہ کی مسجد میں ہو اُس نماز سے بہتر ہے جو میری مسجد (یعنی میرے پیچھے مسجد نبوی) میں ہو، چنانچہ (حضرت اُمِّ حمید رضی اللہ عنہا نے گھر والوں کو) کہہ کر

---

[1] رقم الحديث ٢٧٠٩٠؛ صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٢٢١٧، باب ذكر البيان بأن صلاة المرأة كلما كانت أستر كان أعظم لأجرها؛ صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ١٦٨٩.

في حاشية مسند احمد: حديث حسن.

قال الهيثمي: رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن سويد الأنصاري ووثقه ابن حبان (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢١٠٦، ج٢ ص٣٤)

وفي حاشية ابنِ حبان: حديث قوي.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اپنے کمرے کے کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا، نماز پڑھنے کی جگہ بنوائی، وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جاملیں (مسند احمد)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ اِمْرَأَةً سَأَلَتْهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ؟ فَقَالَ صَلَاتُكِ فِيْ مَخْدَعِكِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ بَيْتِكِ وَصَلَاتُكِ فِيْ بَيْتِكِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ حُجْرَتِكِ وَصَلَاتُكِ فِيْ حُجْرَتِكِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ

(مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب الصلاۃ، رقم الحدیث ۷۶۹۷، باب من کرہ ذلک)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے جمعہ کے دن مسجد میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا، تو اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ تمہارا اپنے گھر کی اندر والی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، گھر کے کمرے میں نماز پڑھنے سے، اور تمہارا گھر کے کمرے میں نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے گھر کے دالان میں نماز پڑھنے سے، اور تمہارا گھر کے دالان میں نماز پڑھنا افضل ہے، تمہاری اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے (ابنِ ابی شیبہ)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ عورت کی زیادہ پردے والی نماز افضل ہے، اور اسی وجہ سے اُسے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بنسبت مساجد وغیرہ میں جا کر نماز پڑھنے کے۔ [1]

---

[1] صلاة المرأة فى بيتها أى الداخلانى لكمال سترها أفضل من صلاتها فى حجرتها أى صحن الدار قال ابن الملک أراد بالحجرة ما تكون أبواب البيوت إليها وهى أدنى حالا من البيت وصلاتها فى مخدعها بضم الميم وتفتح وتكسر مع فتح الدال فى الكل وهو البيت الصغير الذى يكون داخل البيت الكبير يحفظ فيه الأمتعة النفيسة من الخدع وهو اخفاء الشىء أى فى خزانتها أفضل من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

غرضیکہ کئی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں بھی عورتوں کو عام حالات میں اپنے گھروں میں رہتے ہوئے نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت بیان فرمائی تھی۔

دوسرے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور سرپرستی اور صحابہ وصحابیات کے انتہائی تقوے اور خیرالقرون کے پاکیزہ اور مقدس زمانے کے باوجود، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے مساجد میں آنے اور جانے کے متعلق سخت شرائط عائد فرمائی تھیں، تاکہ ہر قسم کے فتنوں کا سدِّ باب رہے، مثلاً یہ کہ وہ مَردوں کے آمدورفت والے دروازے سے نہ آئیں جائیں، اور مکمل پردے کے ساتھ آئیں، اور نظروں کی حفاظت رکھیں، اور بن سنور کر زیور وغیرہ سے آراستہ ہوکر اور مزین لباس پہن کر اور خوشبو وغیرہ لگا کر نہ آئیں اور پچھلی صفوں سے مَردوں کے اٹھنے سے پہلے اٹھ کر چلی جائیں وغیرہ وغیرہ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلاتها فی بیتها لأن مبنی أمرها علی التستر (مرقاۃ المفاتیح، ج۳ص ۸۳۷، کتاب الصلاۃ، باب الجماعة)

وإنما كانت صلاتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بیتها ومن صلاتها فی حجرتها ، لأنها أستر لها، وأمنع لها من نظر الناس، ومَبْنی حالهن علی الستر ما أمكن (شرح ابی داؤد للعینی ، ج۳ص ۵۶، كتاب الصلاۃ، باب فی خروج النساء إلی المَسجد)

[1] عن عمرۃ بنت عبد الرحمن، عن عائشة، قالت :إن كان رسول الله صلی الله علیه وسلم لیصلی الصبح، فینصرف النساء متلفعات بمروطهن، ما یعرفن من الغلس (بخاری، رقم الحدیث ۸۶۷)

عن عمرۃ، عن عائشة أنها قالت :إن كان رسول الله صلی الله علیه وسلم لیصلی الصبح فینصرف النساء متلفعات بمروطهن (مستخرج أبی عوانه رقم الحدیث ۱۰۹۵)

(فتنصرف النساء) : أی :اللاتی یصلین معه وكن فی ذلك الزمن علی أعلی غایة الصیانة، فما كان یتطرق إلیهن ولا بهن فتنة ألبتة، ولما حدثت الفتن لهن وبهن منعهن العلماء من ذلك، ولقد قالت عائشة :لو علم النبی صلی الله علیه وسلم ما أحدث النساء بعده لمنعهن المساجد كما منعت نساء بنی إسرائیل (ملتفعات) : بالنصب علی الحالیة أی :مستترات وجوههن وأبدانهن .قال الطیبی : التلفع شدۃ اللفاع وهو ما یغطی الوجه ویتلحف به (بمروطهن) : المرط :بالكسر كساء من صوف أو خز یؤتزر به، وقیل :الجلباب، وقیل :الملحفة (ما یعرفن) : ما :نافیة أی ما یعرفهن أحد، وفی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فرض اور عید کی نماز کے علاوہ خواتین کا حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں تراویح کے لئے آنا اور ان حضرات کا خواتین کی تراویح کے لئے مستقل طور پر مرد کو امام مقرر کرنا روایات سے ثابت ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواية للبخاري، ولا يعرف بعضهن بعضا (من الغلس) : من :ابتدائية بمعنى لأجل قاله الطيبي، والغلس :ظلمة آخر الليل، ثم إنه يستعمل على الاتساع فيما بقي منه بعد الصباح، وقيل :من غلس المسجد أي :من أجل ظلمته وعدم إسفاره؛ لأنه ما كان يظهر النور فيه إلا بطلوع الشمس(مرقاة المفاتيح، ج۲ص ۵۳۰، كتاب الصلاة،باب المواقيت،باب تعجيل الصلوات)

أن أم سلمة، زوج النبي صلى الله عليه وسلم، أخبرتها :أن النساء في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم كن إذا سلمن من المكتوبة، قمن وثبت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن صلى من الرجال ما شاء الله، فإذا قام رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قام الرجال(بخاري، رقم الحديث ۸۶۶)

عن أم سلمة رضي الله عنها، قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم قام النساء حين يقضي تسليمه، ويمكث هو في مقامه يسيرا قبل أن يقوم، قال :نرى -والله أعلم -أن ذلك كان لكي ينصرف النساء ، قبل أن يدركهن أحد من الرجال(بخاري، رقم الحديث ۸۷۰)

عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :خير صفوف الرجال المقدم، وشرها المؤخر، وشر صفوف النساء المقدم، وخيرها المؤخر "، ثم قال " :يا معشر النساء ، إذا سجد الرجال فاغضضن أبصاركن، لا ترين عورات الرجال من ضيق الأزر " (مسنداحمدرقم الحديث ۱۴۱۲۳)

في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن في المتابعات والشواهد.

عن بسر بن سعيد، أن زينب الثقفية، كانت تحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :إذا شهدت إحداكن العشاء فلا تطيب تلك الليلة (مسلم،رقم الحديث ۴۴۳" ۱۴۱ "باب إذا شَهِدت المرأة العشاء فلا تمسَّ طيبًا)

عن زينب، امرأة عبد الله، قالت :قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا شهدت إحداكن المسجد فلا تمس طيبا(مسلم،رقم الحديث ۴۴۳" ۱۴۱ " باب إذا شَهِدت المرأة العشاء فلا تمسَّ طيبًا؛ صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۲۱۲، ذكر الشرط الثالث الذي أبيح مجيء النساء إلى المساجد بالليل به)

في حاشية ابنِ حبان: اسناده حسن.

عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أيما امرأة أصابت بخورا فلا تشهد معنا العشاء الآخرة(مسلم،رقم الحديث ۴۴۳"۱۴۳"باب إذا شَهِدت المرأة العشاء فلا تمسَّ طيبًا) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

چنانچہ حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَمَرَ سُلَيْمَانَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ أَنْ يَؤُمَّ النِّسَاءَ فِي مُؤَخِّرِ الْمَسْجِدِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ(عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی حثمہ کو رمضان کے مہینہ میں مسجد کے پچھلے حصہ میں عورتوں کی امامت کے لئے حکم فرمایا (عبدالرزاق)

اور حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

جَعَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِلنَّاسِ قَارِئَيْنَ فِي رَمَضَانَ ، فَكَانَ أُبَيٌّ يُصَلِّي بِالنَّاسِ ، وَابْنُ أَبِي حَثْمَةَ يُصَلِّي بِالنِّسَاءِ(مُصنف ابن أبى شيبة) [2]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لئے رمضان کے مہینہ میں دو قاری مقرر فرمائے، حضرت اُبی مَردوں کو نماز پڑھاتے تھے، اور ابنِ ابی حثمہ عورتوں کو نماز پڑھاتے تھے (عبدالرزاق)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن زيد بن خالد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال " :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، وليخرجن تفلات "(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۲۱۱،ذكر الشرط الثانى الذى أبيح هذا الفعل به)

فى حاشية ابنِ حبان: إسناده حسن

عن أبى هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، ولكن ليخرجن وهن تفلات(سنن أبى داود، رقم الحديث ۵۶۵)

عن زيد بن خالد الجهنى، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لا تمنعوا إماء الله المساجد، وليخرجن تفلات "(مسند أحمد، رقم الحديث ۲۱۶۷۴)

فى حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

عن ابن عمر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لو تركنا هذا الباب للنساء قال نافع :فلم يدخل منه ابن عمر حتى مات، قال أبو داود :رواه إسماعيل بن إبراهيم، عن أيوب، عن نافع، قال :قال عمر :وهذا أصح(سنن أبى داود، رقم الحديث ۵۷۱)

عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يَنْهَى أَنْ يُدْخَلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ(سنن أبى داود، رقم الحديث ۴۶۴)

[1] رقم الحديث ۵۱۲۴،كتاب الصلاة، باب شهود النساء الجماعة.

[2] رقم الحديث ۶۲۰۵،كتاب الصلاة، فى الرجل يؤم النساء.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت عرفجہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَأْمُرُ النَّاسَ بِالْقِيَامِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَيَجْعَلُ لِلرِّجَالِ إِمَامًا وَلِلنِّسَاءِ إِمَامًا " قَالَ: فَأَمَرَنِيْ فَأَمَمْتُ النِّسَاءَ (عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو رمضان کے مہینہ میں قیام (یعنی تراویح) کا حکم فرماتے تھے، اور مَردوں کے لئے امام مقرر فرماتے تھے، اور عورتوں کے لئے بھی امام مقرر فرماتے تھے، حضرت عرفجہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے عورتوں کی امامت کا حکم فرمایا (عبدالرزاق)

معلوم ہوا کہ جس طرح مخصوص شرائط کے ساتھ خواتین کو فرض نماز کے لئے مساجد میں آنا جائز ہے، اسی طرح تراویح کے لئے بھی جائز ہے، اور عید کی نماز کے لئے بھی، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ کے خلفائے راشدین سے بھی ثابت ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ اجازت ہر قسم کے فتنوں سے حفاظت کا انتظام اور سدِ باب کرنے کی صورت میں ہے، یہی وجہ ہے کہ بعد میں بعض صحابہ وتابعین نے حالات کی تبدیلی کو دیکھتے ہوئے خواتین کے نماز کے لیے مساجد میں آنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ، وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ "قَالَتْ عَائِشَةُ " :وَلَوْ رَأَى حَالَهُنَّ الْيَوْمَ مَنَعَهُنَّ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۴۰۶؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۵۶۵) [2]

---

[1] رقم الحديث ۵۱۲۵، كتاب الصلاة، باب شهود النساء الجماعة، ورقم الحديث ۷۷۲۲، باب قيام رمضان؛ مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۲۰۸، فى الرجل يؤم النساء؛ شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۳۰۰۳؛ السنن الكبرى، للبيهقى، رقم الحديث ۴۲۷۷، باب قيام رمضان.

[2] فى حاشية مسند احمد: مرفوعة صحيح لغيره، وقول عائشة :ولو رأى حالَهنَّ اليوم ... صحيح، وهذا إسناد فيه عبد الرحمن بنُ أبى الرجال، وثَّقَهُ ابنُ معين والدارقطنى، لكن سئل عنه أبو داود فقال :أحاديثُ عمرةَ يجعلُها كلَّها عن عائشة .وذكره ابنُ حبان فى "الثقات"، وقال :ربما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے منع نہ کرو، اور عورتوں کو چاہئے کہ وہ بن سنور کر نہ نکلیں، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حالت کو دیکھ لیتے، تو ان کو منع فرمادیتے (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی مَااَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسْجِدَ کَمَامُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (مسلم) [1]

ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حالات کو دیکھ لیتے جو (آپ کے بعد) عورتوں نے پیدا کردیئے ہیں تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے ضرور منع فرمادیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کردیا گیا تھا (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں ہے کہ وہ عورتوں کو جمعہ کے دن مسجد میں آنے سے منع فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أخطأ. وقال سعيد بن عمرو البرذعي: قلت لأبي زرعة الرازي: حارثة وعبد الرحمن ابنا أبي الرجال؟ فقال: عبد الرحمن أشبه، وحارثة واهي، وعبد الرحمن أيضاً يرفع أشياء لا يرفعها غيره. وبقية رجال الإسناد يقال رجال الصحيح. الحكم: هو ابنُ موسى القنطري، وعمرة: هي عَمْرَةُ بنت عبد الرحمن الأنصارية والدة أبي الرجال. وأخرجه إسحاق بن راهوية (١٧٥١) من طريق حارثة بن أبي الرجال، عن عمرة، بهذا الإسناد، وحارثة ضعيف، كما سلف. ويشهد له حديث ابن عمر السالف برقم (٤٥٢٢) بلفظ "إذا استأذَنَتْ أحدَكم امرأتُه أن تأتيَ إلى المسجد، فلا يَمْنَعها". وإسناده صحيح على شرط الشيخين.

[1] رقم الحديث ٤٤٥ "١٤٤" كتاب الصلاة، باب منع نساء بني اسرائيل المسجد، داراحياء التراث العربي، بيروت، و اللفظ لهٗ؛ بخاري، رقم الحديث ٨٦٩؛ ابوداؤد، رقم الحديث ٥٦٩؛ مسند احمد، رقم الحديث ٢٥٩٨٢.

[2] عن أبي عمرو الشيباني، عن ابن مسعود، أنه: كان يطرد النساء من المسجد يوم الجمعة، ويقول: صلين في بيوتكن (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٩٤٧٧؛ مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٥٢٠١؛ مصنف ابن ابي شيبة، رقم الحديث ٧٦٩٩)
قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبيرِ ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢١١٩)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فقہائے کرام نے بھی فتنوں سے حفاظت اور سدِ باب کے لئے اپنے اجتہاد کی روشنی میں عورتوں کو مساجد میں آنے کے لئے مخصوص شرائط ذکر فرمائی ہیں۔ [1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بوڑھی عورتوں کو فجر اور عشاء کی نماز میں اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے تمام نمازوں میں حاضری کی اجازت دی ہے، اور جوان عورتوں کے لئے مکروہ وناپسند قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] وهل شهودهنّ للجماعة مندوب أو مباح فقط؟ قال محمد بن جرير الطبرى إطلاق الخروج لهن إلى المساجد إباحة لا ندب ولا فرض، وفرق بعضهم بين الشابة والعجوز وفيه إباحة خروج النساء لمصالحهنّ، لكن فرق بعض المالكية وغيرهم بين الشابة وغيرها.
وأجيب بأنها إذا كانت مستترة غير متزينة ولا متعطرة حصل الأمن عليها، ولا سيما إذا كان ذلك بالليل.
وقال أبو حنيفة رحمه الله :أكره للنساء شهود الجمعة، وأرخص للعجوز أن تشهد العشاء والفجر، وأما غيرهما من الصلوات فلا.
وقال أبو يوسف رحمه الله :لا بأس أن تخرج العجائز فى الكل، وأكره للشابة (ارشاد السارى، ج۲، ص ۱۵۱، و۱۵۲، باب خروجِ النساء إلى المساجد بالليل والغلس)
قوله صلى الله عليه وسلم (لا تمنعوا إماء الله مساجد الله) هذا وشبهه من أحاديث الباب ظاهر فى أنها لا تمنع المسجد لكن بشروط ذكرها العلماء مأخوذة من الأحاديث وهو أن لا تكون متطيبة ولا متزينة ولا ذات خلاخل يسمع صوتها ولا ثياب فاخرة ولا مختلطة بالرجال ولا شابة ونحوها ممن يفتتن بها وأن لا يكون فى الطريق ما يخاف به مفسدة ونحوها وهذا النهى عن منعهن من الخروج محمول على كراهة التنزيه إذا كانت المرأة ذات زوج أو سيد ووجدت الشروط المذكورة فإن لم يكن لها زوج ولا سيد حرم المنع إذا وجدت الشروط (شرح النووى على مسلم، ج۴، ص ۱۶۱ ،باب خروجِ النساء إلى المساجد)

[2] قال ثمة أيضا :وليس على النساء خروج العيدين وكان ترخص لهن فى ذلك قال :وقال أبو حنيفة :فأما اليوم فإنى أكره لهن ذلك وأكره لهن شهود الجمعة وصلاة المكتوبة وإنما أرخص للعجوز الكبيرة أن تشهد العشاء والفجر والعيدين.
وقال أبو يوسف، ومحمد رحمهما الله :يرخص للعجوز فى حضور الصلوات كلها وفى الكسوف والاستسقاء (المحيط البرهانى لابن مازة البخارى، ج۲ص ۱۰۱، ۱۰۲، كتاب الصلاة،الفصل السادس والعشرون فى صلاة العيدين، دارالكتب العلمية، بيروت)
وأما العجائز فلا خلاف فى أنه يرخص لهن الخروج فى الفجر والمغرب والعشاء والعيدين، واختلفوا فى الظهر والعصر والجمعة قال أبو حنيفة :لا يرخص لهن فى ذلك وقال أبو يوسف ومحمد يرخص لهن فى ذلك......وأما صلاة العيد فإنها تؤدى فى الجبانة فيمكنها أن تعتزل ناحية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو گھروں میں رہ کر نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ اور احادیث میں کیونکہ صراحتاً فی نفسہٖ عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے احادیث کے مطابق اصل موقف تو یہی ہے کہ فی نفسہٖ عورتوں کا پردے وغیرہ کی مکمل شرائط کرتے ہوئے نماز کے لئے آنا جائز ہے، اس کو ناجائز قرار دینا درست نہیں، البتہ گھر میں نماز پڑھنے کی افضلیت کو ترک کرنے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی قرار دیا جاسکتا ہے، جس کا نتیجہ ومآل اولیٰ وافضل کا ترک کرنا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن الرجال كى لا تصدم فرخص لهن الخروج والله أعلم ثم هذا الخلاف فى الرخصة والإباحة فأما لا خلاف فى أن الأفضل أن لا يخرجن فى صلاة لما روى عن النبى -صلى الله عليه وسلم- أنه قال: صلاة المرأة فى دارها أفضل من صلاتها فى مسجدها، وصلاتها فى بيتها أفضل من صلاتها فى دارها، وصلاتها فى مخدعها أفضل من صلاتها(بدائع الصنائع، ج ۱، صفحه ۲۷۵، كتاب الصلاة، فصل صلاة العيدين، دارالكتب العلمية، بيروت)

[1] فقہائے احناف نے کراہت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں، ایک تحریمی اور دوسری تنزیہی۔
اور جہاں اطلاق ہو وہاں دلائل پر نظر کر کے تعیین کی جاتی ہے، اور پردہ وغیرہ کی شرائط پائی جانے میں زیادہ سے زیادہ ترکِ اولیٰ پایا جاتا ہے، جس کی خواتین کے لئے زیادہ فضیلت ہے، اور وہ گھر میں نماز پڑھنا ہے۔

مطلب فى تعريف المكروه، وأنه قد يطلق على الحرام والمكروه تحريما وتنزيها .(قوله: ومكروهه) هو ضد المحبوب؛ قد يطلق على الحرام كقول القدورى فى مختصره :ومن صلى الظهر فى منزله يوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له كره له ذلك .وعلى المكروه تحريما : وهو ما كان إلى الحرام أقرب، ويسميه محمد حراما ظنيا .وعلى المكروه تنزيها :وهو ما كان تركه أولى من فعله، ويرادف خلاف الأولى كما قدمناه.

وفى البحر :من مكروهات الصلاة المكروه فى هذا الباب نوعان :أحدهما ما كره تحريما، وهو المحمل عند إطلاقهم الكراهة كما فى زكاة فتح القدير، وذكر أنه فى رتبة الواجب لا يثبت إلا بما يثبت به الواجب يعنى بالظنى الثبوت .ثانيهما المكروه تنزيها، ومرجعه إلى ما تركه أولى، وكثيرا ما يطلقونه كما فى شرح المنية، فحينئذ إذا ذكروا مكروها فلا بد من النظر فى دليله، فإن كان نهيا ظنيا يحكم بكراهة التحريم إلا لصارف للنهى عن التحريم إلى الندب، فإن لم يكن الدليل نهيا بل كان مفيدا للترك الغير الجازم فهى تنزيهية .اهـ . (ردالمحتار، ج ۱، ص ۱۳۱، و۱۳۲، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

(قوله :ومن منهياته) يشمل المكروه تنزيها فإنه منهى عنه اصطلاحا حقيقة كما قدمناه عن التحرير آنفا، فافهم (ردالمحتار، ج ۱، ص ۱۳۳، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور بعد کے بعض مشائخ نے فتنہ وفساد پائے جانے کی وجہ سے اگرچہ عورتوں کو مطلقاً مساجد میں آنے سے منع فرمادیا ہے، لیکن اُن کا یہ منع فرمانا شرائط کی پابندی نہ کرنے اور اس کے نتیجہ میں فتنہ لازم آنے کی وجہ سے ہے، اور بالفاظِ دیگر منہی لغیرہٖ کے طور پر ہے۔

لہٰذا خواتین کو مساجد میں اور دیگر مقامات پر فرض نماز اور تراویح یا عید کی نماز کے لئے تاکید بیان کرنا اور ترغیب دینا درست نہیں ہے، بلکہ اُن کو گھروں میں ہی نماز پڑھنے کی ترغیب دینی چاہئے، لیکن اگر کوئی عورت آنا چاہے، بالخصوص جبکہ وہ بے پردہ ہوکر اور خوشبو لگا کر اور زیب وزینت اختیار کر کے نہ نکلے، اور بالاخص جبکہ وہ بوڑھی عورت ہو، اور جس جگہ وہ خاتون نماز ادا کرے، وہ جگہ بھی باپردہ اور ہر قسم کے فتنوں سے مامون ومحفوظ ہو، تو احادیث کی روشنی میں اس کی گنجائش موجود ہے۔

اس کے باوجود بھی کسی کا اس پر نکیر کرنا اور ہر حال میں عورتوں کے مساجد میں آنے کو گناہ قرار دینا ان احادیث کی مخالفت کرنا کہلائے گا، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو مساجد میں آنے کی اجازت دی، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے منع کرنے والے پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔ [1]

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں انتہائی جامع اور معتدل فیصلہ فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ ابْنُ دَقِيْقِ الْعِيْدِ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَامٌّ فِى النِّسَاءِ إِلَّا أَنَّ الْفُقَهَاءَ

---

[1] كانت امرأة لعمر تشهد صلاة الصبح والعشاء فى الجماعة فى المسجد، فقيل لها :لم تخرجين وقد تعلمين أن عمر يكره ذلك ويغار؟ قالت :وما يمنعه أن ينهانى؟ قال :يمنعه قول رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله(بخارى، رقم الحديث ٩٠٠)
أن عبد الله بن عمر قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :لا تمنعوا نساء كم المساجد إذا استأذنكم إليها قال :فقال بلال بن عبد الله :والله لنمنعهن، قال :فأقبل عليه عبد الله: فسبه سبا سيئا ما سمعته سبه مثله قط وقال " :أخبرك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول: والله لنمنعهن " (مسلم، رقم الحديث ٢ ٤٤”١٣٥“ باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، وأنها لا تخرج مطيبة)

Idara Ghufran

خَصُّوْهُ بِشُرُوْطٍ مِنْهَا أَنْ لَا تَتَطَيَّبَ وَهُوَ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ
وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ قُلْتُ هُوَ بِفَتْحِ الْمُثَنَّاةِ وَكَسْرِ الْفَاءِ أَيْ غَيْرَ
مُتَطَيِّبَاتٍ وَيُقَالُ اِمْرَأَةٌ تَفِلَةٌ إِذَا كَانَتْ مُتَغَيِّرَةَ الرِّيْحِ وَهُوَ عِنْدَ أَبِيْ
دَاوُدَ وَبْنِ خُزَيْمَةَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعِنْدَ بْنِ حَبَّانَ مِنْ حَدِيْثِ
زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَأَوَّلُهُ لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلِمُسْلِمٍ مِنْ
حَدِيْثِ زَيْنَبَ امْرَأَةِ بْنِ مَسْعُوْدٍ إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا
تَمَسَّنَّ طِيْبًا اِنْتَهٰى قَالَ وَيُلْحَقُ بِالطِّيْبِ مَا فِيْ مَعْنَاهُ لِأَنَّ سَبَبَ الْمَنْعِ
مِنْهُ مَا فِيْهِ مِنْ تَحْرِيْكِ دَاعِيَةِ الشَّهْوَةِ كَحُسْنِ الْمَلْبَسِ وَالْحُلِيِّ
الَّذِيْ يَظْهَرُ وَالزِّيْنَةِ الْفَاخِرَةِ وَكَذَا الْاِخْتِلَاطُ بِالرِّجَالِ وَفَرَّقَ كَثِيْرٌ
مِّنَ الْفُقَهَاءِ الْمَالِكِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ بَيْنَ الشَّابَّةِ وَغَيْرِهَا وَفِيْهِ نَظَرٌ إِلَّا إِنْ
أُخِذَ الْخَوْفُ عَلَيْهَا مِنْ جِهَتِهَا لِأَنَّهَا إِذَا عَرِيَتْ مِمَّا ذُكِرَ وَكَانَتْ
مُسْتَتِرَةً حَصَلَ الْأَمْنُ عَلَيْهَا وَلَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ ذٰلِكَ بِاللَّيْلِ وَقَدْ
وَرَدَ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَغَيْرِهٖ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ صَلَاةَ
الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي الْمَسْجِدِ...... وَوَجْهُ كَوْنِ
صَلَاتِهَا فِي الْإِخْفَاءِ أَفْضَلَ تَحَقُّقُ الْأَمْنِ فِيْهِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَتَأَكَّدُ ذٰلِكَ
بَعْدَ وُجُوْدِ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ مِنَ التَّبَرُّجِ وَالزِّيْنَةِ وَمِنْ ثَمَّ قَالَتْ
عَائِشَةُ مَا قَالَتْ وَتَمَسَّكَ بَعْضُهُمْ بِقَوْلِ عَائِشَةَ فِيْ مَنْعِ النِّسَاءِ
مُطْلَقًا وَفِيْهِ نَظَرٌ إِذْ لَا يَتَرَتَّبُ عَلٰى ذٰلِكَ تَغَيُّرُ الْحُكْمِ لِأَنَّهَا عَلَّقَتْهُ
عَلٰى شَرْطٍ لَمْ يُوْجَدْ بِنَاءً عَلٰى ظَنٍّ ظَنَّتْهُ فَقَالَتْ لَوْ رَأٰى لَمَنَعَ فَيُقَالُ
عَلَيْهِ لَمْ يَرَ وَلَمْ يَمْنَعْ فَاسْتَمَرَّ الْحُكْمُ حَتّٰى أَنَّ عَائِشَةَ لَمْ تُصَرِّحْ
بِالْمَنْعِ وَإِنْ كَانَ كَلَامُهَا يُشْعِرُ بِأَنَّهَا كَانَتْ تَرَى الْمَنْعَ وَأَيْضًا فَقَدْ

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عَلِمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مَا سَيُحْدِثْنَ فَمَا أَوْحٰى إِلٰى نَبِيِّهِ بِمَنْعِهِنَّ وَلَوْ كَانَ مَا أَحْدَثْنَ يَسْتَلْزِمُ مَنْعَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ لَكَانَ مَنْعُهُنَّ مِنْ غَيْرِهَا كَالْأَسْوَاقِ أَوْلٰى وَأَيْضًا فَالْإِحْدَاثُ إِنَّمَا وَقَعَ مِنْ بَعْضِ النِّسَاءِ لَا مِنْ جَمِيْعِهِنَّ فَإِنْ تَعَيَّنَ الْمَنْعُ فَلْيَكُنْ لِمَنْ أَحْدَثَتْ وَالْأَوْلٰى أَنْ يُنْظَرَ إِلٰى مَا يُخْشٰى مِنْهُ الْفَسَادُ فَيُجْتَنَبُ لِإِشَارَتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى ذٰلِكَ بِمَنْعِ التَّطَيُّبِ وَالزِّيْنَةِ وَكَذٰلِكَ التَّقَيُّدُ بِاللَّيْلِ كَمَا سَبَقَ (فتح الباری لابن حجر) [1]

ترجمہ: ابنِ دقیق العید نے فرمایا کہ یہ حدیث عورتوں کے (مساجد میں آنے کی اجازت کے) حق میں عام ہے، مگر فقہاء نے اس کو چند شرائط کے ساتھ خاص کیا ہے، ایک یہ کہ وہ خوشبو نہ لگائے، جس کا بعض روایات میں ذکر ہے کہ عورتیں ''تفلات'' ہو کر نکلیں، یعنی خوشبو لگائے بغیر نکلیں، اور ابوداؤد اور ابنِ خزیمہ میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے، اور ابنِ حبان میں حضرت زید بن خالد کی حدیث ہے، جس کے شروع میں یہ ہے کہ تم اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو، اور مسلم میں حضرت زینب، ابنِ مسعود کی اہلیہ کی حدیث ہے کہ جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے، تو وہ خوشبو ہرگز نہ لگائے، ابنِ دقیق العید کا کلام ختم ہوا۔

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ خوشبو کے حکم میں وہ چیزیں بھی داخل ہیں، جو اس کے معنیٰ میں ہوں، اس لئے کہ خوشبو سے منع کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس میں شہوت کو دعوت دینے کی تحریک پائی جاتی ہے، جیسا کہ اچھا لباس پہننا، اور ایسا زیور پہننا جو نظر آئے (اور نامحرموں کو اس کی آواز سنائی دے) اور فخر وتفاخر والی زینت اختیار کرنا، اور اسی طرح مردوں کے ساتھ اختلاط کا ہونا۔

---

[1] ج۲، ص ۳۴۹، کتاب الاذان، قوله باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس، الناشر: دارالمعرفة، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور مالکیہ اوران کے علاوہ دیگر بہت سے فقہاء نے جوان اور غیر جوان عورت میں فرق کیا ہے، مگر اس (فرق کرنے) میں تأمل ہے، اِلَّا یہ کہ جوان عورت کا خود فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو (نہ کہ اس کی وجہ سے دوسروں کا) کیونکہ جب عورت خوشبو اور زیب وزینت وغیرہ سے پاک ہو کر آئے گی، اور وہ باپردہ آئے گی، تو اس پر امن حاصل ہوجائے گا (اور فتنہ نہیں رہے گا، خواہ جوان ہی کیوں نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ سلم نے عید کی نماز کے لئے جو کہ دن کے وقت ادا کی جاتی ہے، جوان عورتوں کو پردہ کے ساتھ نکلنے کا حکم فرمایا) خاص طور پر جبکہ رات کو آئے، اور اس حدیث کی اور بعض دوسری حدیثوں کی سندوں میں یہ بات آئی ہے کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بنسبت اس کے مسجد میں نماز پڑھنے کے ....اورعورت کے چھپ کر (اپنے گھر میں) نماز پڑھنے کے زیادہ فضیلت کا باعث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کے فتنہ سے حفظ وامان پایا جاتا ہے، جس کی تاکید ان چیزوں کے پائے جانے کے بعد زیادہ ہوگئی، جو عورتوں نے بے پردگی اور زیب وزینت کی شکل میں پیدا کرلی ہیں، اور اسی وجہ سے حضرت عائشہ نے اس سلسلہ میں فرمایا، جو کچھ کہ انہوں نے فرمایا، اور بعض حضرات نے حضرت عائشہ کے قول سے مطلقاً عورتوں کو مساجد میں منع کرنے کی دلیل پکڑی ہے، حالانکہ یہ بات (یعنی ہر حال میں عورت کو مساجد میں آنے سے منع کرنے کی دلیل پکڑنا) محلِ نظر ہے، کیونکہ اس پر شریعت کے حکم کا بدلنا مرتب نہیں ہوسکتا (جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو منع نہ کرنے کا حکم فرمایا) کیونکہ حضرت عائشہ نے اس کو ایسی شرط پر معلق کیا ہے، جو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) پائی نہیں گئی تھی اپنے گمان کے مطابق، اور انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے، تو منع فرمادیتے، تو اس پر کہا

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا، اور منع نہیں فرمایا، تو حکم اسی طرح (منع نہ فرمانے کا) برقرار رہا، اس کے علاوہ حضرت عائشہ نے منع کرنے کی صراحت نہیں فرمائی، اگرچہ آپ کے کلام سے اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ منع سمجھتی تھیں، اور اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اللہ سبحانہٗ کو عورتوں کے آئندہ حالات کا علم تھا، لیکن اس (یعنی اللہ تعالیٰ کو آئندہ کے حالات کا علم ہونے) کے باوجود اپنے نبی کی طرف عورتوں کو منع کرنے کی وحی نہیں بھیجی، اور اگر عورتوں کے نئی چیزیں پیدا کرنے سے ان کا مساجد سے منع کرنا لازم آتا ہے، تو ان کا مساجد کے علاوہ بازار وغیرہ (اور دوسری جگہ مثلاً تعلیم حاصل کرنے کے لئے شرعی مسافت سے کم پر جانے) سے بھی منع کرنا بدرجۂ اولیٰ لازم آتا ہے، اور ان سب باتوں کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ عورتوں نے جو کچھ بعد میں پیدا کیا، وہ بعض عورتوں کی طرف سے واقع ہوا تھا، نہ کہ سب عورتوں کی طرف سے، لہٰذا اگر (بر سبیلِ تسلیم) منع کرنا ہی متعین ہو، تو صرف ان عورتوں کے لئے ہوگا، جنہوں نے یہ چیزیں پیدا کیں، اور بہتر یہ ہے کہ ان چیزوں پر نظر کی جائے (اور حکم کا مدار ان چیزوں پر رکھا جائے) جن چیزوں سے فساد کا خوف ہوتا ہے، تو ان چیزوں سے بچنے بچانے کا اہتمام کیا جائے، جن کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا، یعنی خوشبو لگانے اور زینت اختیار کرنے سے منع کیا جائے، اور اسی طرح رات میں آنے کی قید لگائی جائے، جیسا کہ پہلے گزرا (نہ یہ کہ اس کے مقابلہ میں اپنی طرف سے منع کرنے اور روکنے کا حکم لگایا جائے) (فتح الباری)

خلاصہ یہ کہ خواتین کا فرض نماز اور تراویح کے لئے مساجد میں اور نمازِ عید کے لئے باپردہ اور شرائط کی پابندی کر کے آنا فی نفسہٖ جائز ہے، البتہ ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

Idara Ghufran

جیسا کہ فقہائے احناف نے عورت کو مسجد میں اعتکاف کرنے کے بجائے گھر میں نماز پڑھی جانے والی جگہ میں اعتکاف کرنے کو افضل قرار دیا ہے، اور اعتکاف کا معاملہ نماز سے کمزور ہے۔ [1]

---

[1] والأفضل فی حق المرأة الاعتكاف فی مسجد بيتها يريد به الموضع المعد للصلاة، ولو خرجت واعتكفت فی مسجد الجماعة جاز اعتكافها(المحيط البرهانی، ج۲ص ۴۰۵، كتاب الصوم،الفصل الثانی عشر فی الاعتكاف)

قال -رحمه الله -(والمرأة تعتكف فی مسجد بيتها) لأنه هو الموضع لصلاتها فيتحقق انتظارها فيه ولو اعتكفت فی مسجد الجماعة جاز والأول أفضل ومسجد حيها أفضل لها من المسجد الأعظم (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،ج ۱،ص ۳۵۰، كتاب الصوم،باب الاعتكاف،اعتكاف المرأة)

وقد روى الحسن عن أبی حنيفة رحمهما الله تعالى أنها إذا اعتكفت فی مسجد الجماعة جاز ذلک، واعتكافها فی مسجد بيتها أفضل، وهذا هو الصحيح؛ لأن مسجد الجماعة يدخله كل أحد، وهی طول النهار لا تقدر أن تكون مستترة ويخاف عليها الفتنة من الفسقة فالمنع لهذا، وهو ليس لمعنى راجع إلى عين الاعتكاف فلا يمنع جواز الاعتكاف(المبسوط للسرخسی، ج۳ص ۱۱۹، باب الاعتكاف)

ولا تعتكف المرأة إلا فی مسجد بيتها يعنی موضع صلاتها فی بيتها وقال الشافعی رحمه الله تعالى لا تعتكف إلا فی مسجد حيها وعندنا لو اعتكفت فی مسجد حيها جاز ويكره(فتاوى قاضی خان،ج ۱،ص ۱۲۱،كتاب الصوم)

(والمرأة تعتكف فی بيتها)أی فی الموضع الذی أعدته للصلاة فيه، حتى لو لم يكن فی بيتها موضع معد للصلاة أو كان، واعتكفت فی موضع غَيْرِهِ من بيتها، لا اعتكاف لها . ولو اعتكفت فی مسجد جماعة جاز، ولكن مسجد بيتها أفضل من مسجدِ حيها، ومسجد حيها أَفضل من مسجدِ جماعة غيرهِ .وقال مالک والشافعی فی القول الجديد :لا يجوز اعتكاف المرأَة فی مسجد بيتها، وألحقوها بالرجال لإطلاق :لا اعتكاف إلا فی مسجد جماعة.ولنا أن مسجد بيتها أصون لها وأحرز لفضيلة الصلاة، قال صلى الله عليه وسلم صلاة المرأة فی بيتها أفضل من صلاة المرأة فی صَحن دَارِها، وصلاتُها فی صَحنِ دارها أَفضل من صلاتها فی المسجد، فإذا أَعطى لبيتها حُكْمَ المسجد فی حق الصلاة، فكذا فی حق الاعتكاف بِمَكَانِ الصلاة(شرح النقاية، ج۲،ص ۱۴۲)

وأما المرأة فذكر فی الأصل أنها لا تعتكف إلا فی مسجد بيتها ولا تعتكف فی مسجد جماعة وروى الحسن عن أبی حنيفة أن للمرأة أن تعتكف فی مسجد الجماعة وإن شاءت اعتكفت فی مسجد بيتها، ومسجد بيتها أفضل لها من مسجد حيها ومسجد حيها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ فتنہ وفساد سے اجتناب لازم ہے۔

لیکن بجائے اس کے کہ عورتوں کو شرائط کی طرف متوجہ کیا جائے، اور فتنوں کے سدِ باب کا انتظام واہتمام کیا جائے، بذاتِ خود خواتین کو منع کرنا یا ہر حال میں گناہ قرار دینا شریعت کے مزاج سے میل نہیں کھاتا، بالخصوص جبکہ خواتین کی احکامِ شرع سے عمومی جہالت اور دین سے دوری کا یہ عالَم ہے کہ انہیں پردہ وغیرہ کے ضروری احکام کا بھی علم نہیں، اور ذرائع ابلاغ وغیرہ سے جو کچھ گھر بیٹھے یا اہلِ باطل کی مجالس میں شرکت سے دین کا تصور حاصل کیا جاتا ہے، وہ خود بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا سے کم نہیں، ان حالات میں خواتین کو دینی مجالس میں شرکت کر کے ان کو دین کے صحیح احکام کی تعلیم وترغیب دی جاسکتی ہے، جو کہ خود خواتین کے لئے پردہ کی رعایت کرنے اور فتنہ وفساد سے حفاظت کا مؤثر ذریعہ ہے، اور غالباً اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ نے منع فرمانے کے بجائے خواتین کو شرائط کی طرف متوجہ فرمایا۔

ہم نے جو کچھ اس سلسلہ میں تحریر کیا وہ فیمابینہٗ وبین اللہ دیانت داری کے ساتھ حق

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أفضل لها من المسجد الأعظم وهذا لا يوجب اختلاف الروايات، بل يجوز اعتكافها في مسجد الجماعة على الروايتين جميعا بلا خلاف بين أصحابنا والمذكور في الأصل محمول على نفي الفضيلة لا على نفي الجواز توفيقا بين الروايتين وهذا عندنا .وقال الشافعي :لا يجوز اعتكافها في مسجد بيتها وجه قوله أن الاعتكاف قربة خصت بالمساجد بالنص، ومسجد بيتها ليس بمسجد حقيقة بل هو اسم للمكان المعد للصلاة في حقها حتى لا يثبت له شيء من أحكام المسجد فلا يجوز إقامة هذه القربة فيه ونحن نقول :بل هذه قربة خصت بالمسجد لكن مسجد بيتها له حكم المسجد في حقها في حق الاعتكاف؛ لأن له حكم المسجد في حقها في حق الصلاة لحاجتها إلى إحراز فضيلة الجماعة فأعطى له حكم مسجد الجماعة في حقها حتى كانت صلاتها في بيتها أفضل على ما روي عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :صلاة المرأة في مسجد بيتها أفضل من صلاتها في مسجد دارها وصلاتها في صحن دارها أفضل من صلاتها في مسجد حيها وإذا كان له حكم المسجد في حقها في حق الصلاة فكذلك في حق الاعتكاف؛ لأن كل واحد منهما في اختصاصه بالمسجد سواء وليس لها أن تعتكف في بيتها في غير مسجد وهو الموضع المعد للصلاة؛ لأنه ليس لغير ذلك الموضع من بيتها حكم المسجد، فلا يجوز اعتكافها فيه.والله أعلم(بدائع الصنائع ،ج۲ص۱۱۳،كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

Idara Ghufran

ودرست سمجھتے ہوئے بغیر کسی لومۃ لائم کے شریعت کے اصل دلائل وماٗخذ کی روشنی میں ذکر کردیا ہے۔ [1] فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان یکم/رجب المرجب/۱۴۳۳ھ 23/مئی/2012ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی

خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم

سوال:

عورتوں کی نماز سے متعلق دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی خاتون دوسری خاتون کی امامت کرے، یعنی امام بھی خاتون ہو، اور مقتدی بھی، تو کیا اس طرح عورتوں کی نماز ہوجاتی ہے؟ اگر ہوجاتی ہے تو امام عورت کو اپنی مقتدی عورت کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھانا چاہئے، یا آگے کھڑے ہوکر۔

ہمارے یہاں آجکل بعض مقامات پر چند خواتین تراویح کی جماعت کرتی ہیں، جن میں اُن کی امام عورت ہوتی ہے، اور زیادہ تر یہ عمل وہاں کیا جاتا ہے جہاں کوئی عورت حافظِ قرآن ہوتی ہے۔

آج کل ہمارے علاقہ میں اہلِ علم حضرات کی اس سلسلہ میں مختلف بحثیں چل رہی ہیں، بعض علماء کا کہنا ہے کہ اگر عورت امام آگے کھڑی ہوکر نماز پڑھائے، تو جائز نہیں، اور ساتھ کھڑی ہوکر نماز پڑھائے تو جائز ہے، جبکہ بعض علماء دونوں صورتوں کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

آپ سے درخواست ہے کہ اس کے متعلق قرآن وسنت اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء

---

[1] پھر بھی اگر کوئی صاحبِ علم اس سے متفق نہ ہوں، اور وہ مذکورہ دلائل کے بجائے بعض متاخرین مشائخ کے اس قول کو اختیار کریں، اور حجت سمجھیں، جس کی رو سے خواتین کا مطلقاً نماز کے لئے خروج مکروہ ہے، تو یہ ان کا معاملہ ہے۔
مگر ان کو یہ روا نہیں کہ جس قول کو ہم اپنے اوپر حجت نہ سمجھیں، وہ ہم کو اس کا مکلّف قرار دیں، یا جس قول کی جو ہم تاویل مناسب سمجھیں، وہ اس کے مقابلہ میں دوسری تاویل کو ہم پر حجت ہونا قرار دیں۔ محمد رضوان۔

Iqra Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواتین کا مرد کی امامت کرنا تو جائز نہیں، اگر کوئی مرد کسی خاتون کی اقتداء میں نماز پڑھے تو اس مرد کی نماز درست نہیں ہوتی، اور اگر خواتین کسی عاقل بالغ خاتون کی اقتداء میں نماز پڑھیں، تو وہ نماز درست تو ہوجاتی ہے، لیکن آیا کہ ایسا کرنا خواتین کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض جائز یا مستحب اور بعض مکروہ یا ناجائز قرار دیتے ہیں۔

ہمیں دلائل میں غور وفکر کرنے سے راجح یہ معلوم ہوا کہ شریعت نے عورتوں کو جماعت کرنے کی تاکید اور ترغیب نہیں دی، بلکہ اُن کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے، اور نہ ہی خیرُ القرون کے دور میں عورتوں کی امامت وجماعت کا طریقہ معروف اور رائج تھا، البتہ عورت کی امامت کے چند واقعات کا روایات وآثار اور خیرُ القرون میں ذکر ملتا ہے، اور صحابہ وتابعین کے کئی آثار سے اس کی اجازت ملتی ہے، جن کے پیشِ نظر اگر کبھی کوئی عورت دوسری عورتوں کی امامت کرے، اور اُن کی امام درمیان میں کھڑی ہو، اور کوئی دوسری خرابی بھی لازم نہ آئے، تو فی نفسہٖ اس کی گنجائش ہے۔

اور اس کو مکروہ تحریمی قرار دینا محلِ نظر ہے، البتہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ قرار دیا جاسکتا ہے، جبکہ بلاضرورت ایسا کیا جائے۔

آگے اس مسئلہ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

عورتوں کی امامت وجماعت سے متعلق فقہاء کے اقوال

پہلے عورتوں کی امامت وجماعت کے سلسلہ میں فقہائے کرام کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

Idara Ghufran

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ عَنْ اِمْرَأَةٍ مِّنْ قَوْمِهِ يُقَالُ لَهَا حُجَيْرَةُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَمَّتْهُنَّ فَقَامَتْ وَسَطًا.

(قَالَ الشَّافِعِيُّ) رَوَى اللَّيْثُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا صَلَّتْ بِنِسْوَةٍ الْعَصْرَ فَقَامَتْ فِي وَسَطِهِنَّ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ صَفْوَانَ قَالَ: إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ بِالنِّسَاءِ تَقُومُ فِي وَسَطِهِنَّ (قَالَ الشَّافِعِيُّ) وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ يَأْمُرُ جَارِيَةً لَهُ تَقُومُ بِأَهْلِهِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَكَانَتْ عَمْرَةُ تَأْمُرُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَقُومَ لِلنِّسَاءِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ.

(قَالَ الشَّافِعِيُّ) وَتَؤُمُّ الْمَرْأَةُ النِّسَاءَ فِي الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا وَآمُرُهَا أَنْ تَقُومَ فِي وَسَطِ الصَّفِّ وَإِنْ كَانَ مَعَهَا نِسَاءٌ كَثِيرٌ أَمَرْتُ أَنْ يُقَوَّمَ الصَّفُّ الثَّانِي خَلْفَ صَفِّهَا وَكَذٰلِكَ الصُّفُوفُ (كتاب الأم للشافعي، ج ۱، ص ۱۹۱، باب صفة الائمة، امامة المرأة وموقفها فى الامامة)

ترجمہ: ہمیں حضرت سفیان نے عمار دھنی سے خبر دی، انہوں نے اپنی قوم کی ایک عورت سے روایت کیا، جس کو حجیرہ کہا جاتا تھا، کہ حضرت اُمِ سلمہ نے اُن کی درمیان میں کھڑے ہو کر امامت کی۔

امام شافعی نے فرمایا کہ لیث نے عطاء سے اور انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ انہوں نے عورتوں کو عصر میں نماز پڑھائی، اور آپ اُن کے درمیان میں کھڑی ہوئیں، ہمیں ربیع نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام شافعی نے خبر دی، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں ابراہیم نے صفوان کی روایت بیان کی کہ سنت یہ ہے کہ عورت عورتوں کو نماز اُن کے درمیان میں کھڑی ہو کر پڑھائے، امام شافعی نے

Idara Ghufran

فرمایا کہ علی بن حسین اپنی باندی کو حکم فرماتے تھے کہ وہ اُن کے گھر والوں کو رمضان کے مہینہ میں نماز پڑھائے، اور حضرت عمرہ عورت کو حکم فرماتی تھیں کہ وہ رمضان کے مہینہ میں عورتوں کی امامت کرے۔

امام شافعی نے فرمایا کہ عورت عورتوں کی فرض اور غیر فرض نماز میں امامت کر سکتی ہے، اور میں عورت کو حکم دیتا ہوں کہ وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہو، اور اگر اُس کے ساتھ زیادہ عورتیں ہوں، تو میں یہ حکم کرتا ہوں کہ دوسری صف اُس کی صف کے پیچھے بنائیں، اور اسی طرح دوسری صفیں بنائیں (کتاب الام)

اور امام نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا النِّسَاءُ، فَلَا تُفْرَضُ عَلَيْهِنَّ الْجَمَاعَةُ، لَا فَرْضَ عَيْنٍ، وَلَا كِفَايَةٍ وَلٰكِنْ يُسْتَحَبُّ لَهُنَّ ثُمَّ فِيهِ وَجْهَانِ أَحَدُهُمَا كَاسْتِحْبَابِهَا لِلرِّجَالِ. وَأَصَحُّهُمَا: لَا يَتَأَكَّدُ فِي حَقِّهِنَّ، كَتَأَكُّدِهَا فِي حَقِّ الرِّجَالِ. فَلَا يُكْرَهُ لَهُنَّ تَرْكُهَا، وَيُكْرَهُ تَرْكُهَا لِلرِّجَالِ، مَعَ قَوْلِنَا: هِيَ لَهُمْ سُنَّةٌ. وَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ تَقِفَ إِمَامَتُهُنَّ وَسَطَهُنَّ، وَجَمَاعَتُهُنَّ فِي الْبُيُوتِ أَفْضَلُ (روضة الطالبين وعمدة المفتين للنووي، ج ۱، ص ۳۴۰، كِتَابُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ)

ترجمہ: اور عورتوں پر جماعت فرض نہیں، نہ تو فرضِ عین ہے اور نہ فرضِ کفایہ ہے، لیکن اُن کے لئے جماعت مستحب ہے، پھر اس میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ عورتوں کے لئے جماعت مَردوں کی طرح مستحب ہے، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے حق میں جماعت کی اس طرح تاکید نہیں جس طرح مَردوں کے حق میں تاکید ہے، پس عورتوں کو جماعت کا ترک کرنا مکروہ نہیں، اور مرد حضرات کو جماعت کا ترک کرنا مکروہ ہے، باوجود یکہ ہمارا قول یہ ہے کہ جماعت مَردوں کے لئے سنت

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہے، اور مستحب یہ ہے کہ عورتوں کی امام اُن کے درمیان میں کھڑی ہو، اور اُن کو گھروں میں جماعت کرنا افضل ہے (روضۃ الطالبین)

اور زکریا بن محمد بن زکریا انصاری شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(وَلَا يَقْتَدِي رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ) لِخَبَرِ الْبُخَارِيِّ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً مَعَ خَبَرِ ابْنِ مَاجَهْ لَا تَؤُمَّنَّ امْرَأَةٌ رَجُلًا (أسنى المطالب فى شرح روض الطالب، ج ۱، ص ۲۱۷، كتاب صلاة الجماعة، بَابُ صِفَةِ الْأَئِمَّةِ فِي الصَّلَاةِ)

ترجمہ: اور کوئی مرد کسی عورت کا مقتدی نہ بنے، بخاری کی حدیث کی وجہ سے کہ ہرگز بھی وہ قوم فلاح نہیں پاسکتی، جس نے اپنے معاملہ کو عورت کے حوالہ کر دیا، ابنِ ماجہ کی اس حدیث کے ساتھ کہ عورت ہرگز بھی مرد کی امامت نہیں کرسکتی (اسنی المطالب)

اور علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(وَإِنْ صَلَّتْ امْرَأَةٌ بِالنِّسَاءِ قَامَتْ مَعَهُنَّ فِي الصَّفِّ وَسَطًا) اخْتَلَفَتْ الرِّوَايَةُ، هَلْ يُسْتَحَبُّ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ بِالنِّسَاءِ جَمَاعَةً؟ فَرُوِيَ أَنَّ ذٰلِكَ مُسْتَحَبٌّ، وَمِمَّنْ رُوِيَ عَنْهُ أَنَّ الْمَرْأَةَ تَؤُمُّ النِّسَاءَ عَائِشَةُ، وَأُمُّ سَلَمَةَ، وَعَطَاءٌ، وَالثَّوْرِيُّ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ، وَإِسْحَاقُ، وَأَبُو ثَوْرٍ. وَرُوِيَ عَنْ أَحْمَدَ، - رَحِمَهُ اللّٰهُ -، أَنَّ ذٰلِكَ غَيْرُ مُسْتَحَبٍّ وَكَرِهَهُ أَصْحَابُ الرَّأْيِ، وَإِنْ فَعَلَتْ أَجْزَأَهُنَّ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ، وَالنَّخَعِيُّ، وَقَتَادَةُ: لَهُنَّ ذٰلِكَ فِي التَّطَوُّعِ دُونَ الْمَكْتُوبَةِ. وَقَالَ الْحَسَنُ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ: لَا تَؤُمُّ فِي فَرِيضَةٍ وَلَا نَافِلَةٍ. وَقَالَ مَالِكٌ: لَا يَنْبَغِي لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَؤُمَّ أَحَدًا، لِأَنَّهُ يُكْرَهُ لَهَا الْأَذَانُ، وَهُوَ دُعَاءٌ إِلَى الْجَمَاعَةِ، فَكُرِهَ لَهَا مَا يُرَادُ الْأَذَانُ لَهُ.

Idara Ghufran

وَلَنَا حَدِيْثُ أُمِّ وَرَقَةَ وَلِأَنَّهُنَّ مِنْ أَهْلِ الْفَرْضِ، فَأَشْبَهْنَ الرِّجَالَ، وَإِنَّمَا كُرِهَ لَهُنَّ الْأَذَانُ لِمَا فِيْهِ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ، وَلَسْنَ مِنْ أَهْلِهِ إِذَا ثَبَتَ هٰذَا، فَإِنَّهَا إِذَا صَلَّتْ بِهِنَّ قَامَتْ فِيْ وَسَطِهِنَّ، لَا نَعْلَمُ فِيْهِ خِلَافًا بَيْنَ مَنْ رَأٰى لَهَا أَنْ تَؤُمَّهُنَّ، وَلِأَنَّ الْمَرْأَةَ يُسْتَحَبُّ لَهَا التَّسَتُّرُ، وَلِذٰلِكَ لَا يُسْتَحَبُّ لَهَا التَّجَافِيْ، وَكَوْنُهَا فِيْ وَسَطِ الصَّفِّ أَسْتَرُ لَهَا؛ لِأَنَّهَا تَسْتَتِرُ بِهِنَّ مِنْ جَانِبَيْهَا، فَاسْتُحِبَّ لَهَا ذٰلِكَ كَالْعُرْيَانِ، فَإِنْ صَلَّتْ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ احْتَمَلَ أَنْ يَّصِحَّ؛ لِأَنَّهُ مَوْقِفٌ فِي الْجُمْلَةِ، وَلِهٰذَا كَانَ مَوْقِفًا لِلرَّجُلِ، وَاحْتَمَلَ أَنْ لَا يَصِحَّ؛ لِأَنَّهَا خَالَفَتْ مَوْقِفَهَا، أَشْبَهَ مَا لَوْ خَالَفَ الرَّجُلُ مَوْقِفَهُ.

فَصْلٌ: وَتَجْهَرُ فِيْ صَلَاةِ الْجَهْرِ، وَإِنْ كَانَ ثَمَّ رِجَالٌ لَا تَجْهَرُ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنُوْا مِنْ مَحَارِمِهَا، فَلَا بَأْسَ (المغنی لابن قدامة، ج۲، ص ۱۴۹، مَسْأَلَةٌ صَلَاةُ الْمَرْأَةِ بِالنِّسَاءِ)

ترجمہ: اور اگر عورت عورتوں کو نماز پڑھائے، تو اُن کے ساتھ صف کے درمیان میں کھڑی ہو، اس میں (امام احمد کی) روایت مختلف ہے کہ آیا عورت کے لئے عورتوں کو جماعت کرانا مستحب ہے، پس ایک روایت تو یہ ہے کہ یہ مستحب ہے، اورعورت کی عورتوں کی امامت کرانا حضرت عائشہ اور اُمِ سلمہ اور حضرت عطاء اور حضرت ثوری اور اوزاعی اور امام شافعی اور اسحاق اور ابوثور سے مروی ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ سے (ایک روایت) یہ مروی ہے کہ عورتوں کی جماعت مستحب نہیں ہے (بلکہ جائز ومباح ہے) اور اصحابِ رائے نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن (ان کے نزدیک) اگر عورتیں جماعت کریں تو اُن کی نماز جائز ہوجائے گی۔ اور امام شعبی اور نخعی اور قتادہ نے فرمایا کہ عورتوں کو (جماعت کرنا) غیر فرضوں

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

میں جائز ہے، نہ کہ فرضوں میں؛ اور حضرت حسن اور سلیمان بن یسار نے فرمایا کہ عورت نہ تو فرض میں امامت کرسکتی ہے اور نہ نفل میں، اور امام مالک نے فرمایا کہ عورت کے لئے کسی کی (خواہ مقتدی مرد ہو، یا عورت ہو) امامت کرانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عورت کو اذان دینا مکروہ ہے، اور اذان جماعت کی دعوت دینا ہے، تو عورت کے لئے اذان کا مقصود (یعنی جماعت کرنا) بھی مکروہ ہوگا۔

اور ہماری دلیل اُمِ ورقہ کی حدیث ہے (جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو گھر کی عورتوں کی امامت کے حکم فرمانے کا ذکر ہے) اور ایک دلیل یہ ہے کہ عورتیں فرض نماز کی اہل ہیں، تو اُن کا معاملہ (اپنی نماز کے حق میں) مَردوں کے مشابہ ہوگیا، اور عورتوں کو اذان اس لئے مکروہ ہے، کہ اُس میں آواز کو بلند کرنا پایا جاتا ہے، اور عورتیں اس کی اہل نہیں ہیں، جب یہ بات ثابت ہوگئی (کہ عورت کا عورت کی امامت کرانا جائز ہے) تو جب عورت عورتوں کو نماز پڑھائے، تو اُن کے درمیان میں کھڑی ہو، ہماری معلومات کے مطابق جو حضرات عورت کی عورتوں کے حق میں امامت کو جائز سمجھتے ہیں، اُن کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ عورت کے لئے پردہ مستحب ہے، اور اسی وجہ سے عورت کے لئے (نماز میں) کشادہ ہونا مستحب نہیں ہے، اور عورت کا صف کے درمیان میں ہونا اس کے حق میں زیادہ پردے کا باعث ہے، کیونکہ وہ اپنی دائیں بائیں طرف سے پردے میں ہوجاتی ہے، تو اس کے لئے درمیان میں کھڑا ہونا مستحب ہے جیسا کہ ننگے کے لئے، اور اگر عورت عورتوں کے آگے کھڑی ہوکر نماز پڑھائے، تو نماز کے صحیح ہونے کا بھی احتمال ہے، کیونکہ فی الجملہ وہ (امام کے) کھڑے ہونے کی جگہ ہے، اسی وجہ سے وہ مرد کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ (اس صورت میں نماز) صحیح نہ ہو، کیونکہ اس نے اپنے

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کھڑے ہونے کی جگہ کی مخالفت کی (جہاں کہ شریعت سے عورت کا کھڑا ہونا ثابت ہے) تو یہ اس کے مشابہ ہو گیا جیسا کہ مرد اپنے کھڑے ہونے کی جگہ کی مخالفت کرے۔

فصل: اور عورت جہری نماز میں جہر کرے گی، اور اگر وہاں (اجنبی) مرد ہوں تو جہر نہیں کرے گی، مگر یہ کہ اس کے محرم مرد ہوں تو (جہر کرنے میں) کوئی حرج نہیں (مغنی)

اور عبداللہ بن ابوزید قیروانی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَا تَؤُمُّ الْمَرْأَةُ فِي فَرِيضَةٍ وَلَا نَافِلَةٍ لَا رِجَالًا وَلَا نِسَاءً (رسالة القيرواني، ج ۱، ص ۳۵، باب في الإمامة وحكم الإمام والمأموم)

ترجمہ: اور عورت نہ تو فرض نماز میں امامت کرا سکتی ہے، اور نہ نفل نماز میں، نہ تو مَردوں کی، اور نہ عورتوں کی (رسالہ قیروانی)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لَا يُعْجِبُنَا أَنْ تَؤُمَّ الْمَرْأَةُ ، فَإِنْ فَعَلَتْ قَامَتْ فِي وَسَطِ الصَّفِّ مَعَ النِّسَاءِ كَمَا فَعَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ (كتاب الآثار، رقم الرواية ۲۱۷، بَابُ الْمَرْأَةِ تَؤُمُّ النِّسَاءَ ، وَكَيْفَ تَجْلِسُ فِي الصَّلَاةِ)

ترجمہ: ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ عورت (عورتوں کی) امامت کرے، لیکن اگر وہ ایسا کرے تو (نماز درست ہو جائے گی، مگر ان کی امام) عورتوں کے ساتھ صف کے درمیان میں کھڑی ہو، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا، اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (کتاب الآثار)

اور امام محمد رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ أَرَأَيْتَ الْمَرْأَةُ الْمُسَافِرَةُ تَؤُمُّ النِّسَاءَ قَالَ أَكْرَهُ ذٰلِكَ قُلْتُ فَإِنْ

Idara Ghufran

فَعَلَتْ ذٰلِکَ قَالَ یُجْزِیھِمْ وَتَقُوْمُ وَسَطًا مِّنَ الصَّفِّ (الأصل المعروف بالمبسوط، ج ۱، ص ۲۸۸، بَاب صَلَاۃ الْمُسَافِرِ)

ترجمہ: میں نے (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے) عرض کیا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ مسافر عورت عورتوں کی امامت کرائے گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں، میں نے کہا کہ اگر وہ امامت کرائے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورتوں کی نماز درست ہو جائے گی، اور عورت صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی (الاصل)

اور امام کاسانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَکَذَا الْمَرْأَۃُ تَصْلُحُ لِلْإِمَامَۃِ فِی الْجُمْلَۃِ، حَتّٰی لَوْ أَمَّتِ النِّسَاءَ جَازَ، وَیَنْبَغِیْ أَنْ تَقُوْمَ وَسَطَھُنَّ لِمَا رُوِیَ عَنْ عَائِشَۃَ - رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا- أَنَّھَا أَمَّتْ نِسْوَۃً فِیْ صَلَاۃِ الْعَصْرِ وَقَامَتْ وَسَطَھُنَّ وَأَمَّتْ أُمُّ سَلَمَۃَ نِسَاءً وَقَامَتْ وَسَطَھُنَّ؛ وَلِأَنَّ مَبْنٰی حَالِھِنَّ عَلَی السَّتْرِ وَھٰذَا أَسْتَرُ لَھَا، إِلَّا أَنَّ جَمَاعَتَھُنَّ مَکْرُوْھَۃٌ عِنْدَنَا (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۱، ص ۱۵۷، کتاب الصلاۃ، فصل بیان من یصلح للإمامۃ فی الجملۃ)

ترجمہ: اور اسی طریقے سے عورت فی الجملہ امامت کی صلاحیت رکھتی ہے، یہاں تک کہ اگر وہ عورتوں کی امامت کرے تو جائز ہے، اور مناسب یہ ہے کہ وہ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو، بوجہ اس کے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے عصر کی نماز میں عورتوں کی امامت فرمائی، اور اُن کے درمیان میں کھڑی ہوئیں، اور حضرت اُمِ سلمہ نے عورتوں کی امامت فرمائی، اور اُن کے درمیان میں کھڑی ہوئیں، اور ایک وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی حالت ستر وپردے پر مبنی ہے، اور یہ (یعنی عورت کے عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہونے

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کا) طریقہ عورت کے لئے زیادہ پردے کا باعث ہے، مگر عورتوں کی جماعت ہمارے نزدیک مکروہ ہے (بدائع الصنائع)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ چاروں فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا مرد کی امامت کرنا جائز نہیں، اور امام شافعی اور راجح قول کے مطابق امام احمد رحمہما اللہ عورتوں کی جماعت کو جس میں عورت امام ہو، مستحب اور امام احمد ایک روایت کے مطابق جائز قرار دیتے ہیں۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں، جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کی امامت کرنا بہرحال جائز نہیں۔ [1]

---

[1] المَرْصَدُ الثَّانِي - فِي ذِكْرِ اِخْتِلافِ الْمَذَاهِبِ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ، اعلم أَنَّهُ وَقَعَ الاختلافُ فی أَنَّهُ هل جماعةُ النِّساءِ وحدهنَّ مشروعةٌ أم غير مشروعة: فذهبَ الشَّافِعِيُّ إلى استحبابها، وهو قولُ الأَوْزَاعِيِّ والثَّوْرِی وأحمدَ، وحَكَاهُ ابنُ الْمُنْذِرِ عن عَائِشَةَ وأُمِّ سَلَمَةَ. وقال النَّخَعی والشَّعْبِی: تَؤُمُّهُنَّ فی النَّفلِ دونَ الفَرْضِ وَشَذَّ أَبو ثورٍ والمُزَنی ومُحَمَّدُ بنُ جريرٍ الطَّبَری فأجازوا إمامةَ النِّساءِ على الإطلاقِ للرجالِ وللنِّسَاءِ. وعند الحَسَنِ البَصْرِیِّ ومالكٍ: لا تَؤُمُّ المرأةُ أحداً لا فی فرضٍ ولا فی نفلٍ، كذا ذَكَرَهُ العَيْنِی فی البِنَايَة.

والمشهورُ من مذاهبِ أصحابنا: أنَّ جماعةَ النِّساءِ وَحْدَهُنَّ مكروهةٌ، وهو المذكورُ فی كثيرٍ من الكتبِ الفقهيةِ لأصحابِنا الحَنَفِيَّةِ، وعلَّلوا الكراهةَ بتعليلاتٍ مُتَفرِقةٍ، وأجابوا عن الأخبارِ المذكورةِ بجواباتٍ غيرِ شافيةٍ (تحفة النبلاء فی جماعة النساء للكنوی، ص۸، المرصدالثانی، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، ج۵؛ مطبوعة ادارة القرآن كراتشی)

يشترط لإمامة الرجال أن يكون الإمام ذكرا، فلا تصح إمامة المرأة للرجال، وهذا متفق عليه بين الفقهاء، لما ورد فی الحديث أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: أخروهن من حيث أخرهن الله والأمر بتأخيرهن نهی عن الصلاة خلفهن. ولما روی جابر مرفوعا: لا تؤمن امرأة رجلا ولأن فی إمامتها للرجال افتتانا بها. أما إمامة المرأة للنساء فجائزة عند جمهور الفقهاء (وهم الحنفية والشافعية والحنابلة) واستدل الجمهور لجواز إمامة المرأة للنساء بحديث أم ورقة أن النبی صلی الله عليه وسلم أذن لها أن تؤم نساء أهل دارها. لكن كره الحنفية إمامتها لهن، لأنها لا تخلو عن نقص واجب أو مندوب، فإنه يكره لهن الأذان والإقامة، ويكره تقدم المرأة الإمام عليهن. فإذا صلت النساء صلاة الجماعة بإمامة امرأة وقفت المرأة الإمام وسطهن.

أما المالكية فلا تجوز إمامة المرأة عندهم مطلقا ولو لمثلها فی فرض أو نفل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۶، ص۲۰۵، و۲۰۶، المادة: الذكورة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ تفصیل منقول نہیں کہ اُن کے نزدیک عورت کی امامت مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟

بعض متأخرین مشائخِ حنفیہ اس کے مکروہ تحریمی ہونے کی طرف مائل ہیں، اور بعض مکروہ تنزیہی ہونے کی طرف۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذهب المالكية إلى أن الذكورة شرط لإمامة الصلاة، وأنه لا يجوز أن تؤم المرأة رجلا ولا امرأة مثلها، سواء كانت الصلاة فريضة أو نافلة، وسواء عدمت الرجال أو وجدت لحديث :لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة. وتبطل صلاة المأموم دون المرأة التى صلت إماما فتصح صلاتها.

ووافقهم الحنفية والشافعية والحنابلة والفقهاء السبعة -من فقهاء المدينة -فى منع إمامتها للرجال، لما روى جابر رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :لا تؤمن امرأة رجلا ، إلا أنهم خالفوا المالكية فى مسألة إمامة المرأة للنساء فيرون أن هذا جائز، والحنفية يرون كراهة إمامتها للنساء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۱، ص ۲٦٦، المادة: الامامة)

[1] اور گو کثرت کسی بھی طرف ہو، ترجیح قوتِ دلیل کو ہوا کرتی ہے۔

فإن قلت :لا دلالة للأخبار المذكورة على الاستحباب لجواز أن تكون تعليما للجواز كما أشار إليه صاحب (الدراية) قلت :فهذا القدر ينفى الكراهة التحريمية، كيف ولو كان كذلك لما أمر النبى صلى الله عليه وسلم أم ورقة بما أمرها، ولما ارتكبت عائشة وأم سلمة فعلها.

والظاهر أن محمد بن الحسن أشار فى كتاب الآثار إلى هذا، حيث قال :لا يعجبنا، على ما مر نقله فى المرصد الأول .والذى يظهر أن الحكم بالكراهة لا سيما بالتحريمية من تخريجات المشايخ على حسب أفهامهم ومزعوماتهم لا من كلام أئمتهم، ولعل لكلامهم وجها لم نطلع عليه، وما اطلعنا عليه قد بينا حاله، وفوق كل ذى علم عليم، وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء وهو ذو الفضل العظيم (تحفة النبلاء فى جماعة النساء للكنوى، ص ۲۳، آخر المرصدالثانى، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، ج۵؛ مطبوعة ادارة القرآن كراتشى)

(قَوْلُهُ وَكُرِهَ جَمَاعَةُ النِّسَاءِ وَحْدَهُنَّ) أَىْ كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ كَمَا فِى الْفَتْحِ وَهَذَا فِى غَيْرِ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ؛ لِأَنَّهَا تَفُوتُ لِلْبَاقِيَاتِ بِأَدَاءِ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَلْيُصَلِّينَهَا جَمَاعَةً كَمَا فِى شَرْحِ النُّقَايَةِ (دررالحكام شرح غرر الاحكام، ج ۱، ص ۸٦، جَمَاعَةُ النِّسَاءِ وَحْدَهنَّ)

وَيُكْرَهُ تَحْرِيمًا جَمَاعَةُ النِّسَاءِ وَلَوْ فِى التَّرَاوِيحِ فى غير صلاة جنازة (الدرالمختار، ج ۱ ص ۵٦۵ كتاب الصلاة، باب الامامة)

وَيُكْرَهُ إمَامَةُ الْمَرْأَةِ لِلنِّسَاءِ فِى الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ إلَّا فى صَلَاةِ الْجِنَازَةِ هَكَذَا فى النِّهَايَةِ فَإِنْ فَعَلْنَ وَقَفَتْ الْإِمَامُ وَسَطَهُنَّ وَبِقِيَامِهَا وَسَطَهُنَّ لَا تَزُولُ الْكَرَاهَةُ وَإِنْ تَقَدَّمَتْ عَلَيْهِنَّ إمَامُهُنَّ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہمیں دلائل میں غور کرنے سے حنفیہ کے اُن مشائخ حضرات کا قول راجح معلوم نہ ہوسکا، جو مکروہ تحریمی ہونے کے قائل ہیں، کیونکہ جو عمل صحابیات وازواجِ مطہرات سے ثابت ہو، اور اس کے جائز ہونے کے منسوخ ہونے کی کوئی معقول دلیل بھی نہ ہو، اس کو مکروہ تحریمی قرار دینا مشکل ہے، البتہ عام حالات میں اور بالخصوص عادت بنالینے کی صورت میں زیادہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لم تَفْسُدُ صَلَاتُهُنَّ هٰكَذَا في الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ وَصَلَاتُهُنَّ فُرَادٰى أَفْضَلُ هٰكَذَا في الْخُلَاصَةِ (الفتاوىٰ الهندية ج ۱ ص ۸۵، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفصل الثالث)

امامة المرأة للنساء جائزة الا ان صلاتهن فرادى افضل (خلاصة الفتاوىٰ، ج ۱، ص ۱۴۷، الفصل الخامس عشر، جس آخر فى صحة الاقتداء)

ولا يخفى ما فيه، وبتقدير التسليم فإنما يفيد نسخ السنية، وهو لا يستلزم ثبوت كراهة التحريم فى الفعل بل التنزيه ومرجعها إلى خلاف الأولى، ولا علينا أن نذهب إلى ذلک فإن المقصود اتباع الحق حيث كان (فتح القدير لابن الهمام، ج ۱، ص ۳۵۳، و ۳۵۴، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

فان قيل: هذا مخالف راويه العمل به، فان عائشة رضى الله عنها كانت تؤم النساء فى الصلاة المكتوبة وغيرها، كماسيأتى والراوى اذا عمل بخلاف روايته لم تبق حجة عند الحنفية.

قلنا: هذا اذا لم يمكن الجمع بين عمله وروايته، وهذا ليس كذلک، فان الجمع بينهما ممكن بأن روايتها تدل على كراهة جماعة النساء، وعملها على نفس الاباحة، وكراهة شیء لاتنافى جوازه، كمالايخفى، فلعلها أمت النساء أحياناً لبيان الجواز، أو لتعليم النساء صفة الصلاة، ونحن لاننفى الجواز فى المسألة حتى قلنا بصحة صلاتهن لو صلين جماعة، وكم من مكروه يؤتى به لضرورة التعليم، كماثبت عن عمر رضى الله عنه أنه جهر بالاستفتاح أحيانا لغرض تعليم الجهلة من المقتديين، وهذا هو محمل فعل أم سلمة رضى الله عنها، على أنا لانسلم المنافاة بين روايتها وعملها بل نرى فعلها مايؤيد روايتها كما سيأتى (اعلاء السنن ج ۴ ص ۲۴۲، و ۲۴۳، باب كراهة جماعة النساء)

وأيضاً وجود جماعتهن فى ذلک العصر كان قليلاً، ولم يثبت جماعتهن بطريق العادة لهن مع توفر الدواعى الى نيل فضائلها، فكون جماعتهن كالمتروک فى ذاک الزمان دليل على انهم كانوا لايستحسنونها، وهو المراد بالكراهة، وبه يشعر كلام الامام محمد فى كتاب الآثار، فذكر أولا أثر عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها أنها كانت تؤم النساء فى شهر رمضان، فتقوم وسطا، ثم قال: لايعجبنا أن تؤم المرأة، فان فعلت قامت فى وسط الصف مع النساء، كمافعلت عائشة، وهو قول أبى حنيفة اه (ص: ۳۸). قال الشيخ: وما روى عن أم ورقة غايتها الاباحة لانيل الفضيلة، ولما كان فيه شبهة الكراهة كان الاحتياط فى الترک، لأن الشیء اذا تردد بين المندوب والمكروه كان ترک المندوب أولى، ونظيره تقدم المحرم على المبيح اذا تعارضا. اهـ (اعلاء السنن ج ۴ ص ۲۴۴، باب كراهة جماعة النساء)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سے زیادہ مکروہ تنزیہی قرار دیا جاسکتا ہے، جس کا نتیجہ جائز ہونے کے ساتھ خلافِ اولیٰ ہونا ہے، بشرطیکہ اُن کی امام درمیان میں کھڑی ہو، اور مزید کوئی خرابی بھی لازم نہ آئے۔

آگے اس کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

عورتوں کی جماعت وامامت سے متعلق روایات وآثار

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے جلیلُ القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَؤُمُّ النِّسَاءَ فِيْ رَمَضَانَ تَطَوُّعًا، وَتَقُوْمُ فِيْ وَسَطِ الصَّفِّ (كتاب الآثار لابى يوسف، رقم الحديث ۲۱۲، كتاب الآثار لمحمد بن الحسن، رقم الحديث ۲۱۵)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی رمضان میں تراویح میں امامت کرتی تھیں، اور صف کے درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں (کتاب الآثار)

ایک دوسرے جلیلُ القدر تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ ؛ أَنَّهَا كَانَتْ تَؤُمُّ النِّسَاءَ، تَقُوْمُ مَعَهُنَّ فِي الصَّفِّ (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۴۹۹۱، المرأة تؤم النساء)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں، اور عورتوں کے ساتھ صف میں کھڑی ہوا کرتی تھیں (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَؤُمُّ النِّسَاءَ فِي التَّطَوُّعِ، تَقُوْمُ مَعَهُنَّ فِي الصَّفِّ

(مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۰۸۷، باب المرأة تؤم النساء)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی غیر فرض (یعنی تراویح) میں امامت کرتی تھیں، صف میں اُن کے ساتھ کھڑی ہوکر (عبدالرزاق)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ثقہ تابعیہ حضرت ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ:

أَمَّتْنَا عَائِشَةُ فِي الصَّلَاةِ فَقَامَتْ وَسْطَنَا (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج۸، ص ۳۵۲، تحت رقم الترجمة ۴۶۷۴، الناشر :دار الکتب العلمیة -بیروت) [1]

ترجمہ: ہماری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز میں امامت فرمائی، ہمارے درمیان میں کھڑے ہوکر (ابنِ سعد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ عَائِشَةَ أَمَّتْهُنَّ وَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِيْ صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحدیث ۵۰۸۶، باب المرأة تؤم النساء؛ السنن الکبری، للبیهقی، رقم الحدیث ۵۳۵۵، بَابُ الْمَرْأَةِ تَؤُمُّ النِّسَاءَ فَتَقُوْمُ وَسْطَهُنَّ) [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن کی فرض نماز میں امامت کرائی، اور اُن (عورتوں) کے درمیان میں کھڑی ہوئیں (عبدالرزاق)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہجرت کے بعد ہوا، اور یقیناً ان کی امامت فرمانے کے یہ واقعات ہجرت کے بعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بالغ ہونے کے بعد کے ہیں، جن میں سے بعض واقعات فرض نماز میں اور بعض تراویح کی نماز میں امامت کرانے کے ہیں، اور بعض واقعات میں تابعیہ خواتین کی شرکت کا اور بعض میں تراویح کا بھی ذکر ہے، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بھی بعد کے ہیں۔

لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ابتدائے اسلام کے دور سے متعلق ہے، یا

---

[1] ریطة الحنفية كوفية تابعية ثقة (معرفة الثقات للعجلی، ج۲، ص ۴۵۳، تحت رقم الترجمة ۲۳۳۵، باب الراء، الناشر :مكتبة الدار -المدينة المنورة)

[2] وعن ربطة الحنفية قالت "أمتنا عائشة فقامت بينهن فی الصلاة المكتوبة" وعن حجيرة قالت "أمتنا أم سلمة فی صلاة العصر فقامت بيننا" رواهما الدارقطنی والبيهقی باسنادين صحيحين (المجموع شرح المهذب، ج۴، ص ۱۹۹، باب صلاة الجماعة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بعد میں عورت کی امامت کا جائز ہونا منسوخ ہوگیا، اور مکروہ تحریمی ہونے کا حکم عائد ہوگیا، یہ راجح معلوم نہیں ہوتا۔ [1]

حضرت امِ حسن رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهَا رَأَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَؤُمُّ النِّسَاءَ ، تَقُوْمُ مَعَهُنَّ فِيْ صَفِّهِنَّ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۴۹۸۹،المرأة تؤم النِّسَاء)

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو عورتوں کی امامت کرتے ہوئے دیکھا، آپ ان کی صف میں ان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھیں (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عمار دھنی رحمہ اللہ، اپنی قوم کی حجیر بنتِ حصین نامی خاتون سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

أَمَّتْنَا أُمُّ سَلَمَةَ قَائِمَةً وَسَطَ النِّسَآءِ (مصنف ابنِ ابی شيبة،

---

[1] لأنه -عليه السلام -أقام بمكة بعد النبوة ثلاث عشرة سنة -كما رواه البخاری ومسلم -ثم تزوج عائشة بالمدينة، وبنى بها وهی بنت تسع، وبقيت عنده -عليه السلام -تسع سنين، وما تصلی إماما إلا بعد بلوغها، فكيف يَستقيم حمله على ابتداء الإسلام؟ لكن يمكن أن يقال :إنه منسوخ، وفعلت ذلک حين كانت النساء تحضرن الجماعات ثم نُسخت جماعتهن،والله أعلم(شرح سنن أبی داود للعينی، ج٣، ص٩٧، بَابُ: إمامة النِّساءِ، الناشر :مكتبة الرشد -الرياض)

.ولا يخفى ما فيه، وبتقدير التسليم فإنما يفيد نسخ السنية، وهو لا يستلزم ثبوت كراهة التحريم فی الفعل بل التنزيه ومرجعها إلى خلاف الأولى، ولا علينا أن نذهب إلى ذلک فإن المقصود اتباع الحق حيث كان (فتح القدير لابن الهمام، ج١، ص٣٥٣، و٣٥۴، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

أقول :أشار بآخر كلامه إلى أن كراهة التحريم ليس بحق، واتباع الحق حيث ما كان أحق، كيف لا؟ وقد دلت آثار وأخبار على المشروعية ولم يتعين ناسخ لها ولا يصح حملها على ابتداء الإسلام. والعلل التی ذكروها للكراهة كلها معلولة، فغاية ما فی الباب أن تكون جماعتهن خلاف الأولى نظرا إلى ظاهر ما يفيده حديث أبی داود وابن خزيمة وغيرهم، وهو أمر آخر (تحفة النبلاء فی جماعة النساء للكنوی، ص٢٣، الطريق الخامس، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، ج٥؛ مطبوعة ادارة القرآن كراتشی)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رقم الحدیث ۴۹۸۸، المرأة تؤم النِّسَاء)

ترجمہ: ہماری حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے درمیان میں کھڑے ہوکر امامت فرمائی (ابنِ ابی شیبہ)

اور سنن دار قطنی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَمَّتْنَا أُمُّ سَلَمَةَ فِيْ صَلَاةِ الْعَصْرِ فَقَامَتْ بَيْنَنَا (سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۱۵۰۸، باب صلاۃ النساء جماعة وموقف إمامهن) [1]

ترجمہ: ہماری حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عصر کی نماز میں ہمارے درمیان میں کھڑے ہوکر امامت فرمائی (دار قطنی)

عبدالرحمٰن بن خلاد انصاری سے حضرت اُمِ ورقہ بنتِ عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایت ہے کہ:

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا فِيْ بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا، وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : فَأَنَا رَأَيْتُ مُؤَذِّنَهَا شَيْخًا كَبِيْرًا (ابو داؤد، رقم الحدیث ۵۹۲، بَابُ إِمَامَةِ النِّسَاءِ)

ترجمہ: اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن (اُمِ ورقہ) کے گھر میں جا کر اُن کی زیارت کیا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے ایک مرد مؤذن کو مقرر کر دیا تھا، جو اُن کے لئے اذان دیتا تھا، اور حضرت اُمِّ ورقہ کو آپ نے حکم فرمایا تھا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں، عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اُن کے مؤذن کو بہت بوڑھے ہونے کی حالت میں دیکھا ہے (ابوداؤد)

---

[1] أم ورقة "أن النبی صلی اللہ علیه وسلم أمرها أن تؤم أهل دارها "رواه أبو داود ولم یضعفه وعن ربطة الحنفیة قالت "أمتنا عائشة فقامت بینهن فی الصلاة المکتوبة "وعن حجیرة قالت "أمتنا أم سلمة فی صلاة العصر فقامت بیننا "رواهما الدارقطنی والبیهقی بإسنادین صحیحین (المجموع شرح المهذب، ج۴، ص ۱۹۹، باب صلاة الجماعة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس حدیث کو تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ ابنِ خزیمہ، اور دارقطنی نے اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے۔ ؎۱

اور امام بیہقی اور ابو نعیم نے بھی مختلف سندوں کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ ؎۲

؎۱ ثنا نَصُرُ بُنُ عَلِيٍّ، نا عَبُدُ اللَّهِ بُنُ دَاوُدَ، عَنِ الُوَلِيدِ بُنِ جَمِيعٍ، عَنُ لَيُلَى بِنُتِ مَالِكٍ، عَنُ أَبِيهَا، وَعَنُ عَبُدِ الرَّحُمَنِ بُنِ خَلَّادٍ، عَنُ أُمِّ وَرَقَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ :انُطَلِقُوا بِنَا نَزُورُ الشَّهِيدَةَ ، وَأَذِنَ لَهَا أَنُ تُؤَذِّنَ لَهَا، وَأَنُ تَؤُمَّ أَهُلَ دَارِهَا فِي الُفَرِيضَةِ، وَكَانَتُ قَدُ جَمَعَتِ الُقُرُآنَ (صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ١٦٧٦، باب إمامة المرأة النساء فى الفريضة)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكُرٍ النَّيُسَابُورِيُّ ,ثنا أَحُمَدُ بُنُ مَنُصُورٍ ,ثنا أَبُو أَحُمَدَ الزُّبَيُرِيُّ ,ثنا الُوَلِيدُ بُنُ جَمِيعٍ ,حَدَّثَتُنِي جَدَّتِي ,عَنُ أُمِّ وَرَقَةَ وَكَانَتُ تَؤُمُّ ,أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لَهَا أَنُ تَؤُمَّ أَهُلَ دَارِهَا (سنن الدارقطنى، رقم الحديث ١٥٠٦، باب صلاة النساء جماعة وموقف إمامهن)

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيُمٍ، قَالَ :حَدَّثَنَا الُوَلِيدُ، قَالَ :حَدَّثَتُنِي جَدَّتِي، عَنُ أُمِّ وَرَقَةَ بِنُتِ عَبُدِ اللهِ بُنِ الُحَارِثِ الُأَنُصَارِيِّ، وَكَانَتُ قَدُ جَمَعَتِ الُقُرُآنَ، "وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ قَدُ أَمَرَهَا أَنُ تَؤُمَّ أَهُلَ دَارِهَا "، وَكَانَ لَهَا مُؤَذِّنٌ، وَكَانَتُ تَؤُمُّ أَهُلَ دَارِهَا (مسند احمد ، رقم الحديث ٢٧٢٨٣)

؎۲ حَدَّثَنَا الُوَلِيدُ بُنُ جَمِيعٍ قَالَ :حَدَّثَتُنِي جَدَّتِي، عَنُ أُمِّ وَرَقَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَوُ أَذِنَ لَهَا أَنُ تَؤُمَّ أَهُلَ دَارِهَا وَكَانَتُ قَدُ قَرَأَتِ الُقُرُآنَ عَلَى عَهُدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ عَبُدُ اللَّهِ بُنُ دَاوُدَ الُخُرَيُبِيُّ، عَنِ الُوَلِيدِ، عَنُ لَيُلَى بِنُتِ مَالِكٍ، وَعَبُدِ الرَّحُمَنِ بُنِ خَلَّادٍ الُأَنُصَارِيِّ، عَنُ أُمِّ وَرَقَةَ وَقَالَ :فِي الُفَرَائِضِ (معرفة السنن والآثار، رقم الحديث ٥٩٧٢، و٥٩٧٣، باب إثبات إمامة المرأة)

عَبُدُ الُعَزِيزِ بُنُ أَبَانَ، عَنِ الُوَلِيدِ بُنِ عَبُدِ اللهِ بُنِ جُمَيُعٍ، عَنُ عَبُدِ الرَّحُمَنِ بُنِ خَلَّادٍ، عَنُ أَبِيهِ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِأُمِّ وَرَقَةَ أَنُ تَؤُمَّ أَهُلَ دَارِهَا، وَكَانَ لَهَا مُؤَذِّنٌ "رَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنِ الُوَلِيدِ بُنِ جُمَيُعٍ، عَنُ جَدَّتِهِ، وَعَبُدِ الرَّحُمَنِ بُنِ خَلَّادٍ الُأَنُصَارِيِّ، عَنُ أُمِّ وَرَقَةَ وَرَوَاهُ ابُنُ فُضَيُلٍ، وَالُخُرَيُبِيُّ، وَأَبُو نُعَيُمٍ، كُلُّهُمُ عَنِ الُوَلِيدِ (معرفة الصحابة لابى نعيم، رقم الحديث ٧٤٨٧)

عَبُدُ اللهِ بُنُ دَاوُدَ الُخُرَيُبِيُّ، ثنا الُوَلِيدُ بُنُ جُمَيُعٍ، عَنُ لَيُلَى بِنُتِ مَالِكٍ، عَنُ أُمِّهَا، وَعَنُ عَبُدِ الرَّحُمَنِ بُنِ خَلَّادٍ الُأَنُصَارِيِّ، عَنُ أُمِّ وَرَقَةَ الُأَنُصَارِيَّةِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ " :انُطَلِقُوا بِنَا إِلَى الشَّهِيدَةِ نَزُورُهَا "وَأَمَرَهَا أَنُ تُؤَذِّنَ فِي دَارِهَا وَتُقِيمَ، وَأَنُ تَؤُمَّ أَهُلَ دَارِهَا فِي الُفَرَائِضِ "وَرَوَاهُ أَبُو نُعَيُمٍ، وَوَكِيعٌ، وَغَيُرُهُمَا، عَنِ الُوَلِيدِ. (معرفة الصحابة لابى نعيم، رقم الحديث ٧٧١٦)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نیز اسحاق بن راہویہ اور امام طبرانی نے بھی کچھ اضافہ کے ساتھ اُمِ ورقہ کی حدیث کو روایت کیا ہے، جس میں یہ تفصیل بھی ہے کہ حضرت اُمِ ورقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شہید کردی گئی تھیں۔ ۱؎

اور اس حدیث کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن بعض نے مختلف سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ ۲؎

۱؎ أَخْبَرَنَا الْمُلَائِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جُمَيْعٍ حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَتْ قَدْ جَمَعَتِ الْقُرْآنَ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ غَزَا بَدْرًا قَالَتْ لَهُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَكَ أُدَاوِي جَرْحَاكُمْ وَأُمَرِّضَ مَرْضَاكُمْ لَعَلَّ أَنْ تُهْدَى لِي شَهَادَةٌ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ مَهْدٍ لَكِ شَهَادَةً فَكَانَ يُسَمِّيهَا الشَّهِيدَةَ وَكَانَ أَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا فَكَانَ لَهَا مُؤَذِّنٌ فَكَانَتْ تَؤُمُّ أَهْلَ دَارِهَا حَتَّى غَمَّتْهَا جَارِيَةٌ لَهَا وَغُلَامٌ لَهَا كَانَتْ قَدْ دَبَّرَتْهُمَا فَقَتَلَاهَا فِي إِمَارَةِ عُمَرَ فَقِيلَ إِنَّ أُمَّ وَرَقَةَ قُتِلَتْ قَتَلَهَا غُلَامُهَا وَجَارِيَتُهَا فَقَامَ عُمَرُ فِي النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ أُمَّ وَرَقَةَ غَمَّتْهَا جَارِيَتُهَا وَغُلَامُهَا حَتَّى قَتَلَاهَا وَإِنَّهُمَا هَرَبَا فَأُتِيَ بِهِمَا فَصَلَبَهُمَا فَكَانَا أَوَّلَ مَصْلُوبَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ ثم قال عمر صَدَقَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقُولُ انْطَلِقُوا بِنَا نَزُورُ الشَّهِيدَةَ (مسند إسحاق بن راهويه، رقم الحديث ٢٣٨١)

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ثنا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، ثنا الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُمَيْعٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي، عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا وَيُسَمِّيهَا الشَّهِيدَةَ، وَكَانَتْ قَدْ جَمَعَتِ الْقُرْآنَ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ غَزَا بَدْرًا قَالَتْ لَهُ " :تَأْذَنُ لِي فَأَخْرُجَ مَعَكَ أُدَاوِي جَرْحَاكُمْ، وَأُمَرِّضَ مَرْضَاكُمْ لَعَلَّ اللهَ يُهْدِي لِي شَهَادَةً، قَالَ :إِنَّ اللهَ يُهْدِي لَكِ شَهَادَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا، وَكَانَ لَهَا مُؤَذِّنٌ، وَكَانَتْ تَؤُمُّ أَهْلَ دَارِهَا حَتَّى عَدَا عَلَيْهَا جَارِيَةٌ، وَغُلَامٌ لَهَا كَانَتْ دَبَّرَتْهُمَا فَقَتَلَاهَا فِي إِمَارَةِ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ :إِنَّ أُمَّ وَرَقَةَ قَدْ قَتَلَهَا غُلَامُهَا وَجَارِيَتُهَا فَقَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ :إِنَّ أُمَّ وَرَقَةَ عَدَا عَلَيْهَا غُلَامُهَا، وَجَارِيَتُهَا فَقَتَلَاهَا، وَإِنَّهُمَا هَرَبَا، فَأُتِيَ بِهِمَا، فَصَلَبَهُمَا، فَكَانَا أَوَّلَ مَصْلُوبَيْنِ بِالْمَدِينَةِ، قَالَ عُمَرُ :صَدَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَقُولُ :انْطَلِقُوا نَزُورُ الشَّهِيدَةَ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٣٢٦)

۲؎ وقوله :مع النساء فى حديث أم ورقة مقالا، إشارة إلى ما قاله المنذرى فى "مختصره "لسنن أبى داود فى سنده الوليد بن جميع وفيه مقال ولا يضره ذلك، فإن مسلما أخرج له وكفى هذا فى عدالته وصدقه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ ایک دوسری اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ اور ایک اور صحابیہ حضرت اُمِّ ورقہ رضی اللہ عنہما نے بھی بعض اوقات خواتین کی امامت کرائی ہے، اور یہ واقعات ابتدائے اسلام کے نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے بعض واقعات تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بھی بعد کے ہیں، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تَـؤُمُّ الْمَرْأَةُ النِّسَاءَ تَقُوْمُ فِيْ وَسَطِهِنَّ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۰۸۳، باب المرأة تؤم النساء)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت عورتوں کی امامت کرسکتی ہے، اُن کے درمیان میں کھڑی ہوکر (عبدالرزاق)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فإن قلت :قد قال ابن بطال فی کتابه :الولید بن جمیع، وعبد الرحمن بن خلاد لا یعرف حالیهما.
قلت :ذکرهما ابن حبان فی "الثقات" فالحدیث إذا صحیح (البنایة شرح الهدایة، ج۲، ص ۳۳۹، باب فی الامامة)
قلت :وهذا إسناد حسن ,الولید بن جمیع احتج به مسلم کما قال الحاکم ووافقه الذهبی ,وأما جدته واسمها لیلی بنت مالک کما فی روایة الحاکم فلا تعرف کما قال الحافظ فی "التقریب ," وأما عبد الرحمن بن خلاد فمجهول الحال ,وأورده ابن حبان فی "الثقات" علی قاعدته !لکن هو مقرون بلیلی فأحدهما یقوی روایة الآخر ,لا سیما والذهبی یقول فی "فصل النسوة المجهولات" :"وما علمت فی النساء من اتهمت ,ولا من ترکوها."
ولعل هذا هو وجه إقرار الحافظ ابن حجر فی "بلوغ المرام" تصحیحه ابن خزیمة للحدیث ,مع أنه أعله فی "التلخیص" (ص ۱۲۱) بقوله" :وفی إسناده عبد الرحمن بن خلاد وفیه جهالة."
وذهل عن متابعة لیلی إیاه ,وإلا لذکرها وبین حالها کما فعل بمتبوعها ابن خلاد وکأنه اعتمد علی روایة لأبی داود ,فإنها لم تذکر فیها ,وعکس ذلک الدارقطنی وأحمد فی روایة له فذکراها دون ابن خلاد .والحدیث أعله المنذری بالولید بن عبد الله .وقد رددته علیه فی "صحیح أبی داود ۶۰۵"، بما خلاصته أن مسلماً احتج به کما سبق ,وأن جماعة وثقوه کابن معین وغیره ,ونقل صاحب "التعلیق المغنی" عن العلامة العینی أنه قال" :حدیث صحیح ."والحق أنه حسن ,والله أعلم (إرواء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل للالبانی، تحت رقم الحدیث ۴۹۳)

Idara Ghufran

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ وہ بھی عورت کی امامت کو جبکہ وہ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو، جائز سمجھتے ہیں، اگر یہ عمل مکروہ تحریمی ہوتا تو وہ یقیناً اس کی اجازت نہ دیتے۔ [1]

جلیل القدر تابعین حضرت مجاہد اور حضرت عطاء رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَا: تَؤُمُّ الْمَرْأَةُ النِّسَاءَ فِي الْفَرِيضَةِ، وَالتَّطَوُّعِ تَقُومُ وَسَطَهُنَّ

(مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۰۸۱، باب المرأة تؤم النساء)

ترجمہ: ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ عورت، عورتوں کی فرض اور غیر فرض نماز میں امامت کرسکتی ہے، ان کے بیچ میں کھڑی ہوکر (عبدالرزاق)

حضرت مجاہد اور حضرت عطاء جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، جن کے اقوال اور فتاویٰ سے

---

[1] وَالْحَاصِلُ اَنَّهُ اِذَا صَحَّ لَهُ قَوْلٌ عَنْ وَاحِدٍ مِنَ الْمَعْرُوفِيْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قُضِيَ بِهٖ وَقُدِّمَهُ عَلَى الْقِيَاسِ (المبسوط للسرخسی جلد۸جزء ۱۶، کتاب ادب القاضی)

وَالْحَاصِلُ اَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ يَجِبُ تَقْلِيْدُهٗ عِنْدَنَا اِذَا لَمْ يُنْفِهِ شَيْئٌ آخَرُ مِنَ السُّنَّةِ (ردالمحتار جلد۲، باب الجمعة)

وَقَالَ الْخَطِيْبُ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْمَوْقُوْفَاتِ عَلَى الصَّحَابَةِ جَعَلَهَا كَثِيْرٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ بِمَنْزِلَةِ الْمَرْفُوْعَاتِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي لُزُوْمِ الْعَمَلِ بِهَا وَتَقْدِيْمِهَا عَلَى الْقِيَاسِ وَاِلْحَاقِهَا بِالسُّنَنِ. انتهٰى (مقدمة فتح الملهم، شرح صحيح مسلم جلد ۱ صفحه۱۱۵)

اَنَّ اِحْتِمَالَ الضَّعِيْفِ بِالْوَاسِطَةِ حَيْثُ كَانَ تَابِعِيًّا لَا سِيَّمَا بِالْكِذْبِ بَعِيْدٌ جِدًّا، فَاِنَّهٗ ﷺ اَثْنٰى عَلٰى عَصْرِ التَّابِعِيْنَ وَشَهِدَ لَهٗ بَعْدَ الصَّحَابَةِ بِالْخَيْرِيَّةِ كَمَا تَقَدَّمَ بِحَيْثُ اِسْتَدَلَّ بِذٰلِكَ عَلٰى تَعْدِيْلِ اَهْلِ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ وَاِنْ تَفَاوَتَتْ مَنَازِلُهُمْ بِالْفَضْلِ (فتحُ المغيث صفحه ۵۶)

ثم قال ابن الهمام: وقد يجاب بجواز كونه إخبارا عن مواظبة كانت قبل النسخ.

وقوله: كانت تؤم في رمضان، لا يستلزم التراويح.

وقوله: جعل لها مؤذنا وأمرها أن تؤم لا يستلزم استمرار إمامتها إلى وفاته صلى الله عليه وسلم.

وما رواه عبد الرزاق عن إبراهيم بن محمد عن داود بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس قال: تؤم المرأة النساء فتقوم وسطهن. لا يقتضي علم ابن عباس ببقاء شرعيتها بجواز كون المراد إفادة مقامها بتقدير ارتكابها ذلك، أوخفي على ابن عباس الناسخ. انتهى.

أقول: هذا كله كما أشار إليه ضعيف، فإن أمثال هذه الاحتمالات الركيكة الغير الظاهرة لا تسمع إلا بعد تعيين الناسخ وإذ ليس فليس (تحفة النبلاء في جماعة النساء للكنوى، ص ۲۰ تا ۲۳، الطريق الخامس)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فقہائے کرام استدلال کرتے ہیں۔ [1]

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَالشَّعْبِيِّ، قَالَا: لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ بِالنِّسَاءِ فِي رَمَضَانَ، تَقُومُ فِي وَسَطِهِنَّ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۰۸۴، باب المرأة تؤم النساء؛ مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۴۹۹۲، المرأة تؤم النساء)

ترجمہ: حضرت ابراہیم اور حضرت شعبی رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت، عورتوں کو رمضان میں نماز پڑھائے، ان کے بیچ میں کھڑی ہوکر (عبدالرزاق)

حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت شعبی رحمہما اللہ بھی جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، ان کے اقوال بھی فقہائے کرام کے نزدیک بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ [2]

---

[1] قَوْلُ التَّابِعِيِّ الْكَبِيْرِ الَّذِیْ ظَهَرَ فَتْوَاهُ فِیْ زَمَنِ الصَّحَابَةِ حُجَّةٌ عِنْدَنَا كَالصَّحَابِيِّ (قواعد فی علوم الحدیث ،مقدمه اعلاء السنن ص ۱۳۲)

اَلَّذِيْنَ اِتَّفَقَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى اِمَامَتِهِمْ كَالزُّهْرِيِّ وَقَتَادَةَ وَعَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ وَاَمْثَالِهِمْ (ایضاً ص ۱۵۸)

قَوْلُ التَّابِعِيِّ الْكَبِيْرِ الَّذِیْ ظَهَرَ فَتْوَاهُ فِیْ زَمَنِ الصَّحَابَةِ حُجَّةٌ عِنْدَنَا كَالصَّحَابِيِّ، كَذَا فِی التَّوْضِيْحِ وَقَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ فِیْ اِعْلَامِ الْمُوْقِعِيْنَ قَدِ اخْتَلَفَ السَّلَفُ فِیْ ذَالِکَ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ يَجِبُ اِتِّبَاعُ التَّابِعِيِّ فِيْمَا اَفْتٰى بِهٖ وَلَمْ يُخَالِفْهُ فِيْهِ صَحَابِيٌّ وَلَا تَابِعِيٌّ وَهٰذَا قَوْلُ بَعْضِ الْحَنَابِلَةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَقَدْ صَرَّحَ الشَّافِعِيُّ فِیْ مَوْضِعٍ بِاَنَّهٗ قَالَهٗ تَقْلِيْدًا لِعَطَاءٍ وَهٰذَا مِنْ كَمَالِ عِلْمِهٖ وَفِقْهِهٖ فَاِنَّهٗ لَمْ يَجِدْ فِی الْمَسْئَلَةِ غَيْرَ قَوْلِ عَطَاءٍ فَكَانَ قَوْلُهٗ عِنْدَهٗ اَقْوٰى مَا وَجَدَ فِی الْمَسْئَلَةِ وَمَنْ تَأَمَّلَ كُتُبَ الْاَئِمَّةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَجَدَهَا مَشْحُوْنَةً بِالْاِحْتِجَاجِ بِتَفْسِيْرِ التَّابِعِيِّ (قواعد فی علوم الحدیث ،مقدمه اعلاء السنن ،صفحه ۱۳۲)

وعطاء ابن ابی رباح امام مطلق فی الحدیث (المبسوط للسرخسی، جلد ۱۴، کتاب الشفعة)

[2] قَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ حُجَّةٌ عِنْدَنَا اِذَا لَمْ يُخَالِفْ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ فَمَا فَوْقَهٗ (قواعد فی علوم الحدیث ،مقدمه اعلاء السنن صفحه ۱۳۲)

الشعبی عامر بن شراحیل بن عبد بن ذی كبار وذو كبار ...... قلت :رأى عليا -رضی الله عنه -وصلى خلفه. وسمع من :عدة من كبراء الصحابة .... قال أحمد بن عبد الله العجلی :سمع الشعبی من ثمانية وأربعين من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم .-قال :ولا يكاد يرسل إلا صحيحا .... عن ابن سيرين، قال : قدمت الكوفة، وللشعبی حلقة عظيمة، والصحابة يومئذ كثير (سير أعلام النبلاء، ج۴، ص ۲۹۴، ملخصاً)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت امام عبدالرزاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: تَؤُمُّ الْمَرْأَةُ النِّسَاءَ مِنْ غَيْرِ أَنْ تَخْرُجَ أَمَامَهُنَّ، وَلٰكِنْ تُحَاذِي بِهِنَّ فِي الْمَكْتُوبَةِ، وَالتَّطَوُّعِ قُلْتُ: وَإِنْ كَثُرْنَ حَتّٰى يَكُنَّ صَفَّيْنِ أَوْ أَكْثَرَ؟ قَالَ: وَأَنْ تَقُومَ وَسَطَهُنَّ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٥٠٨٠، باب المرأة تؤم النساء)

ترجمہ: حضرت ابنِ جریج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت عورتوں کی امامت کر سکتی ہے، بغیر اس کے کہ اُن کے آگے نکل کر کھڑی ہو، بلکہ اُن کے ساتھ کھڑی ہوگی، فرض اور غیر فرض نماز میں، میں نے کہا کہ اگر چہ وہ عورتیں زیادہ ہوں، یہاں تک کہ دو یا زیادہ صفیں ہوں؟ تو ابنِ جریج نے فرمایا کہ (تب بھی) ان کے درمیان ہی کھڑی ہوگی (عبدالرزاق)

ابنِ جریج بھی جلیلُ القدر محدث ہیں، جنہوں نے مکہ مکرّمہ میں سب سے پہلے دین کی تدوین فرمائی۔ [1]

حضرت امام عبدالرزاق رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ: تَؤُمُّ الْمَرْأَةُ النِّسَاءَ فِي رَمَضَانَ وَتَقُومُ مَعَهُنَّ فِي الصَّفِّ قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ عِكْرِمَةَ يَقُولُ مِثْلَ ذٰلِكَ

---

[1] ابن جريج الأموى عبد الملک بن عبد العزيز بن جريج الإمام، العلامة، الحافظ، شيخ الحرم، أبو خالد، وأبو الوليد القرشى، الأموى، المكى، صاحب التصانيف وأول من دون العلم بمكة .... وروى :أحمد بن حنبل، عن عبد الرزاق، قال:

ما رأيت أحدا أحسن صلاة من ابن جريج.

أنبأنى المسلم بن محمد، أنبأنا الكندى، أنبأنا القزاز، أنبأنا أبو بكر بن ثابت، أنبأنا على بن محمد المعدل، حدثنا إسماعيل الصفار، حدثنا محمد بن عبيد الله المنادى، حدثنا أحمد بن حنبل، حدثنا عبد الرزاق، قال:

أهل مكة يقولون :أخذ ابن جريج الصلاة من عطاء ، وأخذها عطاء من ابن الزبير، وأخذها ابن الزبير من أبى بكر، وأخذها أبو بكر من النبى -صلى الله عليه وسلم (سير اعلام النبلاء، ج٦، ص٣٢٥، ملخصا)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۵۰۸۵، باب المرأة تؤم النساء)

ترجمہ: حضرت معمر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت عورتوں کی رمضان میں امامت کرسکتی ہے، اور وہ اُن کے ساتھ صف میں کھڑی ہوگی، حضرت معمر نے فرمایا کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت عکرمہ سے سُنا کہ انہوں نے بھی اسی طرح فرمایا (عبدالرزاق)

حضرت معمر بھی جلیلُ القدر محدث اور حضرت قتادہ اور زہری جیسے جلیلُ القدر محدثین کے شاگرد ہیں۔ [1]

ان روایات سے عورت کا عورتوں کی امامت کا اس شرط کے ساتھ جائز ہونا معلوم ہوا کہ امام عورت اپنی مقتدی خواتین سے آگے نکل کر کھڑی نہ ہو، بلکہ عورتوں کے درمیان اور وسط میں کھڑی ہو، اور خواتین کے زیادہ ہونے کی صورت میں پہلی صف کے پیچھے صف بنائی جائے۔

اس کے برعکس بعض روایات سے عورت کی امامت کی کراہت معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ : لاَ تَؤُمُّ الْمَرْأَةُ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۴۹۹۴، من كره أَنْ تَؤُمَّ الْمَرْأَةُ النِّسَاءَ)

ترجمہ: عورت امامت نہیں کرے گی (ابنِ ابی شیبہ)

---

[1] معمر بن راشد أبو عروة الأزدى مولاهم الإمام، الحافظ، شيخ الإسلام، أبو عروة بن أبى عمرو الأزدى مولاهم، البصرى، نزيل اليمن. مولده: سنة خمس، أو ست وتسعين. وشهد جنازة الحسن البصرى، وطلب العلم وهو حدث. حدث عن: قتادة، والزهرى، وعمرو بن دينار، وهمام بن منبه، وأبى إسحاق السبيعى، ومحمد بن زياد القرشى، وعمار بن أبى عمار المكى، وعبد الله بن طاووس ومطر الوراق، وعبد الله أخى الزهرى، والجعد أبى عثمان، وسماك بن الفضل، وإسماعيل بن أمية، وعبد الكريم الجزرى، وعاصم الأحول، وثابت البنانى، وعاصم بن أبى النجود، ويحيى بن أبى كثير ومنصور بن المعتمر، وسليمان الأعمش، وزيد بن أسلم، وأيوب السختيانى، وزياد بن علاقة، ومحمد بن المنكدر، وطبقتهم. وكان من أوعية العلم، مع الصدق، والتحرى، والورع، والجلالة، وحسن التصنيف (سير اعلام النبلاء، ج۷، ص۵، ملخصاً)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مگر اس روایت میں یہ تفصیل مذکور نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصود عورت کو عورتوں کی امامت سے منع فرمانا ہے، یا مَردوں کی امامت سے منع فرمانا ہے، اور پھر یہ منع فرمانا کس درجہ کا ہے، آیا کراہتِ تحریمی کے درجہ کا یا کراہتِ تنزیہی کے درجہ کا۔

اور دلائل سے یہ واضح ہو چکا کہ عورت کا عورت کی امامت کرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عون سے روایت ہے کہ:

كَتَبْتُ إِلٰى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ ، أَتَؤُمُّ الْمَرْأَةُ النِّسَاءَ ؟ فَقَالَ : لاَ أَعْلَمُ الْمَرْأَةَ تَؤُمُّ النِّسَاءَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۴۹۹۵، من کره أَنْ تَؤُمَّ الْمَرْأَةُ النِّسَاءَ)

ترجمہ: میں نے حضرت نافع کی طرف یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ کیا عورت، عورتوں کی امامت کر سکتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے علم میں عورت کا عورتوں کی امامت کرنا نہیں ہے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت نافع دراصل حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، ان کے مذکورہ حکم فرمانے کی

---

[1] (قوله :ومن منهياته) يشمل المكروه تنزيها فإنه منهى عنه اصطلاحا حقيقة كما قدمناه عن التحرير آنفا، فافهم (ردالمحتار، ج ۱، ص ۱۳۳، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

مطلب فى تعريف المكروه، وأنه قد يطلق على الحرام والمكروه تحريما وتنزيها .(قوله: ومكروهه) هو ضد المحبوب؛ قد يطلق على الحرام كقول القدورى فى مختصره :ومن صلى الظهر فى منزله يوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له كره له ذلك .وعلى المكروه تحريما : وهو ما كان إلى الحرام أقرب، ويسميه محمد حراما ظنيا .وعلى المكروه تنزيها :وهو ما كان تركه أولى من فعله، ويرادف خلاف الأولى كما قدمناه.

وفى البحر :من مكروهات الصلاة المكروه فى هذا الباب نوعان :أحدهما ما كره تحريما، وهو المحمل عند إطلاقهم الكراهة كما فى زكاة فتح القدير، وذكر أنه فى رتبة الواجب لا يثبت إلا بما يثبت به الواجب يعنى بالظنى الثبوت .ثانيهما المكروه تنزيها، ومرجعه إلى ما تركه أولى، وكثيرا ما يطلقونه كما فى شرح المنية، فحينئذ إذا ذكروا مكروها فلا بد من النظر فى دليله، فإن كان نهيا ظنيا يحكم بكراهة التحريم إلا لصارف للنهى عن التحريم إلى الندب، فإن لم يكن الدليل نهيا بل كان مفيدا للترك الغير الجازم فهى تنزيهية .اهـ . (ردالمحتار، ج ۱، ص ۱۳۱، و۱۳۲، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے زمانے میں عورتوں کی امامت کا رواج نہیں تھا۔

جس سے معلوم ہوا کہ خیرُ القرون کے دور میں باوجود عورت کی امامت کے درست ہونے کے، اس کا عام معمول اور رواج نہیں رہا۔ ؎

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ": لَا خَيْرَ فِي جَمَاعَةِ النِّسَاءِ، إِلَّا فِي مَسْجِدٍ أَوْ فِي جِنَازَةِ قَتِيلٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۳۷۶؛ المعجم الأوسط، رقم الحديث ۹۳۵۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر

؎ والرَّابعُ :أنَّ الجماعةَ فی حقِّ الرِّجالِ سنةٌ مؤكدةٌ بل واجبةٌ على ما هو مختارُ محقِّقی علماءِ الملةِ، ودلَّتْ عليه الأخبارُ النَّبويّةِ، وهی فی حقِّهم من شعائرِ الملةِ، فلذلکَ شاعتْ شيوعاً تاماً، ولا كذلک جماعةُ النِّساءِ، فإنّها ليست بسنةٍ مؤكدةٍ، ولا واجبةٍ، فإن دلَّ عدمُ شيوعِها دَلَّ على عدمِ استنانِها وعدَمِ وجوبِها، لا على عدَمِ استحبابِها وعدَمِ مشروعيتها.

والخامس :أنَّ النِّساءَ كانت مجازاتٌ فی زمانِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم وأصحابِهِ لحضورِ جماعةِ الرِّجالِ واقتدائهنَّ بهم فی المساجدِ وحضورهنَّ معهم فی الجُمَعِ والأعياد، كما دلَّتْ عليه أحاديثُ نبويةٌ مُخَرَّجَةٌ فی كُتُبِ حديثيةٍ، من ذلک:

حديثُ ابنُ عُمَرَ وأبی هُرَيْرَةَ مرفوعاً) :(لا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ وحديثُ ابنُ عُمَرَ مرفوعاً لا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ.

وحديثُ ابنُ عُمَرَ، قال النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم :اِئْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِالْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ)، فقال ابنٌ له أی لابنِ عُمَرَ :واللهِ لا نأذنُ لهنَّ فيتخذنهُ دغلاً، والله لا نأذنُ لهنَّ، فسبَّهُ ابنُ عُمَرَ وغضِبَ عليه، وقال أقول :قال رَسُولُ اللهِ:اِئْذَنُوا لَهُنَّ، وتقول لا نأذنُّ لهنَّ .

وحديثُ عَائِشَةَ قالت :لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا مُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ إلى غيرِ ذلک.

أخرجَها أبو دَاوُدَ وغيرُهُ فلم يكنْ فی تلکِ الأزمنةِ المتبركةِ ضرورةٌ إلی جماعةِ النِّساءِ وحدَهُنَّ فی بيوتِهنَّ، فلذلک لم يحصلْ لها الشُّيوعِ كجماعةِ الرِّجال، ولولا ذلک لشاعتْ كشيوعِ جماعةِ الرِّجالِ، فلا يلزمُ من عدَمِ شيوعِها عدَمُ مشروعيتِها لا سيما فی أزمنةٍ مُنعتْ النِّساءُ عن حضورِ الجُمَعِ والجماعاتِ، وحرمتْ عن الشّركةِ مع الرِّجالِ فی محالِ البركاتِ والعباداتِ (تحفة النبلاء فی جماعة النساء للكنوی، ص۱۷، و۱۸، المرصد الثانی، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، ج۵؛ مطبوعة ادارة القرآن كراتشی)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نہیں، مگر یہ کہ مسجد میں ہو، یا کسی شہید کے جنازے میں ہو (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی جماعت میں خیر نہیں ہے، اور خیر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے ان کی جماعت کو پسند نہیں کیا۔

مگر اس حدیث کی سند کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، نیز بعض روایات میں عورتوں کی جماعت کے بجائے عورتوں کے اجتماع کے الفاظ ہیں۔ [1]

---

[1] فی حاشية مسند احمد:

إسناده ضعيف لضعف ابنِ لَهيعة -وهو عبد الله -وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين، غير الوليد بن أبي الوليد، فمن رجال مسلم، وجهَّله ابنُ الجوزي !وقد روى عنه جمع، ووثَّقه أبو زرعة، وسُئل عنه أبو داود، فقال فيه خيراً، وذكره ابنُ حبان في "الثقات" وقال :ربما خالف على قلة روايته. وأخرجه ابن الجوزي في العلل المتناهية ١٥٠٠ من طريق الإمام أحمد، بهذا الإسناد .وقال :ابن لهيعة ضعيف، والوليد مجهول! وأخرجه الطبراني في "الأوسط" ٩٣٥٥ من طريق أبي صالح الحراني، عن ابن لهيعة، به .وقال: لم يرو هذا الحديث عن الوليد بن أبي الوليد إلا ابنُ لهيعة.

وأورده الهيثمي في المجمع، وقال :رواه أحمد والطبراني في "الأوسط "وفيه ابن لهيعة، وفيه كلام.

ويعارضه ما أخرجه السلمي في "تاريخ جرجان "ص٣٦٥ من طريق محمد ابن جعفر، عن ليث بن أبي سُليم، عن عطاء ، عن عائشة قلت :يا رسول الله إنَّ النساءَ إذا مات الميت اجتمعنَ، فقال" :لا خير في اجتماعهنَّ، إنهنَّ إذا اجتمعن، قُلن وقُلن ."قلنا :لكن ليث بن أبي سليم ضعيف كذلك .وسيرد برقم ٢٥٢١٣ .وله شاهد من رواية الوازع بن نافع، وقد اختلف عنه :فرواه مغيرة بن سقلاب كما عند الطبراني في "الكبير ١٣٢٢٨ ، عن الوازع، عن سالم، عن ابن عمر مرفوعاً بلفظ" :لا خير في جماعة النساء إلا عند ميت، فإنهن إذا اجتمعن قلن وقلن ."ولفظ "إلا "وقع في المطبوع : "ولا"، وكذلك وقع عند الهيثمي في "المجمع ، وقال فيه :رواه الطبراني في "الكبير ."وفيه الوازع بن نافع، وهو ضعيف. ورواه على بن ثابت الجزري كما عند الطبراني في "الكبير "و"الأوسط ، عن الوازع، عن أبي سلمة بن عبد الرحمن، عن خولة بنت اليمان، مرفوعاً بلفظ حديث ابن عمر السالف، ووقع لفظ" :إلا عند ميت "في "مجمع الزوائد "ولا عند ميت "مع أنه ترجم له بقوله :باب حضور النساء عند الميت، وقال :وفيه الوازع بن نافع، وهو متروك. وفي الباب كذلك عن عبادة بن الصامت عند الطبراني فيما ذكر الهيثمي -بلفظ" :لا خير في اجتماعهنَّ إلا عند ذكرٍ، أو جنازة "...وقد أورده الهيثمي في "المجمع "وقال :رواه الطبراني من طريق يحيى بن إسحاق، عن عبادة، ويحيى لم يدرك عبادة، وبقية رجاله رجال الصحيح.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں ہے۔ ۱

مگر تحقیق کرنے سے اس حدیث کا غیر معمولی ضعیف ہونا معلوم ہوا۔ ۲

اور اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے عورت کی عورتوں کے لئے ہر حال میں (خواہ ان کی امام درمیان میں کھڑی ہو) امامت کا مکروہ تحریمی ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ مکروہ تنزیہی بھی مراد ہوسکتا ہے کہ مکروہ تنزیہی کا ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے، جس کا واضح قرینہ یہ ہے کہ اگر مکروہ تحریمی مراد ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، جو کہ اس روایت کی راوی ہیں، خود عورتوں کی امامت کرنا کیسے گوارا فرماتیں؟ واللہ تعالیٰ اعلم ۳

---

۱ عَنِ الْوَازِعِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا خَيْرَ فِي جَمَاعَةِ النِّسَاءِ، وَلَا عِنْدَ مَيِّتٍ فَإِنَّهُنَّ إِذَا اجْتَمَعْنَ قُلْنَ، وَقُلْنَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۳۲۲۸)

عَنِ الْوَازِعِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ الْيَمَانِ، قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :لَا خَيْرَ فِي جَمَاعَةِ النِّسَاءِ إِلَّا عِنْدَ مَيِّتٍ فَإِنَّهُنَّ إِذَا اجْتَمَعْنَ قُلْنَ وَقُلْنَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۶۳۲، المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۷۱۳۰)

۲ قال الهيثمی فی رواية ابن عمر:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِيهِ الْوَازِعُ بْنُ نَافِعٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۱۰۷، بَابُ حُضُورِ النِّسَاءِ عِنْدَ الْمَيِّتِ)

وقال الهيثمی فی رواية خولة:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَفِيهِ الْوَازِعُ بْنُ نَافِعٍ وَهُوَ مَتْرُوكٌ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۹۴۰، بَابُ حُضُورِ النِّسَاءِ عِنْدَ الْمَيِّتِ)

۳ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ زُهَيْرٍ ، عَنْ لَيْثٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ :لاَ خَيْرَ فِي فُضُولِ الْكَلاَمِ (مصنف ابن ابی شيبة، رقم الرواية ۳۵۸۵۵، كلام أَبِي هريرة رضی الله عنه)

لا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْواهُمْ وهو ما كان من جنس الفضول، والأمر الذی لا يعنی إِلَّا نجوى مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ وأرشد إلى فضيلة السخاء الناشء من العفة، أَوْ مَعْرُوفٍ قولی كتعلم علم، أو فعلی كإغاثة ملهوف أَوْ إِصْلاحٍ بَيْنَ النَّاسِ الذی هو من باب العدل (روح المعانی، ج۳،ص ۱۵۲، تحت سورة النساء)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں پر اذان واقامت اور جمعہ کا غسل نہیں ہے، اور عورت عورت سے آگے نہیں بڑھے گی، بلکہ اُن کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔ [1]

لیکن اس حدیث کی سند کو محدثین نے غیر معمولی ضعیف بلکہ بعض نے باطل قرار دیا ہے۔

چنانچہ ابنِ عدی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد باطل قرار دیا ہے۔ [2]

اور علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث میں مذکور ایک راوی پر سخت جرح نقل فرمائی ہے۔ [3]

---

[1] ثنا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ ثنا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى ثنا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ وَلَا إِقَامَةٌ وَلَا جُمُعَةٌ وَلَا اغْتِسَالُ جُمُعَةٍ وَلَا تَقَدَّمُهُنَّ امْرَأَةٌ وَلَكِنْ تَقُومُ فِي وَسَطِهِنَّ "هَكَذَا رَوَاهُ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَيْلِيُّ وَهُوَ ضَعِيفٌ وَرُوِّينَاهُ فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَوْقُوفًا وَمَرْفُوعًا وَرَفْعُهُ ضَعِيفٌ وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَابْنِ الْمُسَيِّبِ وَابْنِ سِيرِينَ وَالنَّخَعِي (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ١٩٢١، بَابُ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ وَلَا إِقَامَةٌ؛ الكامل لابن عدى، تحت ترجمة الحكم بن عبد الله بن سعد بن عبد الله الأيلى يكنى أبا عبد الله، ج٢، ٢٠٣)

[2] قال الشيخ وبهذا الإسناد أيضا حدثناه هنبل غير ما ذكرت أكثر من خمسة عشر حديثا كلها مع ما ذكرتها موضوعة وما هو منها معروف بالمتن فهو باطل بهذا الإسناد وما أمليت للحكم عن القاسم بن محمد والزهرى وغيرهم كلها والمتن الروايات غير ما ذكرته هاهنا فكلها مما لا يتابعه الثقات عليه وضعفه بين على حديثه (الكامل لابن عدى، تحت ترجمة الحكم بن عبد الله بن سعد بن عبد الله الأيلى يكنى أبا عبد الله، ج٢، ٢٠٤)

[3] (حَدِيثٌ آخَرُ) : أَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيٍّ "فِي الْكَامِلِ ." وَأَبُو الشَّيْخِ الْأَصْبَهَانِيُّ فِي "كِتَابِ الْأَذَانِ "عَنْ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ الْأَيْلِيِّ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :(لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ، وَلَا إقَامَةٌ، وَلَا جُمُعَةٌ، وَلَا اغْتِسَالٌ، وَلَا تَتَقَدَّمُهُنَّ امْرَأَةٌ، وَلَكِنْ تَقُومُ وَسَطَهُنَّ) انْتَهَى .ثُمَّ أَسْنَدَ ابْنُ عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ مَعِينٍ أَنَّهُ قَالَ :الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ، وَلَا مَأْمُونٍ .وَعَنْ الْبُخَارِيِّ، قَالَ :تَرَكُوهُ، وَعَنْ النَّسَائِيّ، قَالَ : مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ، وَكَانَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُوهِنُهُ .انْتَهَى .وَهَذَا الْحَدِيثُ أَنْكَرَهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي "التَّحْقِيقِ "فَقَالَ :وَحَكَى أَصْحَابُنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :(لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ، وَلَا إقَامَةٌ)، وَهَذَا لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا، إنَّمَا هُوَ شَيْءٌ يُرْوَى عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ .وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، وَرَدَّهُ الشَّيْخُ فِي "الْإِمَامِ "وَاَللَّهُ أَعْلَمُ (نصب الراية فى تخريج أحاديث الهداية، ج٢، ص٤٩٤، كتاب الصلاة، باب الامامة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی طرح علامہ محمد بن طاہر مقدسی، ابنِ ملقن اور علامہ عینی رحمہم اللہ نے بھی اس حدیث کی سند کے شدید ضعیف ہونے پر کلام کیا ہے۔ [1]

اور اگر اس حدیث کو تسلیم بھی کیا جائے، تب بھی اس میں عورتوں کی امامت کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ عورت کو آگے کھڑے ہوکر امامت سے منع کیا گیا ہے، اور عورتوں کی امامت کو اسی صورت میں جائز قرار دیا جارہا ہے، جبکہ عورت آگے بڑھ کر کھڑی نہ ہو، بلکہ درمیان میں کھڑی ہو۔

خلاصہ

مذکورہ احادیث وآثار کی روشنی میں ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ عام حالات میں عورتوں کو اپنی جماعت نہیں کرنی چاہئے، اور انہیں تنہا اپنی اپنی نماز پڑھنی چاہئے، خیرُ القرون کے دور

---

[1] حديث :ليس على النساء أذان ، ولا إقامة ، ولا جمعة ، ولا اغتسال جمعة ، ولا تقدمهن امرأة، ولكن تقوم فى وسطهن .رواه الحكم بن عبد الله الأيلى :عن القاسم ، عن أسماء رضى الله عنها قالت :قال رسول الله (. والحكم هذا قد أجمعوا على تركه (ذخيرة الحفاظ، لمحمد بن طاهر المقدسى، تحت رقم الحديث ۴۶۷۰)

قلت :قد جاء مرفوعا من حديث الحكم بن عبد الله الأيلى (و) رواه ابن عدى والبيهقى من حديثه عن القاسم، عن أسماء قالت :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(ليس على النساء أذان ولا إقامة ولا جمعة ولا اغتسال، ولا (تتقدمهن) امرأة، ولكن تقوم فى وسطهن) (و) لكنه حديث ضعيف بسبب الحكم هذا؛ فإنه متروك متهم (نسبه) إلى الكذب السعدى وأبو حاتم الرازى، وقال ابن معين :ليس (بثقة) ولا مأمون .وقال مرة :ليس بشىء ، لا يكتب حديثه .وقال أحمد : أحاديثه كلها موضوعة .وقال البخارى :متروك الحديث .وقال ابن حبان :يروى الموضوعات عن الأثبات (البدرالمنير لابن الملقن، ج۳، ص ۴۲۱، كتاب الصلاة، باب الاذان، الحديث الرابع بعد الثلاثين)

الخامسة :جواز ثمامة النساء للنساء ، وتقوم وسطهنّ، لما روى ابن عدى فى "الكامل "وأبو الشيخ الأصبهانى فى كتاب "الأذان "عن الحكم بن عبد الله بن سعد الأيلى، عن القاسم بن محمد، عن أسماء بنت أبى بكر أن النبى -عليه السلام -قال " :ليس على النساء أذان ولا إقامة، ولا جمعة، ولا اغتسال، ولا تقدمهن امرأة، ولكن تقوم وسطهنّ "

قلت :هذا الحديث أنكره ابن الجوزى فى "التحقيق "فقال :لا نعرفه مرفوعا ، إنما هو شيء يروى عن الحسن البصرى وإبراهيم النخعى، وردّه الشيخ فى "الإمام "وحديث آخر موقوف :رواه عبد الرزاق فى مصنفه :أُخبرنا إبراهيم بن محمد، عن داود بن الحصن، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: تؤم المرأة النساء َتقوم فى وسطهنّ (شرح سنن أبى داود، للعينى، بَابُ :إمامة النِّساءِ)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سے لے کر آج تک اکثر تعامل اسی کے مطابق ہے، لیکن اگر کوئی عاقل، بالغ عورت دوسری عورتوں کی امامت کرے، اور عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو تو جائز ہے، مگر خلافِ اولیٰ ہے، اور اگر کسی ضرورت سے ایسا کرے تو پھر بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ [1]

یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ مکروہ تنزیہی ہونے کی صورت میں عورت کا امامت نہ کرنا بہتر ہوگا،

---

[1] یہی وجہ ہے کہ بعض دیگر حضرات نے بھی حافظہ عورت کو قرآن مجید حفظ یاد رکھنے کی غرض سے مخصوص شرائط کے ساتھ امامت کی اجازت دی ہے۔

چنانچہ مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب زید مجدہٗ لکھتے ہیں کہ:

البتہ جو عورت قرآن کریم کی حافظہ ہو اور تراویح میں سنائے بغیر حفظ رکھنا مشکل ہو اور بھولنے کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں عورتوں کی جماعت تراویح میں حافظہ عورت کو قرآن کریم سُنانے کی کوئی تصریح تو نہیں ملی، لیکن حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بلا تداعی (بغیر اعلان کے) صرف گھر کی خواتین کو حافظہ عورت کے قرآن کریم کی یادداشت محفوظ رکھنے کی غرض سے اس شرط کے ساتھ اجازت دیا کرتے تھے کہ حافظہ عورت کی آواز گھر سے باہر نہ جائے، اور تداعی سے پرہیز کیا جائے، تداعی سے پرہیز کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر دو باتیں پائی جائیں، ایک یہ کہ اس کے لئے باقاعدہ اہتمام کرکے خواتین کو نہ بلایا جائے، دوسری یہ کہ اگر چہ اہتمام سے خواتین کو نہیں بلایا، لیکن اقتداء کرنے والی خواتین کی تعداد امام خاتون کے علاوہ دو یا تین سے زیادہ نہ ہو۔

حضرت مفتی اعظم کی اس اجازت کی تائید ذیل کی تصریحات سے ہوتی ہے، بلکہ آخری تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظہ خاتون کی اگر صرف ایک ہی خاتون مقتدی ہو، اور دونوں برابر کھڑی ہوں، تو اس میں کچھ کراہت نہیں۔

بہر حال جہاں تک ہو سکے حافظہ خواتین کو بھی تراویح کی جماعت سے پرہیز کرنا چاہئے، البتہ بوقتِ ضرورت شرائطِ مذکورہ کے ساتھ مذکورہ گنجائش پر عمل کر سکتی ہیں۔

وفی خلاصة الفتاویٰ، امامة المرأة للنساء جائزة الا ان صلاتهن فرادی افضل (صفحه ۱۴۷ جلد ۱)

قوله: ویکره تحریما جماعة النساء، لان الامام ان تقدمت لزم زیادة الکشف وان وقفت وسط الصف لزم ترک المقام مقامه وکل منهما مکروه کما فی العنایة وهذا یقتضی عدم الکراهة لو اقتدت واحدة محاذیة لفقد الامرین، اه (طحطاوی علی الدر صفحه ۲۴۵، جلد ۱)

(فقہی رسائل جلد ا صفحہ ۲۸۵، و ۲۸۶، تراویح کے اہم مسائل از مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب،

مطبوعہ: میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، اشاعتِ اول: جنوری 1998ء)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اورامامت کرانے میں ثواب تنہا پڑھنے کے مقابلہ میں کم حاصل ہوگا۔

اور جائز ہونے کی صورت میں نہ ثواب میں اضافہ ہوگا اور نہ کمی، لہٰذا امامت کرانے کی جدوجہد کرنا بے فائدہ ہوگا، اِلَّا یہ کہ کوئی ضرورت ومصلحت وابستہ ہو، مثلاً تراویح میں قرآن مجید سننا سُنانا، یا قرآن مجید کو یاد رکھنا وغیرہ، تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کوئی عورت دوسری عورتوں کی فرض یا تراویح کی نماز میں امامت کرے، اوران کے درمیان میں کھڑی ہو، اور دوسری خرابیوں سے بھی اجتناب کیا جائے، تو پھراس طرزِ عمل پر نکیر وملامت کرنا درست نہ ہوگا۔

خواتین کی امامت وجماعت کی اباحت وکراہت کی علمی بحث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت فرمانے کے واقعہ کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے، جس کا حکم بعد میں منسوخ ہوگیا تھا۔

مگراس واقعہ کو ابتدائے اسلام پر محمول کرنا درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مدینہ منورہ میں ہوا، اوراس سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نابالغہ تھیں، لہٰذا یقیناً یہ واقعہ بعد کے زمانے کا ہے۔ [1]

علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت کے بعض واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وقال أبو بكر :ثنا سفيان بن عيينة، عن عمار الدهنى، عن امرأة من قومه اسمها :حُجيرة قالت: أمتنا أم سلمة قائمة وَسُط النساء .

حدَثنا وكيع، عن ابن أبى ليلى، عن عطاء ، عن عائشة أنها كانت تؤم النساء تقوم معهن فى صفّهن.

وقال صاحب "الهداية :"وإن فعلن قامت الإمام وسطهن ، لأن عائشة -رضى الله عنها -فعلت كذلک، وحمل فعلها الجماعة على ابتداء الإسلام.

قلت :وكذا ذكر فى "المبسوط "و "المُحيط "، ولكن فيه بُعُد؟ لأنه -عليه السلام -أقام بمكة بعد النبوة ثلاث عشرة سنة -كما رواه البخارى ومسلم -ثم تزوج عائشة بالمدينة، وبنى بها وهى بنت تسع، وبقيت عنده -عليه السلام -تسع سنين، وما تصلى إماما إلا بعد بلوغها، فكيف يَسْتقيم حمله على ابتداء الإسلام؟ / لكن يمكن أن يقال :إنه منسوخ، وفعلت ذلک حين كانت النساء تحضرن الجماعات ثم نُسخت جماعتهن،والله أعلم(شرح سنن أبى داود، للعينى، بَابُ :إمامة النِّساء)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے وصال کے بعد کے ہیں، اسی طرح حضرت اِمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھی، جن کو مزید تقویت بعض صحابۂ کرام وتابعینِ عظام کے اقوال سے بھی ملتی ہے۔

اور منسوخ ہونے کی کوئی مستند دلیل نہیں پائی جاتی، اس لئے عورت کی امامت کے جائز ہونے کو تو منسوخ قرار دینا مشکل ہے، البتہ کئی صحیح احادیث میں عورتوں کو گھر میں رہ کر بلکہ گھر کے اندر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب عورت اپنے گھر میں رہ کر نماز پڑھے گی، بالخصوص جبکہ وہ اندر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھے گی، تو اس جگہ جماعت وامامت کا تصور مشکل ہوگا۔ [1]

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل یہی ہے کہ عورت اپنے گھر میں رہ کر تنہا بغیر جماعت کے نماز پڑھے۔ [2]

---

[1] وَقَالَ إِسْحَاقُ :قُلْتُ لِأَحْمَدَ :الْمَرْأَةُ تَؤُمُّ النِّسَاءَ ؟ ,قَالَ :نَعَمْ تَقُومُ وَسَطَهُنَّ قَالَ إِسْحَاقُ رَحِمَهُ اللَّهُ " :فَأَمَّا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقَهُ فَرَأَوْا أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَمَّتِ النِّسَاءَ وَقَامَتْ وَسْطَهُنَّ إِنَّ صَلَاتَهُنَّ جَائِزَةٌ وَقَالَ :هَذَا عَلَى مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُمِّ وَرَقَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حِينَ أَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا ,وَأَخَذَ بِذَلِكَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَأُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ,قَالَ :وَهَذَا الَّذِي نَعْتَمِدُ عَلَيْهِ .قَالَ إِسْحَاقُ رَحِمَهُ اللَّهُ " :فَأَمَّا مَنْ قَالَ :صَلَاتُهُنَّ فَاسِدَةٌ إِذَا أَمَّتْهُنَّ امْرَأَةٌ فَهُوَ خَطَأٌ؛ لِأَنَّ أَدْنٰى مَعَانِي أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمِّ وَرَقَةَ أَنْ تَكُونَ ذَلِكَ رُخْصَةً لَهُنَّ (مختصر قيام الليل وقيام رمضان وكتاب الوتر للمَرْوَزِي، ج ١، ص٢٢٨، و٢٢٩، بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ تَؤُمَّ الْمَرْأَةُ النِّسَاءَ)

[2] لكن يمكن أن يقال إنه منسوخ، فعلته حين كان النساء يحضرن الجماعة انتهى .وفى نقل التزوج بها بعض خلل :يعنى يحمل قوله ابتداء الإسلام على أنه منسوخ، لكن ما فى المستدرك أنها كانت تؤذن وتقيم وتؤم النساء فتقوم وسطهن، وما فى كتاب الآثار لمحمد :أخبرنا أبو حنيفة عن حماد بن أبى سليمان عن إبراهيم النخعى أن عائشة -رضى الله عنها- كانت تؤم النساء فى شهر رمضان فتقوم وسطهن، ومعلوم أن جماعة التراويح إنما استقرت بعد وفاة النبى -صلى الله عليه وسلم-، وما فى أبى داود عن أم ورقة بنت عبد الله بن الحارث بن عمير الأنصارية أن النبى -صلى الله عليه وسلم- لما غزا بدرا قالت له :يا رسول الله ائذن لى فى الغزاة معك أمرض مرضاكم، ثم لعل الله يرزقنى شهادة قال :قرى فى بيتك فإن الله يرزقك الشهادة، قال :فكانت تسمى الشهيدة، وكانت قد قرأت القرآن فاستأذنت النبى -صلى الله عليه وسلم- أن تتخذ فى دارها مؤذنا يؤذن لها، قال :وكانت دبرت غلاما لها وجارية فقاما إليها بالليل فغماها بقطيفة لها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مگر عورتوں کے گھروں میں نماز پڑھنے کی فضیلت والی احادیث کی بنیاد پر عورت کی امامت کا مکروہ تحریمی ہونا ثابت نہیں ہوتا، جیسا کہ بعض حضرات نے سمجھا۔

چنانچہ علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ الْمَخْدَعَ لَا يَسَعُ الْجَمَاعَةَ، وَكَذَا قَعْرُ بَيْتِهَا وَأَشَدُّهُ ظُلْمَةً. وَلَا يَخْفٰى مَا فِيهِ، وَبِتَقْدِيرِ التَّسْلِيمِ فَإِنَّمَا يُفِيدُ نَسْخَ السُّنِّيَّةِ، وَهُوَ لَا يَسْتَلْزِمُ ثُبُوتَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ فِي الْفِعْلِ بَلْ التَّنْزِيهِ وَمَرْجِعُهَا إِلَى خِلَافِ الْأَوْلٰى، وَلَا عَلَيْنَا أَنْ نَذْهَبَ إِلٰى ذٰلِكَ فَإِنَّ الْمَقْصُودَ اتِّبَاعُ الْحَقِّ حَيْثُ كَانَ (فتح القدير لابن الهمام، ج ۱، ص ۳۵۴، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حتى ماتت وذهبا، فأصبح عمر فقام في الناس فقال :من عنده من هذين علم أو من رآهما فليجء بهما، فأمر بهما فصلبا فكانا أول مصلوبين بالمدينة . ثم أخرجه عن الوليد بن جميع عن عبد الرحمن بن خلاد عنها .وفيه :وكان -صلى الله عليه وسلم- يزورها وجعل لها مؤذنا وأمرها أن تؤم أهل دارها .قال عبد الرحمن :فأنا رأيت مؤذنها شيخا كبيرا، كلها ينفي ثبوت النسخ .وفي الحديث الأخير الوليد بن جميع وعبد الرحمن بن خالد الأنصاري، قال فيهما ابن القطان :لا يعرف حالهما انتهى .وقد ذكرهما ابن حبان في الثقات، وقد يجاب بجواز كونه إخبارا عن مواظبة كانت قبل النسخ .وقوله كانت تؤم في شهر رمضان لا يستلزم التراويح .وقوله جعل له مؤذنا وأمرها أن تؤم لا يستلزم استمرار إمامتها إلى وفاته -صلى الله عليه وسلم- .وما رواه عبد الرزاق عن إبراهيم بن محمد عن داود بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس -رضي الله عنهما- قال :تؤم المرأة النساء تقوم وسطهن :لا يقتضي علم ابن عباس ببقاء شرعيتها لجواز كون المراد إفادة مقامها بتقدير ارتكابها ذلك أو خفي على ابن عباس الناسخ، ولكن يبقى الكلام بعد هذا في تعيين الناسخ، إذ لا بد في ادعاء النسخ منه، ولم يتحقق في النسخ إلا ما ذكر بعضهم من إمكان كونه ما في أبي داود وصحيح ابن خزيمة صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها يعني الخزانة التي تكون في البيت .وروى ابن خزيمة عنه -صلى الله عليه وسلم -إن أحب صلاة المرأة إلى الله في أشد مكان في بيتها ظلمة وفي حديث له ولابن حبان هو أقرب ما تكون من وجه ربها وهي في قعر بيتها ومعلوم أن المخدع لا يسع الجماعة، وكذا قعر بيتها وأشده ظلمة .ولا يخفى ما فيه، وبتقدير التسليم فإنما يفيد نسخ السنية، وهو لا يستلزم ثبوت كراهة التحريم في الفعل بل التنزيه ومرجعها إلى خلاف الأولى، ولا علينا أن نذهب إلى ذلك فإن المقصود اتباع الحق حيث كان (فتح القدير لابن الهمام، ج ۱، ص ۳۵۳، و ۳۵۴، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

ترجمہ: اور یہ بات معلوم ہے کہ کوٹھڑی میں جماعت ہونا مشکل ہے، اور اسی طریقہ سے گھر کے کونے میں اور گھر کے سب سے زیادہ اندھیرے والے حصہ میں، لیکن اس استدلال میں جو کمزوری ہے، وہ مخفی نہیں ہے، اور اگر اس کو تسلیم بھی کرلیا جائے، تو اس سے عورت کی امامت کے مسنون ہونے کا منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے، جس سے عورتوں کے اس فعل کے مکروہ تحریمی ہونے کا ثبوت لازم نہیں آتا، بلکہ مکروہ تنزیہی ہونا لازم آتا ہے، جس کا نتیجہ خلافِ اولیٰ ہونا ہے، اور ہم پر یہ بات لازم نہیں ہے کہ ہم اس کی طرف جائیں (کہ عورت کی امامت مکروہ تحریمی ہے) کیونکہ مقصود حق کی اتباع کرنا ہے، جہاں بھی (حق) ہو (فتح القدیر)

اور علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کے کلام کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

أَقُوْلُ: أَشَارَ بِآخِرِ كَلامِهِ إِلٰى أَنَّ كَرَاهَةَ التَّحْرِيْمِ لَيْسَ بِحَقٍّ، وَاِتِّبَاعُ الْحَقِّ حَيْثُ مَا كَانَ أَحَقُّ، كَيْفَ لَا؟ وَقَدْ دَلَّتْ آثَارٌ وَأَخْبَارٌ عَلَى الْمَشْرُوْعِيَّةِ وَلَمْ يَتَعَيَّنْ نَاسِخٌ لَهَا وَلَا يَصِحُّ حَمْلُهَا عَلٰى اِبْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ.

وَالْعِلَلُ الَّتِيْ ذَكَرُوْهَا لِلْكِرَاهَةِ كُلُّهَا مَعْلُوْلَةٌ، فَغَايَةُ مَا فِي الْبَابِ أَنْ تَكُوْنَ جَمَاعَتُهُنَّ خِلَافَ الْأَوْلٰى نَظْراً إِلٰى ظَاهِرِ مَا يُفِيْدُهُ حَدِيْثُ أَبِيْ دَاوٗدَ وَابْنِ خُزَيْمَةَ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ أَمْرٌ آخَرُ.

فَإِنْ قُلْتَ: لَا دَلَالَةَ لِلْأَخْبَارِ الْمَذْكُوْرَةِ عَلَى الْإِسْتِحْبَابِ لِجَوَازِ أَنْ تَكُوْنَ تَعْلِيْماً لِلْجَوَازِ كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ صَاحِبُ الدِّرَايَةِ.

قُلْتُ: فَهٰذَا الْقَدْرُ يَنْفِي الْكَرَاهَةَ التَّحْرِيْمِيَّةَ، كَيْفَ وَلَوْ كَانَ كَذٰلِكَ لَمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ وَرَقَةَ بِمَا أَمَرَهَا،

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

ولَمَا ارْتَكَبَتْ عَائِشَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ فِعْلَهَا.

وَالظَّاهِرُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ أَشَارَ فِيْ كِتَابِ الْآثَارِ إِلٰى هٰذَا، حَيْثُ قَالَ: لَا يُعْجِبُنَا، عَلٰى مَا مَرَّ نَقْلُهٗ فِي الْمَرْصَدِ الْأَوَّلِ.

وَالَّذِيْ يَظْهَرُ أَنَّ الْحُكْمَ بِالْكَرَاهَةِ لَا سِيَّمَا بِالتَّحْرِيْمِيَّةِ مِنْ تَخْرِيْجَاتِ الْمَشَايِخِ عَلٰى حَسْبِ أَفْهَامِهِمْ وَمَزْعُوْمَاتِهِمْ لَا مِنْ كَلَامِ أَئِمَّتِهِمْ (تحفة النبلاء فی جماعة النساء للكنوی، ص۲۳، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، ج۵؛ مطبوعة ادارة القرآن کراتشی)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ علامہ ابنِ ہمام نے اپنے آخری کلام سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ (عورت کی امامت کو) مکروہ تحریمی قرار دینا حق نہیں، اور حق کی اتباع کرنا زیادہ حق دار ہے، اور یہ کیونکر نہ ہو، حالانکہ آثار اور احادیث عورت کی امامت کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اور اُن کے لئے کوئی ناسخ متعین نہیں، اور ان کو ابتدائے اسلام پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، اور جو کراہت کی علتیں ذکر کی ہیں، وہ تمام کمزور ہیں۔

زیادہ سے زیادہ اس بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عورتوں کی جماعت خلافِ اولیٰ ہے، اُس چیز کے ظاہر پر نظر کرتے ہوئے جو ابوداؤد اور ابنِ خزیمہ وغیرہ کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے، اور وہ (یعنی خلافِ اولیٰ ہونا) ایک الگ چیز ہے۔

اگر آپ کہیں کہ مذکورہ احادیث وآثار سے عورتوں کی جماعت کے مستحب ہونے پر دلالت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ وہ تعلیمِ جواز کے لئے ہوں جیسا کہ اس کی طرف صاحبِ درایہ نے اشارہ کیا ہے، میں (اس کے جواب میں) کہتا ہوں کہ اتنی بات سے بھی مکروہ تحریمی ہونے کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ اگر مکروہ تحریمی ہوتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمِ ورقہ کو وہ حکم نہ دیتے، جو آپ نے حکم دیا، اور

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت عائشہ اور اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہما اس فعل کا ارتکاب نہ کرتیں۔

اور ظاہر یہ ہے کہ امام محمد بن حسن نے بھی کتابُ الآ ثار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں عورتوں کی جماعت پسند نہیں، جیسا کہ اُن کی عبارت پہلے مرصد میں گزر چکی ہے۔

اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت کا حکم خاص طور سے کراہتِ تحریمی کا حکم مشائخ کی تخریجات میں سے ہے، اُن کی اپنی فہم اور گمان کے مطابق، نہ کہ اُن کے ائمہ (امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ) کے کلام میں سے (تحفۃ النبلاء)

اور اعلاءُ السنن میں ہے کہ:

وَمَا رُوِیَ عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ غَايَتُهَا الْإِبَاحَةُ لَا نَيْلُ الْفَضِيْلَةِ، وَلَمَّا كَانَ فِيْهِ شُبْهَةُ الْكَرَاهَةِ كَانَ الْاِحْتِيَاطُ فِی التَّرْكِ، لِأَنَّ الشَّیْءَ اِذَا تَرَدَّدَ بَيْنَ الْمَنْدُوْبِ وَالْمَكْرُوْهِ كَانَ تَرْكُ الْمَنْدُوْبِ أَوْلٰی (اعلاء السنن ج ۴ ص ۲۴۴، باب کراهة جماعة النساء)

ترجمہ: اور اُمِ ورقہ سے جو مروی ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ جائز ہونا معلوم ہوتا ہے، نہ کہ فضیلت کا حاصل ہونا، لیکن جبکہ اس میں کراہت کا شبہ تھا، تو احتیاط اس کے ترک میں ہے، کیونکہ جب کوئی چیز مستحب اور مکروہ کے درمیان دائر ہو، تو مستحب کا ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے (اعلاء السنن)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی جماعت پر مکروہ تحریمی کا حکم لگانا مشکل ہے، البتہ احتیاطاً نہ کرنا اولیٰ ہے۔

اور جب حضرت عائشہ اور اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہما وغیرہ کے عورتوں کی امامت کے جائز ہونے کے منسوخ ہونے کی کوئی مستند دلیل نہیں، تو عورت کے درمیان میں کھڑے ہو کر امامت کرانے پر مکروہ تحریمی کا حکم لگانا، اس لئے بھی محلِ کلام ہے کہ صحابیات اور بالخصوص ازواجِ

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مطہرات کی طرف حرام فعل کے ارتکاب کی نسبت درست نہیں ہے۔ ل

ل قول المصنف فی کراهته جماعة النساء :م :(لأنها لا تخلو عن ارتكاب المحرم وهو قيام الإمام وسط الصف) ش :فكيف يكون قيام الإمام وسطهن محرما، وقد فعلته عائشة وأم سلمة، وروى عن ابن عباس -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- على ما ذكرناه الآن، وأيضا فلقائل أن يقول :ارتكاب المحرم فيه فی حق الرجال دون النساء، إذ لو كان مطلقا لما كان يجوز الصلاة.
الرابع :قوله :م :(فيكره) ش :يعنى إذا كان الأمر كذلك يكره فعلهن الجماعة وكيف يكره، وقد ذكر فی "المحلى" :"صلت عائشة بهن المغرب جهرت بالقراءة، وصلت أم سلمة العصر.......... السابع :قوله :م :(لأن عائشة -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا- فعلت كذلك) ش :أى صلت بجماعة النساء، وقامت وسطهن وقد ذكرناه عن قريب، وروى محمد بن الحسن فی كتاب " الآثار "أخبرنا أبو حنيفة عن حماد بن أبی سليمان، عن إبراهيم النخعی، عن عائشة -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ- أنها كانت تؤم النساء فی شهر رمضان فتقوم وسطا، وقد ذكرنا عن أم سلمة أيضا، وفيه أيضا رد على الأترازی حيث قال :إنها بدعة، وعلى المصنف أيضا فی أنها ارتكاب المحرم.
الثامن :قوله :م :(وحمل فعلها الجماعة على ابتداء الإسلام) ش :قال الأترازی :أی حمل فعل عائشة الجماعة على ابتداء الإسلام يعنی كان ذلك ثم نسخ حين أمرن بالوقار والقرار فی البيوت، وهذا جواب سؤال مقدر بأن يقال :لما فعلت عائشة الجماعة دل على أنها مستحبة فلا يكره.
فأجاب عنه وقال :وحمل ذلك على ابتداء الإسلام.
قلت :هذا كلام من لم يطلع فی كتب القوم، وأمضى فيه لأنه -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- أقام بمكة بعد النبوة ثلاث عشرة سنة كما رواه البخاری ومسلم ثم تزوج عائشة بالمدينة وبنى بها وهی بنت تسع وبقيت عند النبی -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- تسع سنين، وما صلت إماما إلا بعد بلوغها، فكيف يستقيم حمله على ابتداء الإسلام، وتصدى الأكمل للجواب عن هذا وقال :يجوز أن يكون المراد بابتداء الإسلام ما قبل بيان الانتساخ، فإنه ابتدأ بالنسبة إليه.
قلت :هذا أبعد من الأول؛ لأن هذا لم يكن فی ابتداء الإسلام على ما دلت عليه الأخبار المذكورة، فإذا كان كذلك كيف يحمل هذا على ما قبل الانتساخ.
التاسع :قوله :م :(ولأن فی التقدم زيادة الكشف) ش :هذا الدليل توكيد يمنع المتقدم بالنسبة؛ لأنه بين بالنسبة فی الأصل لا بالتعليل، واعترض عليه بأن المرأة إذا كانت لابسة من فوقها إلى قدمها، ولم يكن بينهن أحد من الرجال، فإن التقدم يكره مع أنه لا كشف فيها، فلو كانت الكراهية لزيادة الكشف ينبغی أن يجوز هناك لانعدام العلة.
فأجاب عنه الأكمل أخذا من كلام السغناقی بما ملخصه :أن ذلك نادر لا حكم له على أن ترك التقديم بالسنة والتعليل لا يضاهيها .قلت :لا نسلم أنه نادر؛ لأن المرأة شأنها التستر فی كل الأحوال ولا سيما فی الصلاة خصوصا إذا أمت، فإنها تحترز عن انكشاف شیء من أعضائها غاية الاحتراز، فحينئذ لا يوجد كشف أصلا فضلا عن زيادته وقوله :على أن يترك التقدم ..إلى آخره، فيه نظر لأنه لم يبين النسبة التی دلت على ترك التقدم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عورت کی عورتوں کے لئے امامت کو بدعت قرار دینا بھی درست نہیں، کیونکہ جو فعل صحابیات بطورِ خاص ازواجِ مطہرات اور خیر القرون کے دور میں بلا نکیر کیا گیا ہو، اس کو بدعت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الأكمل :وهنا بحث من أوجه، وذكر منها :أن المذهب عندنا أن انتفاء صفة الوجوب تستلزم انتفاء صفة الجواز، ثم أجاب عنه بما حاصله أن الجواز ليس بمنسوخ بالإجماع، وإنما المنسوخ هو كون جماعتهن سنة وفيه نظر؛ لأن من ادعى النسخ فعليه البيان.

وقال صاحب "الدراية :"ولأن جماعتهن لو كانت مشروعة لزم تركها ولشاعت كما شاعت جماعة الرجال على أنها من الشعائر فيختص بالأذان والخطب والجمع والأعياد؛ ولأن جماعتهن لا تخلو عن ارتكاب محرم؛ لأن في التقدم زيادة كشف، وفي الوسط تركه القيام وكل ذلك حرام.

أما زيادة الكشف؛ فلقوله تعالى :(وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ) (النور :الآية ٣١) ، وأما ترك القيام فلأنه خلاف السنة؛ لأنه لم يعمل به النبي -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ -ولا واحد من الصحابة.

وأما حديث أم ورقة ورايطة كان في ابتداء الإسلام أو تعلما للجواز مع أن في حديث أم ورقة مقالا عند أهل الحديث.

قلت :هذا كله مخدوش، أما قوله :لو كانت جماعتهن مشروعة كره تركها، فغير سديد؛ لأنه لا يلزم من كون الشيء مشروعا أن يكره تركه؛ لأن هذا ليس بكلي، فإن المشروع إذا كان فرضا يكون تركه حراما، وإن سنة يكون تركه مكروها، وإن كان ندبا يجوز تركه ولا يكره.

وأما قوله :فتختص بالأذان ..إلخ .فيرده ما رواه الحاكم في "المستدرك "عن عبد الله بن إدريس عن عطاء عن عائشة -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا -أنها كانت تؤذن وتقيم وتؤم النساء فتقوم وسطهن.

وأما قوله :وكل ذلك حرام، غير مسلم؛ لأن الحرمة غير مقتصرة على زيادة الكشف.

وأما قوله :فلأنه خلاف السنة، مردود؛ لأن النبي -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -أمر أم ورقة أن تؤم أهل دارها كما ذكرنا من رواية أبي داود، وفي الحديث وجعل لها مؤذنا يؤذن لها، وقال عبد الرحمن بن خلاد :فأنا رأيت مؤذنها شيخا كبيرا .وقوله :ولا واحد من الصحابة مردود، فإنا ذكرنا عن عائشة وأم سلمة بأنهما فعلتا ذلك (البناية شرح الهداية، ج٢، ص ٣٣٩، باب في الامامة)

ل وَالطَّرِيقُ الثَّانِي: ما ذَكَرَهُ الإِتْقَانيّ في غاية البيان بقوله عند الشَّافِعِيّ :يستحبُّ جماعة النِّساء.

لنا أنَّها لو كانتْ مستحبَّةً لَبَيَّنَها النَّبيّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم فتكونُ جماعتهنَّ بِدْعَةً فَتُكْرَهُ انتهى.

وردَّهُ العَيْنِيُّ في البِنَاية بقوله :قلتُ :قولُ الشَّافِعِيّ هو قولُ الأَوْزَاعِيّ والثَّوريّ وأحمد وحكاهُ ابن المُنْذِرِ عن عَائِشَةَ وأمِّ سَلَمَة، فإذا كان كذلك فكيف يكون بِدْعةً، والبِدْعةُ اسمٌ لإحداثِ أمر لم يكنْ في زمنِ رسولِ الله صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم.وقد روى أبو دَاوُدَ في سننه في(باب إمامة النِّساء من حديثِ أمِّ وَرَقَةَ وفيه:وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا انتهى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

بعض حضرات نے عورت کی امامت کو اس لئے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے کہ اگر ان کی امام عورت آگے بڑھ کر کھڑی ہوگی، تو یہ خرابی لازم آتی ہے کہ عورت کا آگے بڑھ کر کھڑے ہونا منع ہے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثُمَّ ذَكَرَ العَيْنِيُّ حديث إمامةِ أمّ سَلَمَةَ وعَائِشَةَ وقول ابن عَبَّاسٍ على ما مرَّ ذكرها.

أقولُ :هذا الكلامُ منه إشارةٌ إلى الإيرادِ على كلامِ الإتْقَانِيّ بوجوهٍ، ومع هذه الوجوهِ وجوهٌ:

فالأوَّلُ :وهو ممَّا أشارَ إليه العَيْنِيّ أنَّ الملازمةَ التى ذَكَرَها الإتْقَانِيّ بقوله :لو كانتْ مستحبَّةً لَبَيَّنَها النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم، اللازمُ فيها مُلتزَمٌ بشهادةِ حديثِ أبى دَاوُدَ.

والثَّانى :وهو ممَّا أشارَ إليه أيضاً أنَّ قولَهُ فيكونُ بدعةً مردودٌ بشهادةِ حديثِ أَبِى دَاوُدَ، فإنَّ البدعةَ أمرٌ لم يوجدُ فى زمانِ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم، وهذا قد وُجِدَ فى زمانِهِ بل ثَبَتَ الأَمْرُ بِهِ.

والثَّالثُ :وهو ممَّا أشارَ إليه أيضاً أنَّ أمَّ سَلَمَةَ وعَائِشَةَ أُمهاتِ المؤمنينَ قد ارتكبا إمامةَ النِّساءِ، وذَكَرَ ابنُ عبَّاسٍ حُكْمَهَا وَكَيْفِيَتَهَا فكيف يكون بدعةً؟

فإنَّ ما فَعَلَهُ الصَّحابةُ أو أمروا به ليس ببدعةٍ.

والرَّابعُ :أنَّهُ ماذا أرادَ من تالى الملازمةِ التى ذَكَرَها؟

إنَّ أرادَ به البيانَ الصَّريحى الجزئىّ فالملازمةُ ممنوعةٌ فإنَّهُ لا يَلزمُ أن يُبيِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم كلَّ جزئى من جزئياتِ المستحباتِ الشَّرعيةِ بالبياناتِ الجزئيةِ، فكم من أشياءٍ حَكَمُوا باستحبابِها ولم يبيِّنُها النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم بأعيانها.

وإن أرادَ به مطلقَ البيانِ، فاللازمُ ملتزمٌ فإنَّ أخبارَهُ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم الواردةُ فى فضلِ الجماعةِ مُبَيِّنَةٌ لفضلِ الجماعةِ واستحبابِها مطلقاً من دونِ الخصوصيةِ للرِّجالِ، وتلكَ العموماتِ كافيةٌ فى إثباتِ الاستحبابِ بجماعةِ النِّساءِ لا سيما وأحكامِ الشَّرعِ عامةٌ للرِّجالِ والنِّساءِ ما لم يدلَّ مُخصِّصٌ على تخصيص النِّساءِ.

ومن المعلومِ أن نصَّ التَّخصيصِ مفقودٌ فى بابِ جماعةِ النِّساءِ.

والخامسُ : أنَّ قولَهُ :فيكونُ بدعةً :إمَّا أن يكونَ مُفرَّعَاً على عدمِ بيانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم للاستحبابِ.

وإمَّا أنَّ يكون مُفرَّعَاً على ما استلزمَهُ فى زَعْمِهِ، وهو عدمُ الاستحبابِ، وكلٌّ منهما باطلٌ:

أمَّا الأوَّل :فلأنَّهُ ليس كلُّ ما لم يُبَيِّنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم بدعةً.

وأمَّا الثَّانى :فلأنَّهُ ليس كلُّ ما لا يكونُ مستحبّاً بدعةً.

والسَّادسُ: أنَّ قولَهُ فيكرَهُ :مُفرَّعَاً على كونِهِ بدْعةً غيرُ صحيحٍ أيضاً، فإنَّهُ ليس أنَّ كلَّ ما هو بدعةٌ فهو مكروهٌ، فإنَّ من البدعِ التى لم يُبَيِّنْها النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم ما هى مباحةٌ، ومنها ما هى واجبةٌ، ومنها ما هى مندوبةٌ، نَعَمُ البدعةُ الشَّرْعِيَةُ كلُّها ضلالةٌ، وهى فيما نحنُ فيه مفقودةٌ، وإن شئتَ تفصيلُ بحثُ البدعةِ وتحقيقها فارجع إلى رسالتى "إقامةُ الحُجَّةِ على أن الإكثارَ فى التَّعبدِ ليس ببدعةٍ" وإلى رسالتى "التَّحقيق العجيب فيما يتعلَّقُ بالتَّثويب"(تحفة النبلاء فى جماعة النساء للكنوى، ص۱۵ و ۱۶)

Idara Ghufran

کیونکہ اس میں کشفِ ستر پایا جاتا ہے۔

اور اگر عورت درمیان میں کھڑی ہوگی تو یہ خرابی لازم آتی ہے کہ یہ امام کے کھڑے ہونے کا غیر مشروع وغیر مسنون مقام ہے، البتہ جنازہ میں عورت کی امامت اور عورت کا یہ فعل مکروہ نہیں۔

مگر اس کی وجہ سے بھی عورت کی نماز میں امامت پر مکروہ تحریمی کا حکم لگانا مشکل ہے، کیونکہ اولاً تو نمازِ جنازہ کو اس تعلیل سے مستثنیٰ کرنا محلِ نظر ہے۔ [۱]

---

[۱] الاول: وهو مسلک کثیرين منهم أن جماعتهن وحدهن يستلزم أحد المحظورين :إما تقدم الإمام على المقتديات، وإما توسطه، وكل منهما ممنوع عنه.

أما الأول :فلاستلزامه زيادة الكشف، والنساء مأمورات بالستر لا سيما فی حالة الصلاة.

وأما الثانی :فلأن تقدم الإمام واجب؛ لمواظبة النبی عليه الصلاة والسلام عليه.

وفيه بحث من وجوه:

أحدها :أن إمامتهن فی صلاة الجنازة غير مكروهة، وبقاء الحكم مع وجود ارتكاب أحد المحرمين غير صحيح، كذا ذكره أكمل الدين البابرتی فی (العناية حاشية الهداية)

ثم أجاب عنه :بأن ترک جماعتهن إنما كان لاجتماع السنة مع الكراهة، فترک السنة لأجل الكراهة، وفی صلاة الجنازة اجتمع الفرض مع الكراهة؛ لأن النساء إن صلين جماعة وأقامت الإمام وسطهن أقمن فرضا؛ لكون الصلاة فرضا، وارتكبن مكروها، وإن صلين فرادى فرادى ترکن المكروه، لكن على وجه يؤدی إلى فوات الصلاة عن بعضهن؛ لأن الفرض يسقط بأداء الواحدة، وقد يتفق فراغ الواحدة قبل الباقيات .انتهى.

أقول :هكذا ذكره جمع من الشراح والمحشين، فقال ابن الهمام فی (فتح القدير) اعلم أن جماعتهن لا تكره فی صلاة الجنازة؛ لأنها فريضة، وترک التقدم مكروه، فدار الأمر بين الفعل المكروه لفعل الفرض أو ترک الفرض لتركه، فوجب الأول بخلاف جماعتهن فی غيرها، ولو صلين فرادى فقد تسبق إحداهن فتكون صلاة الباقيات نفلا، والتنفل بها مكروه؛ فيكون فراغ تلک موجبا لفساد الفرضية لصلاة الباقيات .انتهى.

وقال ابن نجيم فی (البحر الرائق) استثنى الشارحون صلاة الجنازة فإنها لا تكره؛ لأنها فريضة، وترک التقدم مكروه، فدار الأمر بين فعل المكروه لفعل الفرض، أو ترک الفرض فوجب الأول. انتهى.

وقال الطحطاوی فی حواشی مراقی الفلاح لا تكره جماعتهن فی صلاة الجنازة؛ لأنها لم تشرع مكررة، فلو تفردت تفوتهن، ولو أمت المرأة فی صلاة الجنازة لا تعاد؛ لسقوط الفرض بصلاتها . انتهى.ومثله فی غيرِها لكن لا يخفَى على المتفطنِ ما فيه:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

Idara Ghufran

اور جہاں تک آگے کھڑی ہونے کی صورت میں کشفِ ستر اور درمیان میں کھڑی ہونے کی صورت میں غیر مشروع مقام پر کھڑے ہونے کی خرابی لازم آنے کا مسئلہ ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ امام عورت اگر پوری طرح سے ستر چھپائے ہوئے، لباس کو پہنے ہوئے ہو تو کشفِ ستر کی خرابی لازم نہیں آتی، اور جب عورت کا درمیان میں کھڑی ہو کر نماز پڑھانا شرعی اعتبار سے ثابت ہے، تو عورت کے حق میں اسے غیر مشروع و ناجائز قرار دیا جانا مشکل ہے، بلکہ اگر مرد امام بھی کسی ضرورت (مثلاً جگہ کی تنگی) کی وجہ سے درمیان میں کھڑا ہو تو گناہ نہیں، تو عورت و مرد کے مقام میں تفاوت ظاہر کرنے کی ضرورت کے لئے اگر شریعت نے عورت کے حق میں اسی طرح ثابت رکھا ہو، تو یہ بھی گناہ نہ ہوگا۔ [1]

بعض حضرات نے عورت کی امامت کے مکروہ تحریمی ہونے کی یہ دلیل بیان کی ہے کہ عورت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أمَّا أوَّلا :فَلِمَا قال ابن عابدين فی رَدّ المُحتَار علی الدُّر المُختَار بعد نقل عبارة فتح القدير مفادُهُ :أنَّ جماعتَهُنَّ فی صلاةِ الجنازةِ واجبةٌ حيث لم يكنْ غيرهنَّ؛ ولعلَّ وجهَهُ الاحترازُ عَن فسادِ فرضيةِ صلاةِ الباقيات إذَا سَبَقَتْ إحداهنَّ.وفيه أنَّ الرِّجالَ لو صلَّوا منفردينَ يلزمُ فيها مثل ذلک فيلزمُ عليه وجوبُ جماعتِهم فيها مع أنَّ المصرَّحَ أنَّ الجماعةَ فيها غيرُ واجبةٍ .انتهی.

وأمَّا ثانياً :وهو الحلُّ فلأنَّ الجماعةَ فی صلاةِ الجنازةِ ليستْ بواجبةٍ اتفاقاً كما صرَّحوا به، وصرَّحوا أَيْضًا أنَّ صلاةَ الجنازةِ فرضُ كفايةٍ يسقطُ من الكلِّ بفعلِ واحدٍ ولو منفرداً لا فرضَ عينٍ يلزمُ أداؤه علی كلِّ عينٍ، فإذا حضرتْ الجنازةُ وليس هناک رجلٌ، فلا ضرورةَ إلی جماعةِ النِّساءِ بارتكابِ أحدِ المحظورين، ولا إلی أن يصلِّينَ منفرداتٍ؛ ليلزمَ كونُ صلاةُ بعضِهنَّ نفلاً عند سبقِ غيرهنَّ، بل يكفی أن تصلِّی عليها المرأةُ الواحدةُ منفردةً فيسقطُ الفرضُ عن الكلِّ من غيرِ ارتكابِ المحظورِ.

وبالجملةِ انتقاضُ دليلِ الكراهةِ، وهو استلزامُ أحدِ المحظورينِ بصلاةِ الجنازةِ إلی الآن كما كان، ولا ينفعُ فی ذلک ما ذَكَرُوهُ من أن ارتكابَ المحظورِ لأداءِ الفرضِ جائزٌ، فإنَّ الجماعةَ التی هی المستلزمةُ له ليس بفرضٍ، إنَّما الفرضُ نفسُ صلاةِ الجنازةِ، وهو أيضاً كفاية لا عيناً، ولا يتوقفُ أداءُ نفسِ الفرضِ علی ارتكابِ المحظورِ (تحفة النبلاء فی جماعة النساء للكنوی،ص ۱۰ تا ۱۲، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، ج۵، مطبوعة ادارة القرآن، كراتشی)

[1] فقولُهم :دارَ الأمرُ بين الفعلِ المكروهِ لفعلِ الفرضِ أو تركِ الفرضِ فوجبَ الأوَّلُ، ممَّا لا صحَّةَ له، فإنَّ بتركِ المكروهِ لا يلزمُ تركُ الفرضِ لجوازِ أن تصلِّی المرأةُ الواحدةُ منفردةً، فيتأدی الفرضُ عن كلِّهنَّ، وإنَّما يكونُ صحيحاً لو كانتْ الجماعةُ فرضاً أو كانت صلاةُ الجنازةِ فرضُ عينٍ، وإذ ليس فليس. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کی امامت جائز ومشروع ہوتی، تو اس کا ترک کرنا مکروہ ہوتا، اور خیر القرون کے دور میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وثانيها :ما ذَكَرَهُ صاحبُ العناية أيضاً :أنَّ التَّعليل بزيادةِ الكشفِ غير صحيح؛ لبقاءِ الحكمِ بدونها فانَّ المرأةَ لو لبستْ ثوباً محشواً من قَرْنِها إلى قَدَمِها وأمَّتْ النِّساءَ خاصةً ولا رجلَ ثمة يُكْرَهُ، ولا كشفٌ هناك فضلاً عن زيادةِ الكشفِ .ثُمَّ أجاب عنه :بأنَّ ذلک أمرٌ نادرٌ لا حُكْمَ له على أنَّ تركَ التَّقديمِ بالسُّنَّة والتَّعليلِ لإيضاحها .انتهى.

أقولُ :هذا جوابٌ لا يغني ولا يُسمِنُ، فإنَّ ظاهرَ كلامهم يَحكُمُ بأنَّهم جعلوا تقدُّمَ المرأةِ على المقتدياتِ مستلزماً للكشفِ بل زيادته، وهو حُكْمٌ باطلٌ ؛ فإنَّ المتقدّمةَ لو لَبِسَتْ ثوباً من القَرْنِ إلى القَدَمِ لا يكونَ هناک كَشْفٌ فضلاً عَن زيادتِهِ، وهذا ليس أمراً نادراً.

وقد ردَّهُ العَيْنى أيضاً حيث قال فى البِنَاية بعد نقل كلامه :لا نسلِّمُ أنَّهُ نادرٌ؛ لأنَّ المرأةَ شأنُها التَّستُّرِ فى كلِّ الأحوالِ لا سيما فى الصَّلاةِ خصوصاً إذا أمَّتْ فإنَّها تحترزُ عن انكشافِ شيءٍ من أعضائِها غايةَ الاحترازِ، فحينئذٍ لا يوجدُ الكشفُ أصلاً فضلاً عن زيادةِ الكشفِ.

وقولُهُ على أنَّ تركَ التَّقديمِ بالسُّنَّةِ :فيه نظرٌ؛ لأنَّهُ لم يُبَيِّنْ السُّنَّةَ التى دَلَّتْ على تركِ التَّقدُّمِ. انتهى.

وثالثها :وهو قريبٌ من الثَّانى ما خطرَ ببالى من مُدَّةٍ مديدةٍ :أنَّ التَّقَدُّمَ إنَّما يستلزمُ الكشفَ لو لم تلبسْ ثوباً ساتراً لجميعِ بَدَنِها، فَلِمَ لا يُحْكَمُ بالتَّقَدُّمِ مع السَّترِ على أتمِّ وجهِهِ؛ لئلا يلزم أحدَ المحظورينِ، وأى وجهٍ للحُكْمِ بالكراهةِ مطلقاً.

ورابعها :وهو أيضاً اختلج بقلبى من مدَّةٍ أنَّ الكشفَ إن كان المرادُ به كَشَفُ بعضِ ما وجبَ سَتْرُهُ فى الصَّلاةِ وفى غيرِ الصَّلاةِ، فالتَّقَدُّمُ لا يستلزمُهُ.

وإن كان المرادُ به كَشَفُ ما لا يَجبُ سترُهُ فذلک غير منافٍ للصَّلاةِ فضلاً عن أن يكون موجباً لكراهةِ الجماعةِ.

وإن كان المرادُ به أن المرأةَ إذا تقدَّمتْ امتازتْ عن غيرها وانكشفتْ للنَّاظرينَ من بينها، فذلک أمرٌ لا دليلَ على محظوريتِهِ مع أنَّهُ لازمٌ حالةَ الانفرادِ أيضاً.

فإن قيل :ينبغى للمرأةِ أن تكون على أسترِ الأحوالِ لها لا سيما فى حالةِ الصَّلاةِ التى هى حالةُ المناجاةِ، والتَّقدُّمُ مفوتٌ لذلک كما قال صاحب النِّهاية إن قيل :يجوزُ للمرأةِ التَّقدُّمُ بلا كشفِ العورةِ بلبسِ الثَّوبِ من الفَوْقِ إلى القَدَمِ.

قلنا :يجبُ على المرأةِ أن تكون على أستر الأحوال لا سيما فى الصَّلاة، ولا شکَّ أن التَّوسطَ فيه السِّترُ أكثرَ من التَّقَدُّمِ .انتهى ملخصاً.

قُلنا :قد ردَّهُ الفاضلُ أحمد بن يحيى بنِ مُحَمَّدِ بنِ سَعْدِ التَّفْتَازَانِى المعروف بشيخِ الإسلامِ الهَرَوِى فى حواشى شرح الوقاية بقوله :أقولُ :لا يتفاوتُ النَّظَرُ إلى العورةِ بأن يكون النَّاظرُ مقتدياً بصاحبِ العورة أو لا، فيجبُ أن لا تجوزَ صَلاةُ المرأةِ وحدها قُدَّام امرأةٍ أُخرى.

وبالجملةِ بمجردِ أنَّهُ يجبُ على المرأةِ أن تكونَ على أسترِ الأحوالِ لا يَظْهرُ القولُ بحرمةِ تقدُّمِها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عورتوں کی جماعت اسی طرح رائج ہوتی، جس طرح مَردوں کی جماعت رائج تھی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی الثَّوبِ السَّاترِ من الرَّأسِ إلی القَدَمِ سیما فی غیرِ الصَّلاةِ .انتھی.
وأیضاً ماذا أرید من وجوبِ کونِها علی أسترِ الأحوالِ، إن أرید به کونُها ساترةً لجمیعِ عورتِها، فذلک واجبٌ فی کلِّ وقتٍ، والتَّقدُّمُ بنفسه لیس بمفوتٍ لذلک، وإن أریدَ به کونُها ساترةً لجمیعِ بَدَنِها، فذلک غیرُ واجبٍ لا فی الصَّلاةِ ولا فی غیرِها، بل غایة ما فی البابِ أنَّهُ یکونُ أفضل، فإن کان التَّقدُّمُ مفوتاً له لا یلزمُ منه أن یکونَ مکروهاً.
وخامسها :ما أوردهُ العَیْنِیُّ فی البِنَایة عند قولِ صاحبِ الهدایة أنَّها لا تخلو عن ارتکابِ محرمٍ، وهو قیامُ الإمامِ وَسْطَ الصَّفِ ...الخ بقوله : کیف یکون قیام الإمام وَسْطَهُنَّ محرماً؟وقد فعلَتْهُ عَائِشَةُ وأُمُّ سَلَمَةَ.ورُوِی عن ابنِ عَبَّاسٍ علی ما ذَکَرْنَاهُ .انتھی
وسادسها :ما أوردَهُ العَیْنِیُّ أیضاًبقولِهِ :لقائلٍ أن یقولَ ارتکابُ المحرمِ فیه فی حقِّ الرِّجالِ دونَ النِّساءِ إذ لو کان مطلقاً لَمَا کان یَجوزُ الصَّلاةُ به.
وسابعها :أن إطلاقَ المحرمِ علی قیامِ الإمامِ وَسْطَ الصَّفِ مُناقضٌ لقولِهم :فإنَّ فعلنَ قامتْ الإمام وَسْطَهُنَّ، فإنَّهُ لو کان محرماً کیف یَجوزُ ارتکابُهُ أحیاناً ؟وأجابَ عنه العَیْنِیُّ بأنَّ المرادَ بالحرمةِ هناکَ المنعُ علی وجهِ الکراهةِ، ولا یمتنعُ الجوازُ مع الکراهةِ.
وثامنها :ما خَطَرَ ببالي وهو أن تَوَسُّطَ الإمامِ إن کان ممنوعاً علی وجهِ الحرمةِ أو الکراهةِ، فإنَّما هو إذا کان من خَلْفِهِ ثلاثةٌ فأکثر، وأمَّا إذا کان مَن خَلْفَهُ اثنان فلا حتَّی قال فی الهدایة:وإن أمَّ اثنین تقدَّمَ علیهما، وعن أَبِی یُوسُفَ أنَّهُ یتوَسَّطُهما، ونُقِلَ ذلک عن عبدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ.
ولنا أنَّهُ صَلَّی اللهُ علیهِ وَسَلَّم تقدَّمَ علی أَنَسٍ والیَتِیمِ حین صلَّی بهما، فهذا دلیلُ الأفضلیةِ، والأثرُ دلیلُ الإباحةِ .انتھی. فإنَّهُ یعلمُ منه أن التَّوَسُّطَ عند إمامةِ اثنینِ هو المَسْنُونُ عند أَبِی یوسف، وعند أَبِی حَنِیفَةَ وَمُحَمَّدٍ هو مباحٌ، والأفضل هو التَّوَسُّطُ، إذا تقرَّر هذا فنقولُ :غایةُ ما یَلزمُ کراهةُ إمامةِ المرأةِ لثلاثةٍ فأکثرَ لاستلزامِها المحظورَ، وهو تَوَسُّطُ الإمامِ لا کراهةُ جماعتِهنَّ مطلقاً ولا کراهة إمامتِهنَّ لامرأتینِ مع التَّوَسُّطِ، لأنَّهُ لیس بمحظورٍ لا سیما عند أَبِی یوسف رحمه الله تعالی القائلِ بأفضلیةِ التَّوَسُّطِ فی الرِّجالِ أیضاً.
وتاسعها :أن ما استدلوا به علی کراهةِ تَوَسُّطِ الإمامِ ومحظوریتِهِ من أنَّهُ ممَّا واظبَ علیه النَّبِیّ صَلَّی اللهُ علیهِ وَسَلَّم، وما واظبَ علیه فهو واجبٌ أو سنةٌ مؤکدةٌ، وترکُهُ مکروۃٌ أو محرَمٌ أیضاً مخدوشٌ بأنَّ الثَّابتَ بالمواظبةِ إنَّما هو التَّقدُّمُ فی حقِّ الرِّجال لا فی حقِّ النِّساءِ، وکم من أحکامٍ افترقتْ النِّساءُ فیها عن الرِّجالِ، ولم یَثْبُتُ عن النَّبِیّ صَلَّی اللهُ علیهِ وَسَلَّم ما یدلُّ علی محظوریتِهِ فی حقِّ النِّساءِ أیضاً، بل ثَبَتَ عن الصَّحابةِ خلافُهُ هذا ما خَطَرَ بالبالِ، والله اعلمُ بحقیقةِ الحالِ.
وخلاصةُ الکلامِ فی هذا المقامِ : أن ما علَّلوا به کراهةَ جماعةِ النِّساءِ وحدَهنَّ من استلزامِها أحد المحظورینِ التَّقدُّم والتَّوَسُّط مخدوشٌ بعدمِ تسلیمِ محظوریةِ التَّقدُّمِ، وعدَمِ تسلیمِ استلزامِهِ للکشفِ المحظورِ، وعدمِ تسلیمِ کراهةِ التَّوسط مطلقاً لا سیما فی حقِّ النِّساءِ، وبالنَّقضِ بجماعتِهنَّ فی صلاةِ الجنازةِ(تحفة النبلاء فی جماعة النساء للکنوی،ص ۱۲ تا ۱۵)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مگر اس سے بھی عورتوں کی جماعت کا مکروہ تحریمی ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اولاً تو عورت کی امامت کے مباح بلکہ خلافِ اولیٰ ماننے کی صورت میں بھی ترک کرنا مکروہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کے برعکس مباح یا مکروہ تنزیہی ہوا کرتا ہے، دوسرے جب عورتوں کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب وفضیلت صحیح احادیث سے ثابت ہے، تو خیرُ القرون میں اسی کا عام رواج رہا، مگر اس کے برخلاف بھی احیاناً عمل ہوا۔ ل

ل وَالطَّرِيقُ الثَّالِثُ: ما ذَكَرَهُ صاحبُ الدِّرَايةِ حاشيةِ الهداية :أنَّ جماعتَهنّ لو كانت مشروعةً لَزِمَ أن يُكْرَهَ تركها، ولشاعتْ كما شاعتْ جماعةُ الرِّجالِ، وقد مرَّ نحو هذا نَقْلاً عن المُجْتَبَى.
وردَّهُ العَيْنِيُّ فى البِنَايَة :بأنَّ قولَه لو كانت جماعتُهنَّ مشروعةً لَزِمَالخ :غيرُ سديدٍ؛ لأنَّهُ لا يلزمُ من كونِ الشَّيءِ مشروعاً أن يُكْرَهَ تركُهُ فهذا ليس بكلّي، فإنَّ المشروعَ إذا كان فرضاً يكونُ تركُهُ حراماً، وإذا كان سنةً يكونُ تركُهُ مكروهاً، وإن كان ندباً يجوزُ تركُهُ ولا يُكْرَهُ .انتهى.
أقولُ :هذا أحدُ الوجوهِ الواردةِ عليه.
والثّانى :أنَّ قولَه لشاعتْ كما شاعتْ جماعةُ الرِّجالِ منقوضٌ بكثيرٍ من المستحباتِ، بل وبعضُ الواجباتِ، حيثُ لَمْ يحصلْ لها شيوعٌ كجماعةِ
الرِّجالِ، فيلزمُ أن لا يكونَ مشروعاً إلا ما شاعَ كشيوعِ جماعةِ الرِّجالِ.
فإن قال :إن جماعةَ النِّساءِ وجماعةَ الرِّجالِ متشاركان فى الجنسيةِ، فشيوعُ أحدهما دون الآخر يدلُّ على عدمِ مشروعيةِ آخرِهما، والمستحباتُ الأخرُ ليستْ من جنسها، فلا يضرُّ فيه عدمُ الشّيوعِ كشيوعِها.
قُلنا له :فإذن يلزم أن لا يكونَ جماعةُ الصبيانِ المميزينَ والمراهقينَ مشروعةً؛ لأنَّها لو كانتْ مشروعةً لشاعتْ كشيوعِ جماعةِ الرِّجالِ البالغينَ، وإذ ليس فليس لاتحادهما فى الجنسيةِ، وهذا لم يقلْ به أحدٌ فيما عَلِمْنَا.
فإن قال :الصِّبيانُ فى حُكْمِ الرِّجالِ فشيوعُ جماعتِهم شيوعُ جماعتِهم.
قلنا :ليس كذلك فى جميعِ الأحكامِ ألا ترى أنَّهُ لا تصحُّ إمامتُهم ولا ينبغى تقديمُ صفهم إلى غيرِ ذلك من الأحكامِ.
فإن قال :هم فى حُكْمِهم إلا فيما وَرَدَ دليلٌ بتخصيصهم.
قلنا له :كذلك النِّساءُ فى حُكْمِهم إلا فيما وَرَدَ الدَّليلُ بانفرادِهنَّ عنهم.
وبالجملةِ لا يكفى شيوعُ جماعةِ الرِّجالِ فى حقِّ الصِّبيانِ، وإن كَفَى كَفَى فى حقِّ النِّسوانِ.
والثّالثُ :أنَّ الملازمةَ بين مَشروعيةِ جماعةِ النِّساءِ وبينَ شيوعِها كشيوعِ جماعةِ الرِّجالِ ممنوعةٌ، لا بدَّ من إقامةِ الاستدلالِ عليها ودونه مُزَخْرَفَةٌ.
والرَّابعُ :أنَّ الجماعةَ فى حقِّ الرِّجالِ سنةٌ مؤكدةٌ بل واجبةٌ على ما هو مختارُ محقّقى علماءِ الملةِ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بعض حضرات نے عورتوں کی جماعت کے مکروہ تحریمی ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرعورتوں کی امامت وجماعت مشروع ہوتی، توان کے لئے اذان بھی ہوتی۔

مگراس سے بھی عورتوں کی جماعت کا مکروہ تحریمی ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اولاً تو ہرنماز باجماعت کے لئے اذان کا ہونا ضروری نہیں، جیسا کہ عیدین اور تراویح وغیرہ، دوسرے اذان میں آواز کو بلند کرنا پایا جاتا ہے،جس میں عورتوں کے لئے فتنہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ودلَّتْ عليه الأخبارُ النَّبويّةِ، وهى فى حقِّهم من شعائرِ الملةِ، فلذلک شاعتْ شيوعاً تاماً، ولا کذلک جماعةُ النِّساءِ، فإنَّها ليست بسنةٍ مؤکدةٍ، ولا واجبةٍ، فإن دلَّ عدمُ شيوعِها دَلَّ على عدمِ استنانِها وعدَمِ وجوبِها، لا على عدَمِ استحبابِها وعدَمِ مشروعيتها.

والخامس :أنَّ النِّساءَ کانت مجازاتٌ فى زمانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم وأصحابِهِ لحضورِ جماعةِ الرِّجالِ واقتدائهنَّ بهم فى المساجدِ وحضورهنَّ معهم فى الجُمَعِ والأعياد، کما دلَّتْ عليه أحاديثُ نبويةٌ مُخَرَّجَةٌ فى کُتُبِ حديثيةٍ، من ذلک:

حديثُ ابنُ عُمَرَ وأبى هُرَيْرَة مرفوعاً:لا تَمْنَعُوا إمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ.

وحديثُ ابنُ عُمَرَ مرفوعاً:لا تَمْنَعُوا نِسَاءَکُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ.

وحديثُ ابنُ عُمَرَ، قال النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عليهِ وَسَلَّم:اِئْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِالْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ، فقال ابنٌ له أى لابنِ عُمَرَ :واللهِ لا نأذنُ لهنّ فيتخذنهُ دغلاً، والله لا نأذنُ لهنَّ، فسبَّهُ ابنُ عُمَرَ وغَضِبَ عليه، وقال أقول :قال رَسُولُ اللهِ :اِئْذَنُوا لَهُنَّ، وتقول لا نأذنُ لهنَّ وحديثُ عَائِشَةَ قالت:لَوْ أَدْرَکَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ کَمَا مُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِى إِسْرَائِيلَ إلى غيرِ ذلک.

أخرجَها أبو دَاوُدَ وغيرُهُ فلم يکنْ فى تلکِ الأَزمنةِ المتبرکةِ ضرورةٌ إلى جماعةِ النِّساءِ وحدَهُنَّ فى بيوتِهنَّ، فلذلک لم يحصلُ لها الشُّيوع کجماعةِ الرِّجال، ولولا ذلک لشاعتْ کشيوعِ جماعةِ الرِّجالِ، فلا يلزمُ من عدَمِ شيوعِها عدَمُ مشروعيتِها لا سيما فى أزمنةِ مُنعتُ النِّساءُ عن حضورِ الجُمَعِ والجماعاتِ، وحرمتْ عن الشّرکةِ مع الرِّجالِ فى محالِ البرکاتِ والعباداتِ(تحفة النبلاء فى جماعة النساء للکنوى، ص ۶ ا تا ۱۸)

[1] والطريق الرابع: ما مر نقله عن(التبيين)، وذکره أيضا صاحب الدراية وغيره أنه لو کانت جماعتهن مشروعة لشرع لهن الأذان؛ لأنه دعاء إلى الجماعة.

وفيه على ما أقول نظر من وجوه :

الأول :أن اللازم ملتزم لما رواه الحاکم فى المستدرک عن عبد الله ابن إدريس عن عطاء عن عائشة:أنها کانت تؤذن وتقيم وتؤم النساء فتقوم وسطهن، کذا ذکره العينى.

والثانى :أنه ماذا أريد من شرعية الأذان لهن؟ إن أريد به شرعية أذان رجل لجماعتهن، فاللازم ملتزم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خلاصہ یہ کہ عورت کی امامت کو جبکہ وہ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو، مکروہ تحریمی قرار دینے کی توجیہات ضعیف ومخدوش معلوم ہوتی ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بشهادة حديث أم ورقة،فإن النبى صلى الله عليه وسلم جعل لها مؤذنا، وأمرها أن تؤم أهل دارها وإن أريد به شرعية أذانهن، فذلك غير لازم لشرعية الجماعة، فليس يلزم أن يؤذن أهل الجماعة حتى لو أذن صبى مميز لجماعة الرجال لكفى، فلا يلزم من عدم مشروعية أذانهن عدم مشروعية جماعتهن.

والثالث :أن مشروعية الجماعة مطلقا لا يستلزم مشروعية الأذان لها، بدليل جماعة صلاة العيدين، وصلاة الكسوف، وصلاة الاستسقاء ، فإن الجماعة فيها مشروعة دون الأذان، فكذا يجوز أن تكون جماعتهن مشروعة دون الأذان.

والرابع :أن عدم مشروعية أذانهن لجماعتهن إن سلم فهو بسبب أن أذانهن يفضى إلى الفتنة، وقد صرحوا بأن نغمة المرأة ورفع صوتها عورة، فلا يلزم من عدم مشروعية أذانهن عدم مشروعية جماعتهن.

والخامس :أن المستلزم لشرعية الأذان إنما هو الجماعة فى الصلوات الراتبة التى هى من السنن المؤكدة أو الواجبة، ومن الشعائر الإسلامية، فغاية ما يلزم من عدم مشروعية الأذان لهن عدم كون جماعتهن سنة وواجبا، لا عدم كونها مشروعة مطلقا.

والسادس :أن عدم مشروعية الأذان لهن ليس أمرا اتفاقيا حتى يستدل به على عدم مشروعية جماعتهن، بل القائل باستحباب جماعتهن قائل باستحباب أذانهن وإقامتهن.

ففى البناية للعينى :ليس على النساء أذان وإقامة، وإن صلين بجماعة، وبه قال :أحمد وأبو ثور.

وللشافعى ثلاثة أقوال:

أصحها ما نصه فى الأم أنه يستحب لهن الإقامة دون الأذان.

والثانى :أنه لا أذان ولا إقامة.

والثالث :أنهما يستحبان.

وفى شرح الوجيز لا يختص هذا الخلاف فيما إذا صلين بجماعة أو وحدهن .انتهى (تحفة النبلاء فى جماعة النساء للكنوى، ص ۱۸و۱۹)

[1] قلت: هذا كلام من لم يطلع على كتب القوم، لأنه عليه الصلاة والسلام أقام بمكة بعد النبوة ثلاث عشرة سنة، كما رواه البخارى ومسلم، ثم تزوج بعائشة بالمدينة وبنى بها وهى بنت تسع، وبقيت عنده تسع سنين وما صلت إماما إلا بعد بلوغها فكيف يستقيم حمله على ابتداء الإسلام.

وتصدى الأكمل للجواب عن هذا، وقال :يجوز المراد بابتداء الإسلام ما قبل الانتساخ.

قلت :هذا بعيد من الأول؛ لأن هذا لم يكن فى ابتداء الإسلام على ما دلت عليه الأخبار المذكورة، فإذا كان كذلك كيف يحمل هذا على ما قبل الانتساخ؟ انتهى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اورعلامہ ابنِ ہمام کے بقول حق جس طرف بھی ہو،اس کو ہی قبول کرنا چاہئے ،جس کی تفصیل دلائل کے ساتھ ہم نے امانت ودیانت کے ساتھ ذکر کردی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فظهر بهذا كله أن من قال :إن أثر إمامة عائشة محمول على ابتداء الإسلام إن أراد به أنه منسوخ فالكلام معه كالكلام مع القائل بالنسخ، وإلا فقد أتى بشيء يتعجب منه من له اطلاع على كتب القوم.وأما كلامهم أن فعل عائشة أو أم سلمة منسوخ، كان حين كانت جماعتهن مستحبة.فمخدوش بثلاثة وجوه:

الأول :أن المذهب عندنا أن انتقاء صفة الوجوب يستلزم انتفاء صفة الجواز كما عرف في الأصول، ولا فرق بين الوجوب والسنية في ذلك، فإذا نسخت السنية نسخ الجواز، فالاستدلال بالمنسوخ كما فعله أصحابنا حيث استدلوا بفعل عائشة على توسط إمام النساء مع قولهم بأنه منسوخ غير صحيح.وأجاب عنه صاحب العناية بقوله :الجواز الباقي جواز مع الكراهة، والذى كان في ضمن السنية نسخ معها، والاستدلال به لبيان أنها كانت سنة ونسخت، وإنما جوزت في زماننا بمقتضى الجواز الذى كان من اجتماع شرائطه ورفع موانعه مع ما يوجب كراهة من ارتكاب محرم: انتهى.

ورده العينى بعد نقله بقوله:فيه نظر؛لأن من ادعى النسخ،فعليه البيان.

والثانى :ما ذكره ابن الهمام بقوله بعد نقل كلام السروجي لكن فى المستدرك:أنها كانت تؤذن وتقيم وتؤم النساء وتقوم وسطهن.وما في كتاب الآثار لمحمد :أخبرنا أبو حنيفة عن حماد بن أبي سليمان عن إبراهيم النخعي :أن عائشة كانت تؤم النساء في شهر رمضان فتقوم وسطا .ومن المعلوم أن جماعة التراويح إنما استقرت بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم، وما في أبي داود عن أم ورقة بنت عبد الله بن الحارث بن عمير الأنصارية أن النبي صلى الله عليه وسلم:لما غزا بدرا الحديث.

ثم أخرجه عن الوليد بن جميع عن عبد الرحمن بن خالد عنها، وفيه:وكان يزورها وجعل لها مؤذنا وأمرها أن تؤم أهل دارها، قال عبد الرحمن :وأنا رأيت مؤذنها شيخا كبيرا.

كلها ينفي ثبوت النسخ، وفي الحديث الأخير الوليد وعبد الرحمن، قال ابن القطان لا يعرف حالهما.انتهى.وقد ذكرهما ابن حبان في (الثقات) انتهى.

ثم قال ابن الهمام :وقد يجاب بجواز كونه إخبارا عن مواظبة كانت قبل النسخ.

وقوله :كانت تؤم في رمضان، لا يستلزم التراويح.

وقوله :جعل لها مؤذنا وأمرها أن تؤم لا يستلزم استمرار إمامتها إلى وفاته صلى الله عليه وسلم.

وما رواه عبد الرزاق عن إبراهيم بن محمد عن داود بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس قال :تؤم المرأة النساء فتقوم وسطهن.

لا يقتضى علم ابن عباس ببقاء شرعيتها بجواز كون المراد إفادة مقامها بتقدير ارتكابها ذلك، أو خفي على ابن عباس الناسخ .انتهى.

أقول :هذا كله كما أشار إليه ضعيف، فإن أمثال هذه الاحتمالات الركيكة الغير الظاهرة لا تسمع إلا بعد تعيين الناسخ وإذ ليس فليس.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ.

وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهُ.

محمد رضوان

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

۹/ رجب المرجب/ ۱۴۳۳ھ 31/ مئی/ 2012 بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والثالث :ما ذكره ابن الهمام أيضا بقوله ما مر من كلامه :لكن يبقى الكلام بعد هذا فى تعيين الناسخ إذ لا بد فى ادعاء النسخ ولم يتحقق، وما ذكره بعضهم من إمكان كونه ما فى سنن أبى داود، وصحيح ابن خزيمةصلاة المرأة فى بيتها أفضل من صلاتها فى حجرتها ، وصلاتها فى مخدعها أفضل من صلاتها فى بيتها .يعنى الخزانة التى تكون فى البيت .وروى ابن خزيمة :أن أحب صلاة المرأة إلى الله فى أشد مكان فى بيتها ظلمة.وفى حديث له ولابن حبان :وأقرب ما تكون من وجه ربها وهى فى قعر بيتها.ومعلوم أن المخدع لا يسع الجماعة، وكذا قعر بيتها وأشد ظلمة، ولا يخفى ما فيه.وبتقدير التسليم فإنما يفيد نسخ السنية، وهو لا يستلزم ثبوت كراهة التحريم فى الفعل بل التنزيه، ومرجعها إلى خلاف الأولى، ولا علينا أن نذهب إلى ذلك، فإن المقصود اتباع الحق حيث كان .انتهى.

أقول :أشار بآخر كلامه إلى أن كراهة التحريم ليس بحق، واتباع الحق حيث ما كان أحق، كيف لا؟ وقد دلت آثار وأخبار على المشروعية ولم يتعين ناسخ لها ولا يصح حملها على ابتداء الإسلام. والعلل التى ذكروها للكراهة كلها معلولة، فغاية ما فى الباب أن تكون جماعتهن خلاف الأولى نظرا إلى ظاهر ما يفيده حديث أبى داود وابن خزيمة وغيرهم، وهو أمر آخر.

فإن قلت :لا دلالة للأخبار المذكورة على الاستحباب لجواز أن تكون تعليما للجواز كما أشار إليه صاحب الدراية.

قلت :فهذا القدر ينفى الكراهة التحريمية، كيف ولو كان كذلك لما أمر النبى صلى الله عليه وسلم أم ورقة بما أمرها، ولما ارتكبت عائشة وأم سلمة فعلها.

والظاهر أن محمد بن الحسن أشار فى كتاب الآثار إلى هذا، حيث قال :لا يعجبنا، على ما مر نقله فى المرصد الأول.

والذى يظهر أن الحكم بالكراهة لا سيما بالتحريمية من تخريجات المشايخ على حسب أفهامهم ومزعوماتهم لا من كلام أئمتهم، ولعل لكلامهم وجها لم نطلع عليه، وما اطلعنا عليه قد بينا حاله، وفوق كل ذى علم عليم، وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء وهو ذو الفضل العظيم (تحفة النبلاء فى جماعة النساء للكنوى، ص ۲۰ تا ۲۳، الطريق الخامس)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530